

ردِّ قادیانیت

رسائل

حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری

# احتساب قادیانیت

جلد ۲۵

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مضوری باغ روڈ، ملتان - فون: 4514122

بسم الله الرحمن الرحيم!

نام کتاب :	احساب قادیانیت جلد پچیس (۲۵)
نام مصنف :	حضرت مولانا محمد عالم آسّی
صفحات :	۴۴۸
قیمت :	۲۵۰ روپے
مطبع :	ناصر زین پریس لاہور
طبع اول :	دسمبر ۲۰۰۸ء
ناشر :	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4514122

بسم الله الرحمن الرحيم!

## عرض مرتب

حضرت مولانا محمد عالم آسئی (م ۱۹۴۴ء) ”امرتسر“ کے رہنے والے تھے۔ مولانا غلام قادر بھیروئی سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمد عالم آسئی امرتسری، امرتسر سے ”الفقیہ“ ایک رسالہ بھی شائع کرتے رہے۔ مولانا کی رد قادیانیت پر شہرہ عالم کتاب الکاویہ علی الغاویہ ہے۔ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول احتساب قادیانیت کی جلد ہذا (۲۵ ویں) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ تلاش بسیار کے باوجود آپ کے تفصیلی حالات زندگی نہ مل سکے۔ آپ نے الکاویہ کی پہلی جلد مارچ ۱۹۳۱ء میں شائع کی۔

آپ انجمن خدام الحنفیہ امرتسر ہاتھی گیٹ کے معتمد تھے۔ آپ نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پر خود یہ تعارف لکھا۔ ”جن لوگوں نے اسلام کو نامکمل سمجھ کر تجدید و ترمیم یا تنسیخ و تحریف شروع کر دی ہے اور اپنے آپ کو مصلح قوم، مجدد دین، مہدی یا مسیح ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں کہ ہم اسلام کا روشن پہلو دکھلا کر دین محمدی کے اصل رخ سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ ایسے محرفین کے لئے یہ رسالہ ”الکاویہ علی الغاویہ“ لکھا گیا ہے۔ جس میں عام

شبہات کا عموماً اور مرزائی تعلیم کا خصوصاً ایک ایسا خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کے دیکھنے سے ناظرین خود معلوم کر سکیں گے کہ یہ مرزائی تعلیم باغی، اصطلاحات میں کہاں تک تحریف و تنسیخ سے کام لیا گیا ہے۔“

مولانا اعجاز علی دیوبندی، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالرحمان امرتسری، مولانا محمد حسین، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور دوسرے اکابر علماء کی اس پر تقاریظ ہیں۔ انشاء اللہ العزیز احتساب کی جلد (۲۶ ویں) میں ”الکادۃ علی الغادیۃ“ کے دوسرے حصہ کو شائع کریں گے۔ اشاعت اول ۱۹۳۱ء کے ستر سال بعد نومبر ۲۰۰۸ء میں اس کی اشاعت ثانی کے لئے اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ ثم آمین!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا

۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

بمطابق ۱۷ نومبر ۲۰۰۸ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الحمد لله الذي جعل في كتابه  
آياتاً للذين آمنوا

# الكاوية<sup>علا</sup> الغاوية

يعني

چودھویں صدی ہجری  
کے مدعیان نبوت کے مختصر تاریخی حالات

## حصہ اول

حضرت مولانا محمد عالم آسئی

# الكاوية على الغاوية

## حصہ اول

بسم الله الرحمن الرحيم!

”الحمد لله وحده . والصلوة على من لا نبي بعده . وعلى اله واصحابه اجمعين الى يوم الدين وبعد فيقول العبد العاصي محمد عالم عفى عنه بن عبد الحميد الوثير الآسى عفا الله عنهما ليقل من يؤمن بالله ورسوله الحمد لله رب العالمين اى التراب على الله راس المولمين الرحمن الرحيم من الرهام اى ذلك التراب عليه كالرهام . ثم ليتوجه الى مالك ناصية فيقول مالك يوم الدين اے ماللاہ یارب یقصد دینک . فليقل مخاطباً لذلك البدع اياك نعبد اى تنصر منك اياك نستعين فلقينا منك تعباً ونصباً . ثم ليتوجه الى الله تعالى بالنيابة عن البدع اهدنا الصراط المستقيم . الذى فيه الموانع كالکوماء صراط الذين انعمت عليهم وانزلت عليهم النوم من الغفلة غير المغذوب عليهم اى هم ليسوا ممن غذب عليهم فى شئ ولا الضالين من الدالان ثم ليعتقد ان الصلوة على النبی وعبادة له كما لا حمد لله والصلوة عليه فمن يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له فليستمع ما اقول وليصنع لما القي عليه وهو انه“

مرزائی تعلیم کے متعلق علمائے اسلام کی تصانیف سے جو مجھے حاصل ہوا ہے اس کو ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کو بنظر استحقاق نہ دیکھیں گے اور اگر اس سے کچھ فائدہ ہوا تو مؤلف کو دعائے خیر سے یاد فرما میں گے اور اگر کہیں سقم یا نقص نظر آئے گا تو اس کی تصحیح سے بندہ کو مطلع کر کے ممنونیت کا تمغہ حاصل کریں گے۔

میں اس موقع پر اس رسالہ کا نام بھی آپ کو شریحاً بتانا چاہتا ہوں کہ اس کو کاویہ تصور کیا گیا ہے۔ جو عموماً ٹین سازوں کے پاس ہوا کرتا ہے اور جس سے ٹانگے لگایا کرتے ہیں۔ علی الغاویہ سے یہ مطلب ہے کہ جن گمراہ کن لوگوں نے مسلمانوں میں تفریق بین المسلمین کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ ان کے سینہ پر یا ان کے دل میں جو اتحاد بین المسلمین کو دیکھ کر حسد اور کینہ کا گھاؤ پڑ گیا ہے۔ اس پر علاج بالکھن کے طریق پر یہ رسالہ داغ دینے کا کام دیتا ہے اور بس۔ کیونکہ جب انسان

علاج سے تنگ آ جاتا ہے تو حسب دستور قدیم ”اخر الدواء الحی“ پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ مگر آج کل چونکہ برف سے یہ طریق علاج کیا جاتا ہے تو آپ بھی اس کو کئی بار دہی تصور کریں۔ ”رب اشرح لی صدری ویسر لی امری“

۱..... مرزا قادیانی کون تھے ان کے تاریخی حالات کیا ہیں؟

قادیانی نبی کی تاریخ مختصر یہ ہے کہ اس کی ولادت ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور وفات بمقام لاہور احمدیہ بلڈنس ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء (۱۳۲۶ھ) کو بروز منگل بتقریب میلہ بمحدر کالی آٹا فانا تقریباً ایک گھنٹہ میں ہی ہوئی۔ جس کی وجہ بقول بعض بند ہیضہ تھا اور بقول بعض درد گردہ کا دورہ تھا۔ اس وقت کے بالمقابل مخالفت اور تردید کرنے والوں کا خیال ہے کہ حضرت صوفی پیر جماعت عالی شاہ صاحبؒ کی بددعا کا نتیجہ ہے کہ جھٹ پٹ اس فتنہ سے نجات ملی۔ بہر حال کچھ بھی ہو وفات فوری ہوئی۔ پھر لاش ریل پر لا کر بٹالہ ضلع گورداسپور میں اتاری گئی۔ جو موٹروں وغیرہ کے ذریعے اٹھوا کر قادیان کے بہشتی مقبرہ کے ایک کونہ میں برسر جو ہر فن کی گئی اور اب تک وہیں موجود ہے۔ مگر پہلے کی نسبت اس میں کچھ تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ مسلمانوں نے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ نبی کا جسم سلامت رہتا ہے۔ قبر کھود کر دیکھیں کہ آیا اس معیار پر نبوت مرزا صحیح اترتی ہے یا نہیں؟ تو خلیفہ محمود کورات کے وقت الہام ہوا کہ دشمن قبر اکھیر رہے ہیں۔ اس لئے صبح ہی قبر کو مسطح کر کے لکڑی اینٹ پتھر اور روڑی سے تقریباً چھ گز مربع میں پختہ کیا گیا۔ تاکہ کوئی مخالف سرنگ لگانے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ یا تو نبی کا صحیح مجسم رہنا ان کے نزدیک صحیح روایت نہیں ہے اور اگر صحیح ہے تو قادیانی نبی کی نبوت میں شاید پختہ یقین نہیں ہے اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ لاہوری پارٹی قادیانی کو مسیح تو مانتی ہے۔ مگر اس قدر نبوت کی قائل نہیں ہے۔ جس قدر قادیانی خلیفہ کے مرید اس کی نبوت کو بڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ محمود اپنی کتاب انوار خلافت کے ص ۵۰ پر لکھتے ہیں کہ: ”العود احمد رسول علیہ السلام“ کا دوبارہ ظاہر ہونا پہلے کی نسبت اعلیٰ اور افضل ہے اور اس عقیدہ کی بنیاد ”رجعة کبریٰ“ کے اصول پر ہے۔ جو مذہب شیعہ سے حاصل کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ تو حرمین شریفین میں ظاہر ہوئے ہیں اور اسلام کا بیج بو گئے ہیں۔ مگر دوسری دفعہ آپ کا مکمل ظہور قادیان ضلع گورداسپور میں ہوا ہے۔ جس سے اسلام کو تکمیل تک

پہنچایا گیا ہے۔ لیکن یہ اصول تناخ تسلیم کرنے کے بعد صحیح تصور ہو سکتا ہے۔ ورنہ جب اسلامی اصول کی رو سے سرے سے تناخ ہی باطل ہے تو رجعت کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟  
 بعض لوگ تو سرے سے یہی کہتے ہیں کہ جب قادیانی نبی کی لاش قادیان لائی گئی تھی تو اس سے ہی نبوت قادیانی مشکوک ہو چکی تھی۔ کیونکہ اسلام میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ: ”نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے“

اس اصول کو حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش سے توڑا جاتا ہے۔ مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی پہلے مصر میں ہی دفن ہوئے تھے۔ آپ کا صندوق دریائے نیل کے وسط سے اس وقت نکال کر شام میں پہنچایا گیا تھا جب کہ چند صدی کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی۔ اب یہ اصول قائم رہا کہ: ”نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے“ اور اس اصول کے مطابق قادیانی نبوت کو بھی اس وقت صحیح ماننا قرین قیاس تھا۔ جب کہ کچھ عرصہ کے لئے لاہور میں قادیانی نبی کو بھی دفن کیا جاتا اور مناسب یہی تھا کہ اس دارالحرۃ میں ہی مقبرہ بنا رہتا۔ کیونکہ ”العود احمد“ کے قاعدہ کے مطابق قادیانی نبوت ظل اور وجود ثانی نبوت محمدیہ کے بننے کی دعویٰ کرتی تھی۔ مگر نہ معلوم کس کمزوری یا مجبوری سے اس معیار کے مطابق تصحیح نبوت نہ کی گئی۔

سلسلہ نسب کے کے متعلق براہین میں لکھا ہے کہ: ”قراچا قوم برلاس“ (مغلیہ خاندان) کا بہترین فرد سب سے پہلے چھٹی صدی ہجری میں مسلمان ہوا اور چغتائی خاندان کا وزیر رہا۔ اخیر میں جنگی وزارت پر بھی مامور ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی قوم برلاس کو سمرقند سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر موضع کش میں آباد کیا۔ جہاں اس کے پوتے برقال کے ہاں دولڑکے پیدا ہوئے۔ طراغی اور حاجی برلاس جو شیخ شمس الدین فاخوری کے دونوں مرید بنے اور جب طراغی کے ہاں فرزند پیدا ہوا اور شیخ کی خدمت میں پیش کیا تو شیخ نے سورہ ملک پڑھتے ہوئے اس کا نام تمور رکھا۔ برلاس اور اس کی بیوی حلیمہ گو بڑے نامور تھے۔ مگر تمور نے ان سے حکومت چھین لی تھی اور کش سے نکال دیا تو برلاس خراسان میں چلا گیا اور جب تیمور نے خراسان فتح کیا تو وہ علاقہ اپنے چچازاد بھائیوں کو جاگیر دیا اور برلاس کی اولاد میں سے ہادی بیگ پیدا ہوا۔ جس نے ۱۰۰۰ھ میں اپنا وطن خراسان چھوڑ کر کش کو اپنا قیام گاہ بنالیا۔ چند ایام کے بعد وہاں سے نکل کر دریائے بیاس کے کنارے جنگل میں پناہ لی اور اسلام آباد گاؤں کی بنیاد ڈالی اور یہیں اپنی قوم کا قاضی بن گیا۔ اب اسلام آباد کو قاضی ماجھی کہنے لگے۔ پھر بگڑ کر صرف قاضی رہ گیا۔ بعد ازاں قاضیاں بنا اور بگڑ کر قادیان کی شکل اختیار کی۔



سکھوں کے عہد میں قاضی عبید اللہ مغل قادیانی اپنے علاقہ میں حکمران تھے۔ گورنر لاہور نے قاضی صاحب کو قادیان سے نکال دیا۔ اس نے چند نفوس کے سوا سب قادیانی مار ڈالے۔ جن میں سے مرزا گل محمد سلطنت کی طرف سے دوبارہ قادیان کا حکمران بن گیا۔ اس وقت اس کا نام مکہ بھی تھا۔ کیونکہ مرزا گل محمد کے دسترخوان پر رات دن ساٹھ ستر مہمان رہتے تھے اور اسلامی تعلیم کا مرکز تھا۔ اس لئے کاسہ لیسوں نے اسے مکہ کہنا شروع کر دیا۔ مگر سکھوں نے گل محمد کے قبضہ میں صرف پچاسی دیہات کی ریاست چھوڑی۔ باقی خود سنبھال بیٹھے اور جب مرزا عطاء محمد ولد گل محمد گدی نشین ہوا تو اس وقت صرف قادیان پر ہی قبضہ رہ گیا تھا۔ اس وقت اس کے ارد گرد چار برج اور فصیل بھی موجود تھی۔ اس کا بھی سکھوں نے محاصرہ کر لیا اور رام گڑھی سکھوں نے سمجھوتہ کی غرض سے قلعہ کے اندر آ کر دروازہ کھول لیا اور اپنی فوجیں داخل کر کے قادیان کو فتح کر لیا۔ عطاء محمد جان بچا کر کسی ریاست میں پناہ گزین ہوا اور وہیں مرا۔ تو اس کے بیٹے غلام مرتضیٰ حکیم نے رنجیت سنگھ کے دربار میں رسوخ پیدا کر کے قادیان کو معہ پانچ گاؤں کے دوبارہ حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد اس کے ہاں پیدا ہوا اور اسی سال رنجیت سنگھ مر گیا۔ (۲۷ جون ۱۸۳۹ء) غلام احمد کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی مگر وہ جلد مر گئی۔ ابتدائی تعلیم مولوی فضل الہی کے سپرد ہوئی۔ دس سال کے بعد انتہائی تعلیم کے لئے مولوی فضل احمد کے سپرد کیا گیا۔ سترہ سال گزرے تو مولوی گل علی شاہ نے فلسفہ منطق اور نحو کی تکمیل کرائی اور خود مرزا غلام مرتضیٰ نے طب بھی پڑھا دی۔ اس کے بعد ریاست واپس دلانے کے مقدمات میں اپنے فرزند غلام احمد کو لگا دیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ س میں انعام ماہواری اور پنشن بھی خرچ ہو جاتی تھی۔ مگر پھر بھی ناکامی ہی رہتی تھی۔ اس لئے اس کو سیالکوٹ عدالت خفیہ میں بھرتی کر دیا۔ چنانچہ قادیانی نبی پندرہ روپے کا محرر مقرر ہوا۔ پھر بغرض ترقی روزگار بخاری کے امتحان میں شامل ہوا مگر فیل ہو گیا اور نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا اور مسجد میں ڈیرہ لگا لیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اخیر عمر میں ایک جامع مسجد بنوائی تھی۔ جس کے ختم ہوتے ہی پچپش سے آپ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے اور اسی مسجد کے کونہ میں حسب وصیت دفن ہوئے۔ اس کے بعد قادیانی نبی جگ کہ چالیس برس تک پہنچ چکا تھا۔ روزے رکھنے شروع کئے اور خوراک بالکل کم کر دی۔ یہاں تک کہ آٹھ پہر میں صرف چند تولے خوراک رہ گئی۔ اس کے بعد مذاہب کا مطالعہ شروع کیا تو اسلام کو ہی برحق پایا۔ پھر الہامات شروع ہو گئے۔ پنانچہ پہلا الہام ”والسما والطارق“ تھا۔ جس میں مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات کو نماز مغرب کا وقت بتایا گیا تھا۔ پھر ”واللہ یعصمک من الناس“ کا الہام ہوا۔ جو

قادیانی نبی نے انگوٹھی میں نگین پر کھدوا لیا تھا۔ چودھویں صدی کے آغاز میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کے ضمن میں مسیح موعود بروز محمدی وغیرہ سب کچھ آگیا تھا اور سب سے پہلے براہین احمدیہ کتاب لکھی۔ جس میں الہام درج کئے جو اخیر عمر تک سنگ بنیاد کا کام دیتے رہے اور اس میں یہ بھی ذمہ لیا کہ اسلام کی صداقت پر تین سودا لائل لکھے جائیں گے۔ مگر افسوس کہ ایک دلیل پوری نہ ہو سکی۔ اس کی کتاب کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھا تھا کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس کی نظیر اسلامی دنیا میں نہیں ملتی اور جب یہ کتاب شائع ہو کر لا جواب ثابت ہوئی تو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سے بیعت لینی شروع کر دی۔ پھر مخالفین سے اخیر دم تک جھگڑے ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ کو وفات پائی۔ جیسا کہ اس باب کے شروع میں گذر چکا ہے۔ (ماخوذ از تاریخ مرزا مصنف مولوی ثناء اللہ امرتسری و سیرت مسیح مصنفہ معراج الدین عمر احمدی)

۲..... مسیح قادیانی سے وفات میں غلطی ہوئی

یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ لاہور میں مسیح قادیان کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ کے دن فوری طور پر واقع ہوئی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ نو سال پہلے یہ حادثہ پیش آ گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ملک الموت کو مرزائی تجاویز کا علم نہ تھا۔ ورنہ وہ ضرور نو سال اور انتظار کرتا۔ بہر حال لاعلمی کی وجہ سے اس نے غلطی کی ہے۔ لہذا قابل معافی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ بائبل میں حضرت دانیال علیہ السلام کا ایک مقولہ یوں درج کرتی ہے کہ جس وقت سے دانگی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ مکروہ چیز جو لوگوں کو خراب کرتی ہے۔ قائم کی جائے گی ایک ہزار دوسو نوے دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے پر تو اپنی راہ پر چلا جا۔ جب تک کہ وقت اخیر آوے کہ تو چھین کرے گا اور اپنی میراث پر اخیر کے دنوں میں اٹھ کھڑا ہوگا۔

(دانیال ۱۲، ۱۳)

اس پیش گوئی کو بغیر سوچے سمجھے مسیح قادیان نے اپنے اوپر بدیں الفاظ چسپاں کیا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے مسیح قادیانی کا زمانہ بعثت ۱۲۹۰ھ اور زمانہ وفات ۱۳۳۵ھ قرار دیا ہے۔ (حقیقت الہی ص ۱۹۹، ترجمہ گلاب دیہ ص ۱۱۳، ۱۱۶) اس کی تائید میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں یہ عاجز شرف مکالہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔ (حقیقت الہی ص ۱۹۰) مگر عزرائیل سے غلطی یہ ہوئی کہ بغیر حقیقت الہی پر نظر ڈالنے کے نو سال پہلے ہی مسیح قادیانی کو دار البقاء میں لے گیا۔ اب مرزائیوں میں اس غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ لاہوریوں نے تو یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ملہم کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اس لئے مسیح قادیانی نے جو کچھ پیشین گوئی مذکور سے سمجھا تھا غلط تھا۔ (الاحمدیٹ

۱۸/۱ اپریل ۱۹۳۰ء) البتہ قادیانیوں نے بہترے ہاتھ پاؤں مارے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

.....۱ مرزا قادیانی نے سنہ ہجری سے مراد سنہ بعثت نبوی مراد لیا ہے۔ کیونکہ ہجرت سے پہلے

دس سال بعثت کا زمانہ ہے۔ اس لئے ۱۳۳۵ھ سے دس سال کم کرنے سے ۱۳۲۵ھ نکل

آتا ہے۔ جو تقریباً ۱۳۲۶ھ سے ملتا جلتا ہے۔ جب کہ مسیح قادیانی نے وفات پائی ہے۔

.....۲ اگر یوں کہا جائے کہ حقیقت الوحی میں خاص مدت بعثت اور وفات مذکور نہیں ہوئی۔

بلکہ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ۱۳۳۵ھ تک وفات ہو جائے گی تو اس وقت ۱۳۲۶ھ

میں وفات کا ہونا مضمر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی صداقت کا نشان ہے۔

.....۳ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی حدود بیعت قادیانی کے اندر اپنی مخصوص صداقت

رکھتی ہے۔ اس لئے اگر حدود بیعت سے خارج غیر احمدیوں میں مشتبہ رہے تو کوئی بڑی بات

نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کے نزدیک سرے سے جب بائبل ہی محرف اور مشتبہ ہے تو اس قول کی

صداقت کیسے پیش ہو سکتی ہے۔ بلکہ غیروں کے نزدیک یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہوگی۔

.....۴ اگر اس پیشین گوئی کو بطریق مفہوم لیا جائے تو کسی مخالف کو دم مارنے کی بھی گنجائش نہ

رہے گی۔ کیونکہ انصاف ہمیشہ کی پیشی پر مشتمل رہتا ہے۔ (الفصل ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ء)

لیکن ہر ایک جانبدار کو بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزائیوں کی یہ چار تاویلیں صرف طرف

داری کی بنیاد پر ہیں۔ ورنہ (ایام الصلح اردو ص ۵۷، خزائن ج ۱۳ ص ۲۸۳) میں خود مسیح قادیانی کا مقولہ درج

ہے کہ: ”ہمارے نبی کریم ﷺ مکہ میں تیرہ برس تک کفار کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے رہے“ اب اس

حساب سے سنہ بعثت اور سنہ ہجرت کا باہمی فرق تیرہ سال کا ہوا اور وفات قادیانی میں جب ۱۳۲۶ھ

سے تیرہ سال کم کر کے سنہ بعثت قائم کیا جائے تو ۱۳۲۲ھ نکلتا ہے۔ اب اس لحاظ سے مسیح قادیانی کی

وفات ۱۹۰۸ء سے پہلے تین چار سال ہونی چاہئے تھی۔ شاید ملک الموت کو اس حساب فہمی میں غلطی

ہوئی ہوگی کہ تین چار سال تک جان لینے کو حاضر ہی نہیں ہو سکا اور یہ کہنا بھی مفید نہیں ہے کہ یہ پیشین

گوئی بیعت کرنے کے بعد موجب یقین ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے تو اس کو مخالفین کے سامنے

اپنی صداقت کا نشان بتلایا ہے۔ اب اگر اس کی تصدیق پر ہی اس کی صداقت منحصر رہی تو صرف

ملفوظات میں درج ہونے کے قابل ہو جائے گی۔ مناظرہ میں اس کو پیش کرنا عبث ہوگا۔ علی ہذا

القیاس جب غیر احمدی بائبل کو ایک تاریخ الرسل اور کلام بشر جانتے ہیں اور وہ بھی کئی تبدیلیوں کے

بعد ہمارے سامنے موجود ہوئی ہے تو اس سے کسی پیشین گوئی کا استنباط کرنا شرعی دلیل نہیں ہے۔

صرف عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ کہنے کا مصالحوہ ہے۔ ورنہ اصل میں تمام استنباط غلط ہے۔ کیونکہ

اول تو کتاب دانیال کے آخری صفحہ پر وہ مقولہ درج ہے۔ جس میں دو ہزار دو سو نوے دن مذکور ہیں۔ سال مذکور نہیں ہیں۔ دنوں کو سال سمجھنا خلاف عقل ہے۔ اب اس حساب سے مسیح قادیانی کو پونے چار سال کے اندر ہی اندر ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ اس لئے ہمارے خیال میں مرزائیوں کو یہ مقولہ سخت مضربِ پڑتا ہے۔ کیونکہ صرف چار سال کی مدت مسیح قادیانی کے لئے بہت کم ہوگی۔

دوم یہ کہ کتاب دانیال کو اول سے اخیر تک پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر کے زمانہ میں حضرت دانیال خواب کی تعبیر کرتے تھے اور خود بھی خوابیں دیکھتے تھے۔ جن کا ظہور بہت جلد ہو جاتا تھا اور جب بخت نصر مر گیا اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا تو اس وقت آپ تعبیر خواب میں مشہور تھے۔ اس کے بعد جب دارا بادشاہ شہر بابل پر حکمران ہوا تو اس وقت آپ کو ایک خواب آیا جس کا خلاصہ یوں ہے کہ آپ نے دجلہ پر موجود ہو کر شمالی اور جنوبی بادشاہوں کی باہمی کشمکش ایک مہیب صورت میں دیکھی تھی۔ جس کی تعبیر میں آپ کو دوسرا خواب آیا کہ فرشتوں نے آ کر بتلایا تھا کہ اس خواب کے ظاہر ہونے میں صرف پونے چار سال رہ گئے ہیں۔ جو بارہ سو نوے دن کے مساوی ہوتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب دارا اور سکندر کی لڑائی کا آغاز ہو رہا تھا۔ چنانچہ اسی عرصہ میں دارا مارا گیا اور سکندر نے حکومت بابل کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اب خواہ مخواہ مسیح کے متعلق اس مقولہ کو پیش کرنا سراسر غلطی ہے۔ یا مرزا قادیانی کو ٹھوکر لگی ہے۔ کیونکہ اس مقولہ کے اول آ خر زمانہ کا لفظ موجود ہے۔ شاید انہوں نے اسلام کا آخری زمانہ سمجھ لیا ہوگا جو کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے۔

سوم اس مقولہ میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ: ”ایک مکروہ چیز بھی قائم کی جائے گی۔“ اب اگر اس مقولہ کا تعلق مسیح موعود قادیانی سے مانا جائے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ مکروہ چیز مرزائی تعلیم ہے۔ ورنہ مرزائی ہی بتائیں کہ وہ مکروہ چیز کیا تھی کہ ان کے مسیح کے عہد میں قائم ہوئی۔ عجیب صاحبان اگر ذرا ”قائم کی جائے گی“ پر گہری نگاہ سے غور کریں۔ تو مطلع بالکل صاف نظر آ جائے گا۔

چہارم یہ بھی ایک چستان بن جاتی ہے کہ مقولہ دانیال میں دنوں کو سال سمجھ کر ۱۲۹۰ھ بعثت مسیح قادیانی سمجھا جائے اور اسی طرح ۱۳۳۵ھ کو خواہ مخواہ دانیال کے ذمہ ڈالنا سراسر افتراء اور بہتان بن جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزائیوں نے ۱۲۹۰ھ بعثت مرزا تو مقولہ دانیال سے استنباط کیا ہے اور ”العود احمد“ کی بناء پر ۳۵ سال جناب رسالت مآب کی زندگی سے عمر بعثت و تبلیغ شامل کی ہے اور انہوں نے مرزا کو ۱۳۳۵ھ تک پہنچانے کی تجویز کی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کو چونکہ منظور نہ تھا۔ ۹ سال پہلے ہی مار ڈالا تا کہ کسی طرح مماثلت محمدیہ پیدا نہ ہو سکے۔

پنجم یہ کہ حسب تصریح قادیانی مسیح کی تبلیغی عمر ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۲۶ھ تک ختم ہو جاتی



ہے۔ جو صرف ۳۶ سال بنتے ہیں۔ اب مرزائیوں کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ: ”مسیح قادیان اگر سچا نبی نہ ہوتا تو چالیس سال کے اندر مر جاتا۔“

اور اگر ۱۳۳۵ھ وفات تصور کیا جائے تو پھر چالیس سال سے پانچ سال زائد ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ عمر تو قادیانی مسیح کو نصیب نہیں ہوئی۔ ورنہ عذر پیش ہو سکتا تھا کہ چار پانچ سال کا کیا عذر ہے۔ ایسی کمی بیشی ہوا ہی کرتی ہے۔ لیکن ابتداء عمر مسیح قادیانی پر تحدید سال کرنا اور وفات میں تخمینہ سال پیش کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ مرزائی قوم کی ضمیر بھی ان کو ضرور ملامت کرتی ہوگی کہ ایسی چال بازیوں سے کام نہیں چلتا۔

### ۳..... مسیح قادیانی کا مرق اور ذیابیطس

مرق وہ جھلی ہے جو پیٹ کے اندرونی اعضائے تغذیہ کو باہر کے صدمات سے بچانے کے لئے لپیٹتی ہے۔ حرارت جگر سے جب خون جل کر سوداویت قبول کر لیتا ہے تو اس کا جائے وقوع مرق یا معدہ کا آخری حصہ یا انتڑیوں کا ابتدائی حصہ یا خود طحال یا کوئی اور جگہ جو پردہ مرق کے نیچے ہوتی ہے بن جاتا ہے۔ جس سے کھٹی ڈکاریں، قبض دائمی، پیٹ کا پھولنا، سوزش موضع مادہ اور تبخیر پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے دماغ میں فتور آ جاتا ہے۔

ذیابیطس میں گردے خشک ہو جاتے ہیں اور زیادہ گرمی یا سردی سے ان کی خشکی اس قدر بڑھتی ہے کہ اس کو دفع کرنے کے واسطے گردے مجبور ہو جاتے ہیں کہ جگر سے زیادہ پانی طلب کریں۔ جو مقدار کے وہ پہلے طلب کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خود جگر میں پانی کا کوئی خزانہ موجود نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ معدہ سے درخواست کرتا ہے اور معدہ بصورت یا اس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ہر وقت پانی پیتا رہے۔ مگر بد قسمتی سے اس پانی سے گردے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ کیونکہ جب پانی وہاں پہنچتا ہے تو وہ اس کو اپنی کمزوری کی وجہ سے سنبھال نہیں سکتے۔ اس لئے پانی فوراً مٹانہ میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے پیشاب بن کر باہر نکل جاتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ بو یا رنگت کی تبدیلی واقع ہو۔ اسی طرح یہ رہٹ چلتا ہوا زندگی کے چار پہر میں انسان کو چھ سیر پانی پینے کے لئے مجبور کرتا ہے اور چونکہ دماغ کی بہترین خوراک گردوں سے ہی جاتی ہے۔ اس لئے دماغ کی کمزوری ظاہر ہونے لگتی ہے اور جب اس کے ساتھ مرق کی تکلیف بھی شامل ہو جاتی ہے تو دماغ کا بالکل ہی ستیاناس ہو جاتا ہے اور جنون کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ غصہ تیز ہو جاتا ہے۔ خلوت پسندی کا تقویٰ ظاہر کیا جاتا ہے اور اسی قسم کے بیچ در بیچ حالات دامنگیر ہو جاتے ہیں کہ بیمار کے خیالات اس کے قابو سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کبھی اس کو دھواں نظر آتا ہے۔ کبھی بجلی چمکتی

نظر آتی ہے۔ کبھی نور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تخیلات کا اس قدر زور ہو جاتا ہے کہ جس سے اپنے دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست تصور کرنے لگتا ہے۔ کبھی خود بادشاہ اور فرشتہ بنتا ہے۔ کبھی رسول اور کبھی خدا اور کبھی اخبار بالغیب میں بھی سچا لگتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اعتدال مزاج کے خلاف ایسی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جس سے صحیح المزاج کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو وہی لوگ بہترین انسان سمجھتے ہیں کہ جو یا تو خود طبی نکتہ خیال سے مٹلی الدماغ ہوتے ہیں اور یا وہ پورے طور پر دماغی امراض سے واقف نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ انکو بہ پسندی بھی یہاں مقناطیس کا کام دیتی ہو۔ ورنہ طبی تحقیقات میں ایسے خیالات اور حرکات کو سفاحت اور جنون سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس قسم کی حکایات ان کی کتابوں میں درج بھی ہیں۔

آج کل چونکہ پوری صحت انسانی دماغ میں گذشتہ ایام کی نسبت بہت کم پائی جاتی ہے اور لوگ تمدن جدید میں آ کر تیز گرم مصالحوں، چٹ پٹی غذاؤں اور تیز سرلیج انفوذادویہ کے معتاد ہو گئے ہیں۔ اس لئے حرارت کبدی کی شکایت سے ایسے امراض مزمنہ کے شکار ہو رہے ہیں کہ ان کا علاج کرنا مشکل ہو گیا ہے اور اسی تمدن کا نتیجہ ہے کہ حرکت قلب کے بند ہونے سے غیر محدود ناگہانی اموات وقوع میں آتی ہیں خفقان، ضعف قلب، نزہ، زکام، آتشک، جریان اور سل ودق تو ملکی بیماریاں تسلیم کی جا چکی ہیں اور دوران سریا ذیابیطس یا بواسر خونی اور بادی سے اگر ایک خاص جماعت مریض ثابت ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے اور ممکن ہے کہ انہی امراض کی بنیاد پر لوگوں نے تفہیم الہی، اجتہاد جدید، وحی جدید اور جابجا مہدویت یا مسیحیت کے دعاوی کا اشتہار دینا شروع کر دیا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے دماغ کا تحقیقہ کرائیں تو دھرمپال کی طرح امید ہے کہ بہت جلد اپنی دعاوی کی تکذیب میں اپنی تحریرات کو نذر آتش کر دیں۔ مگر وجاہت طلبی اور شہرت اسی کی بلا ایسی دامگیر ہو رہی ہے کہ تو ندل کی طرح اپنی شہرتی تو ند کا علاج کرنے کی بجائے اسے بڑھانا فخر سمجھے ہوئے ہیں۔

مرزا قادیانی کی تعلیم پر نظر ڈالنے سے اس امر کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ بیماری کو اپنا مایہ ناز سمجھنا ان ہستیوں میں زیادہ شیوع پذیر ہو رہا ہے کہ جن میں تقدس، نخوت، خودداری یا خود آرائی نے گھر کر لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بھی اپنی صداقت کو اپنی دو بیماریوں دوران سر وکثرت پیشاب میں منحصر کر دیا ہے۔ آپ (اربعین نمبر ۳ ص ۵۴، خزائن ج ۱ ص ۱۷۰، ۱۷۱) میں بڑے تقدس اور فخریہ لہجہ میں رقم طراز ہیں کہ مسیح موعود کے متعلق جو احادیث میں آیا ہے کہ ان پر دو چادریں ہوں گی۔ ان سے مراد حسب تاویل تعبیر خواب دو بیماریاں ہیں۔ جو بندہ میں موجود ہیں۔

دوران سر اور کثرت پیشاب۔ مؤخر الذکر اس شدت سے ہے کہ رات کو سو سو دفعہ پیشاب کرتا ہوں۔ اس کی وجہ سے خفقان اور ضعف قلب اس قدر ہے کہ ایک سیڑھی پر سے دوسری پر پاؤں رکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں اب مرا کہ مرا۔ اب جس شخص کو ہر وقت خوف جان لاحق ہو اور موت سامنے نظر آ رہی ہو اس کو کب جرأت ہو سکتی ہے کہ خدائے لم یزل کی نسبت افتراء پردازی سے کام لے۔ ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے کہ کثرت پیشاب کا مریض ملسول و مدقوق کی طرح موت کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اور کھل کھل کر اس کا تمام بدن لاغر ہو جاتا ہے۔ اس لئے مخالفین خود فیصلہ کریں کہ میں کیسے مفتری ہو سکتا ہوں۔ (انتہی بمفہومہ) اس مضمون کا نام درد دل رکھا گیا ہے۔

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے گواہی صداقت کا بین ثبوت دیا ہے اور ہم کو بھی ان سے کچھ ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگرچہ اس دلیل سے افتراء کا ثبوت ہو سکتا ہے مگر اس سے بھی بڑا ہے پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ محل الدماغ تھے۔ اس لئے نہ آپ کے اس استدلال پر صحت کی توقع ہو سکتی ہے اور نہ آپ کے ضمنی دعاوی کو صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کوئکہ آپ اختلال دماغ کے معترف ہیں۔ اس لئے آپ کے کسی دعویٰ کی صدارت پر کوئی دلیل پیش نہیں ہو سکتی۔

(ریویو ج ۲۵) کے پہلے ۲۷ نمبروں میں بار بار آپ لکھ گئے ہیں کہ مجھے مراق ہے۔ مگر یہ مرض موروثی نہیں ہے۔ بلکہ خارجی اثرات کا نتیجہ ہے۔ جیسے قبض دائمی، دماغی کام، کثرت غم قوم، بد ہضمی، اسہال اور دماغی محنت وغیرہ۔ بہر حال ایسا مریض مصروع کی طرح اپنے خیالات پر قابو نہیں پاسکتا۔ حالانکہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دماغ پر قابو پائے اور اسے اپنے جذبات پر قابو پانا ضروری ہے۔

ریویو اگست ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں کہ: ”مراق، جنون، مرگی، مایخولیا نبوت کے منافی ہیں۔ کیونکہ ایسے مریض اپنے خیالات اور جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔“ (مفہوم) ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی تکذیب خود اپنے ملفظوں سے اپنی ہی کتابوں میں کس صفائی سے کی ہے۔ خزاہ اللہ خیر!

ذیل کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گھر کے تمام چیدہ افراد اس موذی مرض مراق کا شکار ہیں۔ کتاب (منظور الہی ص ۴۴۴) میں آپ کا مقولہ درج ہے کہ: ”میری بیوی کو بھی مراق ہے۔ میرے ہمراہ سیر کو وہ بھی جاتی ہے۔ کیونکہ طبی نکتہ خیال سے مریض مراق کو چہل قدمی مفید ہوتی ہے۔“

(ریویو ج ۲۵ ص ۸) میں مذکور ہے کہ ضعف اعصاب جس کی وجہ سے مراق کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ موروثی ہوا کرتا ہے اس کے علاوہ مرض مراق خورد و نوش کی بد نظمی سے بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اس موذی مرض کا اثر جب کہ موروثی ہو تو مدتوں تک آئندہ نسلوں میں چلا جاتا ہے۔

(ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۵-۳۰) میں مذکور ہے کہ: ”مراق گو مرزا قادیانی کو موروثی نہ تھا اور مرزا قادیانی سے ہی شروع ہوا ہے۔ مگر اس کا اثر آپ کی اولاد میں بھی ضرور موجود ہے۔ چنانچہ خلیفہ محمود قادیانی کہا کرتے ہیں کہ مجھے بھی مراق کا مرض ہے اور کبھی کبھی اس کا دورہ پڑتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ موذی مرض اس خاندان میں اب موروثی بن گیا ہے۔“

اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مراق کا دورہ کبھی کبھی پڑتا ہے اور ہر وقت اس کا اثر نہیں رہتا۔ اس لئے جو اقوال خواہ باپ کے ہوں یا بیٹے کے۔ حالت صحت میں ظاہر ہوتے ہوں گے۔ ان کی صداقت میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ایک اور مشکل پیش آ جاتی ہے کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ فلاں قول حالت مراق میں کیا گیا ہے اور فلاں قول اس مرض کے اثرات ختم ہو جانے کے بعد کہا گیا ہے؟ اس لئے ہمیں ایک فہرست طبی طور پر تیار کرنی چاہئے۔ جس سے ثابت ہو جائے کہ جو افعال یا اقوال زیر اثر مرض مراق کہے گئے ہوں۔ ان کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اب اس موذی مرض کے اثرات ملاحظہ ہوں۔

۱..... حب الخلوۃ: سوداوی مادہ کی خاصیت ہے کہ مریض تنہائی کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ معراج الدین احمدی لکھتا ہے کہ: ”جب مرزا قادیانی سیالکوٹ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر گھر چلے آئے تو مطالعہ کتب اور مسجد کی عزالت میں آپ کو استغراق کمال تک پہنچ گیا تھا۔ باپ کہا کرتا تھا کہ مجھے تو یہ فکر ہے کہ غلام احمد روٹی کہاں سے کھائے گا؟ وہ تو دنیا کے کسی کام کا بھی نہیں ہے۔ کوئی پوچھتا کہ غلام احمد کہاں ہیں۔ تو باپ کہتا ہے کہ کہیں مسجد میں ہوگا۔ سقاوہ کی کسی ٹونٹی کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ اگر وہاں نہ ملے تو کسی کونہ میں پڑا ہوگا اور اگر وہاں بھی نہ ملے تو کسی لپیٹ ہوئی صف میں تلاش کرو۔ ممکن ہے کہ وہ لیٹا ہوا ہو اور کوئی شخص اس کو صف میں لپیٹ گیا ہو۔ کیونکہ اسے تو ہلنے جلنے کی بھی تاب نہیں ہے۔“ دیکھئے مرزا قادیانی کا یہ عین عالم شباب ہے۔ اس میں حب خلوت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی صف میں بھی لپیٹ جائے تو ذرہ بھر احساس نہیں۔ مرید اس خلوت کو استغراق فی ذات اللہ تصور کرتے ہیں۔ مگر جو حالات جس شکل میں ہمارے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں خلوت ذکر و شغل کی بجائے صرف سستی اور کاہلی کو لئے ہوئے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مرزا قادیانی عین شباب میں ہی مراق کے بیمار تھے۔

۲..... فساد الفکر، اس کے ثبوت میں صرف مسئلہ طاعون ہی کافی ہے۔ (دافع البلاء ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۶) میں لکھتے ہیں کہ: ”قادیان طاعون سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہے کہ اس میں خدا کا فرستادہ اور رسول بذات خود موجود تھا۔ چاروں طرف دو دو میل تک طاعون کا زور ہے۔“



مگر قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ جو طاعون سے بھاگ کر آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ میری موجودگی میں قادیان کے لوگوں کو عذاب دے۔“ (اخبار الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء) میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے فرمایا کہ: ”اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پرہیت اثر ڈالے گی۔ مگر قادیان یقیناً یقیناً اس کی دستبرد سے محفوظ رہے گا اور بار بار فرمایا کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا۔ اس جگہ کو خدائے تعالیٰ طاعون سے بچائے گا۔“

مرزا قادیانی جب یہ عمارت بنا چکے اور طاعون نے اس عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو قادیان سے یہ عذر پیش کیا گیا کہ حفاظت کا مطلب یہ تھا کہ طاعون قادیان کو جھاڑو کی طرح صاف نہ کر جائے گی اور اتنا نہیں سوچا کہ جھاڑو پھیرنے والا طاعون (طاعون جارف) تو کسی شہر میں ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون کے بعد لوگ پھر آباد ہو جاتے ہیں۔ قادیان میں بھی طاعون آیا لوگ بھاگ گئے اور پھر آباد ہو گئے۔ اس لئے ایسے الہام اور ایسی تاویل کا کوئی خاص مطلب نہیں نکلتا۔ قادیان میں شدت طاعون کا مرزا قادیانی خود ہی اقرار کرتے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۸۳، خزائن ج ۲۲ ص ۸۷) میں ہے کہ: ”طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زوروں پر تھا۔ میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔“

اور (حقیقت الوحی ص ۲۳۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۳) میں ذرا اس مطلب کو دبی زبان سے لکھا ہے کہ: ”ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی۔“ اب مرزائی گو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حفاظت قادیان کا زمانہ دوسرا ہے اور طاعون کا زمانہ اور ہے مگر اہل بصیرت کے لئے ایسی تاویل بالکل غلط ہوگی۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی ہستی بقول مرزائیاں راست بازی کا نمونہ تھی اور آپ تمام عمر قادیان ہی میں رہے۔ اس لئے جو بھی زمانہ مراد لیا جائے گا اس میں یہ دقت پیش آئے گی کہ مرزا قادیانی کی موجودگی میں عام آبادیوں کی طرح وہاں بھی شدت سے طاعون کا حملہ ہوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ سوچ کر الہام نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ جلدی سے کچھ لکھ دیا اور جب جھوٹا نکلا تو حاشیہ آرائی شروع کر دی۔ کیا یہ بھی صداقت ہے؟

۳..... نسیان: اس کے متعلق براہین احمدیہ کا وجود ہی کافی ثبوت ہے کہ اس میں دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ تین سوداگر صد اقت اسلام پر پیش کئے جائیں گے۔ مگر آگے چل کر سب کچھ بھول گئے۔ ساری براہین میں ایک دلیل بھی مستقل پیرایہ میں پیش نہیں کر سکے اور دیباچہ (براہین احمدیہ حصہ اول ص ۱۷، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳) میں لکھا ہے کہ: ”اس میں اعلان، مقدمہ، چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہوگا۔“ مگر کتاب شروع ہوئی تو اعلان میں مخالفین کے سامنے اس قدر بیجا شروط پیش کیں کہ

دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے صرف اپنے بچاؤ کی صورت نکالی تھی۔ ورنہ کوئی ذی عقل نہ ہی ایسی شرائط پیش کرتا ہے اور نہ ہی ان کو قبول کر سکتا ہے۔ اعلان کے بعد جب مقدمہ شروع ہوتا ہے تو اپنی کتاب کی تعریف میں فوائد لکھتے لکھتے دور تک چلے گئے ہیں اور کم از کم دس خوبیاں بیان کر کے کتاب کو لا جواب ثابت کیا ہے اور چوتھے فائدہ میں تین سودا گیل کا دعویٰ پیش کیا ہے۔ جن میں سے صرف ایک دلیل شروع کی ہے اور وہ بھی پوری نہیں کر سکے۔ خدا خدا کر کے جب مقدمہ ختم ہوتا ہے تو فصل اول شروع ہو جاتی ہے اور اس میں دس تک تمہیدیں چلی گئی ہیں اور پانچویں تمہید میں بیان کیا ہے کہ معجزہ اور شعبہ یکساں نہیں ہوتے اور شعبہ کی تشریح میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی بنیاد ایک حوض قدیم بتائی ہے کہ اس کے پانی سے لوگوں کا علاج کرتے تھے۔ گویا آپ کے متعلق اپنی طرف سے شطارہ اور شعبہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فصل اول جب ختم ہو جاتی ہے تو تین فصلوں کا خیال قائم نہیں رہا۔ فوراً ان کی جگہ باب اول شروع کر دیا ہے۔ جس کا وعدہ شروع میں نہیں کیا تھا۔ پھر ایسا نسیان ہوا کہ دوسرا باب بھی لکھنا بھول گئے اور کتاب ختم ہو گئی۔ ہاں یہ جدت ضرور دکھائی ہے کہ حواشی در حواشی لکھ کر ناظرین کے لئے ایک گورکھ دھند بنا دیا ہے۔ جن میں سے گیارہواں حاشیہ تردید آریہ میں تفسیر سورہ فاتحہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور آریوں کو مطاعن و مثالب کے پیرایہ میں دعوت مقابلہ دیتا ہے اور حاشیہ علی الحاشیہ نمبر ۴۴ میں برہموسماج پر دل کھول کر طعن و تشنیع کئے ہیں اور اشتعال آمیز باتوں سے ان کی خوب خبر لی ہے اور ثابت کیا ہے کہ برہموسماج کا یہ خیال غلط ہے کہ الہام نہیں ہو سکتا۔ اس کے ثبوت میں اپنے الہام لکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ جو عربی فارسی انگریزی خالص اور انگریزی غیر خالص میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس موقع پر مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے تین سودا گیل ضمنی طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ مگر ہمارا مطالبہ تو ایسی طرز بیان کا ہے کہ جس طرز میں پہلے استدلال کو بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔ اگر ضمنی ہی بیان مطلوب تھا تو پہلے استدلال کو صریحی طور پر بیان کرنا کیوں شروع کیا تھا؟ لیکن جب ایفاء وعدہ میں نسیان ہو گیا ہے تو مرزائیوں کا فرض ہے کہ جب مرزا قادیانی نے اپنا مراق تسلیم کیا ہے تو مرزائی نسیان بھی ضرور تسلیم کر لیں۔ اس موقع پر ازالہ کا بیان بھی باعث استعجاب ہے کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب پر تین گھنٹے گزرے، تھے۔ پھر (ازالہ ص ۱۳۳) پر لکھا ہے کہ نہیں صرف دو گھنٹے اخیر پر (ازالہ ص ۳۸۰، ۳۸۱، خزائن ج ۳ ص ۲۹۶) میں ارشاد ہوا ہے کہ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مسیح کو صلیب سے اتار لیا گیا۔ بہر حال مراق کی تائید کے لئے یہ بیان اسیر کا حکم رکھتا ہے۔

۴..... تعالیٰ، بھی مایخو لیا کا وصف لازم ہے۔ طب کی کتابوں میں حکایات الجانین مطالعہ کرو تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ جن خواندہ اشخاص کو مایخو لیا شروع ہو گیا۔ ان میں سے چند ایسے بھی تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فرشتہ، پیغمبر یا خود خدا ہی تصور کر لیا تھا اور ان میں تحقیر کا ایسا مادہ پیدا ہو گیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسر تصور نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی میں بھی بعینہ یہی اوصاف موجود ہیں۔

الف..... حضرت مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتے ہوئے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴، ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸، ۲۹۱، مخلص) میں لکھتے ہیں کہ: ”نعوذ باللہ بچارے مسیح کی پیشین گوئیاں یہی تھیں کہ قحط پڑے گا، طاعون آئے گا، زلزلے آئیں گے۔ جو شخص ایسے اقوال کو پیشین گوئی تصور کرتا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو تو پھر کیوں مسیح اسرائیلی نے ایسے اقوال کو پیش گوئیاں بنالیا تھا۔ درحقیقت اس کے ہاتھ میں سوائے مکرو چالاکی کے کچھ نہ تھا۔ عیسائیوں نے اگرچہ مسیح کے معجزات بیان کئے ہیں۔ مگر دراصل کوئی معجزہ بھی اس سے پیدا نہیں ہوا اور جس کی تین دادیاں زنا کار ہوں۔ بھلا وہ شخص کیونکر اپنے آپ کو شریف النسب قرار دے سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ مسیح اس رشتہ کے سبب ہی رنڈیوں سے تیل کی مالش کرایا کرتا تھا ورنہ کون متقی گوارا کر سکتا ہے کہ رنڈیاں اپنی کمائی سے اس کے سر پر تیل لگائیں اور عطریں یا پاؤں اپنے بالوں سے جھنسیں۔“ دافع البلاء میں ہے کہ: ”اس سے تو یحییٰ نبی ہی اچھا تھا۔ کیونکہ نہ تو اس نے شراب پی تھی اور نہ ہی غیر محرم عورتوں نے اس کو چھوا تھا۔“ مسیح کی تو تین پیشین گوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ (اعجاز احمدی ص ۱۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۱)

(ازالہ اوہام ص ۱۲۰ تا ۱۳۰، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴) کا مطالعہ کرنے سے مرزا قادیانی یوں کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ مسیح تو اپنے باپ یوسف کے ساتھ مصر میں بائیس سال تک بڑھئی کا کام کرتا رہا ہے اور جو شعبہ اس نے ظاہر کئے ہیں اگر میں ان کو اپنی کسر شان نہ سمجھتا تو میں اس سے بازی لے جاتا۔ مسیح نے مصر سے جو کچھ سیکھا تھا اس سے ظاہری بیماریاں دور کر سکتا تھا۔ مگر اندرونی بیماریاں اس سے دور نہ ہو سکتی تھیں۔ الغرض سامری کی طرح اس کے تمام معجزات شعبہ تھے۔

(فتح المسیح ص ۲۸) پر لکھتے ہیں کہ مسیح کی چند دادیاں متعہ کی مرتکب ہوئی تھیں۔ بلکہ خالص زنا کی مرتکب ہوئی تھیں۔ (کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸) میں لکھتے ہیں کہ مریم پر لوگ معترض ہیں کہ اس نے تارک الدنیا ہونے کا طریق چھوڑ کر یوسف سے کیوں نکاح کیا؟ حالانکہ یوسف کی پہلی بیوی موجود تھی۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مجبور تھی۔ کیونکہ اس کو حمل ظاہر ہو چکا تھا۔

(حقیقت الوحی ص ۱۲۸، ۱۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳، ۱۵۵) میں لکھتے ہیں کہ: ”مجھے شروع شروع میں شرم آتی تھی کہ مسیح کے مقابلہ میں اپنی شان بڑھاؤں۔ مگر جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں

نبی ہوں تو میں نے وہ عقیدہ چھوڑ دیا۔ آج اگر مسیح میرے زمانہ میں ہوتا واللہ جس قدر مجھ سے خوارق صادر ہوتے ہیں اس سے وہ نہ صادر ہوتے اور جب خدا و رسول نے بلکہ تمام انبیاء نے مسیح آخر الزمان کی شان بڑھائی ہے تو میں مسیح پر فوقیت کا دم کیوں نہ بھروں۔“

(دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) پر مذکور ہے کہ: ”خداے تعالیٰ نے اس امت میں مسیح آخر الزمان بھیجا ہے۔ جو مسیح ناصری سے افضل ہے اور اس کا نام غلام احمد رکھا ہے۔“  
(کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱) میں مذکور ہے کہ: ”مسیح شراب پیتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ یورپین اقوام سب کی سب شراب پیتی ہیں۔“ مرزا قادیانی کا مشہور شعر ہے کہ۔  
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو  
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

قصیدہ الہامیہ میں یوں کہا ہے کہ عیسیٰ کجاست کہ بہند پابہ منبرم۔

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

اس موقع پر یوں عذر کیا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے یسوع کو برا کہا ہے۔ یعنی اس فرضی انسان کو جسے عیسائیوں نے خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا نہیں کہا۔ جس کی تعریف قرآن کرتا ہے۔ سو اس کا جواب نیچے کی حکایت سے دیا جاسکتا ہے کہ فرد منطقی اپنی ماں کو گالیاں دیتے تھے۔ کسی نے روکا تو جواب دینے لگے کہ ماں کا تعلق ہم دونوں سے ہے اور ہم میں سے جو بھی جب اسے گالیاں دیتا ہے۔ اسی وقت اپنا تعلق نظر انداز کر دیتا ہے اور اس حیثیت سے اس کو دیکھا ہے کہ دوسرے کی ماں ہے میری ماں نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کا طرز کلام اگر بطور نقل ہوتا تو قابل اعتراض نہ تھا۔ یا عیسائیوں کے مسلمات کو پیش کر کے کوئی سخت ست لفظ لکھ دیتے تو ایک حد تک قابل درگزر تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ نبی کی ہتک کسی طرح بھی جائز نہیں ہوتی اور بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں کوئی تاویل چل ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ ”اس سے بہتر غلام احمد ہے“ کے فقرہ میں صاف ہے کہ اپنے آپ کو بڑھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی (نہ کہ مسیح کی) تحقیر کی ہے۔ ”عیسیٰ کجاست“ کا فقرہ عام محاورہ میں بڑے زور کی تحقیر ہوتی ہے اور جو تاویلیں کی جاتی ہیں وہ سب کی سب اس الہام سے باطل ہو جاتی ہیں کہ پہلے مجھے معلوم نہ تھا۔ مگر اب میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر اپنی فضیلت کیوں ظاہر نہ کروں؟

کہا جاتا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کا ادنیٰ غلام حضرت مسیح علیہ السلام پر فوقیت رکھتا ہے



تو حضور ﷺ کی ہی تعریف نکلتی ہے۔ مگر اس امر کا خیال نہیں رکھا گیا کہ حضور ﷺ کی تعریف اسی صورت میں موزوں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاد کے خلاف نہ ہو۔ ورنہ مردود ہوگی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری تعریف ایسی نہ کرو کہ جس میں دوسرے نبی کی توہین ہو اور ہم دیکھتے ہیں کہ صراحۃً نبی علیہ السلام کی تعریف تو کجا اپنی ہی تعریف میں مرزا قادیانی مست ہیں۔

ب..... مرزائی تعلیم کی ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا طرز کلام بہت دل آزار تھا۔ عربی میں جو نظم یا نثر لکھی ہے اس میں بہت سا حصہ آپ نے اغیار کو گالیاں دینے میں صرف کر دیا ہے۔ اردو میں بھی جہاں کہیں موقعہ پایا ہے خوب دل کھول کر گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اور نام لے لے کر گالیاں دی ہیں۔

عذر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں بھی تو صم بکرمی وغیرہ کہا گیا ہے۔ مگر مرزائی یہ نہیں سوچتے کہ قرآن شریف کا طرز کلام عام الفاظ میں اور واقعیت پر مبنی ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کا کلام نام لے کر خصوصیت سے اغیار کی تحقیر کرتا ہے اور ایسے سنگین الفاظ استعمال کئے ہیں کہ گنوار بھی ان کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ مرزائی اس کا جواب یوں بھی دیتے ہیں کہ انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کا وعظ منقول ہے کہ جس میں آپ نے اغیار کو سانپ کے بچے وغیرہ کہا تھا۔ مگر مرزا قادیانی کے کلام میں اور حضرت کے کلام میں پھر بھی عقل سلیم کے نزدیک ہزاروں کوس کا فرق ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی کسی شخص کو نام لے کر گالیاں نہیں دیں اور نہ ہی ایسے ثقیل لفظ استعمال کئے ہیں جو مرزا قادیانی نے استعمال کئے ہیں۔ مثال کے لئے (قصیدہ اعجازیہ ص ۵۷ تا ۸۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸، ۱۹۳) مطالعہ کرو اور دیکھو کہ کس طرح جناب پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو نام لے کر گندے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں نے اپنی تصانیف میں صراحۃً تہذیب سے گرا ہوا کوئی لفظ بھی مرزا قادیانی کے حق میں استعمال نہیں کیا۔ شاید یہ عذر ہو کہ انہوں نے مرزا کو دجال وغیرہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مذہبی لفظ تھا۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے بھی تو کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن اس موقعہ پر بحث تو تہذیبی الفاظ میں ہے کہ مرزا قادیانی کہاں تک اس سے دور چلے گئے ہیں۔ ناظرین خود ہی آئندہ نظم و نثر میں معلوم کر لیں گے کہ گندہ ذہنی کس قدر قادیانی مسیح نے کی ہے۔ ہاں طبی نکتہ خیال سے جو کچھ بھی مرزا قادیانی نے گنواروں کی طرح گالیاں دی ہیں ان کا حق تھا۔ کیونکہ آپ مراتی تھے اور مراتی کو تھوڑی تھوڑی بات پر بہت جلد طیش آ جاتی ہے۔ جس کو تقدس کے گردیدہ مرید شان جلالی سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اغیار کی نظر ایسی مقدس ہستی کو ادنیٰ تہذیب کی بھی مالک نہیں سمجھتی۔

ج..... تحقیق اقوال میں آ کر احادیث صحیحہ کے متعلق تو صاف ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کی زندگی میں احادیث کی صحت و سقم کا معیار آپ کی رائے ہوگی۔ یہ مسیح جسے چاہے اپنے حالات کے موافق سمجھ کر صحیح تصور کرے اور جسے چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے۔ جس کا صاف مطلب یوں نکلتا ہے کہ آج تک امت محمدیہ کے ناقدان احادیث جس قدر بھی گذرے ہیں وہ سب کے سب تنقید حدیث کے اصول سے بے خبر تھے اور اگر بے خبر نہ تھے تو یوں ماننا پڑتا ہے کہ ان کے زمانہ میں معیار تصحیح اور تھا اور مرزا قادیانی کے زمانہ میں دوسرا معیار قائم ہوا ہے اور یہ صاف مراق ہے۔ کیونکہ سچائی اور صحت کے اصول کبھی بدل نہیں سکتے۔

د..... تحقیق عقائد میں یوں کہا ہے کہ عیسائیوں نے درپردہ اسلام قبول کر کے اپنے عقائد پھیلانے شروع کر دیئے تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی فوقیت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ذمہ افتراء باندھ کر یہ عقیدہ منوایا کہ حضرت مسیح ابھی تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخر زمانہ میں بھی وہی آسمان سے اتر کر اسلام کو روشن کریں گے۔ گویا اسلام حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی نصرت و اعانت کا محتاج ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ حیات مسیح کا عقیدہ شرک اکبر ہے اور شرک کا بڑا ستون ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان کی تقلید میں یہ عقیدہ گھڑا گیا ہے۔ کیونکہ خدا بھی جی و قیوم ہے اور حضرت مسیح بھی ابھی تک جی و قیوم تسلیم کئے جاتے ہیں۔ گویا مرزا قادیانی نے صاف لکھ دیا ہے کہ میرے کے پہلے تمام امت محمدیہ نعوذ باللہ مشرک تھے اور جب تک کہ سرسید کی تعلیم سے متاثر نہ ہوئے وہ خود بھی حیات مسیح کا قول کرنے سے مشرک رہے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ مشرک مدعی نبوت نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس شخص کے کہ جس کو مراق سے دوران سر کا عارضہ نہ ہو۔

۵..... بلند پروازی: مریض مراق جب اپنے خیالات سوداویہ میں بدست رہتا ہے تو دماغی خشکی کے باعث ایک دفعہ جو خیال دماغ میں بیٹھ گیا نکل نہیں سکتا۔ بلکہ اس کی حاشیہ آرائی میں دور تک چلا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کو چونکہ شروع میں کتب بنی کا مرض لگا ہوا تھا۔ اس لئے اپنے تقدس کا خیال یہاں تک بڑھ گیا کہ جب مناظرہ میں کچھ جواب نہ بن پڑتا تو بد اخلاقیوں اور ذاتی اتہامات کی بناء پر مد مقابل کے حق میں بد دعائیں کرنے لگ جاتے تھے۔ جس سے اپنے بچاؤ کی صورت پیدا کر لیتے اور اصل موضوع بحث سے مد مقابل کو ایسا غافل کرتے کہ اس کو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے اور آخر یہ بحث قرار پاتا کہ آیا یہ بد دعا سچی ہے یا نہیں۔ بہر حال مرزا قادیانی کی جو بھی تحریر ہوگی، یا جو بھی مناظرہ پڑھو گئے۔ اس میں اپنے تقدس کی تمہید

ساتھ ساتھ چلتی ہوئی نظر آئے گی۔ کیونکہ امراض سوداوی میں جب مواد سر میں جمع ہو جاتا ہے تو کبر اور نخوت کی بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں انسان یہی سمجھتا ہے کہ: ”ہم جو من و دیگرے نیست“ اب ہم ذیل میں اپنے تمام بیانات کی سند خود مرزا قادیانی کے کلام سے ہی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے درمبین کی آخری نظموں میں لکھا ہے کہ مرزائی پارٹی کے سوادینا میں کوئی انسان نہیں ہے۔ سب جانور ہیں۔ احادیث قابل اعتبار نہیں رہیں۔ مرزا قادیانی کو خود خدا نے سمجھا دیا ہے کہ مسیح وفات پا چکے ہیں۔ وحی جاری ہے نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ حیات مسیح کا قول شرک اور تقلید شیطان ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تناخ کے طور پر آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جس قدر نبی گذرے ہیں ان میں مرزا کی روح بارہا مختلف روپ لے کر ظاہر ہوتی رہی ہے۔ گویا تناخ کا مسئلہ اس کے نزدیک اپنے عقائد کا اصل اصول تھا۔

### انتخاب نظم درمبین

چھوڑ کر فرقان کو آثار مخالف پر جنے  
جب کہ ہے امکان کذب و کجروی اخبار میں  
جب کہ ہم نے نور حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے  
پھر یقین کو چھوڑ کر کیوں کر گمانوں پر چلیں  
تفرقہ اسلام میں لفظوں کی کثرت سے ہوا  
صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر  
نقل کی تھی اک خطا کاری مسیح کی حیات  
موت عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف  
گر گماں صحت کا ہو پھر قابل تاویل ہیں  
گردنوں میں ان کے ہے سب عام لوگوں کا گناہ  
روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک!  
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش رب العالمین  
ابن مریم ہوں مگر اتر انہیں میں چرخ سے  
بن کے رہنے والو تم ہر گز نہیں ہو آدمی  
یاد وہ دن جب کہ کہتے تھے یہ ارکان دین

سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار  
پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہیں پر انحصار  
جب کہ خود وحی خدا نے دی خبر یہ بار بار  
خود کہو رویت ہے بہتر یا نقول پر غبار؟  
جس سے ظاہر ہے کہ راہ نقل ہے بے اعتبار  
ہو گئے شیطان کے چیلے گردن دیں پر سوار  
جس سے دیں نصرا نیت کا ہو گیا خد مکتدار  
پھر احادیث مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار؟  
کیا حدیثوں کے لئے فرقان پر کر سکتے ہو وار  
جس کے عظمتوں سے جہل کتا گیلہ میں غبار  
میرے آنے سے ہوا کامل بجزملہ برگ و بار  
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار  
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار  
کوئی ہے رو باہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار  
مہدیئے موعود حق اب جلد ہو گا آشکار

پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی  
 ہے غضب کہتے ہیں اب وحی خدا منقود ہے  
 نعمتیں دیں میرے مولیٰ نے وہ اپنی فضل سے  
 مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر  
 ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی  
 تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں  
 غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے  
 میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں  
 اک شجر ہوں جس کو داؤدی شکل کے پھل لگے  
 پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب  
 ملت احمد کی ڈالی تھی جگر مالک نے بنا  
 اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح  
 آسمان بارو نشاں الوقت میگوید زمیں  
 آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ  
 تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے  
 قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے  
 دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر  
 پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے  
 اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اتاری ہے  
 یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے  
 پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا  
 جن لیا تو نے مجھے اپنے میحا کے لئے  
 ابن مریم مرگیا حق کی قسم!  
 مارتا ہے اس کو قرآن سر بر

سب سے اول ہو گئے منکر یہی دیں کے منار  
 اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار  
 جن سے ہیں معنی اتمت علیکم آشکار  
 یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار  
 سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار  
 جب کہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار  
 وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار  
 نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار  
 میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار  
 مگر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار  
 آج پوری ہو گئی ہے اے عزیزان و یار  
 نیز بشنو از زمیں آمد امام کا مگار  
 ایں دو شاہد از پے من نعرہ زمن چوں بیقرار  
 چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار  
 تا وہ پورے ہوں نشان جو ہیں سچائی کا مدار  
 بے اس کی معرفت کا چمن ناتمام ہے  
 سب قصہ گو ہیں نور نہیں اک ذرہ بھر  
 اس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے  
 اس پاک دل پر جس کی وہ سورت پیاری ہے  
 یہ میرے صدق دعوے پہ مہر آلہ ہے  
 توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا  
 سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا  
 داخل جنت ہوا وہ محترم  
 اس کی مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے  
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں  
عہد شد از گرد گار بچکوں!

برخلاف نص یہ کیا جوش ہے  
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا  
مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا  
مولوی صاحب یہی توحید ہے؟  
کیا یہی توحید حق کا راز تھا؟

آؤ لوگو! کہ یہاں نور خدا پاؤ گے  
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز پر  
جب سے یہ نور ملا نور پیغمبر سے ہمیں  
رہا ہے جان محمد سے میری جاں کو مدام  
گالیاں سن کے دعاء دیتا ہوں ان لوگوں کو  
زعم میں ان کے مسیحائی کا دعویٰ میرا

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے  
کس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تھی کس کو خبر؟

ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے  
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں  
غور کن در انہم لا یرجعون

سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے  
سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا  
اب تلک آئی نہیں اس پر فنا  
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے؟  
جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے  
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے  
ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے  
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے  
رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے  
افتراء ہے جسے از خود ہے بنایا ہم نے

سب سے پہلے یہ کرم ہے میری جانا تیرا  
کون کہتا تھا کہ یہ ہے بخت درخشاں تیرا

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱) میں اپنی تہذیب کا ایسے فقروں میں پورا ثبوت

دیا ہے کہ: ”اے ظالم مولویاں! اے بد ذات فرقہ مولویاں۔“ نادان جاہل اور بے سمجھ کا لفظ تو آپ  
کے نزدیک معمولی تہذیب تھی۔ کیونکہ آپ کو خدائی کا دعویٰ تھا تو پھر کون بشر ہے کہ مقابلہ میں آ کر  
ایسے لفظ کا مستوجب نہ ہوتا؟۔ (حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۸۷) میں اپنی وحی کو عام  
کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ: ”قرآن شریف تو میرے منہ کی باتیں ہیں۔“ اگرچہ  
اس کی تاویل کریں گے۔ مگر ہم اس طرز ادا سے یہ ضرور نتیجہ نکالیں گے کہ قرآن شریف کو  
مرزا قادیانی نے بالکل معمولی کلام سمجھا ہوا تھا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۲۸) میں آپ نے بالکل  
ہی تہذیب کو جواب دے دیا ہے۔ جناب درافشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”میرے نہ  
ماننے والے حرامزادے ہیں۔“ خوب امدعی نبوت اور یہ حیا سوز فقرے!! مرزائی ان فقرات کی



خواہ کچھ تاویل کریں۔ مگر ہمارے نزدیک تو صرف ایک ہی تاویل ہے وہ یہ کہ مراقی آدمی آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور تقدس کی آڑ میں جو کچھ بھی کہہ گزرے کفش بردار اور کاسہ لیس۔ سبحان اللہ کی گونج سے اس کو شانِ جلالی کا نام دیا کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ کبھی خیال نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ ”لم یکن فحاشاً“ تو فحش گوئی سے کوسوں دور تھے۔ اور ”کان المرزا فحاشاً“ آپ فحش گو تھے۔ اب اتباعِ رسول میں انعکاس کا دعویٰ اور ظل اور بروز کا ادعاء کیسے ہو سکتا ہے؟

ہم اس موقع پر ناظرین کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا بنیادی اصول صرف وہی تھا جو انتخابِ درشین میں یا اس کے بعض چیدہ چیدہ فقرات میں مذکور ہو چکا ہے۔ اسی اصولی کو کئی طرز پر اپنی تمام کتابوں میں شائع کیا ہے اور انہیں امور مذکورۃ الصدر کو دہراتے دہراتے ساٹھ ستر کتابیں لکھ ماری ہیں۔ سر دست ہم آپ کے عقائد پر بحث نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزائی مذہب کا بعد مذہب اسلام سے کن وجوہات اور کس درجہ پر ہے۔ عام لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ بھی اہل سنت ہیں اور اہل قبلہ ہیں۔ ان کو کیوں خارج از اسلام سمجھا جاتا ہے؟ لیکن ان کی لا پرواہی ہے یا بے سمجھی ہے کہ جب اس مذہب کے عقائد، تمدن، فروعات مذہبی، ہم سے الگ ہیں اور توہینِ انبیاء یا تحقیر امت ان کے نزدیک ایک ضروری عقیدہ ہے تو کس طرح اہل سنت والجماعت میں داخل ہونے کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ ناظرین! ذرہ غور کر کے یہ بھی سمجھ لیں کہ لاہوری پارٹی کے عقائد بھی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ اب جو لوگ ان کو قادیانیوں سے ہلکا سمجھتے ہیں سخت غلطی پر ہیں۔ ہذا ہم اللہ تعالیٰ! متذکرہ بالا اشعار کا مطلب سلیس نثر میں یوں ہے کہ:

- ۱..... حیاتِ مسیح کا قول خلاف قرآن ہے۔
- ۲..... اور امام مسلم و بخاری کے ذمہ افتراء ہے۔ ورنہ وہ بھی وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔
- ۳..... احادیث میں کذب و کجروی ہے۔ اس لئے ان پر اعتبار کرنے والے احمق ہیں۔
- ۴..... میں نے (مرزا قادیانی نے) اپنی آنکھ سے خدا کا دیدار کیا ہے۔
- ۵..... اور خدا نے اپنی زبانی بتایا ہے کہ مسیح مر گیا ہے۔
- ۶..... اس لئے تمہاری شنید میری دید کے مقابلہ میں کب برابر تر سکتی ہے۔
- ۷..... احادیث کے لفظ چونکہ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ہے اور سب احادیث کا اعتبار جاتا رہا ہے۔
- ۸..... احادیث کے ماننے والے (عالم، محدث، امام سب کے سب) شیطان کے چیلے ہیں۔
- ۹..... احادیث نے یہ غلط مسئلہ بتایا ہے کہ مسیح زندہ ہے۔

- .....۱۰ احادیث کے رو سے اسلام عیسائیت کا ماتحت ہو گیا ہے۔
- .....۱۱ قرآن نے مسیح کو صاف مردہ ذکر کیا ہے۔
- .....۱۲ اب احادیث کا اعتبار ہی کیا ہے۔ بالفرض اگر صحیح مانی جائیں تو ان میں تاویل ہو سکتی ہے۔
- .....۱۳ اور احادیث مان کر قرآن پر حملہ کرنا کفر ہے۔
- .....۱۴ جن لوگوں نے وعظ کے ذریعہ حیات مسیح کا عقیدہ شائع کیا ہے۔ تمام سننے والوں کا گناہ ان کی گردن پر ہوگا۔
- .....۱۵ حیات مسیح کی تردید کر کے اپنا تھنڈا بیان کیا ہے کہ میں نے ہی نسل انسان کو مکمل تک پہنچانا ہے۔
- .....۱۶ خدا میرے دل میں ہے۔
- .....۱۷ قاب قوسین سے بڑھ کر میرا تقرب ہے کہ خدا نے میرے اندر ڈیرہ لگا دیا ہے۔
- .....۱۸ میں خود مسیح ہوں مگر وہ فرضی مسیح نہیں جو آسمان سے اتر کر تمہیں آ ملے گا۔
- .....۱۹ میں امام مہدی ہوں۔ مگر وہ نہیں کہ جس کو تم امام مہدی سمجھ رہے ہو۔ کیونکہ تم تو انسان ہی نہیں ہو بلکہ جانور ہو۔
- .....۲۰ لومڑ، سکر اور سانپ کی طرح تم چال بازی بے غیرتی اور ایذا رسانی میں لگے رہتے ہو۔ تم کو انسان کون کہہ سکتا ہے۔ (انسان دیکھنے ہوں تو قادیان میں آؤ۔ تم کو بڑے لمبے چوڑے انسان دکھائے جائیں گے) چونکہ شروع شروع میں عام مولوی صاحبان مرزا قادیانی کو دلی سمجھتے تھے۔ مگر جب مرزا قادیانی کے مراق پر ان کو اطلاع مل گئی تو سب کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس لئے اپنے دوستوں کو مخاطب ہو کر کہا ہے کہ تم خود ہی کہتے تھے کہ:
- .....۲۱ امام مہدی آنے والا ہے۔ اب جب کہ میں آ گیا ہوں تو بھاگتے کیوں ہو۔
- .....۲۲ ثابت ہوا کہ تم منکر اسلام ہو۔
- .....۲۳ یہ بالکل ناممکن ہے کہ وحی بند ہو ورنہ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح ہم بھی روایات سے ثابت کیا کریں گے کہ نبی آیا کرتے تھے۔
- .....۲۴ اس لئے ضروری ہے کہ مجھے نبی تسلیم کرو تا کہ ان کو وحی اور نبوت کا نمونہ سامنے پیش کیا جائے کہ دیکھو اسلام میں یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے ورنہ تم بھی نبی بن کر دکھلاؤ۔
- .....۲۵ ”اتممت علیکم نعمتی“ سے مراد رسول اللہ ﷺ کا عہد مبارک نہیں بلکہ میرا زمانہ مراد ہے۔
- .....۲۶ مفسرین جاہل تھے۔ چونکہ میں نبی ہوں۔ اس لئے مجھے کافر کہنے والا خود کافر ہے۔
- .....۲۷ بلکہ میں شیشہ ہوں اور میرے مخالفین کو اپنا ہی کافرانہ چہرہ نظر آتا ہے۔

- .....۲۷ سچا نبی چالیس سال تک زندہ رہتا ہے۔ میں تیس سال گزار چکا ہوں اور چالیس برس کی عمر میں مجھے وحی آگئی تھی۔
- .....۲۸ اس لئے میری نبوت کا منکر کافر ہے۔ (افسوس پھر بھی کسر رہ گئی اور نو سال پہلے ہی اپنی تکذیب پر مرزا نے خود ہی مہر لگا دی) تم بے وقوف ہو۔
- .....۲۹ تم میری قدر نہیں کرتے۔
- .....۳۰ خدا تو مجھ پر عاشق ہے۔ میں اس کی بلائیں لیتا ہوں اور وہ مجھ پر جان دیتا ہے۔ درحقیقت میں ہی ایک نبی ہوں۔
- .....۳۱ باقی انبیاء میرا ظل ہیں۔
- .....۳۲ بلکہ میں خدا ہوں۔ انبیاء کے روپ میں ظاہر ہوتا رہا ہوں۔
- .....۳۳ اور یہ میرا آخری روپ ہے۔ (یہاں پر تنازع کا مسئلہ حل کیا ہے) میں ہی داؤد کا باپ ہوں۔ بلکہ میں خود ہی داؤد ہوں۔
- .....۳۴ میں نے ہی جالوت کو مارا تھا۔ (ارے حضرت خوب کہی)
- .....۳۵ چونکہ میرا نام احمد (قابل تعریف) ہے۔ اس لئے خدا نے مجھ کو مسیح تو بنا دیا ہے۔ مگر صلیب پر نہیں چڑھایا تا کہ مسیح ناصری کی طرح ملعون نہ ٹھہروں۔ کیونکہ تورات کے رو سے جو صلیب پر لٹکتا ہے۔ وہ ملعون ہوتا ہے۔ (تو ہین مسیح میں اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوچھی)
- .....۳۶ محمد رسول اللہ ﷺ میرے پیش خیمہ تھے
- .....۳۷ اسلام کی اصل تکمیل میرے آنے سے ہوئی ہے۔
- .....۳۸ آسمان اور زمین سے میری صداقت کی آوازیں آرہی ہیں۔ (مگر صرف آپ نے ہی سنیں تھیں)
- .....۳۹ اور نعرے لگا رہی ہیں کہ میرے مرید بن جاؤ وقت جاتا ہے۔
- .....۴۰ آسمان میرا گواہ ہے۔
- .....۴۱ کیونکہ اس پر دم دار ستارے میری صداقت کے لئے نمودار ہوئے تھے۔
- .....۴۲ شمس و قمر کا گرہن بھی میری علامت ہے۔ قرآن شریف میں سورہ الشمس میں میرا ہی زمانہ بیان ہوا ہے۔

.....۴۳ مرض طاعون بھی میرا تائیدی نشان ہے جو صرف مخالفین کے لئے مخصوص ہے۔ میرے مریدوں کو کبھی طاعون نہیں پڑے گا۔ اگر طاعون سے بچنا ہے تو میرے مرید بن جاؤ اور اگر مرید بن کر بھی مر جاؤ تو یہ سمجھوں گا کہ تمہارا دل انکاری تھا۔ اس لئے جب قادیان میں طاعون پڑا تھا تو قادیان کے رہنے والے ۳۱۳ مر گئے تھے۔ جن میں سے ایڈیٹر اخبار بدر بھی تھا۔ قرآن شریف کی تعریف میں کہا ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان نبی بن سکتا ہے اور دوسری مذہبی کتابوں سے نبی نہیں بن سکتا اور نہ ہی خدا کو دیکھ سکتا ہے۔

.....۴۴ میرے مرید بنو میں خدا دکھا دوں گا۔

.....۴۵ سورہ فاتحہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ یہ سورت میری ہی صداقت کا نشان ہے۔ کیونکہ اس میں الحمد کا لفظ موجود ہے۔ جس سے میرا نام احمد مشتق ہوا ہے۔ محمد کا نام جلالی بھی اس سے ہی مشتق تھا۔ مگر وہ گذر چکا ہے۔ اب جمالی رنگ دکھایا گیا ہے۔ رحمانیۃ بھی جلالی صفت ہے۔ اس کے بعد رحیمیت جمالی صفت کا اب ظہور ہوا ہے۔ یوم الدین سے مراد ظہور مسیح کا زمانہ ہے۔ کیونکہ اس وقت حکومت برطانیہ نے انصاف کرنا شروع کر دیا ہے اور صراط مستقیم نبوت حاصل کرنے کا طریق ہے کہ جس پر چلنے سے ہزاروں آدمی نبی کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ مگر مسیح کا نام مجھے ہی عنایت ہوا ہے۔ مغضوب علیہم سے فرقہ مولویاں مراد ہے اور ضالین سے مراد پادری ہیں۔ کیونکہ جب میں محمد بن کر آیا تھا تو ان دولفظوں سے عرب کے یہود و نصاریٰ مراد تھے اور اب جب کہ میں احمد کا روپ بدل کر آیا ہوں اور ظل محمدی کہلاتا ہوں تو مولوی اور پادری بھی پرانے یہودیوں اور پادریوں کے ظل ہوں گے۔ کیونکہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ ”کما بدأنا اول خلق نعیدہ“ ہم جیسے شروع کرتے ہیں ویسے ہی لوٹاتے ہیں تو اسلام کا آغاز جلالی رنگ میں تھا۔ اب دوسرا دورہ جمالی رنگ میں ہوا ہے تو جس طرح نبوت نے دوسرا پہلو دکھایا ہے اسی طرح یہودیت اور عیسائیت بھی دوسرا پہلو دکھا رہی ہے۔ (صاحبان اس تحریف قرآنی پر مرزا قادیانی یہ فخر کرتے تھے کہ میرے جیسی تفسیر قرآنی کوئی نہیں لکھ سکتا۔ چونکہ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اعجاز مسیح لکھی۔ جس پر بہت جیھیں بیھیں ہوئی اور اسی کا خلاصہ تفسیر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے)

- ۴۶..... اے اللہ تو نے مجھ کو ہی مسیح بننے کے لئے منتخب کیا ہے۔
- ۴۷..... کیونکہ دوسرے اسی نام کے حق دار نہ تھے۔
- ۴۸..... وفات مسیح قرآن شریف کی تیس آیات سے ثابت ہے۔
- ۴۹، ۵۰..... اور مردہ کبھی واپس نہیں آتا۔
- ۵۱..... اس لئے نزول مسیح کا مسئلہ خلاف قرآن ہوا۔
- ۵۲..... تم مسیح کو خدا سمجھتے ہو۔ اس لئے تم مشرک ہو۔
- ۵۳..... مولویو! کیا تم اس مسئلہ کے رو سے مشرک اور کافر نہیں ہو۔
- ۵۴..... اور شیطان کے چیلے نہیں ہو۔ کیا تم نے حیات مسیح مان کر اسلام اور توحید کا دم بھرا تھا؟
- پھر قادیان کی تعریف میں لکھتا ہے کہ لوگو!
- ۵۵..... طور موسیٰ کی بجائے طور تسلی قادیان بن گیا ہے۔ ہم اس پر چڑھ کر لوگوں کو خدا کی زیارت کراتے ہیں۔ آج کل خدا کے نور دل میں امنڈتے چلے آ رہے ہیں۔
- ۵۶..... انہوں نے ہر رنگ میں ہم کو رنگ ڈالا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کرشن مہاراج بھی ہیں۔ اتباع رسول سے مجھے یہ نور حاصل ہوئے ہیں۔
- ۵۷..... اور خدا مجھ سے یکجان ہو گیا ہے۔
- ۵۸..... اور میں محمد سے یکجان ہو گیا ہوں۔ اس لئے تثلیث کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اور ختم رسالت کی مہر بھی نہیں ٹوٹی۔ (اس تقریر نے تو مراقبت کا پورا ثبوت دے دیا ہے۔ کیونکہ لگا تار دعوے چلے آتے ہیں اور دلیل ایک بھی نہیں دی) اخیر میں لکھتا ہے۔
- ۵۹..... لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔
- ۶۰..... اور میں ان کا دعاء گو ہوں۔ (ہاں ذرہ لوگوں کو جانور، سگ، مشرک اور کافر کہہ دیا تو کیا ہوا؟ ہمارے تقدس کے سامنے لوگوں کی کیا جرأت ہے کہ ہماری گندہ زبانوں کو گالیاں سمجھیں)

اب ہم اشعار کا خلاصہ ختم کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی اردو شاعری میں بالکل ہی طفل کتب تھے۔ ملاحظہ ہو درختوں پر گل داؤدی لگانا، پھول کی جگہ پھل استعمال کرنا اور خان کی جگہ خانہ اور یون کہنا کہ کیا جوڑ ہے ان اشعار کے علاوہ بندش الفاظ بالکل کمزور ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ مقام پر اس بیان کو مفصل ذکر کیا جائے گا۔ جہاں مرزائیوں کے سلطان القلم کی لیاقت علمی پر بحث ہوگی۔

۶..... خدائی دعویٰ: کتب طب مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک مایخو لیا کے بیماروں نے انسانیت سے بڑھ کر دعاوی کئے تھے اور پیش گوئیاں بھی کی تھیں۔ جو عموماً سچی نکلتی تھیں۔ مرزا قادیانی کو بھی چونکہ دوران سر اور مایخو لیا مرقی تھا۔ اس لئے یہ کہنا بالکل آسان ہے کہ آپ کا خدائی دعویٰ، دعویٰ نبوت، دعویٰ مماثلۃ مسیح اور ظل و برز وغیرہ یہ سب کچھ ان دونوں بیماریوں کا ہی اثر تھا۔ اگر تقدس کا بھوتنا آپ کو اجازت دیتا اور آپ علاج کراتے تو یقیناً آپ کو اس مختصہ سے نجات مل جاتی۔ مگر جب دیکھا کہ مایخو لیا کے باوجود قادیانی مجھے مانتے چلے جاتے ہیں تو علاج چھوڑ ہی نہیں دیا۔ بلکہ اس میں ترقی کرنے کے لئے وہ اسباب اختیار کئے گئے کہ جن سے تقدس میں بھی بڑھتا گیا اور دنیاوی زندگی کا لطف بھی آ گیا اور ایسی گدی قائم کر گئے جو جدی گدی سے بھی بڑھ کر مفید ثابت ہوئی۔

الف..... ظل و بروز پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بقول ”جبری اللہ فی حلل الانبیاء“ تنازع کا مسئلہ صحیح ہے اور آپ نے درمبین کے مذکور الصدر شعروں میں یہ بھی بتایا ہے کہ خود مرزا قادیانی کی روح مختلف روپ بدلتی ہوئی آخری روپ میں آئی ہے۔ جس سے ہم اس نتیجہ تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کا انسان میں روپ بدلنا یا ایک روح کا مختلف انسانوں میں تبدیل ہو کر کرنا یہ دو عقیدے مرزا قادیانی کے نزدیک تسلیم شدہ تھے۔ اس لئے اگر آپ یہ دعویٰ کریں کہ میں خدا ہوں یا یوں کہیں کہ خدا مرزا ہے۔ یہ سب کچھ ماننا پڑے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر مرزا قادیانی یوں ارشاد فرمائیں کہ میں محمد ہوں یا یوں لکھیں کہ محمد مرزا ہے۔ تب بھی صحیح ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ آپ کی حسب ذیل تحریرات اس نکتہ آفرینی پر کافی روشنی ڈال رہی ہیں۔ مرزا قادیانی ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنا مسلک صاف کرنے کے لئے بڑی جدوجہد سے کام کرتے رہے کہ جس میں ان کو کبھی نبی مندر ہونے کا دعویٰ کرنا پڑا۔ کبھی ختم رسالت کا مسئلہ سنگ راہ واقع ہوا۔ کبھی ظہور مہدی و مسیح کی پیشین گوئیاں ہمت بڑھاتی تھیں اور کبھی مسیح کے متعلق حیات ممات کے شکوک و اہام کا دفعیہ کرنا پڑتا تھا۔ غرضیکہ ۱۹۰۱ء تک آپ نے یہ تمام دشوار گھائیاں طے کر کے آخری منزل مقصود پر پہنچ کر اعلان کر دیا تھا کہ ”میرا کوئی حق نہیں ہے کہ رسالت یا نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور جب میں مسلمان ہوں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں ایسا دعویٰ کروں۔“ (حیات البشر ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

جس جگہ میں نے اپنی نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا رسول یا نبی نہیں ہوں کہ جناب رسالت مآب کی شریعت کو منسوخ کر کے نئی شریعت



آپ کے برخلاف قائم کروں اور میں اس سے کبھی انکار نہیں کر سکتا کہ جناب رسالت مآب کی تابعداری میں مجھے نبوت اور رسالت ضرور مل گئی ہے۔ علاوہ بریں نبی کے دو معنی ہیں۔ ایک وہ جو مستقل طور پر وحی پاتا ہو تو میں اس معنی کے رو سے نبی نہیں ہوں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کثرت کے ساتھ مکالمہ پانے والا بھی نبی ہوتا ہے اور جو خدا کا پیارا غیب کی خبریں خدا کی طرف سے حاصل کرے وہ بھی نبی ہوتا ہے اور جب مجھے مکالمہ آ لہیہ اور اخبار بالغیب حاصل ہیں تو ضروری ہونے کا دعویٰ میری طرف سے صحیح ہوگا۔ جس کا مجھے انکار نہیں ہے اور جو لوگ مجھے اس بنیاد پر کافر کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے ہاں نبوت کا کیا معنی ہے؟ ورنہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتے۔

(اشہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۷۷، خزائن ج ۸ ص ۲۱۲، ۲۱۱)

کیونکہ یہ ثابت حقیقت ہے کہ اصلی رسالت بالوحی (بغیر اقتداء کے) حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر منقطع ہو کر ختم ہو گئی ہے اور آپ کے بعد جو شخص نبوت مسئلہ کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے اور کافر ہے۔ (دین الحق ص ۲۷)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ دو قسم کا ہے۔ اول یہ کہ پہلی شریعت کو منسوخ کرنے کے لئے کیا جاوے۔ جیسا کہ بہائی مذہب میں بہاء اللہ کو مستقل نبی اور ناسخ شریعت اسلامیہ مانا گیا ہے۔ دوم یہ کہ اسلامی خدمات کو اپنے ذمہ لینے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا جائے اور خدا کی طرف سے الہام پا کر نبوت کا خطاب حاصل ہو تو اس قسم کا نبی پکا مسلمان ہوتا ہے اور ایسی نبوت کفر نہیں ہے۔

جب مرزا قادیانی نے اپنی خانہ زاد منطق سے دو قسم کے ادعائے نبوت تجویز کر لئے اور اس اعتراض سے رہائی حاصل کی کہ ”جناب رسالت مآب کے بعد مدعی نبوت کافر ہوتا ہے۔“ تو دوسری ایک اور مشکل پیش آ گئی وہ یہ تھی کہ جناب رسالت مآب کی نبوت چونکہ آخری نبوت تھی۔ اس لئے دعویٰ نبوت جدید اگرچہ تابعداری کی حیثیت میں کیا جائے غلط ہوگا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ کی نبوت آخری نبوت نہ تھی۔ مرزا قادیانی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ: ”جب تابع نبی حضور ﷺ کا قتل اور سایہ ہوتا ہے اور وہ مانتا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت ہر طرح سے کامل تھی اور اس کی نبوت ناقص ہے تو اس کا مطلب یوں ہوا کہ میری نبوت حضور ﷺ کی نبوت کا ایک جزو ہے اور اسی میں داخل ہے۔“

(ازالہ ص ۷۵)

کیونکہ مجھے خدا نے اپنے رسول کا بردہ بنایا ہے۔ (گویا آپ کی روح نے ہی نبوت کا

دعویٰ کیا ہے) اور جب صورت محمدی کا ظہور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا۔ اس لئے میرا نام محمدؐ اور احمد بھی رکھا گیا۔ اب نبوت محمدیہ محمدؐ کو ہی مل گئی۔ کسی غیر کو نہیں ملی۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲ خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶)

(کمالات اسلام ص ۳۶ الفص) میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”جب کبھی بھی اسلام کے اندرونی فتنے پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی روحانیت نے اہل کمال میں روپ بدلا تھا۔ جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک محمدؐ اور احمد رکھا گیا اور ایسے با کمال ظل نبی کہلاتے ہیں اور ایسے نبی ایک نہیں ہزاروں گذرے ہیں۔“

(توضیح المرام ص ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۶۰) میں ذکر کیا ہے کہ: ”نبوت کاملہ کا دروازہ ہر وقت بند ہے اور نبوت جزویہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ جس میں کثرت مکالمہ اور مبشرات و منذرات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔“

(ضمیمہ حقیقت النبوة ص ۶۲) میں کہتے ہیں کہ: ”ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ہر وقت کھلی ہے۔ جس کا مفہوم صرف کثرۃ مکالمہ اور مبشرات و منذرات ہیں۔ لیکن وہ بھی اتباع رسول علیہ السلام سے وابستہ ہے۔“

(ضمیمہ حقیقت النبوة ص ۲۲) میں لکھا ہے کہ: ”میں اپنی نبوت سے مراد صرف کثرۃ مکالمہ لیتا ہوں اور ایسی نبوت اہل سنت والجماعت کے نزدیک بھی تسلیم شدہ امر ہے اور جو شخص اس نبوت کے سوا کسی اور قسم کی نبوت کا مدعی ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۰) میں لکھا ہے کہ: ”حضور کی ذات سے تمام کمالات نبوۃ ختم ہو گئے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہ ہوئی۔ یعنی وہ نبوت جو آپ کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آپ کی نبوت کا ہی ظل اور مظہر ہے۔“

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ: ”نبوت تابعہ چونکہ ختم رسالت کا ظل ہے۔ اس لئے اس کا وجود کوئی اور وجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ نبوت نبوت محمدیہ کا مظہر اور جمالی رنگ ہے۔“

بہر حال مرزا قادیانی نے تنازع اور حلول کی بنیاد پر اپنی نبوت کی عمارت کھڑی کی ہے اور ان کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک نبوت تابعہ جاری ہے۔ کیونکہ صوفیائے کرام نے جن کمالات نبوت کے جاری رہنے کا یقین کیا ہے۔ ان کا نام کرامت رکھا ہے۔ ان کے نزدیک منصب نبوت سے اس کو تعبیر کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ آئندہ کسی موقع پر اس کی تصریح کی جائے گی۔ چونکہ مرزا قادیانی کا دماغ صحیح نہ تھا۔ اس لئے تصریحات صوفیہ کو انہوں نے

خواہ مخواہ نبوت تابعہ سمجھا اور تمام صوفیاء اولیاء و اصفیاء کو بھی نبی بنا کر چھوڑا۔ حالانکہ امت محمدیہ میں کسی مقبول بارگاہ یزدانی سے دعویٰ نبوت نہیں سنا گیا اور اگر نبوت تابعہ صرف کمال اتباع کا نام رکھا جائے اور تھوڑی دیر کے لئے مرزا قادیانی کی خانہ زاد اصطلاح کے مطابق ولی اور نبی کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کیا جائے تو مرزا قادیانی کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا کہ: ”میرا منکر کافر ہے۔“ حالانکہ کسی ولی پر ایمان لانا اسلام میں ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ مثلاً جناب شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تمام اولیاء کے سر تاج مانے گئے ہیں۔ مگر آپ نے یہ نہیں لکھا کہ میرا منکر کافر ہے تو پھر مرزا قادیانی کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنے منکر کو کافر کہیں۔ اگر کھینچ تان کر یہ ثابت کیا جائے کہ مرزا قادیانی چونکہ ظل نبی ہیں تو ان کا انکار کرنا گویا خود نبی علیہ السلام کا انکار کرنا ہوگا۔ تو یہ استدلال ہر مسلمان تابع رسول کے حق میں بھی جاری ہو سکتا ہے کہ جس کی ظلیت اور اتباع کو مرزا قادیانی بھی مانتے ہیں اور اس میں جناب کی خصوصیت نہیں رہتی۔ اصل بات یہ ہے کہ مراقی الدماغ کو اپنے تقدس کی جب دہن لگ جاتی ہے تو بے ثبوت باتیں گھڑتا چلا جاتا ہے اور بناء الفاسد علی الفاسد کی بنیاد پر اپنے آپ کو خدا سے جا ملاتا ہے اور جب ثبوت طلب کرو تو جیب خالی نظر آتی ہے۔ ہاں مریدوں کو خوش کرنے کا مصالحہ خوب تیار کیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک پیر کے ملفوظات وحی الہی کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن جو شخص ابھی تک حلقہ ارادت سے باہر کھڑا ہے اس کے نزدیک سوائے شطیحات کے یہ ملفوظات اور کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے خیال کی تصدیق خود مرزا قادیانی کے اقوال ہیں کہ جن میں عند الصبح بیان کیا ہے کہ میرا منکر کافر نہیں ہے۔

چنانچہ (ملفوظات ج ۱۰ ص ۷۷) میں جو اقوال مرزا قادیانی کے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ: ”مرزا قادیانی نے اپنی وفات سے پہلے ایک دن فرمایا تھا کہ جو ہم کو کافر نہیں سمجھتا ہم اسے کافر نہیں سمجھتے۔ لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے۔ اگر ہم اس کو کافر نہ جانیں تو حدیث شریف کا خلاف ہوگا۔“ اس قول میں اپنے تقدس کو بالائے طاق رکھ کر وجہ تکفیر میں اپنی نبوت کو پیش نہیں کیا بلکہ یہ وجہ گزاری ہے کہ مسلمان کو کافر کہنا کفر ہوتا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔

ب..... ”مماثلة بالمسیح علیہ السلام“ عام لوگ اس اشتباہ میں پڑے رہتے ہیں کہ جب مرزائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں تو مرزا کہاں سے مسیح بن گیا؟ اور اگر مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی بن آئے ہیں تو ان کے صفات ان میں کہاں موجود ہیں؟ اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ازل ہونے سے پہلے ظہور امام مہدی علیہ السلام ضروری تھا تو وہ کب ظاہر ہوئے اور اگر خود ہی مرزا قادیانی امام مہدی تھے تو ان میں امام

صاحب کا حلیہ اور اوصاف کہاں ملتے ہیں؟ اور یہ شبہ بھی پڑتا ہے کہ جب مرزا قادیانی امام مہدی اور حضرت مسیح دونوں بننے ہیں تو دونوں کے اوصاف کا ان میں موجود ہونا ناممکن ہوگا۔ کیونکہ ایک شخص میں دو آدمیوں کا حلیہ اور صفات کا پایا جانا قرین قیاس نہیں ہے۔ بالخصوص جب کہ ایک جوان ہو اور دوسرا جوانی گذار چکا ہو تو ایسے دو شخصوں کا رنگ ڈھنگ اور وضع قطع بالکل ہی الگ ہوتی ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔ مگر عوام الناس یہ نہیں جانتے کہ مرزا قادیانی نے ان مشکلات کو کس طرح حل کر لیا ہوا ہے اور کس طرح ان تمام اعتراضات سے بچ کر نکل گئے ہیں کہ غیر احمدی دیکھتے ہی رہ گئے ہیں۔

اور ان حالات کے بعد جب یہ سوالات پیش کئے جاتے ہیں تو مرزائی مناظریوں کہہ کر نال دیتے ہیں کہ تم کو اسلام کی کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ مرزا قادیانی بھی ایسے آدمیوں کو اپنی تصنیف میں نادان اور جاہل کہہ گئے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اس موقع پر اپنے مراق کے زور سے یون تخیل جمار کھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو مر گئے ہیں اور جن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام یا عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے تو چونکہ کوئی مردہ اس دنیا میں واپس نہیں آیا اور نہ آتا ہے۔ اس لئے اس نزول عیسیٰ سے یہ مراد ہے کہ امت محمدیہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ جس کو خدائے تعالیٰ اپنے الہام میں عیسیٰ کے نام سے پکارے گا اور وہ ابن مریم (ایک پاکدامن عورت کا بیٹا) بن کر ظاہر ہوگا تو گویا مسیح کا لفظ تین مقام پر استعمال ہوا ہے۔ ایک مسیح دجال پر کہ جس سے مراد پادری یا عیسائی لوگ مراد ہیں۔ دوم مسیح ناصری پر جو ابن مریم موضع ناصرہ کے باشندہ تھے اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں ۸۷ برس روپوش ہو کر مر گئے اور محلہ خانیار میں دفن ہوئے۔ سوم مسیح محمدی پر جس کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ قتل خنازیر اور کسر صلیب کرے گا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ عیسائیوں کا مقابلہ کرے گا اور نصرانیت کو جڑ سے اکھیڑ دے گا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ لکھ کر عیسائی مذہب کی بنیاد کھوکھلی کر دی ہے اور اپنے زمانہ میں مرزا قادیانی ہی ہدایت پر قائم ہیں۔ ان کے منکر جس قدر بھی ہیں سب گمراہ یا کافر ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ”لا مہدی الا عیسیٰ“ مہدی اور عیسیٰ ایک ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی ہی امام مہدی بھی ہیں اور چونکہ مسیح محمدی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ حاکم فیصل ہو کر آئیں گے۔ اس لئے مرزا قادیانی کو پورا اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد سے جس مسئلہ اسلامی کو چاہیں مسترد کر دیں اور جس مسئلہ کو چاہیں قبول کریں اور یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے تفسیر اپنی گھڑ لی ہے اور مطلب کی حدیثیں چن لی ہیں۔ اگرچہ وہ موضوع تھیں۔

باقی احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔ اگرچہ وہ صحیح اور بالکل سچی تھیں۔ کیونکہ اس وقت احادیث کے صحت و سقم کا معیار صرف مرزا قادیانی کی ذات مبارک ہے اور بس۔

ناظرین کرام! اس مرقی اور بے دلیل داستان سازی سے بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا قادیانی نے اسلام میں اپنا مذہب قائم کرنے میں کس قدر جرأت سے کام لیا ہے اور کس طرح اسلام کا پہلو بدل ڈالا ہے۔ اہل اسلام کو فخر تھا کہ قرآن وحدیث کے مفہوم کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ مگر یہاں آکر یہ دعویٰ ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ کیونکہ مسیح محمدی کا مسئلہ ایجاد کرنا احادیث کی صحت و سقم کا معیار اپنی رائے کو قائم کرنا۔ قرآن شریف کی آیات میں تصرف جدید سے نئے نئے مفہوم پیدا کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ مرزا قادیانی نے گو لفظ تو اسلام کے تبدیل نہیں کئے۔ مگر معنی اور مفہوم تبدیل کرنے میں ساری کسر نکال دی ہے اور اس پر یہ شوخی دکھلائی ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک قرآن شریف کا ایک حرف یا ایک حرف کا شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوا اور بایں ہمہ اپنے الہامات کو قرآن شریف کی طرح قطعی اور وحی ربانی تصور کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے خیال میں قرآن شریف کی تکمیل ان الہامات کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ ورنہ اسلام نامکمل تھا۔ جیسا کہ درمیشین کی نظم میں مذکور ہو چکا ہے۔

جن لوگوں نے بہائی مذہب کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ چکے ہیں کہ جو کچھ بھی مرزا قادیانی نے چالیں چلیں ہیں۔ سب کی سب بہائی مذہب سے سکھیں ہیں۔ مگر ذرہ نوعیت میں فرق کر لیا ہے تاکہ لوگوں کو سرقہ مذہبی کا شبہ نہ پڑے۔ فرق صرف اتنا رکھ لیا ہے کہ بہائی مذہب کے بانی نے صاف کہہ دیا تھا کہ قرآن شریف بحکم آیت: ”وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ“ اس زمانہ میں قابل تعمیل کتاب نہیں رہی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ دوسری کتاب نازل ہو۔ چنانچہ کتاب اقدس لکھی گئی۔ جس میں اسلام کو منسوخ کر دکھلایا اور اسی قسم کے اور رسائل لکھے کہ جن میں مناظرانہ پہلو اختیار کر کے اپنی نبوت اپنی وحی اور اپنے الہام کو ثابت کیا۔ مگر اہل اسلام نے اس کو کافر مطلق قرار دے کر ایران میں قتل کیا اور اس کی تعلیم کو زندہ اور ارتداد ثابت کیا۔ جب اس کا ایران میں خاتمہ ہو گیا اور اس کی تعلیم سے مرزا قادیانی متاثر ہو چکے تو جناب نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا۔ مگر صفائی یہ کی کہ بظاہر اس ایرانی نبی کے خلاف اپنے مذہب کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے قرآن کے الفاظ کو تونہ بدلا لیکن اس کے مفہوم پر جو تیرہ سو سال سے اہل اسلام مسلمہ طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا۔ اپنے الہام کی آڑ میں چھاپہ مارا اور احادیث کا تو سرے سے ہی انکار کر دیا۔ سوائے ان احادیث کے جو ان کے مطلب کی ٹھہریں اور اسی طرز تنبیخ سے ثابت کر دیا کہ ایرانی مسیح (بانی مذہب بہائی)

نے قرآن کو قطعاً منسوخ کر دیا اور قابل عمل نہ رہنے دیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی نے اپنی استادی سے اس کے اندر ہی اندر سے جڑیں اکھیڑ ڈالیں اور بظاہر اسلام کے خیر خواہ، دردمند اور مبلغ اسلام کہلاتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ دورخی چال سے علماء اسلام نے مرزا قادیانی کو دجال، کذاب اور مفتری کا خطاب دے کر مسترد کیا اور مسیح ایرانی کی طرح مسیح قادیانی کو بھی جوتہ سے ٹھکرا دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر پایہ تحقیق تک پہنچ چکا تھا کہ (عدو کا شیخ اضر من عدو واضح) کھلم کھلا دشمن سے اندرونی دشمن زیادہ مضرواقع ہوتا ہے۔

ج..... دعویٰ نبوت: مرزا قادیانی نے اپنے دعاوی کی بنیاد پہلے پہل اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی۔ پھر خوابوں کے ذریعہ اپنے مراقی خیالات شائع کئے اور علمائے اہل اسلام ان کی طرف سے خیر خواہی کرتے رہے اور جو خواب الٹا بھی ہوتا اس کی تاویل ایسے طور پر کرتے کہ وہ مرزا قادیانی کے حق میں مفید پڑتا۔ لیکن مرزا قادیانی نے جب بلند پروازی شروع کی اور سوداوی آوازوں کو فرشتہ کی آواز سمجھنے لگے۔ تقدس کا زور ہو گیا۔ مریدوں کی کثرت ہو گئی۔ مال دولت بھی جمع ہو گئے تو امام مہدی بننے کی سوچھی اور اس وقت علمائے اسلام نے مرزا قادیانی کی طرفداری چھوڑ دی اور الگ ہو گئے اور اس مسئلہ میں حیص بیص شروع کر دی۔ مگر جب الہام نے زور پکڑ لیا اور حکیم نور الدین اور حکیم احسن امروہی ساتھ شامل ہو گئے تو مثیل مسیح بننے کا دعویٰ کیا اور چاروں طرف سے تردید کی بجھاڑ ہونے لگی۔ تب مرزا قادیانی کی طرفداری میں دونوں مذکور الصدر حکیم جان توڑ کوشش سے اخیر دم تک لڑتے رہے اور مخالفین کی تردید میں بہت سے رسالے لکھ مارے۔ آخر جب مذہب مرزائیت کی بنیاد پڑ گئی اور منارۃ المسیح بتایا گیا تو مثیل مسیح کی بجائے مسیح محمدی کا رنگ بدلا اور اس نو پیدا خیال پر ایسے اڑ گئے کہ باوجود ہزار تردیدوں کے اپنے الہام کے ذریعہ سے یہی کہتے رہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کشف کے ذریعہ یہ مسئلہ بتایا ہے اور آج تک امت محمدیہ میں سے کسی ایک پر بھی یہ مسئلہ منکشف نہیں ہوا۔ اس کے بعد جب یہ وادی بھی طے ہو چکی تو یہ منوانا شروع کر دیا کہ مسیح کا لفظ نبوت پر شامل ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی نبی ہیں۔ مگر خاتم الانبیاء کے ماتحت ہیں۔ ورنہ ایرانی مسیح کی طرح اسلام مٹانے کو نہیں آئے اور جب یہ منزل بھی گزر گئی تو اپنی وفات سے پہلے جو تازہ ترین پرچہ اخبار عام لاہور کا چھپا تھا اس میں اعلان کر دیا کہ ہم بفضل خدا نبی اور رسول ہیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ تمام قیود سے پاک ہو کر نبوت مطلقہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے اور تمام ابتدائی مدارج طے ہو چکے ہیں اور اس سے پہلے اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں اعلان کیا تھا کہ: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“ (ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۷۷)



..... دعویٰ الوہیت: (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً) میں مرزا قادیانی نے قرب نوافل کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے استدلال کے موقع پر یوں لکھ دیا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا تو میرا غصہ اس کا غصہ ہو گیا۔ میرا حلم اس کا حلم ہو گیا۔ میری حلاوت اور تلخی اس کی حلاوت اور تلخی ہو گئی اور میری حرکت سکون اسی کی حرکت و سکون ہو گئی اور جب میں اس حالت میں مستغرق تھا تو میں یوں کہہ رہا تھا کہ اب ہمیں اپنا نظام جدید پیدا کرنا چاہئے اور نئی زمین بنانی چاہئے تو میں نے زمین و آسمان بالا جمال پیدا کئے۔ جس میں ترتیب و تفریق نہ تھی تو پھر میں نے ترتیب و تفریق شروع کر دی۔ جب کہ میں نے دیکھا کہ خدا خود ترتیب و تفریق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تب میں نے یقین کیا کہ میں اس کے پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہوں۔ تو میں نے پہلا آسمان پیدا کر لیا اور کہا کہ: ”اننا زینا السماء الدنيا بمصابيح“ پھر میں نے کہا کہ: ”نريد ان نخلق الانسان من سلاله من طين“ ہم انسان کو چکی مٹی سے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔“

(توضیح المرام ص ۲۷، خزائن ج ۳ ص ۶۴ ملخصاً) میں لکھتے ہیں کہ میرا مقام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام وہ ہے کہ اگر ہم دونوں خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کریں تو صحیح ہوگا اور عنقریب میں دعویٰ کروں گا کہ میں خود خدا ہوں اور مجھ سے الوہیت کا دعویٰ ظاہر ہوگا اور میری تصدیق کرنے والے اسے مان لیں گے۔

براہین احمدیہ کا مشہور الہام ہے کہ خدا نے مجھے کہا: ”انما منك وانت مني انت مني بمنزلة توحیدی و تفریدی“ میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے۔ تو میری توحید و یکتائی کی جگہ ہے۔ (براہین احمدیہ ص ۲۸۹، خزائن ج ۱ ص ۵۸۱، حقیقت الوحی ص ۷۷، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷) اس موقع پر مرزائی تاویل کرتے ہیں کہ زمین و آسمان پیدا کرنے کے متعلق خواب تھا الہام نہ تھا۔ مگر ”انما منك وانت مني“ تو ضرور ہی الہامی صورت میں ہیں۔ اس لئے اگر پہلا دعویٰ الہام نہ بھی ہو تو دوسرے الہام ملانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے یوں دعویٰ کیا تھا کہ:

.....۱ مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

.....۲ میں نے یقین کیا کہ میں وہی خدا ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ۵۶۴)

.....۳ میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کروں تو صحیح ہے۔ (توضیح المرام ص ۲۷، خزائن ج ۳ ص ۶۴)

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مرزا غلام احمد اور خدا تعالیٰ ایک بھی ہیں اور تین

بھی اور یہی تثلیث ہے جو انجیل میں مذکور ہے۔ اور تثلیث کا ماننے والا جب اسلام میں خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے تو خود مدعیے تثلیث کب اسلام میں داخل رہ سکتا ہے؟

اس موقع پر تنازع کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا قادیانی تنازع کے قائل تھے۔ مگر صرف اپنے لئے اور اپنے تقدس کے واسطے۔ کیونکہ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴، خزائن ج ۵ ص ۲۵۴ ملخصاً) میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کو اس زہریلی ہوا کا پتہ لگ گیا جو عیسائیوں میں چل رہی تھی تو آپ کی روح نے آسمان سے اترنے کے لئے حرکت کی اور یاد رکھو کہ وہ روح میں ہی ہوں۔

اور اسی (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴، خزائن ج ۴ ص ۲۵۴ ملخصاً) میں بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی روح کو عیسائیوں کی دجالیت کا علم ہوا اور صفہ دجالیت عیسائیوں میں کمال تک پہنچ گئی تو وہ روح حرکت میں آئی۔ خواجہ کمال الدین نے اپنی کتاب (کرشن اوتار ص ۳۰) میں اس مشتبہ دعویٰ کا سارا بہروپ کھول کر رکھ دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ کرشن اپنے وقت میں بے شک ہو گذرا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اپنے ایک ہزار مظہر کرشن کی مانند پیدا کرے۔ چنانچہ وہی ہوا۔ مثلاً پہلا کرشن اوتار نبی عرب جناب محمد رسول اللہ ﷺ عرب میں ظاہر ہوئے اور ان دنوں میں آخری کرشن اوتار مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا کی تعلیم میں تنازع اور روپ بدلنے کا مسئلہ ہندوؤں کی طرح تسلیم شدہ امر نہیں ہے۔ کچھ مرزائی اس سے نفرت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ”انا منك وانت منی“ کا مطلب یہ ہے کہ میں اور تو ہادی خلق ہونے میں متحد ہیں۔ گویا اس جگہ بعض صفات کے لحاظ سے محبت کے طور پر یہ لفظ کہا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ ”فمن تبعنی فهو منی“ میرے تابع دار مجھ سے ہیں اور خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: ”سلمان منا اهل البيت“ حضرت سلمان علیہ السلام ہم میں سے ہیں۔ لیکن یہ عذر قابل تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ انسان تو دوسرے انسان کے متعلق اتحاد صفاتی کا دم بھر سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنی صفات اور اپنی ذات میں نہ کسی کو آج تک شریک کیا ہے اور نہ کرے گا۔ ورنہ تو حید کا ختم بھی نہیں رہتا اور اسلام اور شرک میں صرف لفظی فرق رہ جاتا ہے۔ ورنہ دونوں کا انجام ایک ہی نکلتا ہے اور یہ بالکل جھوٹ ہے۔

ان تمام حوالہ جات اور دعاوی سے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو مراق اور دوران سر ضرور تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی دماغی حالت بالکل خراب تھی اور جو جو علامات طبیہوں نے لکھے ہیں۔ سب کے سب آپ میں موجود تھے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم مرزا قادیانی کو آپ کی

آخری گھڑی تک بھی صحیح المزاج تسلیم کریں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا سارا الشریعہ ہی اس قسم کا ہے کہ کسی جگہ کچھ کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے خلاف کہنے لگ جاتے ہیں اور مریدوں کو مصیبت آپڑتی ہے کہ دونوں مخالف اقوال کو کیسے درست کر کے دکھلائیں۔ اس لئے کچھ تو تنگ آ کر کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو اس موقع پر غلطی لگی تھی۔ کیونکہ اجتہادی مسائل میں غلطی کا ہونا بہت ممکن ہے۔ لیکن جس بحث کو ہم نے چھیڑا ہوا ہے وہ اجتہادی نہیں ہے۔ بلکہ الہامی اور کشفی ہے۔ اس میں غلطی کا اعتراف کرنا ان کے خدا اور الہام کرنے والے کو غلط کر دینے کے برابر ہوگا۔

کچھ مرزائی ایسے بھی ہیں کہ جن کو مخالفین کی بات کا کچھ تصور ذہن میں آ جاتا ہے اور وہ کچھ ہٹ دھرمی سے پرہیز کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر ان کا یہ عذر ہوتا ہے کہ ایسے الہامات متشابہات ہیں۔ ہم کو ان کا علم نہیں ہے۔ گویا ایک شخص دعویٰ الوہیت یا تثلیث کر رہا ہے۔ ہم اس کو یوں ہی ٹال دیتے ہیں کہ یہ آیت متشابہ ہے۔ بھلا یہ کون سا اسلام ہے اور کون سی دینداری ہے۔ ورنہ جس قدر اسلام میں ایسے مدعی واجب القتل قرار پا کر جہنم رسید ہو چکے ہوں۔ کہنا پڑتا ہے کہ وہ بھی صحیح الاسلام تھے اور ان کا دعویٰ بھی کسی تاویل کے ماتحت صحیح تھا۔ حالانکہ خود مرزائی مانتے ہیں کہ مسیح ایرانی واجب القتل تھا۔ کیونکہ اس نے بھی نبوت اور الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر فرق اتنا ہے کہ اس نے نئی شریعت کا دعویٰ کیا تھا اور مرزا قادیانی نے تجدید اسلام کا دم بھرا تھا۔ جس کے ضمن میں وہ سب کچھ کر گزرے تھے جو مسیح ایرانی نے قتل ہونے تک کرنا تھا۔

ایک محقق لکھتا ہے کہ مراق مرزا کا ثبوت محتاج دلیل نہیں ہے۔ جو لوگ قبر مسیح کے متعلق مرزا قادیانی کی تحریر پڑھتے ہیں کہ مسیح کی قبر کوہ جلیل میں ہے۔ یا یرشلیم میں یا مدینہ منورہ میں یا کشمیر میں یا جنہوں نے ازالۃ الاوہام کی ان عبارتوں کا مطالعہ کیا ہے کہ جن میں مرزا قادیانی یوں رقمطراز ہیں کہ جس مہدی اور مسیح کا انتظار تھا۔ وہ میں ہی ہوں اور جب کوئی خیال کرتا ہے تو لکھ دیا ہے کہ جو مسیح دمشق میں اترے گا۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا اور ممکن ہے کہ خونی مہدی بھی پیدا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مسیح اور مثیل مہدی پیدا ہوں یا جنہوں نے وفات مسیح کے متعلق مرزا قادیانی کا استدلال تو فیہی سے پیش کیا ہوا پڑھا ہے کہ جس میں وہ کبھی اس کو ماضی بناتے ہیں اور کبھی مضارع۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ایسے کلمات صحیح الدماغ کی زبان سے نہیں نکل سکتے۔ اس لئے جو کچھ بھی مرزا قادیانی نے کہا ہے یا کیا ہے۔ اپنے مایہ ناز مانگ لیا اور دوران سر کے ماتحت کیا ہے۔ ورنہ صحیح المزاج ایسے متضاد اور مشتبہ اقوال سے ضرور اجتناب کرے گا۔

اس موقع پر مرزائی الزامی طور پر جواب دیا کرتے ہیں کہ اگر مخالفین نے

مرزا قادیانی کو مجنون یا محفل الدماغ کہہ دیا ہے تو یہ سب کچھ آپ کی صداقت کا نشان ہوگا۔ کیونکہ آپ کو بذریعہ الہام کہہ دیا گیا ہے کہ: ”ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل“ تجھے یہ لوگ وہی گالیاں دیں گے اور وہی اتہام لگائیں گے جو پہلے انبیاء کے بارے میں کہتے تھے۔ اس عذر کی تردید میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کبھی ہم نے مرزا قادیانی کو مجنون کا خطاب نہیں دیا۔ کیونکہ مراق اور جنون ایک ہی ہوتے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ مراق کمزور ہوتا ہے اور جنون میں مراقیہ علامات نہایت شدت سے ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو مراقی کہنا گویا مجنوں کہنے کے مساوی ہے۔ لیکن اس عذر کی تردید یوں ہو سکتی ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نے اپنے مراق یا جنون کا خود اقرار نہیں کیا اور مرزا قادیانی خود اقرار ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو اپنی صداقت کا نشان بتلاتے ہیں تو پھر مرزا قادیانی کی حالت کو دوسرے انبیاء کی حالت پر قیاس کرنا کیوں جہالت نہ ہوگا؟ قرآن شریف میں سورہ سبا کھول کر دیکھو اس میں آپ کو صاف نظر پڑے گا۔ ”قل انی اعظکم بواحدۃ.....“ یا رسول جو لوگ آپ کو دیوانہ یا مجنون کہتے ہیں ان سے صرف ایک امر کا مطالبہ کرو کہ ایک ایک یا جماعت بن کر میرے دماغ کی تشخیص کرو کہ آیا میرے دماغ میں جنون تو نہیں ہے؟

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو اس پڑتال کی جرأت نہ ہوئی اور ان کا زبانی دعویٰ غلط ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کے دماغ میں فتور آ گیا ہے۔ آیا مرزا قادیانی نے بھی جو اپنے آپ کو حضور ﷺ کا ظہور ثانی بتلاتے ہیں کبھی اپنے تصانیف میں اپنے مراق اور اختلال دماغ کی نفی میں کوئی چیلنج دیا ہے کہ کوئی ثابت کرے میں (مرزا قادیانی) پاگل نہیں ہوں؟ بلکہ یہاں تو فخریہ طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارا دماغ ٹھیک نہیں ہے اور ساتھ ہی ظہور ثانی کا دعویٰ بھی ہے اور یہ اجتماع ضدین بھی اہل حق عقل کے نزدیک ناممکن ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کے عہد میں یا بعد میں جن لوگوں نے دعویٰ مہدویت یا ادعائے نبوت کیا ہے ان کو تو یوں کہہ کر ٹال دیتے رہے کہ وہ پاگل تھے اور ان کا دماغ صحیح طور پر کام نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ ان کا اپنا اقرار موجود نہ تھا کہ وہ مراقی ہیں۔ مگر مرزا قادیانی خود اپنی دیوانگی کا اقرار کرتے ہیں اور یہ مریدان کی تصدیق کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاید تصدیق کنندگان بھی ایسے ہوں گے۔

(بدر ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۴) میں منشی احمد حسین احمدی لکھتے ہیں کہ پیسہ اخبار میں عبدالعزیز تھامیری نے خلیفہ وقت ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو میں نے وہ دعویٰ پاؤں سے ٹھکرا کر دور پھینک دیا

اور مسکرا کر کہا کہ ایسے مختل الدماغ (مراقی) کی بے جوڑ باتوں پر کون توجہ دے سکتا ہے؟ افسوس کہ غشی صاحب کو مرزا قادیانی کے مراق پر اطلاع نہ تھی اور اگر تھی تو اپنا دماغ درست نہ تھا۔ ورنہ کبھی بھی مرزا قادیانی کی بیعت میں داخل نہ ہوتے اور کسی وقت بھی اخبار بدر میں دوسروں کی تفحیک شائع کرنے میں جرأت نہ کرتے۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ ان کی اشاعت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مرزائیوں نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مراقی کا قول معتبر نہیں ہے۔ لیکن یہ عمل پیرا نہیں ہوئے۔

۴..... بروز، ظل، انعکاس اور تناخ

مرزائی تعلیم کا کافی طور پر ایک پر مغز مطالعہ کرنے والا یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزائی مذہب کے بانی نے پہلے صرف صوفیائے کرام میں اپنی جگہ لی تھی۔ اس کے بعد آپ نے مہدی دوران، مصلح، منذر اور مامور من اللہ بننے کا دعویٰ کیا تھا اور جب لوگوں میں اس کی پوری شہرت ہو گئی تو مسیح محمدی اور مثیل عیسیٰ علیہ السلام بلکہ مثیل جملہ انبیاء علیہم السلام کا نعرہ لگا دیا اور آخر جب مریدوں میں مقبولیت کی استعداد کافی طور پر نظر آئی تو خالص نبوت کا دعویٰ شائع کر دیا۔ مگر جب مرزا قادیانی کا اپنا اقرار موجود تھا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ آخرا لانبیاء ہیں تو اپنی نبوت کے لئے کئی بہانے سوچ لئے۔

اول..... یہ کہ مسیح محمدی جب مثیل مسیح ناصری ہے اور جب مسیح ناصری کو نبی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی (مثیل مسیح) کو بھی نبی تسلیم کرنا پڑے گا۔

دوم..... یہ کہ ختم رسالت کا دعویٰ اس صورت میں ممنوع ہے کہ مدعی نبوت اسلام کو مٹانے کے لئے نبوت جدید پیش کرے نہ کہ وہ نبی بھی حکم امتناعی میں داخل ہوگا۔ جو اسلام کی تائید میں اپنی نبوت پیش کرتا ہو۔

سوم..... یہ کہ کمال اتباع نبوی کی وجہ سے میں اور محمد یک ذات ہو گئے ہیں۔ اس لئے جو نبوت محمدی ظہور اول میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ وہی نبوت ظہور ثانوی میں نمودار ہوئی ہے۔ یعنی نبوت محمدیہ کے لئے دودفعہ ظاہر ہونا مقدر میں لکھا تھا۔ اس لئے نبوت قادیانی خود نبوت محمدی ہے۔ کوئی غیر نبوت نہیں ہے۔

چہارم..... یہ کہ لفظ خاتم النبیین اور حدیث نزول مسیح کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب میں مدعی الہام (نبی) کا موجود ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ مگر اسلام میں جزو نبوت کے ماتحت سلسلہ وحی والہام جاری رکھا گیا ہے جو مسیح کے نام سے اخیر زمانہ میں پایا جائے گا۔ اس لئے نبوت قادیانیہ کا استثناء موجود ہے۔

پنجم..... یہ کہ قادیانی نبوت، نبوت محمدی کا ظل اور سایہ ہے۔ یا یوں کہو کہ مرزا قادیانی کا آئینہ دل بالکل صاف ہو گیا تھا۔ جس میں نبوت محمدیہ کا پورا نقشہ اور مکمل فوٹو کھینچ گیا تھا۔ اس لئے یہ نبوت بھی ختم رہا۔ الت کے برخلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس کا بروز ظل اور عکس ہے اور صوفیائے کرام کے نزدیک ایسی نبوت کا اعتراف بھی موجود ہے۔

ششم..... یہ کہ جزوی نبوت اور نبوت کا چالیسواں جزو قیامت تک باقی ہے۔ جس سے مراد مبشرات و منذرات ہیں۔ جو کثرت مکالمہ کے حاصل کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں اور رویائے صادقہ مثل فلق الفجر و نمائے صدق و صفاء ہو کر نبوت بن جاتے ہیں۔

ہفتم..... یہ کہ کثرت مکالمہ کا نام ہی ہم نے نبوت رکھ لیا ہے۔ ”وَلِكُلِّ انْ يَصْطَلِحَ وَلِكُلِّ امْرٍ مَا نَوٰى“ اور یہی مراد محدثیت سے ہے۔ جس کا اجراء اور امکان احادیث کے رو سے ثابت ہے اور حضرت عمرؓ کو بھی محدث سمجھا گیا ہے۔

بہر حال اس قسم کے حیلوں اور بہانوں سے مرزا قادیانی نے ختم رسالت کا روڑہ اپنے راستہ سے نکال دیا اور لوگوں کو ایسے گورکھ دہندے میں پھنسا دیا کہ اگر اس کا ایک کندہ کھولتے ہیں تو دوسرا سامنے آ جاتا ہے۔ آخر کب تک کھولتے جائیں گے اور آخر میں کم از کم یہ تو کہنا پڑے گا کہ مرزا قادیانی کا اذعا بھی کچھ معنی رکھتا ہے۔ جس کی تردید کوئی آسان امر نہیں ہے۔ لیکن جو شخص اسلامی تعلیم کی تصریحات پر سرسری نظر بھی رکھتا ہے۔ اس کے سامنے یہ تمام عذر بدتر از گناہ ہیں اور ان کا اعلان اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ:

۱..... مسیح محمدی اور مسیح ناصری الگ الگ تسلیم کرنا اسلامی تصریحات کے خلاف ہے اور آج تک کسی آیت یا حدیث میں اس کا ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ تفریق مرزا قادیانی کی دماغی سوزی کا نتیجہ ہے اور بس! اب اس اختراعی بنیاد پر جو دیواریں اوپر اٹھائی جائیں گی سب کی سب بے بنیاد متصور ہوں گی۔

۲..... یہ عذر پیش کرنا کہ نبوت قادیانی نبوت محمدیہ کے حق میں ہے۔ اس لئے اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔ بالکل غلط ہے کیونکہ امتناع نبوت اور ختم رسالت نے تمام قسم کی نبوتوں کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے۔ مرزا قادیانی خود مانتے ہیں کہ ختم رسالت کے ماننے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی نبی خواہ نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا۔ اسی تعلیم کے بعد یہ تعلیم بھی ان پر واجب ہے کہ خواہ تابع یا آپ کے حق میں ہو یا مخالف اور ناخ اسلام ہو وہ بھی نہیں آ سکتا اور یہ تعلیم اسلام میں ابتداء سے چلی آئی ہے۔ اس اجماعی تعلیم کا خلاف صرف مرزا قادیانی نے کیا ہے اور وہ بھی صرف اپنی ذات



کئے لئے۔ ورنہ اگر دوسرے شخص کی نبوت اس معنی میں پیش کی جاتی تو ہمیں امید تھی کہ کبھی اس تعلیم سے انکار نہ کرتے۔

اس موقع پر ہمیں حدیث سازوں کا قصہ پیش نظر آ رہا ہے کہ ایک دفعہ کسی حدیث ساز سے پوچھا گیا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ جو شخص مجھ پر افتراء کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں خود ہی تلاش کر لے اور تم اس حدیث کے خلاف جھوٹی حدیثیں کیوں گھڑا کرتے ہو؟ تو حدیث ساز نے کہا کہ اس حدیث میں علی کا لفظ موجود ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے برخلاف اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر حدیث گھڑنا حرام ہے ورنہ باریک اشارہ یہ ہے کہ اگر اسلام کی خاطر یا اس کی تائید میں کوئی افتراء باندھا جائے تو جاتے ہی بہشت کا دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔ ملا علی قاریؒ شرح الشرح میں لکھتے ہیں کہ: ”افتراء“ ہر حالت میں گناہ کبیرہ ہے۔ خواہ مفید ہو یا نقصان دہ۔ اسی طرح دعویٰ نبوت ہر طرح ممنوع ہے۔ خواہ مفید ہو خواہ مضر اور یہ اصول بالکل ظاہر ہے کہ حیلہ و بہانہ سے کسی حرام کو حلال نہیں بنایا جاسکتا۔ کیا کوئی شخص زنا اور شراب کو اس لئے حلال بنا سکتا ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اخیر زمانہ میں زنا اور شراب خوری بہت ہوگی اور جب تک اس کی اشاعت یا اس کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ اس پیشین گوئی کی صداقت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے باریک اشارہ یہ ہے کہ یہ دونوں اخیر زمانہ میں حلال ہو جائیں گے۔ پس اگر مرزا قادیانی کا عذر صحیح ہے تو اس بے ایمان کا عذر بھی صحیح ہوگا۔ ورنہ ہمارے نزدیک ایسے حیلے بہانے اہل اسلام کے لئے موزوں اور مناسب نہیں ہیں۔

۳..... نبوت محمدیہ کا دودفعہ ظہور بھی اسلامی تصریحات کے صریح خلاف ہے اور اس کی بنیاد تنازع (اور روپ بدلنے) پر ہے اور اہل توحید و اہل شرک کے درمیان بھی مسئلہ امتیازی فرق رکھتا ہے۔ اگر ہم اس کو تسلیم کر لیں تو ہم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حسب تصریحات ہنودان کے راجہ مہاراجہ سارے خدا تعالیٰ کا مظہر اور روپ تھے اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسے انسان کی پرستش خلاف توحید نہیں ہے۔ اگر یہی بات صحیح تھی تو مرزا قادیانی جب تھوڑی دیر کے لئے خدا بن گئے تھے۔ تو مریدوں کو کیوں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے سجدہ کرو اور میری ہی پرستش سے نجات حاصل کرو۔ مگر ایسا کرنے سے مرزا قادیانی خود محتر ز رہے۔ کیونکہ ان کے ضمیر نے خود ان کو بتا دیا تھا کہ ایسے شطیحات کا کچھ خیال نہیں کیا جاسکتا اور اس قسم کے زلیات اعتقادی مسائل میں کارآمد نہیں ہوا کرتے۔ ان سے صرف اتنا ہی فائدہ ہوتا ہے کہ مریدوں نے سن کر اپنا مال و جان قربان کر دیا اور

بس! اور یہ خیال کرنا کہ: ”واخرین منهم لما يلحقوا بهم“ سے اشارہ سمجھ میں آتا ہے کہ آخر زمانہ کے لوگوں میں نبوت محمدیہ کا ظہور ثانوی ہوگا۔ جس سے آخری زمانہ کے مسلمان صحابہؓ کے درجہ تک پہنچ جائیں گے اور وہ یہی جماعت قادیانیہ ہے۔ بالکل غلط ہے کیونکہ اس قسم کے خیالات کا پیدا کرنا قرآن شریف میں تحریف کہلاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں اس کا وہ معنی تسلیم کرنا ہوگا جو اسلام کے کسی اصول کے مزاحم نہ ہو اور اس کی بنیاد اسلامی دیوار کو بیخ و بن سے نہ گرا دیتی ہو یا اس سے اسلامی عمارت کو کسی کا خطرہ پیدا نہ ہو۔ بلکہ ایسے مضمرات سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کا مفہوم جو بھی پیش کیا جائے اس کی منقولی سند میں کسی معتبر ہستی کا قول پیش کیا جاسکے۔ تاکہ تحریف و تنسیخ کے الزام سے مخلصی ہو۔ کیا اب مرزائی کوئی منقولی سند اس موقع پر پیش کر سکتے ہیں؟ ورنہ اگر اس قسم کی کج بحثی شروع کی جائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبوت محمدیہ کے ظہور ثانی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں خود رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود رہتے ہیں۔ ”واعلموا ان فیکم“ رسول اللہ سے یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے اور اگر انسان بالکل ہی آزاد ہو جائے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ رسول علیہ السلام تو ہر ایک مسلمان کے دل میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے دل کا حکم وہی ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہوگا اور اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ انسان کو اپنی قلبی نبوت ہی کافی ہے۔ کسی دوسری نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا مرزائی اس قسم کے واہیات موسیٰ کافی کو جائز رکھیں گے؟

۴..... اس موقع پر مرزا قادیانی کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں اور محمد ایک ہیں۔ اس لئے محمد کی نبوت محمدؐ کے پاس ہی رہی۔ کیونکہ پہلے تو آدمیوں کا مختلف شخصیات رکھتے ہوئے ایک ذات ہو جانا ہی قرین قیاس نہیں ہے۔ بالخصوص جب کہ ایک وفات پا چکا ہو اور دوسرا زندہ ہو تو ایسے دونوں میں اتحاد جسمانی بالکل ناممکن ہوگا۔ اگر بالفرض آنکھ بند کر کے ہم مان بھی لیں کہ مرزا قادیانی ترکی النسل، رسول اللہ ﷺ عربی النسل سے متحد بالذات ہو بھی گئے تھے تو کیا اس سے صرف نبوت کا ہی حق حاصل ہوا تھا۔ اس کے سوا حرمین شریفین اور عرب کی سلطنت پر بھی آپ کو کیا دوبارہ قبضہ کرنا ضروری نہ تھا؟ دوسری دفعہ قرآن شریف کا نزول کیوں نہ ہوا؟ قبائل عرب سے دس سال متواتر اور لگا تار لڑائی کیوں نہ کی؟ مساوات کو اپنی تعلیم میں کیوں نہ لیا۔ تحفہ قیصریہ کی بجائے سلاطین غیر اسلام کو تبلیغی پیغام کیوں نہ پہنچائے وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ مرزا قادیانی کی زندگی حضور کی زندگی کا تیسرا حصہ ہے جو مکی اور مدنی زندگی کے بعد ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی اور گویا رسول خدا ﷺ دوسرے جنم میں قادیان تشریف لے آئے تھے

(معاذ اللہ) ہم کہیں گے کہ اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ مرزا قادیانی جب مر گئے تھے تو روضہ نبویہ جو ہڑ کے کنارے قادیان میں قرار پایا تھا اور مدینہ منورہ تب خالی ہو گیا تھا۔ (معاذ اللہ) کیا کوئی ذی عقل ایسے فضول خیال کو تسلیم کر سکتا ہے؟

ہمیں افسوس ہے کہ مرزائی پارٹی جب معراج جسمانی، حیات مسیح، صعود مسیح، احیاء موتی اور دوسرے خرق عادت معجزات کو قرین قیاس نہیں سمجھتی تو اس بے بنیاد کلام کو کس طرح تسلیم کر بیٹھی ہے کہ مرزا قادیانی اور حضور ﷺ ایک ہی ہو گئے ہیں۔ اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ وفات مسیح کے ثبوت میں تو بار بار یوں کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے کوئی مردہ اس دنیا میں واپس نہیں آ سکتا۔ تو پھر رسول خدا ﷺ کیسے واپس آ کر مرزا قادیانی سے متحد بالذات بن گئے؟ اور اگر یوں کہا جائے کہ حضور کی روح یہاں قادیان میں آ گئی تھی تو تنازع کا عقیدہ ہوگا اور اگر یوں کہا جائے کہ آیا کچھ نہ تھا تو صرف فرط محبت سے مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو فقط ایک دفعہ خیال کر لیا تھا کہ میں اور حضور ایک ہو گئے ہیں تو ہم بھی کہیں گے کہ اس وقت مراق کے سبب انجرات شدت سے ضرور سر کو چکر آ رہے ہوں گے۔ ورنہ کوئی عقلمند ایسا قول شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تعجب کی بات ایک اور بھی یہاں پیدا ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی (آئینہ کالات اسلام ص ۴۳۹، خزائن ج ۵ ص ۴۳۹) میں خود کہہ چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح حرکت کرتے کرتے مجھ میں آ گئی تھی۔ اب یہ تنازع بھی نہ ہوا۔ کیونکہ اس میں صرف ایک روح چکر لگاتی ہے اور یہاں مرزا قادیانی کے جسم میں تین رو میں جمع ہو گئی ہیں۔ خود ایک مرزا قادیانی کی روح، حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اور حضرت رسول کریم ﷺ کی روح۔ اگر کتاب نزول المسیح اور درمبین کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم نہیں کس کس کی روح مرزا قادیانی کے بدن میں حلول کرتی تھی۔ اس لئے ہمیں خیال آتا ہے کہ مرزا قادیانی نے حلول جسمانی اور حلول روحانی دونوں کو تسلیم کیا تھا۔ جس کو سوائے ان چند دشمنان عقل کے کسی نے تسلیم نہیں کیا تھا کہ جن کو نصیریہ یا اسماعیلیہ فرقہ کہتے ہیں اور اہل اسلام نے ان کو پوری ہمت خرچ کر کے صفحہ روزگار سے مٹا دیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس زہریلی ہوا کے جراثیم قادیان میں آ نکلے تھے۔ جہاں چاروں طرف حلول ہی حلول نظر آتا ہے۔ وہاں جا کر دیکھئے آپ کو بیت المقدس، جنت البقیع، مکہ معظمہ، مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح، کوفہ، خارجی، شیعہ اور قوم یزید سب کچھ بروزی طور پر نظر آئے گا۔ ایسے سادہ لوحوں کو کس کس جگہ میں متنبہ کیا جائے۔ آدے کا آدہ ہی بگڑا ہوا ہے۔ کوئی کس کس بات کا جواب دے اور کس کس کو سمجھائے۔ (مصرعہ) ہر بن موئے زخم شد پونہ کجا کجا نہم؟

۴..... یہ امر بھی تصریحات کے خلاف ہے کہ قادیانی نبوت کا استثناء موجود ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کہاں ہے؟ مرزا قادیانی سے پیشتر جس قدر بھی اسلامی تعلیم موجود ہے اس میں کہیں نہیں آیا کہ قادیانی نبوت کا استثناء صحیح مانا گیا ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ جزو نبوت باقی تھی تو اس سے تمام امت بہرہ ور ہوتی رہی ہے۔ مرزا قادیانی کو خصوصیت کہاں سے آگئی تھی کہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ مجھے نہ ماننے والے حرامزادے ہیں اور یہ کیوں کہہ دیا تھا کہ۔

داد آں جام را مرا تمام

پہلے لوگ جو جام نبوت سے تھوڑا بہت حصہ لیتے رہے۔ مگر مجھے سارا جام مل گیا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اتحاد ذاتی کی وجہ سے ساری کی ساری نبوت جناب میں منتقل ہو گئی تھی۔ اس لئے نبوت کا اعلان کیا گیا۔ بہر حال پہلے پہل یہ کہنا صرف تمہیدی اشاعت تھی کہ مجھ میں جزو نبوت ہے۔ بعد میں یہ راز کھل گیا کہ ساری نبوت بھی آگئی ہے۔ اگر ۱۹۰۱ء تک مرزا قادیانی کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ آپ ادھوری نبوت کے مالک ہیں یا پوری نبوت کے؟ کیا کوئی مرزائی کوئی ایسا نبی پیش کر سکتا ہے کہ جس نے حسب تصریحات قرآن وحدیث تدربگی طور پر آہستہ آہستہ نبوت حاصل کی ہو اور ایسا بے خبر رہا ہو کہ جب تک کسی مرید نے نہیں پوچھا۔ جناب کو اپنی خبر ہی نہیں کہ میں کیا ہوں؟ پورا ہوں کہ ادھورا؟

۵..... یہ بہانہ کرنا بھی بے محل ہے کہ مرزا قادیانی آئینہ کی طرح شفاف ہو گئے تھے۔ جس میں تمام انبیاء کا فوٹو اتر آیا تھا۔ اس لئے وہ تمام انبیاء کا عکس ہو گئے تھے اور عکسی نام رکھ لیا تھا۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ شیشہ میں کثیف اشیاء کا عکس پڑتا ہے۔ لطیف اشیاء کا فوٹو نہیں لیا جاسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک ایسی جماعت بھی خلاف تجربہ عقیدہ رکھتی ہے کہ مرزا قادیانی تو لطیف تھے اور باقی انبیاء بالخصوص حضور علیہ السلام کثیف جسم کے مالک تھے۔ ہاں اگر تعاکس یا انجلاء کا لفظ استعمال کیا جاتا تو پھر بھی کسی حد تک قرین قیاس ہوتا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ باوجود اس کے جناب کو حضور کی غلامی کا بھی دعویٰ ہے اور مرزا محمود نے تو کہہ دیا ہے کہ مرزا قادیانی افضل المرسلین تھے؟ ایچ پیج کی ضرورت نہیں رکھی اور دیکھئے کہ یہ استدلال ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی میں فوٹو آ گئے تھے اور روح کوئی نہیں آئی تھی اور استدلال سابقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے جسم میں روہیں آئی تھیں۔ اس لئے دونوں استدلال متناقض ہوئے اور دعویٰ نبوت کا ثبوت پیش نہ ہوا۔ کیا کوئی مرزائی اس متخالف بیانی کو اٹھائے گا؟ اس بہانہ کی تصحیح کے لئے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں کہ جنہوں نے مرزا قادیانی کی طرح بروز

نبوت اور ظل رسالت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو نبی اور ظل الہی ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اپنے دیوان میں لکھتے ہیں کہ:

من نے گویم انا الحق یار میگوئد گو  
چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوئد گو

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوہ طور میں آگ سے یہ آواز نکلی تھی کہ:  
”انسی انالہ“ تو تار محبت سے جو جسم بایزید میں ہے۔ ”انسی انالہ“ کی آواز کیوں نہیں نکل  
سکتی۔ ایک صوفی (مولانا رومؒ) کا قول ہے۔

فارغم از کبرد کینہ واز ہوا  
من خدام من خدام من خدا  
اللہ اللہ اللہ گفتہ اللہ میشود  
ایں سخن حق است واللہ میشود  
میتواں موسیٰ کلیم اللہ شدن  
از ریاضت میتواں اللہ شدن

(کتاب سیف ربانی ص ۱۰۰، مصنفہ محمد علیؒ) میں ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں  
کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار مجھے ایسا محو کر دیا کہ میں یوں کہہ رہا تھا کہ: ”لو کان موسیٰ حیاً لما  
وسعه الا اتباعی“ تو مجھے معلوم ہوا کہ میں فنا فی الرسول ہوں۔ پھر ایک دفعہ مجھو ہوا تو میں کہہ رہا  
تھا کہ: ”انا سید ولد آدم ولا فخر“ جس سے معلوم ہو گیا کہ میں اس وقت محمدؐ بن گیا تھا۔  
ورنہ ایسے لفظ بطور دعویٰ مجھ سے ظاہر نہ ہوتے۔ ایک دفعہ آپؐ نے اپنے مرید سے فرمایا تھا کہ:  
”اتشهد انی محمد رسول اللہ“ تو مرید نے اس کی تصدیق کی تھی۔

(تذکرہ غوثیہ ص ۲۹۱) میں ہے کہ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے ایک مرید سے کہا تھا کہ یوں کہو:  
”لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ“ اس نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے اس کی محبت توڑ ڈالی۔  
فیض سبحانی میں مذکور ہے کہ جس کا قلب بالکل صاف ہو جاتا ہے وہ نبی کی مانند ہو جاتا ہے۔ اس  
سے کم درجہ کا صحابی بنتا ہے اور اس سے کمزور تابعی بنتا ہے۔ اسی طرح یہ شعر بھی ہیں کہ جن سے ہمارا  
مطلب بخوبی ثابت ہو سکتا ہے۔ شاہ نیاز احمد دہلویؒ:

احمد ہاشمی منم، عیسیٰ مریم منم  
نہ منم منم، نہ من منم، نہ منم منم

خواجہ معین الدینؒ:

و مبدم روح القدس اندر معیے میدم  
من نہ میدانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

حافظ شیرازیؒ:

فیض روح القدس، زبازدو فرمائید  
دیگراں ہم بکنند آنچه مسیحا میکرد

مولانا رومیؒ:

چوں بداری دست خود درد ست پیر  
بہر حکمت کو علیم ست وخبیر  
او نہی وقت خویش است اے مرید  
تا ازو نور نبی آید پدید  
مکرکن درکار نیکو خدمتی  
تانبوت یابی اندر امتی  
ہچو مریم جال ازاں آسیب جیب  
حاملہ شد از مسیح دلفریب

مجدد الف ثانیؒ:

پنچہ در پنچہ خدا دارم  
من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

شاہ سلیمان تونسویؒ:

در خلوت گدایاں مرسل کجا بگنجد  
بابرگ بینوائی ساماں شد است مارا  
امروز شاہ شاہاں مہماں شد است مارا  
جبریل یا ملائک درباں شد است مارا

میرا سلسلہ ارادت خدا تعالیٰ سے ملتا ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ نہیں۔ اس

لئے میں رسول اللہ کا تابع بھی ہوں اور آپ کا پیر بھائی بھی۔ (مکتوبات مجدد ج ۳ ص ۱۲۷)

اور قرب نبوت اور ولایت میں ایک امتی نبی کریم ﷺ کا شریک ہو سکتا ہے۔

(مکتوبات ج ۳ ص ۱۲۳)



چونکہ آپ کی نبوت قیامت تک ہے تو علمائے امت کو انبیاء کے قائم مقام کر دیا ہے۔  
 تحصیل نبوت کی خصوصیت اسی امت میں ہے اور اسی وجہ سے اس کو خیر الامم (بہترین امت) کا  
 لقب ملا ہے اور چونکہ وجود انبیاء کے لئے وجود علماء کافی سمجھا گیا ہے۔ اس لئے ہر ایک صدی کے  
 سر پر ایک مجدد کا بھیجنا مقرر ہوا ہے جو دین کو تازہ کرتا ہے۔ نبی اور تابعی نبی میں کسی وقت ایسا اشتباہ  
 ہوتا ہے کہ امتیاز مشکل ہو جاتا ہے اور شیر و شکر کی طرح آپس میں مل جاتے ہیں اور فرق ہے تو  
 صرف یہی کہ ایک تابع ہے اور دوسرا متبوع۔ کبھی ایک امتی حضور ﷺ کا ظل ہو کر وہاں داخل  
 ہو جاتا ہے جہاں کہ آپ داخل تھے۔ اس لئے براہ راست خدا سے تعلق پیدا کر لیتا ہے اور جناب کا  
 پیر بھائی بن جاتا ہے۔ اگر ختم نبوت نہ ہوتا تو قیامت تک بھی لوگ نبوت قائم رکھتے۔ (مقدمہ  
 صراط مستقیم مولوی اسماعیل شہید) منصب نبوت حقیقت ہے اور منصب امامت اسی کا ظل ہے۔ یہ  
 وہ مقام ہے کہ جس کو فاتح الامتہ اور خاتم النبوة کہا جاتا ہے اور امتی تابعداری سے شبیہ اور مثل بنتے  
 ہیں اور ان کو فاتحین و خاتمین کہتے ہیں۔ شیخ عبد اللہ کوٹھوی پشاوری کو الہام ہوا۔ ”یا ایہا النبی  
 اتق اللہ • لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (نظم الدر ص ۱۰۰) الشیخ  
 فی قومہ کالنبی فی امتہ (نظم الدر ص ۱۰۲)“ انسان جب نور نبی تک پہنچ جاتا ہے تو  
 اس کا عین ہو جاتا ہے۔ پھر فتانی الرسول کے بعد فتانی اللہ تک جا پہنچتا ہے۔ نبوت عامہ کی طرف  
 اولیاء بھی پہنچ جاتے ہیں اور ان کو بھی انبیاء کہا جاسکتا ہے اور نبوت تشریفی اگرچہ ختم ہو چکی ہے مگر  
 صلحاء کو وہ منصب عطاء ہو جاتا ہے۔ (بحر العلوم شرح مثنوی ج ۶) لانی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ: ”لا  
 نبی متشرع بعدی ولا رسول کذلک (یواقیت ج ۲ ص ۲۳)“ بے شک خدا تعالیٰ نے  
 تنزیل احکام کا دروازہ تو بند کر دیا ہے مگر علوم احکام کا نزول بند نہیں کیا۔ (یواقیت ج ۲ ص ۲۶)  
 ”السابقون السابقون“ وہی ہیں جو درجہ انبیاء میں پہنچ گئے ہیں۔ (تفسیر نیشاپوری) ولایت  
 ظل نبوت ہوتی ہے۔ (شرح فتوح الغیب ص ۱۳) خلیفہ رہنمائے اسلام حکماً نبی ہوتا ہے۔ (منصب  
 الامتہ) مسلم صادق وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام سے مشابہ فی الاحوال ہو اور اطلاع علی الغیب سے  
 ممتاز ہو۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۱۹) جو شخص منصب رسالت حاصل کرنے میں کوشش کرے تو اس پر  
 رسالتہ ثانویہ کا فیضان ہو جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کو الہام ہوا تھا کہ آپ پر ولایت کا خاتمہ ہے اور آپ  
 کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور آپ کا قدم اصحاب الکمال کے گردن پر ہے۔

(تذکرہ غوثیہ ص ۱۳۷) میں لکھا ہے کہ حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ میرا جھنڈا قیامت کے

دن تمام انبیاء کے جھنڈوں سے اوپر ہوگا۔ وہ خود خدا ہے۔ اس لئے ”لواء الہی لواء نبوی“

سے برتر ہوگا۔ کسی نے پوچھا کہ عرش کیا ہے کہا کہ میں ہوں۔ لوح و قلم کیا ہیں کہا کہ وہ بھی میں ہوں..... اخیر میں فرمایا کہ جو شخص فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ سب کی حقیقت بن جاتا ہے۔

(خزینۃ الاسفاء ص ۶۱۳) میں ہے کہ مجھے تمام مبالغین کی اطلاع دی گئی ہے اور ان کو آگ سے نجات مل گئی ہے اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امام مہدی میرے ہی سلسلہ نقشبندیہ میں ہوں گے۔ (مکتوبات مجددیہ ج ۲) میں ہے کہ مجدد مائتہ اور مجدد الف میں اتنا فرق ہے جتنا کہ سوار ہزار میں ہوتا ہے۔ اس لئے مجدد الف تمام فیوضات کا مصدر ہے۔ اگرچہ ابدال، اقطاب اور نخباء بھی موجود ہوں۔ پھر (مکتوبات مجددیہ ج ۳ ص ۱۰۶) میں فرماتے ہیں کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے ایک پرچہ مجھے عنایت فرما کر مہر لگا دی کہ جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ: ”تم مقام شفاعت میں پہنچ گئے ہو اور تم میرے بیٹے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔“

(تذکرہ غوثیہ ص ۴۶) میں مذکور ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے کہا کہ میں درجہ ولایت کی آخری سیڑھی پر پہنچ گیا ہوں اور نبوت کے ابتدائی درجات طے کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے کوشش کی تو ایک نبی کی حد تک پہنچ گیا۔ حضرت سلیمانؑ تو نسویؒ کی تعریف میں (مناقب النجوبین ص ۲۳۹) میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی معجزہ تھا کہ: ”قم باذن اللہ“ اور تم نے اپنے دم سے کئی ایک روحیں زندہ کر ڈالی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو خدا کو ایک مرتبہ ہی دیکھا تھا اور بیہوش ہو گئے تھے اور تم تو اسے ہر وقت دیکھتے ہو اور مسکراتے ہو تم تو ذات مطلق کے نور ہو۔ نور العالمین ہو۔ کرسی، عرش، لوح و قلم، سب کچھ تمہارے نور کا مظہر ہے۔ تم ہی ٹمس ہو تم ہی قمر ہو۔ تم ہی نور علیٰ نور ہو تم ہی نور محمدی ہو اور تمہاری انگوٹھی خاتم الولایہ ہے اور اس کو نبوت کا رتبہ حاصل ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

### قصیدہ روجیہ

وقد من بالتصريف في كل حالتي  
واسكرني حقبا فهمت سكرتي  
وكل ملوك العالمين رعيتي  
وان شئت افنيت الانام بلحظي  
كذا العرش والكرسي في كف قدرتي  
واقطابها من تحت حكم اطاعتي

شهدت بان الله واني ولايتي  
سقاني ربي من كوس شرابه  
وملكني امر الجنان وما ماحوث  
وشاؤس ملكي صار شرقاً ومغرباً  
وشاهدت مافوق السموات كلها  
وكل بلا والله ملكي حقيقة

ولى نشأتى فى الحب من قبل آدم  
 وفى حاننا ادخل ترى الكاس دائراً  
 انا قادر فى الوقت قطب مبجل  
 وفقت على من يدعى الحب والهوى  
 نعم نشأتى فى الحب من قبل آدم  
 انا كنت فى العلياء نور محمد  
 انا كنت مع ادريس لما ارتقى العلى  
 انا كنت مع نوح لفلک اذ اجرت  
 وكنت بابراهيم ملقى بناره  
 وكنت مع الايوب فى زمن البلا  
 وكنت باسما عيل فى الذبح شاهداً  
 انا كنت مع يعقوب فى حزن يوسف  
 وكنت بموسى فى مناجاة ربه  
 انا كنت مع عيسى لفى المهد ناطقاً  
 انا كنت بدء القدس فى علم خالقى  
 ومن قبل قبل الان فى درج العلى  
 نظرت الى الدنيا جميعاً وجدتها  
 واعطافى الرحمن من علم غيبه  
 فلا منبر الاولى فيه خطبة  
 مريدى تمسك بى وكن بى واثقاً  
 واعلم موج البحر احصى عداها  
 واوصيكموا لا تقعدوا بتكبر  
 وما قلت هذا القزل نكراً و نما  
 ولا قلت حتى قيل لى قس ولا تخف  
 ووالله تى دهراء بنيت محمد  
 وجدى رسول الله طه محمد

وسيرى سرى فى الكون من قبل نشأتى  
 على سائر الاقطاب صحت ولايتى  
 وما شرب العشاق الا بقيتى  
 تطوف بى الاملاك فى حين حضرتى  
 وقربنى المولى ففرت بدولتى  
 بمكنون علم الله قبل نبوتى  
 واسكنة الفردوس احسن جنبتى  
 بحاراً وطوفاناً على كف قدرتى  
 فما برد النيران الا بدعوتى  
 وما برحت بلواه الا بدعوتى  
 وليس نزول الكيش الا بفديتى  
 وما برئت عيناه الا بتفلىتى  
 وانا عصاه من عصائى استمدت  
 واعطيت داؤه آ احلاوة نعمتى  
 انا الاخر المبعوث فى سرمديتى  
 مقيماً وفى الفردوس مسموع كلمتى  
 كنحرولة فى وسط كفى وراحتى  
 ثمانين علماً غير علم حقيقتى  
 ولا مسجد الاولى فيه ركعتى  
 فاحميك فى الدنيا ويوم قيمتى  
 واعلم رمل الارض كم هى رملتى  
 واوصيكموا مشى الطريق الحميدتى  
 اتى الاذن حتى تعرفون حقيقتى  
 نأى ولى الله فى كل حالتى  
 الى حيدر دامت به كل بركتى  
 انا عبد نادر شيخ كل طريقتى

میریدی تمسک بی وکن بی واثقاً  
 انا قانع الکفار بالسر دائماً  
 وکلی بامر الله ان قال قل اقل  
 وامری امر الله ان قلت کن یکن  
 ومن حدثته نفسه بتکبر  
 فصلوا علی خیر البریة احمد  
 فی الخلق عین الحق ان کنت ذاعین  
 وان کنت داعقل وعین فماتری

بایزید سبحانی ما اعظم شانی

نست اندر جبہ ام غیر از خدا  
 بامریے آل فقیر محتشم  
 گفت متانہ عیاں آل ذوالفقون  
 انبیاء واولیاء حیراں شدہ دو حضرتش  
 عیسیٰ وموسیٰ چه باشد چاکران حضرتش  
 جان ابراہیم مجنون گشت اندر شوق او  
 احمدش گوئند کہ داشوقاً لنا اخوانا  
 نیست آل کس کو چنین مردی کند اندر جہاں  
 ہر کہ نام شمس تبریزی شنید اندر جہاں  
 ہر لحظہ بشکل ال بت عیار برآمدل برو نہاں شد  
 اے قوم کج رفتہ کجائید کجائید  
 آنہا کہ طلب گار خدائید خدائید  
 خود پیغمبر شد وپیام آورد  
 خود کند ساز ہر گناہ کہ ہست

اس استدلال کا جواب یوں ہے کہ

..... صوفیائے کرام کے نزدیک وحدت وجود کا مسئلہ کسی حد تک قابل تسلیم سمجھا

گیا ہے۔ جس میں وہ نہ صرف اپنا اتحاد ذات محمدیہ سے ثابت کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک ہر ذرہ بھی اپنے خالق سے متحد فی الذات ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں۔  
اگر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

کیا مرزا قادیانی بھی اس عقیدہ پر قائم ہیں؟ ان کے دلائل سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اپنی رسالت کے دھن میں صرف ذات رسول اور ذات الہی سے اتحاد پیدا کرتے ہیں اور جملہ کائنات سے اتحاد کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے صوفیائے کرام کے اقوال سے استدلال قائم کرنا بالکل غلط ہوگا۔

۲..... اگر ہم مان لیں کہ صوفیائے کرام نے اپنا اتحاد ذات رسول سے ثابت کیا ہے تو پھر مرزا قادیانی کے دعویٰ سے ان کا کچھ لگاؤ نہیں ہے۔ کیونکہ کسی صوفی نے آج تک کسی سے اپنی نبوت کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو اپنی نبوت کے انکار پر کافر کہا ہے۔ مگر یہاں یوں کہا جاتا ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کی نبوت میں متردد ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کا اپنے آپ کو صوفیائے کرام پر قیاس کرنا غلط ہوگا۔ جس سے ہر عقل مند کو محتر ز رہنا چاہئے۔

۳..... صوفیائے کرام نے اپنی وجدانی حالت میں جو کچھ کیا ہے۔ اس پر اپنے ایمان کی بنیاد نہیں رکھی اور نہ ہی اس کو الہام یا وحی کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جس طرح کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ (براہین احمدیہ ص ۵۵۷، خزائن ج ۱ ص ۶۶۵) میں مجھے الہام ہوا کہ دنیا میں ایک نبی (یا نذیر) آیا۔ مگر دنیا نے اس کو نہ مانا اور خدا تعالیٰ اپنے زبردست حملوں سے اس کی صداقت ظاہر کرے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت الہام پر مبنی ہے۔ لیکن صوفیائے کرام کی طرف سے صرف لطف آمیز لفظ ہی لفظ ہیں۔ ورنہ ان کے تحت میں کسی نبوت کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس لئے ان پر قیاس کرنا بالکل صحیح نہ ہوگا۔

۴..... صوفیائے کرام کا کلام اس موقع پر شرعی حجت تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کلام کو شریعت کے رو سے کچھ وقعت دی گئی ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے اور صوفیائے کرام کا کلام مطالعہ کیا جائے جو انہوں نے غیر وجدانی حالت میں شریعت کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے تو بالکل ایسے اتحاد سے مختلف پاؤ گے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ جب ان سے وجدانی حالت دور ہو جاتی تھی تو خود اس پر نادام ہو کر استغفار کرتے تھے اور بقول (بایزیدؒ) یوں بھی کہہ دیتے تھے کہ اے تم ہم سے ایسا لفظ سنو تو ہمیں روک دو۔ مگر مرزا قادیانی کے نزدیک ایسا کلام وحی خداوندی سمجھا جاتا ہے تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی مجذوبانہ حالت میں ایسا ویسا کہا کرتے تھے اور بعد میں توبہ کر لیا کرتے تھے۔

۵..... مرزائی خود تسلیم کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے اتحاد ذاتی یا انعکاس نبوت کا قول کیا ہے۔ علمائے اسلام نے اس عقیدہ کی بنیاد پر ان کے بڑے زور سے تکفیر کی ہے اور ان کو حق بجانب سمجھ کر صوفیائے کرام نہ صرف اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے۔ بلکہ ایسے فتوے تکفیر کی تصدیق بھی کی ہے۔ چنانچہ حضرت بایزید فرماتے تھے کہ جو ایسے الفاظ کہتا ہے وہ بیشک کافر ہے۔ (نجات الانس)

۶..... صوفیائے کرام کے اقوال اس موقع پر دو قسم کے ہیں۔

اول..... وہ ہیں کہ جن کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے کہ واقعی انہوں نے کہے ہیں۔ کیونکہ اشعار پیش کردہ کی بندش ظاہر کرتی ہے کہ خواہ مخواہ ان کے ذمہ تھوپ دیئے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی شان اس سے برتر تھی کہ ایسے بے محاورہ یا غلط سلف الفاظ استعمال کرتے۔ سو ایسے کلمات جو خود ہی صحیح نہیں ہیں۔ وہ قابل استدلال نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ واقعی انہوں نے ہی ایسے فقرات اپنے منہ سے نکالے تھے۔

دوم..... وہ کلمات ہیں جو انہوں نے وجدانی حالت میں آ کر بے اختیار ہو کر کہے تھے۔ ان کو اصطلاح صوفیہ میں شطیحات کہتے ہیں۔ اسی واسطے مرزا قادیانی بھی اگر اپنے اتحادی اور بروزی وغیرہ اقوال کو شطیحات تسلیم کر لیتے تو ہمیں ان پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ آج تک کسی شطیخی قول کو عقائد میں داخل نہیں کیا گیا۔

۷..... فلسفیانہ اصول کی بنیاد پر جو تحقیق مولانا بحر العلوم یا دوسرے بزرگوں نے پیش کی ہے۔ ان سب کو ملا کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صوفی اگرچہ فیضان نبوت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ مگر کسی وقت بھی وہ مجاز نہیں ہے کہ کسی طرح کی نبوت کا دعویٰ کر سکے۔ ورنہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کے ثابت کرنے میں صوفیائے کرام کے کلمات اور تحقیقات سے بروز و انعکاس وغیرہ تو پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نہیں پیش کیا جاتا کہ انہوں نے ختم رسالت کے بعد دعویٰ نبوت کو خواہ وہ کسی طرح ہی ہو ممنوع بھی قرار دیا ہے۔ اب خود ہی سوچ لیں کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔

۸..... ادعائے نبوت کے مقام پر علمائے شریعت جو واقعی وارث انبیاء ہیں۔ وہ حسب تصریحات اسلام مجبور ہیں کہ جو شخص بھی ختم رسالت کے بعد مدعی نبوت (جزوی، بروزی، انعکاسی، حدیثی، تنبی) یا خواہ کسی قسم کا مدعی نبوت ہو وہ حسب تصریحات مرزا قادیانی بھی خارج از اسلام ہے۔

خواہ خود مرزا قادیانی ہی ہوں یا کوئی صوفی ہو یا اولیائی کا دم بھرتا ہو۔ اس لئے اگر یہ ثابت کیا جائے کہ جن صوفیاء کا کلام پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے ہی مرزا قادیانی کی طرف دعویٰ نبوت کیا تھا اور اس کو الہامی رنگ چڑھایا تھا اور پھر اس کی اشاعت کر کے اپنے منکرین کو کافر، حرامزادے اور غیر انسان قرار دیا تھا تو علمائے اسلام مجبور ہوں گے کہ احترام ختم رسالت قائم رکھتے ہوئے ان کو بھی اسلام سے خارج قرار دیں۔ اس لئے ایسے استدلالات سے مرزا قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنا بالکل لا حاصل ہوگا اور بس۔

۹..... اسلامی سلطنت خاندان عباسیہ میں جب آگئی تھی تو آہستہ آہستہ ایرانی فتوحات کی وجہ سے عیاشی نے قدم جمانا شروع کر دیا تھا۔ جس کا اثر شعراء اسلام پر کافی طور پر پڑا۔ بالخصوص فارسی شعراء تو چونکہ ایران اور شیراز کے ہی رہنے والے ہی تھے۔ گو انہوں نے اسلام کے ظاہری تعزیرات سے عیاشی کا ارتکاب تو ترک کر دیا تھا۔ مگر قلم اور زبان اسی مذاق سے آشنا ضرور تھے۔ اس لئے جو بھی شعر لکھتے خواہ وہ کسی اسلام نکتہ خیال سے لکھا جاتا۔ مگر استعارات و تشبیہات وہی ہوتے جو قبل از اسلام تھے۔ اس کے علاوہ اسی عہد اسلامی میں مرتدین قرامطہ کا بڑا زور تھا۔ جا بجا ان کے نام لیو پیدا ہو چکے تھے۔ سلطنت نے ہر چند اس مذہب کو جز سے اکھاڑا۔ مگر ان کے اکھاڑے اندر ہی اندر صوفیائی رنگ میں جم چکے تھے اور ان چالاکوں سے بے خبر صوفی ان کے دام تزییر میں پھنس گئے تھے اور قرامطہ کا مسلک کسی حد تک بروز، انعکاس، حلول اور اکتساب النبوۃ کے عنوانات میں ظہور پذیر ہو چکا تھا۔ جس کا اثر اب تک بے خبری کی وجہ سے صوفیائے کرام کے ملفوظات میں موجود ہے۔ ان کو شطیحات کہا جاتا ہے۔ کسی وقت مستانہ رنگ میں اپنی مدحت سرائی کرتے اور کسی وقت جب اسلامی جذبات کا احترام دامنگیر ہوتا تو خود ہی ان سے تائب ہو کر نادام ہو بیٹھتے۔ یہی وجہ تھی کہ ان شطیحات کا وجود اسلامی عقائد اور اسلامی احکام یا اسلامی مسائل میں کہیں نہیں ملتا۔ بلکہ فقہاء تصریح کرتے ہیں کہ اگر ایک طرف جناب غوث الاعظم کا قول ہو اور دوسری طرف امام زفر کا قول ہو تو اسلامی مسائل اور عقائد میں امام زفر کا قول معتبر ہوگا اور جناب غوث پاک کا قول قابل عمل قرار نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی بنیاد شطیحات پر ہوگی۔

۱۰..... ادعائے نبوت میں قرآن و حدیث سے استدلال پیش کیا جاسکتا ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال سے استدلال قائم کرنا مفید نہیں۔ کیونکہ:

اولاً..... خود انہوں نے اپنے ذاتی خیالات کو شرعی دلیل نہیں سمجھا۔

ثانیاً..... انہوں نے اپنے خیالات کو مرزا قادیانی کی طرح الہام نہیں بتایا۔



ثالثاً..... اپنے خیالات کی بنیاد پر کسی کو صرف اس لئے کافر نہیں کہا کہ وہ ان کا منکر ہے۔

رابعاً..... علمائے اسلام نے ان کو ایسے اقوال کی بنیاد پر قابل اعتراض قرار دیا ہے۔ چنانچہ بڑے زور سے ان کی تردید ہوئی اور جو صوفیاء تائب نہ ہوئے ان کو سزائیں بھی دی گئیں۔

خامساً..... قرون اولیٰ میں شطیحات کا وجود نہیں ملتا۔ ازمنہ متوسطہ کوئی خاص اسلامی عہد تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں تعیش آ گیا تھا۔ اس وقت کی شطیحات اسلامی دلیل نہیں ہیں۔ اس کے بعد جب مسلمان اغیار کی رعایا بن گئے تو آہستہ آہستہ وہ تمام شطیحات کا استعمال کافور ہو گیا۔ چنانچہ آج جو بھی صوفیائے کرام ہیں۔ ان کے کلام میں حلول، بروز اور اکتساب نبوت یا انعکاس کا پتہ نہیں چلتا۔ اگر کسی نے آج بوجہ کمال اتباع کے الہامی یا منامی طور پر رسالت کا دعویٰ کیا ہے تو بڑے زور سے اس کی تردید کی گئی ہے اور اس کو مرزا قادیانی کے ساتھ ہی ملا دیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کے خلاف تھا اور اسلامی تصریحات اس کی تردید کرتی ہیں۔

۱۱..... عام طور پر شعراء اور صوفیاء کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں سوچا جاتا کہ شاعرانہ مذاق، بالخصوص مذاق عجمی بات کا بتکدر بنانے میں مشہور ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن صوفیاء کے شعر پیش کئے گئے ہیں۔ فی الواقع بھی ان کا یہی عقیدہ تھا۔ کیونکہ شاعرانہ رنگ میں حافظ شیرازی جیسے نادار بھی ملے و بخارا کو اپنی ملکیت سمجھ کر جو دو سہا میں دوست پر نچھاور کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اگر آن قرک شیرازی بدست آور دل مارا

بخال ہندوش بخشم سر قد و بخارا

اخیر پر یہاں ایک اور بھی شبہ پڑتا ہے کہ مرزائی پارٹی میں جب قرآن مجید کا مفہوم ایک نئے ڈھانچے میں ڈھالا گیا ہے تو بہت ممکن ہے کہ صوفیائے کرام کا کلام بھی ان چابکدست استادوں کی استادی سے نہ بچ سکا ہو۔ اس لئے ناظرین کا فرض ہے کہ صرف ان کے کہنے سے سچ نہ مان لیا کریں۔ بلکہ ان کا فرض ہے کہ صوفیائے کرام کا ان کی خود اپنی تصنیف میں لکھا ہوا دیکھیں پھر دیکھیں کہ اسی کلام کا ماقبل و مابعد کس مضمون کو ادا کر رہا ہے۔ آخر جب ہر طرح سے اطمینان ہو جائے تو پھر ہمارے دس جوابوں کی طرف متوجہ ہوں ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۶..... مرزائیوں کا اثبات نبوت مرزا قادیانی میں یہ دعویٰ بھی قابل سماعت نہیں

ہے کہ مرزا قادیانی نے لفظ نبوت سے صرف اس قدر مراد لیا ہے کہ ان کو اخبار بالغیب اور کثرت

مکالمہ سے سرفراز کیا گیا ہے اور یہ صرف اصطلاحی لفظ ہے۔ جو دوسرے مفہومات سے الگ ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی اگر صرف یہی حجت پیش کرتے تو پھر بھی ان کو ہرگز اجازت نہ تھی کہ کسی قسم کی خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کرتے۔ کیونکہ اس میں اہل اسلام کو سخت دھوکہ دہی، افساد فی الدین، خلاف تصریحات اسلامیہ اور سخت فرقہ بندی کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ وہی ہوا اور مرزائیوں نے الگ اڑھائی اینٹوں کی مسجد کھڑی کر کے اغیار کو اپنی خانہ ساز نبوت کے انکار پر اسلام سے خارج سمجھ لیا ہے۔ یہ تو اونٹ کی مثال ہے کہ سردی کے وقت رات کو ایک اونٹ نے ایک عربی سے کہا تھا کہ مجھے صرف گردن خیمہ کے اندر کر لینے دو تو عربی ذرہ پیچھے ہٹ گیا۔ پھر دو ٹانگیں بھی اندر کر لیں تو عربی کھڑا ہو گیا۔ آخر جب اونٹ سارا ہی اندر آ گیا تو عربی (مالک خیمہ) سے کہا کہ باہر چلے جاؤ تمہاری یہاں جگہ نہیں ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے آہستہ آہستہ جب پاؤں جمائے اور ایک جماعت تیار کر لی تو اخیر میں اہل اسلام کو اسلام سے ہی جواب دے دیا اور تمام اسلام پر خود ہی قابض ہو بیٹھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی پہلے سے چھپے رستم تھے اور بعض نبض شناس اہل علم براہین احمدیہ کے زمانہ سے قیاس کر رہے تھے کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔

چنانچہ ان کا یہ دعویٰ صحیح نکلا اور ایسا صحیح نکلا کہ مرزا قادیانی کی کوئی پیشین گوئی بھی ایسی صحیح نہیں نکلی اور زرا ندوزی کی ایسی گدی قائم کر گئے ہیں کہ آج قادیان پیرس کا نمونہ بن رہا ہے اور اسلامی تمدن سے وہاں روز افزوں روگردانی ہو رہی ہے اور احکام اسلامیہ کو توڑ موڑ کر معاشرت مغربیہ پر قربان کیا جا رہا ہے۔ غالباً مرزا قادیانی کا اپنی نبوت سے بھی یہی مطلب تھا جو حاصل ہو گیا ہے۔ ایک پڑھا لکھا آدمی کسی گاؤں میں گمنام ہو کر زندگی بسر کر رہا تھا۔ آخر اپنی کروٹ بدلی اور دعویٰ کیا کہ: ”میں اللہ ہوں“ یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف شہرت ہو گئی اور ایک بڑے بھاری مجمع میں جو اب دہی کے لئے پیش ہوا۔ تو بحث کے لئے صرف چند اہل علم و شناس منتخب کئے۔ خلوت میں کہنے لگا کہ میرا دعویٰ مطلقاً خدائی کا نہیں ہے۔ الا پنجابی زبان میں کچے اور بے عقل کو کہتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اللہ ہوں یہ ان کی غلطی ہے میرا کیا قصور ہے؟ اس پر تمام نے کہا کہ مولوی صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ تم نہیں سمجھ آ خر جب لوگ چلے گئے تو مدعی الوہیت نے صاف کہہ دیا کہ میں اللہ ہوں۔ علمائے اسلام بھی میرے دعویٰ کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اپنی جماعت تیار کر کے جنگ زرگری شروع کر دی اور بڑے پیر صاحب بن کر ایچ پیج کی باتوں میں خوب مال کھایا اور اخیر لوگوں کا ستیاناس کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی پہلے پہل محدثیت کا دعویٰ کیا اور اصطلاحی نبوت کا دم بھرا۔ پھر حسب عقیدہ محمودیہ نبوت میں

ترقی کرنا شروع کر دیا۔ اخیر عمر میں اپنے غیر مشروط نبی ہونے کا اعلان کر دیا اور لوگوں میں اختلافات کا دروازہ کھول کر چل دیئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

۵..... مرزا قادیانی کے مذہبی مقابلے

پہلا مقابلہ ۱۸۷۸ء جنگ تناخ

مرزا قادیانی نے سب سے پہلے آریوں سے مقابلہ کیا۔ ان کی تردید میں اخبار سفیر ہند کے ذریعہ مضامین شائع کرائے۔ جن میں زیر تنقیح یہ مسئلہ تھا کہ آیا تناخ کا مسئلہ درست ہے یا غلط؟ ۲۴ مارچ ۱۸۷۸ء میں مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ اگر آریہ یہ ثابت کر دیں کہ روہیں بے انت ہیں تو ہم ان کو پانچ سو روپیہ دیں گے۔ آریوں نے کہا کہ اگر چہ روہیں بے انت نہیں ہیں۔ مگر بوقت ضرورت ان کو کمتی سے نکال کر تناخ جاری رکھا جاتا ہے اور اس پر مناظرہ کی درخواست کی۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں ۱۰ جون ۱۸۷۸ء کو اشتہار دیا کہ مناظرہ خاص مجلس میں ہوا اور تین آدمی (دو برہمن، ایک عیسائی) منصف مقرر ہوں اور جلسہ میں صرف تین تقریریں ہوں۔ پہلے ہماری پھر آریوں کی اور آخر میں پھر ہمارا جواب الجواب سن کر مجلس برخاست کی جائے۔ یہ شرائط چونکہ یکطرفہ تھے۔ آریوں نے غالباً منظور نہ کئے اور باتوں ہی باتوں میں یہ بحث طول کھینچ گئی جس کا نتیجہ سوائے منافرت کے کچھ نہ ہوا۔

ہمیں اس موقع پر یہ دکھانا منظور ہے کہ اس وقت مرزا قادیانی اشتہاروں میں اپنا نام صرف اتنا ہی لکھا کرتے تھے کہ: ”غلام احمد ریکس قادیان“ نہ اس وقت آپ مہدی تھے اور نہ مسیح۔ اس لئے عام اہل اسلام آپ کے ہم نوا تھے اور علمائے اسلام آپ کی امداد کو تیار رہتے تھے۔ جن میں سے خصوصیت کے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا نام قابل ذکر ہے۔ پیر صاحب گولڑوی، صوفی عبدالحق غزنوی، مولوی غلام دھبگیر قصوری، مولوی غلام علی امرتسری اور خاندان لدھیانوی وغیرہ بھی اس وقت آپ کو مجاہد اسلام تصور کرتے تھے۔

دوسرا مقابلہ ۱۸۸۰ء جنگ الہامی

مرزا قادیانی کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ ہے۔ جس کی ترتیب و تالیف کے متعلق مراق مرزا میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اور اپنی ناموری حاصل کر لینے کے بعد ایک اشتہار دیا کہ جس میں اس کی نشر و اشاعت کے لئے دو طریق پیش کئے۔

اول..... یہ کہ ہر ایک مسلمان بھائی اپنی جیب سے چندہ بھیج کر شرکت حاصل کرے۔

دوم..... اشاعت سے پہلے ہر ایک دردمند اسلام پانچ پانچ روپے میں کتاب وصولیت کو قبول کرے تاکہ جس قدر تیار ہوتی جائے اس کے نام روانہ کی جایا کرے اور یوں بھی لکھا کہ اگر اغنیاء ایک دن کا خرچ جو ان کے باورچی خانہ میں ہوتا ہے بھیج دیں تو یہ کام بآسانی سرانجام پاسکتا ہے اور یوں بھی تحریر کر دیا کہ کوئی مخالف اسلام اگر اس کا جواب ان شرائط کے ماتحت دے گا جو جلد اول میں بیان کی گئی ہیں تو اس کو دس ہزار روپے انعام دیئے جائیں گے۔

بہر حال یہ کتاب چھپی اور لوگوں نے پانچ پانچ روپے پیشگی بھیج کر اپنے اخلاص کا اظہار کیا۔ مگر جب نشر و اشاعت کا وقت آیا تو اس کی قیمت بیس پچیس روپے تک بھی وصول کی گئی اور کافی روپیہ جمع ہو گیا۔ (کلمہ فضل رحمانی)

اور اس وقت تک بھی مرزا قادیانی نے کوئی دعویٰ نہیں کیا اور صرف ”خاکسار غلام احمد قادیانی“ لکھ کر مضمون ختم کر دیا کرتے تھے۔ پہلے رئیس قادیانی لکھتے تھے۔ اب خاکسار بن گئے۔ آپ کی یہ پہلی تبدیلی ہے اور اس کتاب کے اندر برہو سماج، آریہ سماج اور عیسائیوں کو خوب اشتعال اسلام کے مقابلہ میں آمادہ پیکار کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آریوں نے تکذیب براہین احمدیہ لکھی۔ جس میں اسلام پر وہ حملے کئے کہ اس سے پہلے جن کا نام و نشان تک بھی نہ تھا اور جن کا باعث صرف یہی کتاب ثابت ہوئی۔ یہ مقابلہ اخیر میں الہامی مقابلہ تھا۔ کیونکہ اس کتاب میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اگر مخالفین اسلام کے مذہب میں صداقت ہے تو آؤ میرے الہام کے مقابلہ میں الہام کرو۔

ان الہامات کو دیکھ کر عاقبت اندیش طبائع نے مرزا قادیانی سے تنفر کا اظہار کیا اور حسن ظن رکھنے والے پھر بھی آپ کی تائید میں قائم رہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بنالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں اس کتاب کی بڑی تعریف و توصیف کی۔ (دیکھو سیرت مسیح) بعد میں جب ہوش سنبھالا سب کی سب ان کو واپس لینی پڑی۔ بہر حال اس مقابلہ کا نتیجہ اشتقاق و افتراق کے سوا کچھ نہ ہوا۔

تیسرا مقابلہ ۱۸۸۷ء، ۱۸۸۸ء جنگ بشیر

۱۸۸۷ء میں مرزا قادیانی کے دو جوان فرزند بقید عمر ۲۲، ۲۰ سالہ موجود تھے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ خدائے تعالیٰ نے الہام میں مجھے کہا ہے: ”اے مظفر تجھ پر سلام“ اور ایک لڑکا دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ جو تمہارا مہمان ہو کر آتا ہے اور جس

کا نام (عنونائیل) بشیر بھی ہوگا۔ وجیہہ، پاک، زکی، ذکی، صاحب فضل، صاحب شکوہ اور عظمت و دولت، صاحب نفس مسیحی و روح الحق، کلمۃ اللہ، شافی امراض، فہیم، حلیم، علیم علوم ظاہری و باطنی، فرزند دلہندار جہند، مظہر الاول والاخر، مظہر الحق والعلیٰ، کان اللہ نزل من السماء، نور علی نور، مسح عطر عنایت الہی منجی اسیران قوم زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنی نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ (غرضیکہ تمہارے گھر حضرت مسیح علیہ السلام جنم لیں گے) (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۹۹ تا ۱۰۳ ملخصاً)

چونکہ مرزا قادیانی نے یہ اشتہار ہوشیار پور میں شائع کیا تھا اور جناب کی اس وقت اہلیہ انبالہ چھاؤنی میں اپنے باپ (میر ناصر نواب صاحب) کے گھر گئی ہوئی تھی۔ اس لئے قادیان میں سے دو آدمیوں (سلطانی، صابر علی) نے شائع کر دیا کہ مرزا قادیانی کے گھر فرزند پیدا ہو چکا ہے۔ جس کا ابھی تک لوگوں سے اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لئے یہ پیش گوئی غلط ہے۔ اس پر مرزا قادیانی نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک جوابی اشتہار شائع کیا کہ ابھی تک میرا کوئی تیسرا فرزند پیدا نہیں ہوا۔ صرف وہی دو ہیں جو بیس سال سے موجود ہیں۔ لیکن نو سال تک اس الہام کے مطابق ایک لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ دیر سے ہو خواہ جلدی ہو اور یہ پیش گوئی دو سال سے پہلے خاص خاص آدمیوں کے سامنے ظاہر بھی کر دی گئی ہے اور یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ ہم نے حمل دیکھ کر یہ کہا ہے۔ کیونکہ حمل دیکھنے سے قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واقعی لڑکا ہی ہوگا یا لڑکی۔

بالفرض اگر لڑکے کا یقین بھی ہو جاوے تو یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ لڑکا ایسا ہوگا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ آسمانی نشان ہے جو رسول خدا ﷺ کی صداقت کے لئے ظاہر ہوگا۔ کیونکہ دعاء کے ذریعہ ایک خاص روح منگوائی گئی ہے۔ جس میں صفات مذکورۃ الصدر موجود ہوں گے اور اس قسم کی روح کا جسمانی حالت میں ظاہر ہونا ان تمام روحوں سے زیادہ بڑھ کر نشان صداقت ہوگا۔ جو حضرت مسیح یا دیگر انبیاء کی دعاء سے (بقول بائبل) دوبارہ زندہ ہوئی تھیں اور کچھ دیر بعد پھر الگ ہو گئی تھیں۔ کیونکہ وہ روحيں معمولی تھیں۔ جن کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ لیکن یہ روح ایک عظیم الشان ہے کہ جس کے آنے سے کمال اسلام ظاہر ہوگا۔ اس لئے یہ معجزہ احیاء موتی سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔ (اشتہار واجب الاظہار مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۱۶)

اس اشتہار پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ نو برس تک لمبی پیشین گوئی صداقت کا نشان نہیں ہے تو مرزا قادیانی نے ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو اشتہار دیا کہ آج الہام کے ذریعہ سے یوں معلوم ہوا ہے کہ بہت جلد ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ

آیا یہ وہی لڑکا ہے۔ جس کے صفات مذکور ہو چکے ہیں۔ یا یہ کوئی اور دوسرا لڑکا ہوگا۔

(اشتہار صداقت آثار مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۱۶)

بہر حال مرزا قادیانی نے لوگوں کو ایک الجھن میں ڈال دیا۔ جو کسی طرح سلجھ نہ سکتی تھی۔ بد قسمتی سے ان دنوں میں موجودہ حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لوگوں نے اعتراض کیا کہ ولد موعود مدت حمل سے تجاوز کر گیا ہے۔ حالانکہ موجودہ حمل سے اس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو اشتہار (خوشخبری) دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ موجودہ حمل سے وہ لڑکا ہوا۔ بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ اگر اب نہ ہو تو دوسرے حمل سے ضرور پیدا ہوگا۔ آخر وہ لڑکا (جو اس موعود کے علاوہ ہے) ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہو گیا ہے اور یہ جو کہا گیا تھا کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اس سے مراد صرف یہی تھا کہ بہت جلد پیدا ہوگا اور دوسرے حمل میں پیدا ہوگا۔

اور ہم کو اپنے الہام کی تشریح کرنے کا پورا اختیار ہے۔ اب مرزا قادیانی نے یہ سمجھا کہ یہ وہی لڑکا ہے کہ جس کو عنموئیل کہا گیا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہ تھا۔ بلکہ اس کی پیش گوئی ابھی ملتوی کی گئی تھی اور یہ لڑکا درمیان میں دوسری پیشین گوئی کے ماتحت پیدا ہو گیا تھا اور اس میں صفات مذکورۃ الصدر کا پایا جانا ضروری نہ تھا۔ مگر مرزا قادیانی کو اجتہادی غلطی لگ گئی تھی اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ ہی عنموئیل ہے۔ اس لئے اس کا نام جھٹ بشیر رکھ دیا اور خیال کیا کہ یہی لڑکا دنیا کو برکتیں دے گا۔ لیکن بد قسمتی سے یہی بشیر ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو مر گیا۔ اب لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ کا بشیر کیا ہوا؟ اس پر مرزا قادیانی نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو (حقانی تقریر برواقعہ وفات بشیر کے نام سے) جواب شائع کیا کہ پہلے الہام میں ایک لڑکا بتایا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اپریل کے الہام میں ایک دوسرا لڑکا بھی مجھے عنایت ہوا۔ جس کو میں پہلا سمجھا تھا اور یہ میری اجتہادی غلطی تھی۔ بہر حال ابھی تک وہ موعود نہیں آیا۔ انتظار رکھو اور جب یہ تاویل شائع کی گئی تو لوگوں نے خیر خواہی کے طور پر کہا کہ ایسے الہام یا کشف کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے کہ جس سے نفیحت ہوتی ہو۔ تو مرزا قادیانی نے اسی اشتہار میں یوں لکھا کہ ہم نے اپنا کام (اظہار کشف) خدا کے بھروسہ پر کرنا شروع کر دیا ہے۔ غیر کو ہم مردہ سمجھتے ہیں اور بعض مولوی صاحبان بھی ہم پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ درحقیقت جب دنیا اور غفلت کا کثیرا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہوا ہے۔ بد قسمتی سے یہ لوگ اپنی بیماریوں کو صحت خیال کرتے ہیں اور کمالات الہی اور قرب ولایت کی عظمت بالکل ان کے دلوں سے اٹھ گئی ہے۔ اگر یہی حالات رہی تو ان کا ایمان نبوت پر قائم رہنا معرض خطر میں پڑ جائے گا۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۸۰)

اب اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی الہام کرتے تھے۔ مگر اس کے پورا کرنے میں ان کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ وہ الہام پورا نہیں ہوا اور جناب کہتے تھے کہ ایک آنچ کسباتی رہ گئی تھی۔ ورنہ پورا ہونے میں شک نہیں تھا۔ اس موقع پر ناظرین غور کریں کہ عنموائیل کی پیشین گوئی کیوں شائع ہوئی اور اس سے کون مراد تھا۔ غالباً مرزا قادیانی کا یہ مقصد تھا کہ اپنے تقدس کی بنیادیوں رکھ دیں کہ آپ ولی یا مہدی وقت بنیں تاکہ نو سال تک مسیح علیہ السلام گھر ہی پیدا ہو جائیں۔ کیونکہ جس قدر بھی عنموائیل کے اوصاف لکھے ہیں۔ وہ سب کے سب قرآن شریف میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مذکور ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی کو اس الہام میں کامیابی نہ ہوئی اور حسب منشاء اپنے گھر مسیح پیدا نہ ہو سکا۔ اس لئے غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ اگر بالفرض بشر مسیح ہو کر پیدا ہوا بھی تو معلوم نہیں کب جو ان ہوگا اور کب ہمیں اس سے فائدہ کی امید ہوگی۔ اس بناء پر آپ نے اس الہام کو ملتوی کر دیا اور یہ تجویز سوچی کہ خود ہی مہدی بن کر مسیح بن جائیں۔ تاکہ دونوں لطف خود ہی اٹھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قربت ولایت اور کشف کے مدعی بن کر لوگوں کو مردہ، غافل اور بے ایمان قرار دینا شروع کر دیا۔ ورنہ پہلے اپنے آپ کو صرف خاکسار ہی لکھتے تھے اور اہل اسلام کو اپنا بھائی جانتے تھے۔ لیکن اس اشتہار کے بعد اپنا لقب مبلغ رکھ دیا تھا اور لوگوں کو مردہ اور بے ایمان کہنا شروع کر دیا اور یہ مرزا قادیانی کے مدراج کی پہلی سیڑھی تھی۔ جس پر آپ نے پاؤں رکھا تھا۔ پھر ترقی کرتے کرتے نبی بن گئے اور عنموائیل کی پیشین گوئی کو ایسا نظر انداز کر دیا کہ اپنی تصانیف میں ذکر تک نہیں کیا اور جب خلیفہ محمود گدی نشین ہوئے تو اس وقت یہ پیشین گوئی معرض بحث میں آ گئی۔ چنانچہ عنموائیل بننے کے کئی ایک دعویدار بن کر مقابلہ میں آئے۔ لیکن مرزا محمود نے سب کو شکست دی اور اپنے نام کے ساتھ بشر کا اضافہ کر لیا اور الفضل اخبار شائع کر کے اپنے علم و فضل کا اظہار بھی کرنے لگے۔ سفر یورپ میں اگر کچھ بھی کامیابی ہو جاتی تو برکت حاصل کرنے کا الہام بھی پورا ہو جاتا۔ مگر یہ کمی باقی رہ گئی۔ ورنہ دوسرے اجزاء کھینچ تان کر پورے کر لئے تھے۔ مگر ہمارے نزدیک اس الہام کی حقیقت نہ تو مرزا قادیانی نے ظاہر کی تھی اور نہ ہی مرزا محمود نے اس کو ظاہر کرنے دیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی پر جب عیسائیوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو مردے زندہ کیا کرتے تھے اور جناب نے تو کوئی مردہ زندہ نہیں کیا تو مرزا قادیانی نے جواب سے عاجز آ کر ایک الہام پیش کر دیا تھا۔ جس میں یہ ظاہر کرنا مطلوب تھا کہ خاص بچہ کا پیدا ہونا مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ مردہ کی روح بہت



جلد واپس چلی جاتی ہے اور بچہ دیر تک زندہ رہے گا وغیرہ وغیرہ۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ جس مسیح پر عیسائی نازاں ہیں وہ تو ہمارے گھر پیدا ہونے والا ہے اور ہم اس کے باپ ہیں۔ لیکن اب مرزا محمود بتائیں کہ آیا ان کو دعویٰ مسیحیت کرنا ضروری تھا یا نہیں؟ اگر ضروری نہ تھا تو یہ الہام آپ پر صادق نہیں آتا اور اگر ضروری ہے تو مرزا قادیانی کا دعویٰ مسیحیت بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ ایک ایسا گورکھ دہندہ ہے کہ جس کا جواب مرزائی تعلیم میں موجود نہیں ہے۔ مگر ہم صرف ایک فقرہ سے جواب دے سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو شروع سے ہی مراق تھا اور یہ الہام بھی اسی کا نتیجہ ہے اور بس!

چوتھا مقابلہ ۱۸۹۱ء جنگ دہلی

۱۸۸۸ء میں بمقام لدھیانہ اشتہار بیعت دیا اور لوگ دھڑا دھڑ مرید ہونے لگے اور خاصی جماعت تیار ہو گئی۔ اس کے بعد ۶ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا قادیانی دہلی چلے گئے اور وہاں میاں مولوی نذیر حسین کو مخاطب کر کے اشتہار دیا (اشتہار بمقابل مولوی سید نذیر حسین دہلوی) کہ: ”چونکہ آپ نے مجھے ملحد کہا ہے اور خود احادیث نبویہ کے خلاف حیات مسیح کا قول کرتے ہو۔ سخت افسوس ہے تمہارے طعن سے امام ابو حنیفہ بھی نہیں بچ سکے تو ہم کس طرح بچ سکتے تھے۔ مولوی عبدالحق کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ گوشہ نشین ہیں اور کس میاں زار کو سر منجاں ہیں۔ اس لئے ان کو مخاطب نہیں کیا جاتا۔ آپ حیات مسیح پر مناظرہ کریں تاکہ باہمی فیصلہ ہو جائے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۷)

اس اشتہار کے شائع ہونے پر میاں صاحب کے شاگرد جمع ہو گئے۔ اس وقت مرزا قادیانی کوٹھی نواب لوہار و بازار بلیماران میں مقیم تھے۔ حاجی محمد احمد صاحب نے بھوپال سے مولوی محمد بشیر صاحب کو بلوا کر مناظرہ مقرر کیا۔ مولوی صاحب نے حیات مسیح کا ثبوت اپنے ذمہ لیا۔ بحث کوٹھو لوہار و میں ہوئی اور فریقین کے دس دس آدمی منتخب کئے گئے۔ جن میں سے مولوی عبدالمجید اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی شمولیت سے انکار کیا گیا۔ مولوی صاحب نے پانچ دلائل حیات مسیح کے متعلق لکھ کر پیش کئے۔ جس کا جواب مرزا قادیانی نے کل دس بجے پر ٹال دیا۔ آخر دوسرے روز جواب دیا۔ مگر جلسہ میں اسے پڑھ کر نہ سنایا اور چھ دن تک تین تین پرچے تیار ہو گئے۔ چوتھا پرچہ شروع ہی تھا کہ مرزا قادیانی نے عذر کیا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ بحث ادھوری چھوڑ کر دہلی سے قادیان کو روانہ ہو گئے۔ جس میں مرزا قادیانی کو سخت شکست ہوئی اور مولوی صاحب نے اس بحث کے متعلق رسالہ ”الحق الصریح فی اثبات حیاة مسیح“ لکھ کر شائع کیا۔ جس کا

جواب مرزائیوں سے نہ بن پڑا یہ وہ زمانہ ہے کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام اور توضیح اہرام لکھ چکے تھے اور براہین احمدیہ کے تمام مطالب کو اپنے اوپر منطبق کر کے یہ اعلان کر دیا تھا کہ مسیح علیہ السلام کا نزول مرزا قادیانی کا ظہور ہی ہے اور بس!

### پانچواں مقابلہ ۱۸۹۳ء جنگ مقدس

جون ۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی امرتسر میں ڈپٹی عبداللہ آتھم پادری سے الوہیت مسیح پر نبرد آزما ہوئے۔ ۱۵ یوم دن روز آزمائی ہوتی رہی۔ جو سخت تھا۔ کوئی فیصلہ نہ بن پڑا۔ آخر جنگ آ کر مرزا قادیانی نے جلسہ کی موقعہ پر یہ اعلان کیا کہ اگر سو سال کے اندر آتھم نہ مرے گا تو میں جھوٹا ورنہ وہ جھوٹا (یعنی ۵ دسمبر ۱۸۹۳ء تک) اور یہی مرزا قادیانی کا آخری حربہ تھا۔ کیونکہ مذہبی دلائل سے آپ کے جیب ہمیشہ خالی رہتی تھی۔ آخر جنگ آمد جنگ آمد کی پناہ لے کر سامعین کی توجہ پھیر دیتے تھے اور اسی میں اپنی کامیابی کا راز مضمر رکھا ہوا تھا۔ لیکن خدا کی قدرت آتھم کی موت بمقام فیروز پور ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو ہوئی اور ایک سال پونے گیارہ ماہ کا وقفہ پڑ گیا تو انجام آتھم میں مرزا قادیانی نے اس کی وجہ یوں بیان کی کہ الہام میں بعد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آتھم اپنے دل میں خائف نہ ہوا تو تاریخ مقررہ پر مرے گا۔ ورنہ کچھ توقف کیا جائے گا اور لوگوں نے جب اس جواب کو پسند نہ کیا تو آپ نے یوں کہا کہ ارے سالامر تو گیا چار دن کی تقدیم و تاخیر کیا حقیقت رکھتی ہے؟

پھر کہا کہ ارے نالائق قوم جب وہ وعید کے مطابق مر گیا ہے تو میعاد کی بحث کرنا کیا مطلب رکھتی ہے۔

الغرض مرزا قادیانی کا یہ الہام بھی ادھورا ہی تھا اور اس میں بھی وہی استادی رکھی تھی کہ ایک آنچ کی کسرباتی تھی ورنہ دل میں توبہ کرنا یا ڈرنا ایک حاشیہ ہے کہ جس سے ہر ایک الہام کو درست کیا جاسکتا ہے۔

### چھٹا مقابلہ ۱۸۹۳ء مباہلہ غزنویہ

جون ۱۸۹۳ء میں ”اعلان عام کے نام سے“ مرزا قادیانی نے آتھم کے بعد مولوی عبدالحق غزنوی کو مباہلہ کے لئے مجبور کیا۔ مولوی صاحب نے تین سال سے مرزا قادیانی کو اشتہار پر اشتہار نکالنے سے چین لینے نہیں دیا تھا اور یہاں بھی مرزا قادیانی نے بددعا کی آڑ میں جان چھوڑائی تھی اور ایسے مضطرب نظر آتے تھے کہ مولوی صاحب نے کہلا بھیجا تھا کہ چونکہ آج کل آتھم کے مقابلہ میں آپ مصروف ہیں اور ۱۵ جون ۱۸۹۳ء کو آپ کو لاہور بھی بغرض مناظرہ اہل

اسلام جانا ہے۔ اس لئے تاریخ مباہلہ بڑا ناموزوں دن ہوگا۔ مگر مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ لاہور میری طرف سے حکیم نور الدین یا احسن امروہی جائیں گے۔ تاریخ مباہلہ سے گریز کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ جواب سنتے ہی مولوی صاحب بھی تیار ہو گئے۔ چنانچہ دونوں فریق ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو دو بجے بعد از ظہر عید گاہ (متصل رامباغ امرتسر) میں حاضر ہو کر رو بہ قبلہ ہو کر اونچی آواز سے گڑ گڑاتے ہوئے ایک دوسرے کو بدیں الفاظ بد دعائیں دیتے تھے کہ اگر مرزا قادیانی دجال، مفتری، کذاب اور محرف کلام اللہ ہے تو وہ غارت ہو۔ ورنہ مولوی عبدالحق غارت ہو جائے اور آپس میں لعنتیں بانٹتے تھے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۴۲۶) میں لکھا ہے کہ اگر اس مباہلہ کے بعد ایک سال تک کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہ ہوں گا۔

(حجۃ الاسلام ص ۹، خزائن ج ۶ ص ۴۹)

مگر جب سو سال تک آتھم نہ مرا تو لوگوں نے کہا کہ مرزا قادیانی کو مباہلہ میں شکست ہوئی اور آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ نہیں مرا تو نہ سہی۔ میرے مرید تو پہلے سے بڑھ گئے ہیں۔ بس میرے لئے یہی نشان صداقت کافی ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۲۴، خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۲)

اور جب مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گئے تو مولوی صاحب نے میدان جیت لیا کہ آہ فوری موت سے مرزا قادیانی کا خاتمہ ہو گیا۔ اخیر نو سال بعد ۶ مئی ۱۹۱۷ء کو مولوی صاحب بھی چلتے بنے۔ ”کل من علیہا فان ویبقى وجہ ربك ذی الجلال والاکرام“ ۱۸۹۶ء کو جلسہ تحقیق مذاہب لاہور میں ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کا مضمون پڑھا گیا۔ جو اسلامی اصول کی فلاسفی تھا۔ اس میں آپ کو کامیابی ہوئی۔ کیونکہ اس میں اپنی نبوت کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔

ساتواں مقابلہ ۱۸۸۱ء، ۱۹۰۵ء (نکاح محمدی) جنگ محمدی

یہ مقابلہ بڑا زبردست تھا۔ اس کا تذکرہ عموماً مجالس مناظرہ میں آیا کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں فریق مخالف متعدد زبردست ہستیاں تھیں۔

۱..... محمدی بیگم: زوجہ آسمانی مرزا قادیانی، ہمشیرہ مرزا امام الدین۔

۲..... سلطان محمد: شوہر محمدی بیگم پٹی ضلع لاہور۔

۳..... عزت بی بی: منکوحہ فضل احمد ولد مرزا غلام احمد مدعی مسیحیت۔

۴..... احمد بیگ: والد محمدی بیگم سکنہ ہوشیار پور۔

۵..... مرزا علی شیر بیگ: شوہر ہمشیرہ بہنوئی احمد بیگ۔

اصل واقعہ یوں تھا کہ مرزا قادیانی کو (معلوم ہوتا ہے) مخالفین اسلام اسلامی نکاح نہیب کے مسئلہ میں بہت دق کرتے تھے اور مسلمانوں نے بھی ان کا قافیہ جنگ کرنا شروع کر دیا تھا کہ مسیح تو آپ بن گئے۔ مگر آپ پر یہ کیسے عائد ہو سکتا ہے کہ (بمضمون حدیث نبوی) مسیح علیہ السلام ۲۵ سال تک حکومت کرے گا اور اس اثناے حکومت میں ایک شادی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہوگی۔ مرزا قادیانی چونکہ تقدس کا شکار ہو چکے تھے۔ اس لئے ان سے کوئی جواب تو نہ بن پڑا آخر ایک پیشین گوئی کر دی کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے اور زمین پر اس کا ظہور بھی ہوگا اور اگر (میرے فرضی سسرال) انکار کریں گے تو آسمانی سسر اور میری بیوی کا شوہر ظاہری دونوں مرجائیں گے۔ (۱۲ اگست ۱۸۹۳ء تک)

تو میری باطنی بیوی بیوہ ہو کر پھر میرے پاس آ جائے گی۔ اس کے بعد اپنے رشتہ داروں کو سفارشی خط لکھے اور الہام پورا کرنے میں ملتیں بھی کیں۔ مگر سب اکارت گئیں۔ آخر لوگ ضد پراڑ گئے۔ نکاح نہ ہونے دیا۔ مرزا سلطان احمد اور محمدی بیگم مرزا قادیانی کی وفات کے بعد کئی سال تک صحیح و سلامت زندہ رہے اور بال بچوں میں پھولے پھلے۔ مگر مرزا قادیانی کی کچھ پیش نہ گئی اور یہ پیشین گوئی لفظ بہ لفظ غلط نکلی۔ جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی نہ تو نکاح نہیب کا اعتراض اٹھا سکے اور نہ ہی مسیح موعود کا ہونے کا دعویٰ صحیح تھا۔ لہذا ان کو دجال، مفتری، کذاب اور محرف کلام اللہ و کلام رسول جو کچھ بھی کہا جائے درست تھا۔ آخر جب مرزا قادیانی نے محسوس کیا کہ لوگ یہ پیشین گوئی (باوجود ہزار حکمت عملی کھیلنے کے) پورا ہونے نہیں دیتے اور خدائے قدوس کی غیرت کا بھی تقاضا یہی ہے کہ الہام کا راز طشت از بام ہو جائے تو لگے بغلیں جھانکنے کہ اب کیا کیا جائے۔ آپ کے روح القدس ٹپنی نے (غالباً) یہ مشورہ دیا ہوگا کہ یوں کہہ دو کہ یہ نکاح فسخ ہو گیا ہے یا ملتوی کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ کمال بے شری تھی کہ مرزا قادیانی کی منکوہ آسمانی سلطان محمد نے چھین لی تھی اور فسخ نکاح کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔ اس لئے مجبوراً مرزا قادیانی نے نکاح ثانی دیکھ کر اپنا نکاح فسخ کر والیا تھا۔ ٹپنی کی دوسری روایت ہے کہ نکاح ملتوی کر دیا گیا تھا۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ کہا تھا کہ پہلے میرا نکاح ہو چکا تھا۔ مگر اب فسخ ہو گیا ہے۔ بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ ابھی آسمان پر نکاح نہیں ہوا تھا۔ صرف مشورے ہو رہے تھے۔ مرزا قادیانی کو (افراط محبت سے) یہ غلطی لگ گئی تھی کہ نکاح ہو چکا ہے۔ بد قسمتی سے التواء نکاح کی مدت مرزا قادیانی کی وفات تک پہنچ گئی اور یہ نوبت ہی نہ پہنچی کہ سلطان محمد کی موت واقع ہوتی اور اس کی بیوی بیوہ ہو کر مرزا قادیانی کے نکاح میں آتی۔ اس لئے التواء کا لفظ صحیح معنی پر واقع نہ ہو سکا اور اس

مقابلہ میں مرزا قادیانی کو سخت شکست ہوئی اور دعویٰ مسیحیت بھی خاک میں مل گیا۔ اب مرزائی تو یوں کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی متشابہات میں سے ہے۔ حالانکہ یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی مسیحیت کی صداقت کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔ تاکہ مخالفین پر اتمام حجت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ متشابہات سے اتمام حجت نہیں ہوتی۔ کچھ مرزائی کہتے ہیں کہ ٹیچی کی پہلی روایت درست ہے کہ نکاح فسخ ہو گیا تھا۔ مگر اس پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

اول ..... کیا مرزا قادیانی کی غیرت کا یہی تقاضا تھا کہ منکوحہ تو مرزا قادیانی کی ہو۔ مگر چلی جائے سلطان محمد کے گھر۔ شاید نکاح آسانی سے مراد صرف نا طہ ہوگا۔ لیکن اس کی تصریح کہیں نہیں ملتی۔

دوم ..... صداقت مسیح کی تو یہی علامت تھی جو ظہور پذیر ہوئی تو اب مرزا قادیانی کو مفتری کیوں نہ کہا جائے گا۔ حکیم نور الدین صاحب کی پارٹی یوں کہتی ہے کہ الہام میں ہے کہ ایک لڑکی (احمد بیگ کی) تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اب اگر وہ شخصی طور پر نہیں آئی تو ممکن ہے اس کی اولاد میں سے کوئی اور لڑکی کی (بحکم علم میراث) مرزا قادیانی کی اولاد میں سے کسی لڑکے کے ساتھ شادی ہو جائے۔ مگر یہ جواب بالکل ہی غلط ہے۔ کیونکہ اولاً یہاں وراثت کا کوئی تنازع ہی نہ تھا کہ علم میراث کی اصطلاح سے اس مشکل کو حل کیا جاتا اور اگر بنت کے لفظ سے اس کی اولاد مراد لی جاسکتی ہے تو مرزا قادیانی سے مراد (بحکم میراث) آپ کے آباؤ اجداد ہوں گے۔ نہ کہ اولاد در اولاد۔

کیونکہ تقسیم ترکہ کے وقت اگر باپ مرچکا ہوا ہو تو داد و اوارث ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ بیٹا یا پوتا۔ اب اس اصول کے مطابق یہ مفہوم پیدا ہوگا کہ مرزا قادیانی کا کوئی گدی نشین جدا مجد محمدی بیگم کی کسی پوتی سے نکاح کرے گا اور یہ بالکل بے جوڑ بات ہے۔ ثانیاً اگر مرزا قادیانی کے قائم مقام (بموجب رواج) اولاد در اولاد لی جائے تو جس مشکل کے لئے یہ تکلیف کی گئی ہے وہ عقدہ تو لائیکل ہی رہ گیا ہے۔ کیونکہ بموجب حدیث شریف کے تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح خود نکاح کریں گے اور خود ان کی اولاد بھی ہوگی اور یہاں کچھ بھی نہیں ہے اور ثالثاً اگر یہ مراد ہو کہ مسیح علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی بچہ نکاح کرے گا اور خود مسیح علیہ السلام نکاح نہیں کریں گے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی طرح بغیر ماں باپ کے ہوگی۔ کیونکہ جب خود باپ کی شادی ہی نہ ہوگی تو اس کی صلیب اولاد کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے نور الدین صاحب کا جواب کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا اور مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار کے مطابق

صبح نہ بن سکے اور یہ پیشین گوئی سراسر غلط نکلی۔ جس کی تفصیل مختصر طور پر مرزا قادیانی کی اپنی زبانی یوں ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے رشتہ داروں کو یوں کہلا بھیجا تھا کہ:

(اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء) خدائے تعالیٰ نے کہا ہے کہ نکاح کے لئے سلسلہ جنابی کر کے ان کو بتاؤ کہ جو برکات ۲۰ فروری ۱۸۸۰ء کے اشتہار میں درج ہیں تم کو مل جائیں گی۔ ورنہ خسر اور داماد دونوں مرجائیں گے اور لڑکی خراب ہوگی۔ ”کذبوا بایتنا کذابا۔ کانوا بھا يستهزعون فسیکفیکھم اللہ۔ یردھا الیک۔ لا تبدیل للکلمات اللہ۔ ان ربک فعال لما یرید۔ انا معک وانک معی۔ عسی ان یمیتک ربک مقاما محمودا“  
(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۵۷)

خط اول بنام علی شیر وروانگی از لدھیانہ اقبال گنج ۱۸۹۱ء

تم بہت اچھے آدمی ہو۔ محمدی بیگم کا نکاح عید سے دوسرے دن ہونے والا ہے۔ تمہاری بیوی مشیر کار ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی احمد بیگ کو سمجھائے تو بہت جلد کارروائی ہمارے حق میں ہو جائے گی۔ کیا تم مجھے روسیہ ذلیل اور خوار کرنا چاہتے ہو؟ اور آگ میں ڈال دو گے۔ سنا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ مرزا قادیانی مرتا بھی نہیں۔ مرتے مرتے پھر جی اٹھا۔ کیا میں چوہڑا چھاڑ ہوں۔ (م۔ نہیں تم ابا جان تو ضرور ہو) اس کو سمجھاؤ ورنہ عزت بی بی کو طلاق ہو جائے گی اور باقی رشتے بھی ٹوٹ جائیں گے۔ (خوب دھمکی تھی) واقعی مرزا قادیانی کو اس موقع پر جو ناکامی ہوئی ہے ناقابل تلافی ہے۔ آتش فراق میں جلنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جب رشتہ داروں نے لا پرواہی کی تو مرزا قادیانی نے اپنے خسر کر پرزور لکھا کہ:

خط بنام احمد بیگ ۲۷ جولائی ۱۸۹۲ء

خدا کی قسم مجھے الہام ہوا ہے کہ تیری لڑکی (سمات محمدی بیگم) سے نکاح کروں گا اور یہ الہام دس لاکھ آدمیوں میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ (کیا تم اتنے ہی بے رحم ہو گئے کہ میرے جیسے عاجز کی مدد نہ کرو گے؟) تم میرے معاون بنو۔ ورنہ لوگ میری مہکڑی اڑائیں گے۔ (م۔ ایسی اڑی کہ مرزائی تاقیامت یاد کریں گے) پھر کر منی کو لکھا کہ:

خط بنام والدہ عزت بی بی

تم کو واضح ہو کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے اس کا علاج میں نے یوں سوچا ہے کہ میرا بیٹا فضل احمد تیری لڑکی کا طلاق نامہ بدیں الفاظ لکھ کر تیار رکھے کہ: ”جس وقت محمدی بیگم کا نکاح غلام احمد کے سوا کسی دوسرے سے ہو اسی وقت سے عزت بی بی کو تین

طلاق“ اور میں نے حکیم نور الدین کو کہلا بھیجا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرائے۔ ورنہ فضل احمد عاق اور لا وارث متصور ہوگا۔ (م۔ مرزا قادیانی کو یہ معلوم نہ تھا کہ عاق بھی وارث ہو جاتا ہے اور بایں علم و دانش مسیح بن گئے تھے)

خط از عزت بی بی بنام والدہ خود

والدہ صاحبہ تم اگر مرزا قادیانی کا نکاح محمدی بیگم سے نہیں کرنا چاہتے تو مجھے آ کر قادیان سے لے جاؤ۔ کیونکہ غیر سے نکاح کرنے کے وقت ہی مجھے پرتین طلاق پڑ جائیں گی۔ (افسوس ان گیدڑ بھکیوں سے رشتہ دار نہ ڈرے اور غیر سے نکاح ہو گیا) اب دوسری چال چلی گئی اور الہام گھڑے گئے کہ:

کرامات الصالحین

”دعوت بالتضرع والابتہال فاخبرنی انی ساجعل بنتاً من بناتہم اية سماها وقال انها ستجعل ثيبة ويموت بعلمها وابوها الى ثلث سنة (م۔ سنین) من یوم النکاح ثم نردھا الیک بعد موتہما“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۲۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۲۳)

سلطان محمد کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کا انتظار کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں۔ (م۔ اس میں کیا شک ہے) تو میری موت آ جائے گی اور یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی۔ (م۔ ایسا ہی ہوا) لوگ کہتے ہیں کہ اگر الہام سچ ہے تو خود بخود واقع ہو جائے گا۔ تم اس قدر منت سماجت اور جدوجہد اس کے پورا کرنے میں کیوں کر رہے ہو۔ احمقوا! (ہمارے الہام کوشش کا نتیجہ ہوتے ہیں) اس لئے کہ اس کے سرانجام دینے میں کوشش کرنا اور معاونت کرنا طریق مسنون ہوگا۔ (م۔ یہ سنت مرزائی ہے ورنہ سنت نبوی میں ایسی جدوجہد اور منت و سماجت کا پتہ نہیں چلتا)

(حقیقت الوحی ص ۱۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۸)

چونکہ رد کا معنی واپس دلانے کا ہے۔ اس لئے الہام میں یہ اشارہ ہے کہ محمدی کا نکاح دوسری جگہ ہوگا۔ پھر وہ بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی۔ (انگور کھٹے ہیں) (الحکم ۳ جون ۱۹۰۵ء) یہ جو آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نکاح کریں گے اور آپ کے اس نکاح سے اولاد بھی ہوگی۔ اس سے مراد کوئی ایسا نکاح ہے جو ایک خاص نشان رکھتا ہوگا۔ ورنہ ایسے قول سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ (م۔ خاص نشان بنانے کی کوشش تو بہت کی گئی مگر مسیح نے منہ کی کھائی)

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۲۷)



محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر پڑھا گیا تھا۔ مگر اس کا ظہور اس شتر سے مشرڈ تھا کہ یہ لوگ توبہ نہ کرتے۔ ”ایتھا المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبک“ (توہ حقیقت الوحی ص ۳۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۶۲) لڑکی نے توبہ کی اور میرا نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (م۔ مگر زنا کاری کس کے ذمہ لکھی گئی اور بے غیرتی کس کے حصہ میں آئی۔ کیا بلاء سے مراد مرزا قادیانی ہیں۔ کیا جملہ ندائیہ بھی شرط بنتا ہے؟ اور توبی کب سے ثابت کے معنی میں ہوا؟)

اس الہام کا دوسرا جزو (والپسی یا موت سلطان محمد) پورا نہ ہوا تو میں برے سے برا ٹھہروں گا۔ (اس میں کیا شک ہے) اے احمقو!! (مریدوں سے خطاب ہے اور آپ کے سردار ہیں) یہ انسان کا افتراء نہیں ہے۔ (دماغی مراقب کا نتیجہ ہے) پختہ وعدہ ہے ٹل نہیں سکتا۔ جب یہ وعدہ پورا ہو جائے گا کیا یہ احمق جیتے رہیں گے۔ بلکہ ان کی ناک کٹ جائے گی۔ (مرزائی بتلائیں کہ ناک کس کی کٹی اور سیاہ داغ کس کے چہرہ پر آیا؟) (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸) ”الامر ای موت السلطان محمد قائم علیٰ حالہ لا یردہ احد باختیالہ . والقدر مبرم . سیاتی وقتہ فواللہ انہ الحق . وجعلت هذا الالہام معیار الصدق فی دعوای وادعای بالمسیح . وما قلت الا بعد مابتہت من ربی“

یہ پیشین گوئی عظیم الشان ہے اور اس کی چھ جزئیں ہیں۔ موت احمد بیگ موت سلطان محمد، حیات دختر تا نکاح ثانی، حیات مرزا۔ نکاح ثانی، حیات احمد بیگ تا شادی اول دختر خود۔ (م۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ کیسی تشریح و تفصیل سے سمجھایا گیا ہے۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تشابہات میں سے ہے) (شہادت القرآن ص ۸۰، خزائن ج ۶ ص ۲۶ ملخصاً)

الغرض اس مقابلہ میں مرزا قادیانی کی تکذیب خوب ہوئی ہے اور مرزائیوں کا یوں کہنا کہ لڑکی کا باپ مر گیا تھا اور باقی لوگوں نے توبہ کر لی تھی۔ اس لئے نکاح فسخ ہو گیا تھا۔ بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ جس مطلب کے لئے یہ الہام چلایا گیا تھا وہ تو کسی صورت میں پورا نہ ہوا۔ وہ الہام یہ تھا کہ: ”سیح کی شادی بڑی دھوم سے ہوگی۔“

الحکم ۱۰ اراگست ۱۹۰۱ء (بیان عدالت)

احمد بیگ کی دختر مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے۔ وہ مجھ سے بیابھی نہیں گئی۔ مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ وہ سلطان محمد سے بیابھی گئی ہے۔ جیسا کہ الہام میں تھا عدالت میں میری تفحیک کی گئی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے۔

سندامت سے نیچے ہوں گے۔ لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشین گوئی شرطی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اس لئے چھ ماہ کے اندر مر گیا۔ اس کا خوف خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر اس لئے خدا نے ان کو مہلت دی۔ مگر وہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ (ہاں ضرور آئے گی)

اشتہار انعامی ۴۰۰۰

مرزا سلطان محمد بڑا سخت جان ہے۔ ہم نے بہت تخویف کی۔ خط بھیجے۔ اس نے مطلق پرواہ نہ کی۔ (م۔ گو بظاہر اکڑا رہا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حسب روایت حضرت نیچی اندر سے ضرور توبہ کرتا ہوگا اور توبہ بھی اول درجہ کی ہوگی۔ تب ہی تو اس کو مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد ۱۹۳۰ء تک جینا نصیب ہوا) اس مقام پر توبہ کا مفہوم صرف اتنا لگتا ہے کہ نیچی کہہ دے کہ فلاں شخص مرزا قادیانی کی دھمکی سے متاثر ہو گیا ہے۔ ورنہ ترک فعل بد اور اعلان رجوع ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اسلامی توبہ ہے اور وہ قادیانی توبہ ہے۔ اگر یہ معنی نہ لیا جائے تو سلطان محمد کی توبہ صحیح نہیں رہ سکتی ہے۔ کیا اس نے بیوی چھوڑ دی تھی۔ یا کیا بیوی نے اس کے گھر رہنے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر نہیں تو ترک فعل کا کیا ثبوت بنے گا اور اسلامی توبہ کیسے متصور ہوگی؟ کیونکہ گناہ صرف یہ تھا کہ مرزا قادیانی کو چھوڑ کر اس کی بیوی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا تھا۔ شاید یہ اخلاقی گناہ ہوگا۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۹۵)

آٹھواں مقابلہ ۱۸۹۹ء سہ سالہ جنگ

۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو مرزا قادیانی نے اعلان کیا کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے لے کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک (تین سال کے اندر) میری صداقت کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور ہی آسمانی نشان ظاہر ہوگا۔ ورنہ میں ایسا ہی مردود، ملعون، کافر، بے دین اور خائن ہوں گا۔ جیسا کہ مجھے خیال کیا گیا ہے۔ اس اعلان کے لئے بڑی لمبی چوڑی دعاء شائع کی گئی جس کا ضروری اقتباس یہ ہے کہ: ”یا اللہ اگر کوئی تصدیقی نشان نہ دکھلائے گا تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور تمام ان الزاموں، تہمتوں اور بہتانوں کا مصداق سمجھوں گا جو مجھ پر لگائے گئے ہیں اور جو لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جھوٹے بھی توحید کرتے ہیں اور ان کی تائید بھی ہوتی ہے وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سلسلہ نبوت کو مشتبہ کر دیں۔ کیونکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر گرتا ہے اور تیرے غضب کی نظر بھی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے۔“

(خلاصہ اشتہار آسمانی فیصلہ کی درخواست، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۷۴)

مرزا قادیانی کا یہ اعلان بھی خالی گیا اور کوئی آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا۔ جو زیر بحث آنے کی حیثیت رکھتا ہو۔ اس لئے مرزا قادیانی نے خود ہی اپنے اوپر افتراء پردازی کا الزام قائم کر دیا۔  
نواں مقابلہ ۱۹۰۰ء جنگ گولڑہ

۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے اعلان کیا گیا کہ پیر صاحب لاہور شاہی مسجد میں آ کر میرے مقابل سات گھنٹے زانو بزا نو بیٹھ کر چالیس آیات قرآنی کی عربی میں تفسیر لکھیں۔ جو قطع کلان بیس ورق سے کم نہ ہو۔ پھر جس کی تفسیر عمدہ ہوگی۔ وہ مؤید من اللہ سمجھا جائے گا۔ لیکن اس مقابلہ کے لئے پیر صاحب کی شمولیت یا ان کی طرف سے چالیس علماء کا پیش کردہ مجمع ضروری ہے۔ اس سے کم ہوں گے تو مقابلہ نہ ہوگا۔ پیر صاحب نے اگست ۱۹۰۰ء کو شاہی مسجد لاہور میں ایک مجمع کثیر کے ساتھ ڈیرہ لگا دیا۔ مگر قادیان سے مرزا قادیانی نے حرکت تک نہ کی۔ اگر آ جاتے تو بعد میں اپنے سامنے تصفیہ کر لیتے کہ کس کو علماء میں شامل کرنا ہے اور کسے خارج کرنا ہے۔ مگر تاریخ مقررہ پر پیر صاحب حاضر تھے اور لوگ دھڑا دھڑ جلسہ میں شریک ہو رہے تھے تو دیواروں پر اشتہار لگے ہوئے نظر آتے تھے۔ جن پر یہ لکھا تھا کہ: ”پیر صاحب مناظرہ سے بھاگ گئے ہیں۔“

اصل واقعہ یوں ہے کہ مرزا قادیانی کی تردید میں پیر صاحب نے سب سے پہلے قلم اٹھایا تھا۔ اس وقت مرزا قادیانی کی طرف سے حسن امروہی اور مولوی نور الدین جو اب دہی کے لئے مامور ہوئے تھے۔ زیر بحث اس وقت مرزا قادیانی کا دعویٰ مسیحیت، وفات مسیح اور تحریف کلام اللہ و کلام رسول تھا۔ مسک عارف، تحفہ گولڑویہ وغیرہ مرزا قادیانی کی طرف سے شائع ہوئے تھے۔ پھر صاحب نے شمس الہدایہ لکھ کر مرزائیوں کا تمام بخیہ ادھیڑ دیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کی تردید میں شمس بازغہ لکھی تھی۔ جس میں بحث یہ بھی چل گئی تھی کہ عربیت پر حاوی کون ہے؟ پیر صاحب! یا مرزا قادیانی؟ کیونکہ زیر بحث کلمہ توحید کی ترکیب نحوی کو لا کر پیر صاحب نے احسن امروہی کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ اب مرزا قادیانی نے عربیت کا زور دکھلانے کی خاطر پیر صاحب کو تفسیر لکھنے کی دعوت دی تھی۔ خیال یہ تھا کہ پیر صاحب عربی میں تفسیر لکھنے کی جرأت نہ کریں گے۔ مگر آپ حاضر ہو گئے اور آپ کے مرید بھی آپ کی طرف سے بحث کرنے کو تیار تھے۔ اگر مجلس میں آ جاتے تو غالباً پیر صاحب تک نوبت ہی نہ پہنچتی آپ کے مرید ہی آپ کو اڑے ہاتھوں لے لیتے۔ اگر بالفرض اور کوئی نہ بڑھتا تو مولوی محمد حسین صاحب مرحوم فیضی رئیس ہمیں ضرور آگے بڑھنے کو تیار بیٹھے ہوئے تھے اور یہ شخص اس سے پیشتر ایک دفعہ خاص قادیان جا کر مرزا قادیانی کے دانت کھٹے کر آیا ہوا

تھا۔ جس کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ راجہ جہان داد خان رئیس جہلم مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا تھا اور چونکہ مولوی صاحب کا دوست تھا۔ مولوی صاحب نے اس تبدیلی مذہب کو پسند نہ کیا اس لئے راجہ صاحب سے مناظرہ ٹھہر گیا۔ جس میں راجہ صاحب ہار گئے اور مولوی صاحب سے درخواست کی کہ قادیان آ کر اپنی تشفی کر لیں۔ اس لئے مولوی صاحب بمعہ راجہ صاحب اور چند احباب کے لاہور آئے اور ملا محمد بخش مرحوم وغیرہ دس گیارہ اصحاب کو صرف شہادت موقعہ کے لئے ہمراہ لے کر قادیان پہنچے۔ وہاں مرزا قادیانی نے مولوی صاحب سے تعارف قدیم کا سلسلہ گانٹھ کر خیر مقدم کا فریضہ ادا کیا اور بہترین طریق پر خاطر و مدارات کی۔ اثنائے سفر میں مولوی صاحب نے ایک قصیدہ عربیہ لکھ رکھا تھا۔ اس کا جواب مرزا قادیانی سے طلب کیا اور لفظ نبوت پر تبادلہ خیالات کے لئے کہا۔ مگر مرزا قادیانی نے صاف کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے کوئی دعویٰ نبوت نہیں کرتا ہوں۔ یہ صرف تعریفی الفاظ ہیں۔ جو شائع کئے جاتے ہیں۔ اس پر راجہ صاحب کو یقین ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے بحث سے گریز اختیار کیا ہے۔ اس لئے بیعت تروا کر یہ ساری جماعت لاہور واپس آ گئی۔ مگر بد قسمتی سے قادیانی اخباروں میں یہ شائع ہو گیا کہ مولوی محمد حسین صاحب معہ اپنے رفقاء کے مرزا قادیانی سے بیعت کر گئے ہیں۔ چنانچہ اس غلط افواہ کی تردید پیسہ اخبار لاہور میں مولوی صاحب نے نہایت بسط سے کر دی اور سارے واقعہ کو کھول کر بیان کر دیا۔ غالباً ایسے شخص کی شمولیت مرزا قادیانی کو روک رہی تھی اور ٹال مٹول پر مجبور کر رہی تھی۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مرزا قادیانی حاضر نہ ہوتے۔

غرضیکہ مرزا قادیانی نے مقابلہ پر ہتھیار ڈال دیئے اور جب پیر صاحب واپس چلے گئے تو مرزا قادیانی نے اعجاز المسیح لکھی۔ جس میں نصف سے زیادہ صفحات تک گالیاں دیں اور باقی نصف میں سورہ فاتحہ کی تفسیر عربی میں لکھی۔ جس میں اپنی خود ساختہ تحریف قرآنی کا پورے طور پر ثبوت دیا۔ پیر صاحب کی طرف سے سیف چشتیائی لکھی گئی۔ جس میں بالاستیعاب مرزائی تعلیم کی پوری تردید کی گئی اور اعجاز المسیح کے افلاط کی ایک طویل فہرست مولوی محمد حسین صاحب مرحوم سے تیار کروا کر شامل کر دی۔ کتاب کی نوعیت یہ ظاہر کرتی تھی کہ پیر صاحب نے تصحیح کی ہے۔ جب یہ کتاب قادیان پہنچی تو مرزا قادیانی اپنی آخری تصنیف نزول المسیح لکھ رہے تھے۔ اس میں ذکر کیا ہے کہ ہم نے خیال کیا کہ پیر صاحب نے عربی میں کوئی کتاب لکھی ہوگی۔ مگر دیکھا تو اردو میں تھی۔ اس لئے ردی کی ٹوکری میں پھینک دی۔ اس کے بعد تصحیح افلاط کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ مولوی کرم الدین صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب نے تصحیح کی ہے۔ مرزائیوں نے پیر صاحب پر طعن شروع

کر دیا اور مولوی صاحب کو اپنا مقابلہ سمجھ لیا۔ اس اثناء میں مولوی صاحب کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے اور مولوی کرم الدین صاحب دبیر نے مولوی صاحب کے لڑکے نابالغ کی طرف سے حق توکیل حاصل کر کے مرزا قادیانی پر دعویٰ دائر کیا کہ انہوں نے مولوی صاحب مرحوم کو کذاب اور لئیم کہا ہے۔ تین سال تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ اخیر میں فریقین پر جرمانہ ہوا اور مرزا قادیانی نے اپیل کے ذریعہ جرمانہ واپس کر لیا۔ مگر حضرت دبیر نے نہ تو اپیل کی اور نہ ہی جرمانہ معاف کرایا۔ کیونکہ جرمانہ کی مقدار بہت قلیل تھی۔ اس مقدمہ کے دوران میں مرزا قادیانی نے پیسہ اخبار لاہور، پیر صاحب اور دبیر صاحب کے خلاف بہت زہریلے الہام شائع کئے۔ مگر وہ سارے کے سارے ہی غلط لکھے اور آج یہ تینوں موجود ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کا وجود نہیں ملتا۔ اگر زندگی اور موت ہی معیار صداقت تھا تو مرزا قادیانی، پیر صاحب اور دبیر صاحب کی عین حیات میں کیوں مر گئے؟

(تفصیلات پیر مہر علی شاہ گلڑوی کے ساتھ کا ایک تاریخی فیصلہ، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۲۵)

### دسواں مقابلہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۱ء، اعلان نبوت، جنگ تکفیر

درپردہ شروع سے ہی مرزا قادیانی کے متعلق محضطن طہائع محسوس کر رہی تھیں کہ یہ شخص کچھ دعویٰ کرے گا۔ مگر مرزا قادیانی نے پورے طور پر کچھ نہ بتایا کہ آپ کیا ہیں۔ کبھی مہدی بننے، کبھی مسیح اور مثیل مسیح اور کبھی انکار بھی کر دیتے اور جب مثیل مسیح کا مسئلہ انہوں نے حل کر لیا تو اپنی نبوت کے متعلق کارروائی کرنی شروع کر دی۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت مسلمہ تھی۔ مگر تاہم یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ آیا آپ کی نبوت کس قسم کی ہے۔ مستقل ہے یا غیر مستقل۔ مثالی ہے یا اصلی۔ تشریحی ہے یا غیر تشریحی۔ بڑی جدوجہد اور تفحص و تحقیق کے بعد آپ نے مستقل نبوت کا دعویٰ شائع کیا اور اس میں وہ تمام شکوک رفع کر دیئے جو آپ کی نیرنگی طبع کے متعلق تھے۔ مثالیہ کہ خاتم الرسل کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا۔ یا یہ کہ آپ کی نبوت جزوی اور صرف مبشرات پر مبنی ہے یا یہ کہ آپ کی نبوت صرف درجہ ولایت یا محدثیت تک محدود ہے۔ یا یہ کہ وہ تشریحی اور جدید نہیں ہے۔ ان سب شکوک کے متعلق آپ نے فیصلہ کر دیا کہ: ”خدا کے فضل و کرم سے ہم نبی اور رسول ہیں“ اور ہماری نبوت تشریحی جدید ہے۔ مگر اسلام کی ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کا اصلی معنی دکھلانے کے لئے ہے۔ علمائے اسلام نے اسلامی تعلیم کو تاریکی میں ڈال دیا تھا۔ میرا کام یہ ہے کہ ان کے خلاف اسلام کی اصلی معارف اور حقائق پیش کروں۔ جو آج تک کسی پر منکشف نہیں ہوئے اور جن کی بنیاد صرف الہام اور وحی جدید پر ہے۔ نہ کہ پرانے دلائل اور فرسودہ خیالات پر۔ گویا آپ نے اپنی شریعت کا نام تو اسلام ہی رکھا۔ مگر قرآن و حدیث کے مطالب کو ایسے طور پر

تبدیل کر دیا کہ مخالفین اسلام کو خوب موقع مل گیا کہ وہ کہیں کہ اسلام میں ترمیم واقع ہو گئی ہے اور ابدیت اسلام کا دعویٰ غلط ثابت کر دیا۔ کیونکہ جس قدر مرزا قادیانی نے ختم رسالت اور اپنے ادعائے نبوت میں مطابقت پیدا کی تھی وہ سب کی سب یا تو تناخ اور رجعت پر مبنی تھی اور یا اس کی بنیاد حلول اور سریان پر رکھی تھی۔ جو سراسر حکمائے یونان کا مذہب تھا۔ ورنہ اسلامی تصریحات تمام کی تمام اس کے خلاف تھیں۔ جیسا کہ مراق مرزا قادیانی میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ اس دعویٰ کا اعلان کرنا تھا کہ اہل اسلام نے مقابلہ پر ان کی تکفیر کرنی شروع کر دی۔ جس کے جواب میں بجائے اس کے کہ مرزا قادیانی کو ندامت ہوتی۔ الثانیہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ خود کافر ہیں۔ کیونکہ ایک نبی کو کافر کہتے ہیں۔ یہودی صفت ہیں کہ زمانہ حاضرہ کے مسیح کی تکفیر کرتے ہیں۔ ذریعہ البغایا ہیں کہ مسیح کی بیعت نہیں کرتے اور نشان صداقت ہیں۔ کیونکہ حسب روایات احادیث مہدی کی تکفیر منصوص ہے۔ اس اعلان کا نام آپ نے ”ایک غلطی کا ازالہ“ رکھا۔ جس کا ضروری اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”بعض مرید ہماری تعلیم سے ناواقف ہیں اور مخالفین کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ:

.....۱ جو وحی میرے پر نازل ہوئی ہے۔ اس میں سینکڑوں دفعہ مجھے مرسل، رسول اور نبی کہا گیا ہے اور اس وقت تو بالکل تصریح اور توضیح کے ساتھ یہ لفظ موجود ہیں۔

.....۲ براہین احمدیہ کو بائیس برس ہو چکے ہیں۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ: ”محمد رسول اللہ جری اللہ فی حلال الانبیاء۔ هو الذی ارسل رسوله بالہدیٰ و دین الحق لیظہر علی الدین کلہ“ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ (دنیا میں ایک نبی آیا) جس سے مراد میں ہوں اور مجھے محمد رسول اللہ اور جرنی اللہ کہا گیا ہے۔

اب یہ اعتراض کرنا کہ یہ عقیدہ خاتم النبیین کے خلاف ہے بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ میں ایک پیشین گوئی ہے کہ ہندو، یہودی، عیسائی یا کسی مسلمان کے لئے پیش گوئیوں کے تمام دروازے بند کئے گئے ہیں اور نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں۔ مگر سیرت صدیقی کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو اس کھڑکی سے اندر آتا ہے اس پر نبوت محمدی کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ (یعنی وہ محمد بن کر نبی بن جاتا ہے) اب خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ: ”لا سبیل الی فیوض اللہ (النبوۃ) من غیر توسط محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام“ میں بھی محمد اور احمد ہوں اور اس نبوت میں

شریک ہوں۔ گویا نبوت محمدی ایک مفہوم کلی ہے۔ جس کے افراد کثیر التعداد ہیں اور یہ نبوت شخصی نہیں ہے۔ تاکہ جاری نہ رہ سکے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت مسیح اتریں گے اور چالیس برس سے زائد حکمران رہیں گے۔ بالکل معصیت ہے۔ کیونکہ نبوت عیسوی منقطع ہو چکی ہے اور نبوت محمدی جاری ہے اور یہ لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان حضرت مسیح سے کم ہو۔ کیونکہ آپ کی نبوت چالیس برس رہی ہے اور مسیح کی نبوت چالیس سے زیادہ تصور کی گئی ہے۔ جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں مستقل (بغیر توسط محمد کے) اور صاحب شریعت جدید (مخالف اسلام کے) نہیں ہوں۔ ورنہ میں وہ نبی ہوں جس کو ظلی طور پر محمد احمد کہہ کر آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ختم رسالت کا مفہوم صحیح رہا اور میں بھی نبی بن گیا اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں اور اس طرح آنحضرت ﷺ اگر ہزار دفعہ بھی دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں تو ختم رسالت کی مہر نہیں ٹوٹی۔ اس بروزی رنگ میں میرا وجود درمیان میں نہیں ہے۔ کیونکہ میں خود محمد اور احمد بن چکا ہوں۔ اب نتیجہ یوں نکلتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ہی اپنے دوسرے وجود میں اپنی نبوت سنبھال لی ہے اور محمد کی نبوت محمد کے پاس رہی ہے۔ غیر کے پاس نہیں گئی۔

اور یہ بروز ایک خدائی وعدہ تھا کہ: ”وآخرین منهم لما يلحقوا بهم“ آخر زمانہ کے لوگوں میں پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا جائے گا۔ جو عہد صحابہ کو نہیں پاسکے اور یہ قاعدہ ہے کہ سب انبیاء کو اپنے بروز پر غیریت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے پر ضرور غیریت ہوتی ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۳۹۰، مطبوعہ ۱۹۰۱ء) میں ہے کہ لوگ افتراء کرتے ہیں کہ میں نے نبوت (خلاف اسلام) کا دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا خلاف قرآن ہے میں اس کا مدعی نہیں ہوں۔ بلکہ میں امتی بن کر نبی ہوا ہوں اور نبی سے مراد صرف یہ ہے کہ بکثرت شرف مکالمہ الہیہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔ (حقیقت الوحی ص ۳۹۰، خزائن ج ۲۲ ص ۳۰۶ خلاصہ)

اس اعلان میں مرزا قادیانی نے خلاف اسلام نبوت کے متعلق متعدد غلطیاں کی ہیں۔

اول..... نبوت محمدیہ کو شخصیت سے نکال کر مفہوم کلی بنا ڈالا ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہیں دی۔

دوم..... اپنے آپ کو پیغمبر علیہ السلام کا وجود ثانی قرار دیا ہے اور ثبوت نہیں دیا کہ آپ ایسے کیوں ہیں۔

سوم..... شخص واحد کو وجود ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے اور ہزار شیثوں میں جو عکس پڑتا ہے اس کو وجود شخصی نہیں کہا جاسکتا۔ ورنہ ایک انڈے کو ایسے موقع پر ہم ہزار انڈے بنا سکتے ہیں۔



چہارم..... اصلی وجود کے غائب ہونے سے تمام ظلی وجود غائب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ مرزا قادیانی پیغمبر علیہ السلام کے عہد میں پیدا ہوتے اور آپ کی وفات سے مرزا قادیانی بھی مر جاتے۔

پنجم..... سیرت صدیقیہ کی کھڑکی میں داخل ہونے والا اگر نبی بن سکتا ہے تو ضروری تھا کہ سب سے پہلے خود حضرت صدیق اکبر بروزی نبی تسلیم کئے جاتے۔

ششم..... حضرت مسیح علیہ السلام کا بروز تسلیم نہ کرنا (حالانکہ احادیث میں نزول مسیح مذکور ہے) اور پیغمبر علیہ السلام کا بروز ثابت کرنا محض تحکم اور زبردستی ہے۔

ہفتم..... مرزا قادیانی نے مفہوم جزوی کو مفہوم کلی میں تاویل کرنے سے الحاد کا دروازہ کھول دیا ہے۔ کیونکہ بعینہ اسی اصول سے جبرائیل، مسیح علیہ السلام، مہدی علیہ السلام بلکہ خود ذات باری تعالیٰ بھی مفہوم کلی میں تحویل ہو سکتے ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ توحید کہاں رہی۔

ہشتم..... اگر کوئی شخص توحید بمعنی اقرار بخصیصۃ الہیہ چھوڑ کر ایک نیا معنی اختراع کرے کہ تمام کائنات کو ایک ہی ذات کا مظہر بتائے اور جعل مختلفین ذاتا واحد کا قول کرے تو کیا ایسی توحید اور شرک متحد اور یکساں نہ ہوں گے؟ اسی طرح تمام نبوتیں نبوت محمد یہ کا مظہر قرار دے کر ہزاروں بروزی نبوتیں ہو سکتی ہیں۔ تو پھر نبوت مسیح کے بروز سے آپ کو کیوں گریز ہے۔

نہم..... جب بروزی وجود میں نبوت محمد یہ کو کئی ہزار دفعہ تسلیم کیا گیا ہے تو حضور کی نبوت کا زمانہ نبوت مسیح سے ہزاروں دفعہ زیادہ ہو جائے گا اور یہ کہنا غلط ہوگا کہ عند النزول آپ کی نبوت کا زمانہ نبوت محمد یہ کے زمانہ سے زیادہ ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

دہم..... جس قسم کا بروز پیش کیا گیا ہے وہ تنازع کے مساوی ہے۔ اس لئے اسلام اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

یازدہم..... مرزا قادیانی اس لئے بروز محمد بنے ہیں کہ ان کو محمد کہا گیا ہے۔ پس اگر یہی قاعدہ صحیح ہے تو مرزا قادیانی کو (بذریعہ وحی قادیانی) تمام انبیاء، تمام اولیاء، سلاطین اور بانیان مذہب کے نام سے جب بلایا گیا ہے تو آپ ہی بتائیں کہ مرزا قادیانی کس کس کا بروز بنیں گے؟ ہمیں بروز کرشن اور بروز مسیح کے وقت یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کفر و اسلام کے لئے معجون مرکب تھے یا ماری کا پتارہ تھے۔ جو جی چاہا ظاہر کر کے کام چلا گیا۔

دوازدهم..... مرزا قادیانی کی یہ تحقیق نہ کسی اسلامی تحقیق پر مبنی ہے اور نہ کسی فلسفیانہ اصول سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس میں صرف تقدس اور مراقبہ سے مدد لی گئی ہے۔ اس لئے قابل التفات نہیں ہے۔

سیزدہم..... اگر اسی طریق سے کوئی مرید مرزا قادیانی کا قل بن جائے اور تمام جائیداد یا حقوق مالیت کا مدعی بن جائے تو کیا مرزائی تسلیم کر لیں گے؟

چہار دہم..... اگر کسی خیالی ترکیبوں سے کسی کی شخصیت منتقل ہو سکتی ہے تو دنیا میں اسی بہانہ سے ہر ایک دوسرے پر دعویدار ہو سکے گا۔ پس اس لئے یہ تقریر بالکل فضول ہے۔

پانزدہم..... لما یلقوا کی آیت سے بروز ثابت کرنا اہل تحقیق کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم اور قرآن شریف چونکہ قیامت تک قائم ہیں۔ اس لئے آپ کی رسالت صرف آپ کے زمانہ تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام نوع انسانی کے لئے واجب التسلیم ہے۔ جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ الغرض اس اعلان میں مرزا قادیانی نے تمام اہل اسلام سے مقابلہ کیا۔ مگر ہتھیار بالکل کھوٹے استعمال کئے ہیں۔ اس لئے بجائے کامیاب ہونے کے موجب تضحیک اسلام بنے ہیں۔

### جنگ گیارہواں مقابلہ ۱۸۹۷ء پشاور

۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ کتاب جنگ مقدس (مناظرہ آتھم) کے ساتھ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار شامل کیا گیا تھا۔ اس میں درج تھا کہ اندر من مراد آبادی اور لیکھ رام پشوری اگر منظور کریں تو ان کی نسبت پیشین گوئیاں شائع کی جائیں تو اندر من نے اعراض کیا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ مگر لیکھ رام نے اجازت دی تو الہام ہوا۔ عجل جسد لہ خوار، لہ نصب و عذاب! آج ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو مجھے الہام ہوا کہ وہ اپنی بد زبانوں کی وجہ سے چھ سال کے عرصہ کے اندر مر جائے گا۔ اگر اس پر ایسا عذاب نازل ہوا۔ جو معمولی تکلیفوں سے نرالا خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھنے والا ہو گا۔ تو میں مامور من اللہ نہیں ہوں اور ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ بے شک مجھے رسی ڈال کر پھانسی دیا جائے۔ کیونکہ انسان کا پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ (سراج منیر)

اس سے پیشتر عبد اللہ آتھم اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم کی موت کی پیشین گوئی کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔ لوگ منتظر تھے کہ یہ ادنٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ مگر نتیجہ سوائے ناکامیابی کے کچھ نہ ہوا۔ کیونکہ عبد اللہ آتھم تو بجائے ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرا۔ سلطان محمد آج

۱۹۳۰ء تک زندہ ہے اور لیکھ رام کے متعلق چونکہ تمام اہل اسلام کو اشتعال تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کو دخل دینا قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے اشتعال کے موقعہ پر راجپال اور شردہا نند کی موت کافی ثبوت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی سرفردائی نے پنڈت لیکھ رام پشاور کی کام بھی تمام کر دیا تو کیا تعجب ہوگا۔ کیونکہ اس میں مرزا قادیانی اپنی طرف سے کسی حکمت عملی کا ارتکاب نہیں مانتے اور نہ ہی لوگوں میں مشہور ہے کہ قاتل کوئی مرزائی تھا۔ صرف اتنا ہی سنا گیا ہے کہ پشاور سے نکل کر لاہور میں اس نے دھچھو والی کے کسی مندر میں پناہ لی تھی۔ کیونکہ پٹھانوں سے اس کو زیادہ خطرہ تھا۔ مگر قاتل نے پیچھا نہ چھوڑا اور کچھ دنوں کے لئے آریہ بننے کی خواہش کی پنڈت صاحب کا خدمت گزار رہا اور اسی مندر میں اس ہندو قاتل نے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو چھری مار کر پیٹ چاک کر دیا اور خود بھاگ گیا۔ جس کا سراغ آج تک نہیں ملا کہ وہ کون تھا؟ قیاس غالب ہے کہ وہ برہمن سماجیہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں کی طرح برہمن سماج بھی آریوں کے ہاتھ سے ہمیشہ نالاں رہتے ہیں۔ ورنہ مسلمان کو ہندو بن کر مندر میں خدمت گزار رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ بہر حال یہ موت بھی اتفاقیہ طور پر ہوئی اور ان مذہبی دشمنیوں کے زیر اثر ہوئی جو آریوں نے غیر آریوں سے برپا کر رکھی تھیں۔ ورنہ کوئی نشان مرزا تھا اور نہ کوئی خرق عادت کے طور پر یہ قتل ہوا تھا۔ کیونکہ اس قسم کے قتل کئی دفعہ ہوئے اور آئندہ ہونے کا احتمال ہے۔ اس کے علاوہ لیکھ رام لاہور ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ ڈاکٹروں نے اطمینان دلایا کہ اب جانبر ہو جائیں گے۔ مگر زخم کاری تھا۔ لیکھ رام نے مایوسی کے عالم میں دم دے دیا۔

### بارھواں مقابلہ ۱۹۰۲ء جنگ غیب دانی

۱۹۰۲ء میں موضع مد ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مدعو کئے گئے۔ زیر بحث یہ مسئلہ تھا کہ آیا مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں کچھ اصلیت بھی رکھتی ہیں۔ یا کہ صرف تخمینی باتیں ہیں جو حدیث النفس اور انجرات مراقبہ سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتیں۔ سرور شاہ مرزائی نے مقابلہ میں آ کر بڑی جدوجہد سے ان کو الہامی ثابت کرنا چاہا۔ مگر مولوی صاحب نے ایک پیشین گوئی بھی سچی نہ نکلنے دی اور امر واقعی بھی یہی تھا کہ جن لوگوں کے متعلق مرزا قادیانی نے موت کی پیشین گوئی کی تھی۔ ان میں سے اگر کوئی مرا بھی تھا تو قانون قدرت کے ماتحت مرا تھا۔ ورنہ وہ ایسے سخت جان واقع ہوئے تھے کہ مرزا قادیانی کی موت کے بعد بھی اب تک زندہ ہیں۔

مرزا قادیانی کی عادت تھی کہ گول مول لفظ شائع کر دیتے تھے۔ جس کی تاویل زکام

تک بھی کی جاسکتی تھی اور اگر فریق مخالف پر کوئی تکلیف نہ آتی تو وہ لفظ محفوظ رکھے باتے جو پھر کسی موقع پر کام آجاتے تھے۔ اگرچہ موقع ہاتھ سے نکل گیا ہوتا۔ مگر مرزا قادیانی کی صداقت کا اعلان ضرور ہو جاتا۔ واقعات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی راست باز نے اپنی صداقت کے لئے وہ طریق اختیار نہیں کئے تھے۔ جو مرزا قادیانی نے (قلمی، درہمی اور زبانی) اختیار کر رکھے تھے۔ کیونکہ یہ طریق عام اشتہار بازوں کے ہوتے ہیں۔ ورنہ مقبولان بارگاہ الہی کی کوئی ایک نظیر بھی نہیں ملتی کہ کسی نے پیچھے پڑ کر اپنی بات منوائی ہو۔ مگر یہاں یہ عالم ہے کہ ایک بات کہی پیر و مرید دونوں اشاعت کے پیچھے لگ گئے۔ پھر اخبارات میں شائع کی اس کے بعد خود ہی وہ کتابی صورت میں نقل کی۔ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ عربی فارسی اور اردو میں مختصر اور مطول طریق پر اسی کو رٹتے رہے اور اس کی مختلف نوعیتیں قائم کر لیں۔ صرف اس خیال سے کہ کسی نوعیت کے ماتحت تو واقعات موافقت کریں گے۔ اگر بالکل ہی ناکامی رہی تو اخیر میں کہہ دیا کہ یہ تشابہات میں داخل ہو گئی ہے یا اس کا کوئی اور پہلو بدل دیا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی مرزا قادیانی نے ایک چال چلی تھی۔ وہ یہ کہ جب مرزائیوں کو مد میں شکست فاش ہوئی تو مرزا قادیانی کو بڑا طیش آیا اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کر دی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے۔ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب رومی وغیرہ کو کوسنا شروع کر دیا اور کچھ ایسے لفظ بھی کہے کہ اگر ان بزرگوں کے متعلق کچھ ذرہ بھر بھی حالات دگرگوں ہونے کی خبر مرزائیوں کو لگ جائے تو آج بھی ان کو پیشین گوئی کے سانچے میں ڈھال لیں۔ یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے۔ مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدہ سے بڑھ کر کوئی مصالحو موزوں نہ ہوگا۔ بائیں ہمہ مرزا قادیانی نے اپنی ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی۔ جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب رومی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظر انداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے اس کی تردید میں ایک قصیدہ جوابیہ لکھا اور ساتھ ہی قصیدہ اعجازیہ کے اغلاط چھپوا کر شائع کر دیئے۔ جس کا جواب الجواب مولوی اسماعیل مرزائی قادیانی نے دیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے اشعار پر اعراب غلط لکھے تھے۔ اس لئے عروضی غلطیاں بکثرت موجود ہیں۔ اگر نئے اعراب لگائے جائیں تو ان کی

صحیح ہو سکتی ہے۔ مثلاً مرزا قادیانی ایک مصرعہ کو یوں پڑھتے ہیں۔ ”باخ الحسین وولده اذا حضروا“ اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے بھر طویل میں شعر کہنے شروع کئے تھے اور یہ مصرعہ کمال استغراق فی المراق کی وجہ سے بحر کمال میں زبان سے بیساختہ نکل گیا تھا۔ اس لئے مولوی اسماعیل صاحب اسے یوں اعراب دے کر پڑھتے ہیں۔ ”باخ الحسین ولده اذا احصروا“

معزز ناظرین! خود ہی اندازہ لگائیں کہ مرزائی لٹریچر کس قدر لچر اور پوچ ہے۔ باعقل بھی اسے پسند نہیں کر سکتا۔

### تیرھواں مقابلہ ۱۹۰۳ء جنگِ ثنائی

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تاریخ مرزا میں لکھتے ہیں کہ جب میں ۱۸ سال کا تھا تو مخلصانہ حیثیت میں قادیان گیا اور جس خلوص سے میں وہاں حاضر ہوا۔ چشم دید واقعات اور مرزا قادیانی کی بے اعتنائی سے وہ سارے کا سارا ہی تبدیل ہو گیا۔ ان کے مکان پر دھوپ میں جگہ ملی۔ انتظار کے بعد مرزا قادیانی نے بغیر سلام کے مزاج پرسی کے بجائے مکان پرسی شروع کر دی۔ کہاں سے آئے ہو اور کیوں؟ میں مختصر جواب دے کر واپس امرتسر آ گیا اور جب تحصیل علم سے فراغت پا کر دوسری دفعہ در دولت پر حاضر ہوا تو اس وقت مرزا قادیانی مسیح بن چکے تھے اور موضع مد کا مشہور مقابلہ بھی پیشین گوئیوں کی پڑتال کے متعلق وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ جس میں فریق مخالف سرور شاہ کو شکست ہوئی تھی اور اس کا تدارک مرزا قادیانی قصیدہ عربیہ میں کر چکے تھے اور (اعجاز احمدی ص ۱۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۷، ۱۱۸، مطبوعہ ۱۸۹۳ء) میں اعلان کر چکے تھے کہ اگر مولوی ثناء اللہ قادیان میں آ کر کوئی ایک بھی میری پیشین گوئی غلط ثابت کر دیں تو فی پیشین گوئی ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور اسی (اعجاز احمدی ص ۲۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۲) میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے نزولِ مسیح میں ڈیڑھ سو پیشین گوئی لکھ رکھی ہے۔ جن کو غلط ثابت کرنے میں مولوی صاحب ڈیڑھ ہزار روپے کا انعام پانے کے مستحق ہوں گے۔ اس کے بعد تو ہین کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے لکھا کہ میرے مرید ایک لاکھ ہیں۔ اگر میں ان سے سفارش کروں گا تو مولوی صاحب کو ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جائے گا اور جب کہ ان پر قہر الہی نازل ہے اور دودو آنہ کے لئے در بدر خراب ہوتے ہیں اور مردے کے کفن اور پیسوں پر گزارہ کرتے ہیں تو ایک لاکھ روپیہ ان کے لئے بہشت ہو گا اور اگر اس تحقیق کے لئے شرائط کا ماتحت قادیان نہ آئیں تو لعنت ہے۔ اس لاف و گزاف پر جو انہوں نے موضع مد میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ انہوں نے بغیر علم اور پوری

تحقیق کے عام لوگوں کے سامنے تکذیب کی۔ وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے جو بے وجہ بھونکتا ہے اور وہ زندگی لعنتی ہے جو بے شرعی سے گذرتی ہے۔ اور (ص ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۸) پر لکھا کہ مولوی صاحب تمام پیشین گوئیوں کی تصدیق کے لئے قادیان نہیں آئیں گے اور پیشین گوئیوں کی تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی اور اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور پہلے مریں گے۔

مولوی صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے اور اطلاعی رقعہ لکھا کہ آپ چونکہ بنی نوع کی ہدایت کے لئے مامور ہیں۔ اس لئے میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھیں اور اجازت دیں کہ عام مجلس میں آپ کی پیشین گوئیوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ مرزا قادیانی نے جواب لکھ بھیجا کہ اگر آپ صدق دل سے شبہات رفع کرانے چاہتے ہیں تو آپ کی خوش قسمتی ہوگی۔ اگرچہ میں انجام آتھم میں لکھ چکا ہوں کہ گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا۔ مگر آپ کے شبہات رفع کرنے کو تیار ہوں۔ آپ اقرار کریں کہ منہاج نبوت سے باہر نہیں جاؤں گا اور صرف وہ اعتراض کروں گا جو دوسرے انبیاء پر وارد نہ ہوں۔ آپ کو صرف تحریری شبہ پیش کرنا ہوگا اور وہ بھی صرف ایک دوسطر میں جس کا جواب مجلس میں آپ کو سنایا جائے گا۔ ایک دن میں صرف ایک شبہ حل کیا جائے گا۔ کیونکہ ہمیں فرصت نہیں ہے اور آپ چوروں کی طرح بلا اطلاع آگئے ہیں۔ آپ کو منہ بند رکھنا ہوگا۔ صم بکمر رہنا ہوگا۔ آپ شبہ پیش کریں تین گھنٹہ کے بعد آپ کو جواب ملے گا۔ جو ایک گھنٹہ تک بیان ہوتا رہے گا۔ اس پر بھی اگر شبہ پیدا ہو تو پھر لکھ کر دوسطر میں پیش کرنا ہوگا میں ۱۴ جنوری تک یہاں ہوں۔ کیونکہ ۱۵ جنوری کو مجھے جہلم جا کر تاریخ مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب دبیر بھگتنا ہے۔ اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو ہمارا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الغرض یہ مختصر خاکہ اس کے جواب کا ہے۔ جو مرزا قادیانی نے بار بار دہرا کر دیا تھا۔ مولوی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا کہ آپ نے تحقیق کے لئے بلایا ہے۔ (رفع اشتباہ کے لئے نہیں بلایا) لیکن میں فراخ دلی سے اس بے انصافی کو بھی قبول کر لیتا ہوں۔ مگر اتنی اجازت ضرور دیجئے گا کہ میں اپنا شبہ پڑھ کر سناؤں اور مجلس میں جانبین سے کم از کم پچیس آدمی ضرور ہوں اور آپ کے جواب پر بھی مجھے تنقید کرنے کا حق دیا جائے۔ آپ نے مجھے چور اور ملعون قرار دیا ہے۔ خدا اس کا بدلہ آپ کو دے۔ اس کے جواب میں مولوی محمد حسین امروہی نے مرزا قادیانی کی طرف سے جواب لکھا کہ آپ کو تحقیق حق مطلوب نہیں ہے۔ کیونکہ آپ مناظرہ کی صورت پیش کر

رہے ہیں۔ جس سے مرزا قادیانی متنفر ہیں۔ یہ جواب لے کر مولوی صاحب مع اپنے رفقاء کے امرتسر واپس چلے آئے اور مرزا قادیانی کی جان چھوٹی۔

مرزا قادیان کا تقدس زور پر تھا۔ وہ مخالف کو بھی ایسا مرید سمجھتے تھے کہ جس سے کوئی جرم سرزد ہو چکا ہو اور اپنی ہی شرائط پر کلام کرنا چاہتے تھے۔ غیر کی طرف مطلق توجہ نہ ہوتی تھی اور ایسے بہانہ سے ٹالتے تھے کہ تقدس بھی قائم رہ جاتا اور فیصلہ بھی نہ ہوتا اور ایسی باتیں کرتے تھے کہ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ مثلاً اسی مناظرہ میں ادھر تو تحقیق کے لئے بلایا ہے اور ادھر مناظرہ سے گریز کیا ہے اور ایک طرف ڈیڑھ سو پیشین گوئی پر تنقید کرنے کو کہا ہے اور دوسری طرف صرف چار دن کی مہلت میں روزانہ چار گھنٹہ میں تمام شکوک رفع کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ یہ مراق نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ تہذیبی حالت دیکھئے کس طرح مولوی صاحب کو کفن فروش، وعظ فروش، کتا، چور اور ملعون لکھا گیا ہے۔

### چودھواں مقابلہ ۱۹۰۷ء (جنگ ثانی)

۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا قادیانی نے ایک طویل البیان اشتہار سپرد قلم کیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے کہا کہ اپنے اخبار الحمدیٹ امرتسر میں اسے شائع کریں اور اس کے نیچے جو چاہیں لکھ دیں۔ اس کا ضروری اقتباس یہ ہے کہ: ”آپ مجھے مفتری، کذاب، ٹھگ اور مفسد وغیرہ لکھتے رہتے ہیں۔ میں دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ اگر میں ایسا ہی ہوں۔ جیسا کہ مجھے اہل حدیث امرتسر میں کہا گیا ہے اور مفتری، مفسد اور کذاب ہوں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی مجھے ہلاک کر اور میری موت سے مولوی صاحب اور ان کی جماعت کو خوش کر۔“

۱۔ نوٹ یہ طویل اشتہار مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۸۷ سے ۵۷۹ تک ہے۔

مولوی صاحب! اگر میں ایسا ہی ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی عمر نہیں ہوتی۔ بلکہ آخر وہ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر میں ایسا نہیں ہوں تو آپ مکذبین کی سزا (ہیضہ یا طاعون وغیرہ) سے نہیں بچیں گے۔ بجز اس کے کہ برے سامنے توبہ کریں اور میرے متعلق بدزبانی چھوڑ دیں۔ یا اللہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما! جو مفسد اور مفتری ہے اس کو دنیا سے صادق کی زندگی میں اٹھالے یا کسی ایسی آفت میں مبتلا کر جو موت کے برابر ہو۔ آمین ثم آمین!

(اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء) میں شائع ہوا کہ جو دعاء مانگی گئی تھی وہ قبول ہو گئی ہے۔



کیونکہ اس دعاء کے متعلق الہام ہوا ہے۔ ”اجیب دعوة الداع اذا دعان“ صوفیاء کی بڑی کرامت استجابت دعاء ہے اور بس!

اس مقابلہ میں مرزا قادیانی اپنی بددعا کا شکار ہو گئے اور مکذبین کی دعاء سے نہ بچ سکے۔ بلکہ فوری موت سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو رخصت ہو گئے۔ اگر ہم اس موقع پر مان لیں کہ واقعی مرزا قادیانی مستجاب الدعوات تھے تو ہمیں پورا حق حاصل ہے مرزائیوں کا یہ عذر غلط ہے کہ بددعا مولوی صاحب کی منظوری سے مشروط تھی۔ جیسا کہ اعجاز احمدی میں گذر چکا ہے۔ کیونکہ وہ واقعہ ۱۹۰۳ء کا ہے اور یہ دعاء ۱۹۰۷ء میں مانگی گئی ہے۔ اس لئے اس کا اس واقعہ سے وابستہ کرنا غلط ہوگا۔ اس کے علاوہ بددعا کے موقع پر دشمن سے منظوری لینا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ دشمن بھی امن بددعا میں پیش کردہ الفاظ میں شریک کار ہو جائے۔ جس کا ما حاصل یہ نکلتا ہے کہ دشمن اپنے نقصان کے لئے بددعا کرنے والے کو بزرگ سمجھ کر وکیل بنائے۔ بھلا مولوی صاحب جب کہ مرزا قادیانی کو کاذب جانتے تھے۔ کب اپنی بددعا کرنے میں بزرگ سمجھ کر وکیل بنا سکتے تھے۔ ورنہ درپردہ مرزا قادیانی کے تقدس کا اقرار لازم آتا تھا۔ جو کسی صورت میں قابل تسلیم نہ تھا۔ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو بددعا میں قبولیت کا پورا وثوق نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے عدم قبولیت کو رفع کرنے میں دو طریق اختیار کرتے تھے۔

اول..... یہ کہ فریق مخالف بھی مرزا قادیانی سے ہمنوا ہو جائے تاکہ مباہلہ کی صورت پیدا ہو جائے اور چونکہ اپنے لئے بددعا کا قبول ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی کی حوصلہ افزائی ہو جاتی تھی۔

دوم..... فریق مخالف توبہ نہ کرے اور توبہ سے مراد ان کے نزدیک صرف خاموشی تھی۔ ترک فعل مراد نہ تھا کہ جس سے بنائے محاصمت پیدا ہو گئی تھی اور اس حیلہ سے مرزا قادیانی کی ناکامیوں کو کامیاب بنانا آسان تھا اور عدم منظوری کے موقع پر جھٹ کہا جاتا تھا کہ یہ اندر سے توبہ کرتا ہے۔ مگر مولوی صاحب کے متعلق کوئی حیلہ پیش نہیں کیا۔ چنانچہ فیصلہ لدھیانہ جو خلیفہ نور الدین صاحب کے عہد میں ۱۹۱۲ء کو تین سو انعامی رقم پر مولوی صاحب کے حق میں ہوا تھا صاف ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ مرزائی اس بحث پر کبھی جیت نہیں سکتے۔ مرزائیوں نے اس موقع پر ایک یہ عذر بھی پیش کیا تھا کہ صادقین موت کی تمنا کیا کرتے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی اگرچہ مفتری بن کر مر گئے تھے۔ تاہم سچے تھے۔ اس کا جواب یوں ہے کہ مرزا قادیانی اگرچہ اپنے دعوے میں سچے نہ تھے۔ مگر افتراء اور کذب میں ضرور صادق تھے۔ اس لئے ہم بھی مان لیتے ہیں کہ صادقین

اگرچہ افتراء میں ہی سچے ہوں۔ موت چاہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی ”فتمنوا الموت ان کنتم صدقین“ کا خطاب اہل افتراء یہودیوں سے ہی ہے۔ غور کرو اور خوب سمجھ کر مرزا قادیانی اپنے افتراء میں سچے تھے۔

### پندرہواں مقابلہ ۱۹۰۸ء (جنگ پٹیا لہ)

(چشمہ معرفت ص ۳۲۱، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۶، ۳۳۷) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں میرے کئی ایک دشمن میرے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے۔ مگر ہلاک ہو گئے۔ جن میں سے آخری دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیا لوی ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ: ”۴/ اگست ۱۹۰۸ء تک میں اس کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔“ یہ بیس برس تک میرا مرید رہا۔ آخر اس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ بغیر اتباع رسول ﷺ کے اور بغیر قبول اسلام کے بھی نجات ہو سکتی ہے۔ میں نے اس کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا تو میں نے اپنی جماعت سے اس کو خارج کر کے مرتد قرار دے دیا۔ اب میں نے اس کے مقابلہ میں یہ پیشین گوئی کی ہے کہ وہ میری زندگی میں مر جائے گا اور میں محفوظ رہوں گا۔

اس موقع پر ایک معتبر مسلمان کا بیان ہے کہ یہی ڈاکٹر صاحب قادیانی نبوت سے منکر ہو کر لاہور آئے تھے اور محمد ن ہال موچی دروازہ میں تین روز تک ایک ایک گھنٹہ لیکچر دیا تھا کہ میں نے کیوں قادیانی مذہب چھوڑا۔ جو میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور اس لیے چوڑے لیکچر کا خلاصہ یہ تھا کہ میں عموماً مرزا قادیانی کی خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھتا تھا اور میرے سپرد ایک خاص خدمت کی ہوئی تھی کہ ماہ بماء کی تولد مشک خالص بہم پہنچایا کروں۔ جو ساٹھ ستر روپے تک دستیاب ہوتی تھی اور حکیم نور الدین صاحب کی معیت سے ایک یا قوتی تیار کرتا تھا۔ جو مرزا قادیانی کی قوت جسمانی قائم رکھنے کی خاطر ماہ بماء تیار ہوتی تھی۔ بٹالہ شہر سے رات دن ڈاک جاتی تھی۔ جس پر سوڈہ کی بوتلیں اور برف وغیرہ لائی جاتی تھی۔ قادیان میں قصابوں کو حکم تھا کہ مغز وار ہڈیاں مرزا قادیانی کے گھر پہنچائیں تاکہ ان کی بخنی مرزا قادیانی نوش کیا کریں۔ اس قسم کے تکلفات خورد و نوش میں بہت تھے۔ جن میں مریدوں کا روپیہ بیدربخ صرف ہوتا تھا۔ مجھے ایک دن یا قوتی تیار کرتے ہوئے خیال پیدا ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی خوراک تو بالکل سادہ تھی اور پوشاک میں بھی کوئی تکلف نہ تھا۔ یا اللہ مرزا قادیانی قاتل الرسول ہو کر ماہوار سیکڑوں کی یا قوتی کیوں کھا جاتے ہیں؟ میں نے دو چار دن تک تو اس کو شیطانی وسوسہ خیال کیا۔ مگر ایک دن مرزا قادیانی سے پوچھنا ہی پڑا۔ آپ نے مجھے ڈانٹ کر لاحول کا وظیفہ بتایا۔ کچھ دن وہ بھی پڑھا مگر یہ خیال تبدیل نہ ہوا۔ معذرت کے طور پر مرزا قادیانی سے دوسری دفعہ عرض کیا گیا تو آپ نے کثرت

اشغال، کثرت، ہموں و غموں اور صغف دماغ کا بہانہ پیش کیا۔ جس پر میں نے یہ عذر کیا کہ آنحضرت علیہ السلام سے بڑھ کر نہ آپ کو کام کرنا پڑتا ہے اور نہ آپ کو جان کا خطرہ رہتا ہے تو اس آرام کی زندگی میں آپ کی ذاتی خورد و نوش میں اس قدر تکلفات کیوں؟ انبیاء میں جسمانی اور روحانی طاقت خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ روکھا سوکھا کھا کر ہزاروں پر بھاری ہوتے ہیں۔ مگر آپ ہیں کہ سیکٹروں روپے کی یا قوتی اور مرغن مفت الوان نعمت کھا کر بھی تبلیغ اسلام میں صرف گھر بیٹھے ہی کاغذی گھوڑے چلایا کرتے ہیں۔ پس یا تو آپ فنا فی الرسول نہیں ہیں یا یہ واقعات غلط ہیں۔ مرزا قادیانی نے حکیم نور الدین صاحب سے کہا کہ بھیجا کہ اس مریض ایمان کے شکوک رفع کرنے میں کوشش کریں۔ چنانچہ میں ان کے سپرد کچھ دن رہا۔ مگر میری تشفی نہ ہوئی۔ آخر الامر مرزا قادیانی سے پھر ملتی ہوا کہ جناب میرے شکوک کا تشفی بخش جواب دیجئے۔ اس وقت مرزا قادیانی جلال میں تھے اور میرے متعلق بہت سی شکایات بھی سن چکے تھے۔ مجھ خادم سے کہا کہ تم کا فر ہو گئے ہو۔ تمہارا نام رجسٹر ایمان سے نکال دیا گیا ہے۔ مجھے اس وقت غیرت اسلامی نے جوش دلا کر یوں گویا کیا کہ: ”امنن بالله و ملائکة۔ لا اله الا الله محمد رسول الله“ میں مسلمان ہوں فرمانے لگے۔ تم مرتد ہو گئے ہو تمہارے ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اس وقت مجھے ایک اور شبہ پیدا ہو گیا اور عرض کیا کہ یہ اسلام بھی ایک خوب مذہب ہے کہ جس کی ڈوری غیر کے ہاتھ ہے کل آپ کہیں گے کہ جاؤ تمہاری بیوی کو بھی طلاق دیتا ہوں۔ اگر یہی اسلام ہے تو بس میرا اسلام ہے۔ یہ کہہ کر میں نے وہ مذہب چھوڑ دیا اور دین فطرت کی طرف رجوع کیا جو خدا کے فضل و کرم سے اس وقت مجھے حاصل ہے۔

مرزا قادیانی کا مذکورہ بالا بیان اور یہ لیکچر دونوں آپس میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو بھی غلط گو کہتے شرم آتی ہے اور لیکچر کا خلاصہ بھی اس قابل نہیں کہ اس کو درجہ توثیق سے گرا دیا جائے۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ شاید ڈاکٹر صاحب نے پہلے وہ شبہ پیش کیا ہو جو مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے اور دوسرا شبہ کہ جس میں مرزا قادیانی کی ذرہ خفت تھی۔ آپ نے بیان کرنا مناسب نہ سمجھا ہو اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی بریت کا اظہار کرتے ہوئے بیان کر دیا ہو۔ بہر حال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس جان کے کھیل میں کون مارا گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ: ”مرزا قادیانی مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آسمانی نشان سے ہلاک ہوئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ۱۹ سال بعد ۱۹۲۲ء تک زندہ رہا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی بھی ایک دن اپنے ہی مرید کے شکار ہو گئے تھے۔“

صیاد نہ ہر بار شکارے بہر  
 باشد کہ یکے روز پلٹش بدر

نبوت مرزا پر مرزائیوں کی خانہ جنگی

جب مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مر گئے تو آپ کے بعد اس جگہ حکیم نور الدین صاحب بھیروی جانشین ہو کر خلیفہ اول قرار پائے۔ تقریباً چھ سال تک آپ نے بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ مگر شریعت مرزائیہ میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ جب حکیم نور الدین چار سال کے بعد وفات پا چکے تو اختلاف رائے پیدا ہو گیا کہ آیا حکیم محمد حسین امروہی مستحق خلافت ہیں یا کوئی اور؟ بڑی بحث و تحقیق کے بعد آخر یہ فیصلہ ہوا کہ حکیم صاحب کی شخصیت لاٹانی ہے۔ اس لئے آپ کے حق میں ووٹ زیادہ نکلے اور آپ جب بیعت لینے کھڑے ہوئے تو آپ نے مرزا قادیانی کے صاحبزادہ میاں محمود کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے انتخاب کیا ہے اور میں اس صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ لوگوں میں نمک حلائی کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ مگر خواجہ کمال اینڈ کمپنی چونکہ شروع سے ہی صاحبزادہ صاحب سے اختلاف رائے رکھا کرتے تھے اور ان کے دلوں میں آپ کا وقار علمی بہت کم تھا۔ اس لئے انا خیر منہ کا نعرہ لگاتے ہوئے اور آستان خلافت سے سرتابی کرتے ہوئے سیدھے لاہور آ پہنچے اور مسئلہ خلافت کے منکر ہو بیٹھے اور اپنی تنظیم قائم کرنے کے لئے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو اپنا امیر جماعت منتخب کر کے الگ جماعت بنا ڈالی۔ اب مرزائی جماعت میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی اور تمام فرقوں کو مٹا کر اخیر دو حصوں میں منقسم ہوئے۔ قادیانی اور لاہوری اور ان میں اختلافی مسائل بھی پیدا ہو گئے۔ جن میں ایک بڑا اہم مسئلہ نبوت مرزا کے عنوان سے دیر تک زیر بحث رہا۔ وجہ یہ ہوئی کہ مرزا قادیانی اور خلیفہ الاول کے عہد میں اعلان نبوت مرزا کو چنداں فروغ حاصل نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ ان کو پھر بھی اسلام کا پاس خاطر کچھ نہ کچھ ملحوظ تھا۔ مگر مرزا محمود نے گدی سنبھالتے ہی نبوت مرزا کو زیر بحث لا کر لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کو کفر اور ارتداد تک پہنچا دیا۔ چنانچہ لاہوری پارٹی اور خلیفہ معزول حکیم امروہی مرزا قادیانی کو عکسی نبی ماننے لگے اور مرزا محمود آپ کو اس درجہ سے اوپر ترقی دے کر مستقل نبی ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کشمکش میں محمد حسین امروہی اینڈ کمپنی لاہوری پارٹی میں شامل ہو کر خلیفہ محمود کی تردید میں تالیف و تحریر سے برسر پیکار بن گئے۔ غالباً ان کو افسوس ہوا ہوگا کہ جس امید پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مرزا محمود کو خلیفہ منتخب کیا تھا اس پر تمام پانی پھر گیا تھا۔ کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ صاحبزادہ صاحب ہم سے پوچھ کر کام چلائیں گے۔ جس سے میری عزت بھی

بنی رہے گی۔ مگر صاحبزادہ بڑے ہوشیار تھے۔ کسی کے ماتحت کب رہ سکتے تھے۔ آخر اختلاف رائے کا یہ نتیجہ نکلا کہ لاہوری پارٹی قادیانی جماعت کو آج تک کافر کہتے ہوئے دکھائی دیتی ہے کہ انہوں نے نبوت مستقلہ کو مرزا قادیانی کے ذمہ لگادیا ہے اور قادیانی پارٹی لاہوری جماعت کو اس لئے مرتد کہتی ہوئی سنائی دیتی ہے کہ انہوں نے خلافت کا انکار کر کے بغاوت کی ہے اور مرزا قادیانی کی مستقل نبوت کو تسلیم نہیں کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

مرزا قادیانی نے چودھویں صدی کے تمام مذہبی مناصب و مراتب طے کرتے ہوئے اخیر میں نبوت پر آ کر قدم جمائے تھے۔ جس میں قادیانی اور لاہوری دونوں قسم کے مرزائی اختلاف رائے رکھتے ہوئے تکفیر و ارتداد تک پہنچ گئے۔ اب لاہوری پارٹی کا خیال ہے کہ مرزا قادیانی صرف لغوی نبی تھے کہ جن کی نبوت کے انکار سے کافر نہیں ٹھہرتا اور قادیانی پارٹی کا عقیدہ ہے کہ آپ کی نبوت دوسرے انبیاء کی طرح اصطلاحی اور مستقل نبوت تھی۔ شروع میں گو آپ امتی نبی، لغوی نبی، عکسی نبی، بروزی نبی اور ظلی نبی یا مجازی نبی تھے۔ لیکن اخیر میں آپ مستقل اور حقیقی تشریفی نبی بن چکے تھے اور ہم کو بھی مرزا محمود خلیفہ ثانی قادیان بانی فرقہ محمودیہ سے اتفاق رائے کرنا زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ جب بقول ہر دو فرقہ زیر حکم آیت: ”وآخرین منهم لم یسلطوا بہم“ پیغمبر علیہ السلام کو دو دفعہ دنیا میں پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو جب آپ ظہور اول میں نبی تشریفی حقیقی اور مستقل تھے تو ظہور ثانی میں بھی بقول محمود وہی حیثیت رکھتے ہوئے نبی تسلیم کئے جائیں گے۔ جو ظہور اول میں تھی۔ بلکہ آیت: ”ما ننسخ من آية..... نأت بخیر منها“ کے ضمن میں آپ کا ظہور ثانی ظہور اول سے افضل اور اکمل ہونا سمجھا جاتا ہے اور چونکہ ”لیظہرہ علی الدین کلہ“ کا وعدہ بھی ظہور ثانی سے وابستہ ہے اور انسانی تجربہ بھی ثابت کرتا ہے کہ جب ایک چیز کو دوسری دفعہ بنایا جاتا ہے تو اس کی پہلی ساخت سے دوسری ساخت بہتریں نمونہ پر ہوتی ہے۔ جس کی طرف ”العود احمد“ کا اشارہ پایا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مرزا قادیانی افضل المرسلین تسلیم نہ کئے جائیں۔ اس سے قطع نظر کر کے ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے آئینہ وجود میں تمام انبیاء سابقین کا عکس موجود ہے اور خود پیغمبر علیہ السلام کا ظل بھی وہاں موجود ہے تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شان تمام انبیاء سے برتر ہے کہ جن میں تمام اظلال اور عکس موجود نہ تھے۔ بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام کو بھی یہ درجہ حاصل نہ تھا۔ جو مرزا قادیانی کو حاصل تھا۔ کیونکہ آپ میں صرف اگر ہو سکتے ہیں تو انبیاء سابقین کے عکس موجود ہو سکتے ہیں اور اپنا عکس اور ظل موجود نہیں ہو سکتا۔

پس اس دلیل کی بناء پر جو شخص مرزا قادیانی کو ایسا نبی نہیں مانتا یا تردد کرتا ہے یا ماننے میں خاموشی اختیار کرتے ہوئے خالی الذہن رہتا ہے تو وہ بحکم آیت: ”نؤمن ببعض و نکفر ببعض اولئك هم الکافرون حقا“ کافر ہے اور ایسے لوگوں سے ترک موالات بحکم آیت: ”لا يتخذ المؤمنون الکافرين اولياء“ اشد ترین اور محکم ترین فرض ہوگا۔ کیونکہ آیت: ”واذ اخذ الله ميثاق النبیین..... لتؤمنن به“ ظاہر کرتی ہے کہ تمام انبیاء سابقین سے کہ جن میں خود پیغمبر اسلام بھی داخل ہیں۔ یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا تو تم کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی۔ پس جب کہ مرزا قادیانی کی تصدیق خود پیغمبر اسلام پر فرض ہے تو دوسرا کون شخص ہو سکتا ہے کہ جس پر یہ تصدیق فرض نہ ہو۔

ان پانچ دلائل سے مرزا محمود نے اپنے باپ کی نبوت کے ثابت کرنے میں وہ تمام خامیاں پوری کر دی ہیں۔ جو مرزا قادیانی سے اپنے آخری اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ) میں بھی پوری نہ ہو سکی تھیں۔ پورا اگر نتواند پورا تمام کند! اور واقعی آپ پر یہ فرض بھی تھا۔ کیونکہ مرزا قادیانی (تیسرے مقابلہ میں) جب آپ کو مسیح موعود اور ظل الہی بلکہ ایک معنی میں خود خدائے منزل (کرشن روپ) بنا چکے ہیں تو بحکم ”وبالوالدین احساناً“ اگر آپ نے اپنے باپ کو افضل المرسلین واجب الاتباع علی خیر الرسل قرار دیا ہے تو کون سی بڑی بات ہو گئی ہے۔ بلکہ اگر ”ہل جزاء الاحسان الا الاحسان“ پر پورا عمل کرتے تو ان پر یہ بھی فرض تھا کہ اپنے باپ کو ”افضل الالہ“ بھی ثابت کرتے۔ پھر ہم بھی مان لیتے کہ اس خلف الرشید نے ”بروالدین“ کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ مگر تاہم ہمیں امید ہے کہ آپ کسی تازہ ترین تحریر یا تقریر میں اس کی کوپورا کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔

بہر حال مرزا محمود لاہوری پارٹی کے مقابلہ میں بہت بڑا غلو کر رہے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کو لاہوری پارٹی کے افراد مجلس صرف ظلی نبی، امتی نبی، تابع نبی، غیر تشریفی نبی اور لغوی نبی یا محدث اور مجدد مسیح موعود تو مانتے ہیں۔ مگر مستقل نبی، حقیقی نبی اور مطاع الانبیاء یا افضل المرسلین نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حسب فرمودہ مسیح قادیان ”اهدنا الصراط المستقیم“ پڑھ کر پانچ وقتہ نماز میں ہمیں ہدایت ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ سے منعم علیہم کے راستہ پر چلنے کی توفیق طلب کریں تاکہ رفتہ رفتہ کسی وقت ہم بھی صدیق، شہداء اور انبیاء بن سکیں اور ہم کو بھی ”العلماء ورثة الانبیاء“ کا تمغہ حاصل ہو جائے اور کسی موقعہ پر علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے ضمن میں کسی نہ کسی نبی کا مثل بن کر تجدید اسلام کا کام اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ جیسے

کہ مرزا قادیانی نے یہ تمام فضائل حاصل کر کے نبوت بروزی کا دعویٰ کیا ہے اور مجدد اسلام کے بعد مسیح موعود بن چکے ہیں۔ کیونکہ مسلم کی حدیث میں مسیح کو نبی کہا گیا ہے اور جزو نبوت (یعنی نبوت کا چھ لیسواں حصہ) بھی چونکہ کل نبوت میں داخل ہوتی ہے۔ اس لئے جزوی انبیاء کا ظہور خیر القرون سے آج تک جاری ہے۔ اگر یہ فیضان نبوت یا اجرائے نبوت کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ امت خیر الامم کا لقب پانے کی مستحق نہیں رہ سکتی۔ بلکہ مردود یا ملعون کا لقب پانے کی سزا وار ٹھہرے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی کی فضیلت قرآن شریف میں جعل فیکم انبیاء سے ظاہر کی گئی ہے۔ اب اگر اس امت میں یہ فضیلت تسلیم نہ کی جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ پیغمبر اسلام کے ظہور اول کے بعد جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب صرف اس بناء پر مردہ ہو گیا ہے کہ ان میں ”لکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ کی پیش گوئی کے رو سے انبیاء کا آنا بند ہو چکا ہے۔

اسی طرح اسلام بھی بعثت انبیاء سے خالی ہو کر مردہ مذہب بن جائے گا اور تازہ ترین الہام یا وحی جدید کا نمونہ مخالفین کے سامنے پیش نہیں کر سکے گا۔ اس کے علاوہ احادیث نبویہ بھی اس پر شاہد ہیں کہ اس امت میں محدث ہوں گے جو کثرت مکالہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو کر نبوت ظلی کا دعویٰ کرتے ہوئے امتی نبی کہلائیں گے۔ اب ثابت ہو گیا کہ یہ نبوت صرف درجہ کرامت تک پہنچ کر رہ جاتی ہے۔ جس میں فنا فی الرسول کا وہ مقام پیش آتا ہے کہ اس میں جو امور پیغمبر اسلام کی طرف بحیثیت نبوت منسوب ہوتے ہیں وہ بعینہ فنا فی الرسول کی طرف بھی منسوب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر اسلام کی تصدیق ہی مرزا قادیانی کی تصدیق ہوگی۔ الگ تصدیق کی ضرورت نہ رہے گی اور مرزا قادیانی کی بیعت اسی طرح مدار نجات ہوگی۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا نجات بخش ہو سکتا ہے اور تجدید بیعت کی ضرورت اسی وقت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام پر مخالف ہوائیں چل رہی ہوں۔ تاکہ بادمخالف سے متاثر ہو کر ایمان مردہ نہ ہو جائے۔ پس یہی وہ بیعت ہے جو قبول اسلام کے بعد تبلیغ کے لئے غزوات اسلامیہ میں لی گئی تھی اور تجدید اختلاف اسلامیہ میں بھی اس کو فرض سمجھا گیا تھا اور اب صوفیائے کرام میں یہی جاری ہے تاکہ تبلیغ اسلام میں کسی تنظیم کے ماتحت ایک جماعت کھڑی ہوئی نظر آئے۔

خود مرزا قادیانی نے بھی آخری اعلان میں اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

”خاتم النبیین“ کے تحت میں ایک پیشین گوئی مضمّن ہے جو میرے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ نبوت کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ مگر جب اپنے گھروں میں حضور نے خود ابی بکر کھلا رکھا تھا تو اس میں یہ اشارہ تھا کہ سیرت صدیقی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ جس



میں فتانی الرسول ہونے کے بعد داخل ہو کر بردنوت پہنی جاسکتی ہے جو خود محمد رسول اللہ ﷺ نے پہنی ہوئی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے صدیق اکبر نے یہ چادر پہن کر دلالت کبریٰ کا درجہ حاصل کیا کہ میری بیعت اور میری تعلیم موجب نجات ہے۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۷۸، خزائن ج ۱ ص ۴۲۰) میں ہے کہ: ”واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ“ (اربعین نمبر ۴ ص ۶، خزائن ج ۱ ص ۴۳۵) پر ہے کہ: ”واصنع الفلک باعیننا۔ سلام علی ابراہیم فاتبعوه“

مزید لکھا ہے کہ: ”اہل المشرق والمغرب يجب علیہم ان یدخلوا فی بیعة خلیفۃ الاسلام“ کیونکہ اس وقت صرف وہی فرقہ ناجیہ ہے جو خلیفۃ المسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ ورنہ تجدید بیعت سے تغافل کرنا اگرچہ کفر تو نہیں ہے۔ مگر فرقہ ناجیہ میں شمولیت کو مشکوک کر دیتا ہے۔ (مگر غیر ناجی اور کافر کہنا ایک ہی بات ہے)

مرزا محمود کے اقوال اگرچہ اظہر من الشمس ہیں۔ جن کو نقل کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر تاہم اتمام حجت کے لئے ان کا اقتباس ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ:

”وآخرین منهم“ میں دو بعثتوں کا ذکر ہے اور چونکہ احادیث میں نزول مسیح مذکور ہے۔ اس لئے دوسری بعثت سے مراد مرزا قادیانی ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (انوار خلافت ص ۵۰) ”ما ننسخ من آية“ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دفعہ کام کرنے میں زیادہ خوبی والی شے مراد ہوتی ہے۔ اسی واسطے العود احمد کا محاورہ جاری ہو گیا ہے۔ پس دوسری بعثت پہلی بعثت سے عمدہ اور بہتر ہوگی۔ پس مرزا قادیانی احمد (قابل تعریف) اور مسیح علیہ السلام سے بہتر ثابت ہو گئے۔ (اسی شکست و ریخت کا نام ہی تاج ہے) (انوار خلافت ص ۳۸)

مرزا قادیانی بلحاظ نبوت کے ایسے ہیں جیسے اور پیغمبر اور ان کا منکر کافر ہے۔

(الفصل ص ۸ نمبر ۱۲، ۱۹۱۳ء)

جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔

(تشیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۰)

مرزا قادیانی نے اس کو بھی کافر ٹھہرا دیا ہے جو سچا تو جانتا ہے مگر بیعت میں توقف کرتا

(تشیذ الاذہان نمبر ۴ ص ۱۴۱، اپریل ۱۹۱۱ء)

ہے۔

جس آیت میں رسولوں کا انکار کفر قرار دیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی بھی چونکہ رسولوں میں

شامل تھے۔ اس لئے آپ کا انکار بھی کفر ہے۔ (اس لئے مرزا قادیانی کے منکران کو کافر کہنے سے

کافر نہیں ہیں)

(الفضل ج ۲، مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۵ء)

صرف فرق یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بالواسطہ نبوت پائی ہے اور دوسرے انبیاء نے بغیر واسطہ کے۔ جو حال منکر نبی کا قرآن شریف میں مذکور ہے وہی حال مرزا قادیانی کے منکر کا ہے۔ (قول فصل ص ۳۳)

اگر آپ کو نبی نہ مانا جائے تو وہ نقص پیدا ہوتا ہے جو انسان کو کافر بنانے کے لئے کافی

(حقیقت النبوة ص ۲۰۴)

پس مسیح موعود کے نبی اللہ اور احمد ہونے سے انکار کرنا حضور کی بعثت ثانی اور احمد اور نبی

اللہ ہونے سے انکار ہے۔ جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔

(مرزا قادیانی کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کسی کافر نہیں کہتے۔ بلکہ وہ مسلم کو کافر کہہ کر خود کافر بن رہے

(الفضل نمبر ۳ ج ۳ ص ۷، مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

ہیں) حدیث ”ستفترق امتی“ سے ظاہر ہے کہ فرقہ ناجیہ کے سوا سب ناری ہیں اور

”آخرین منهم“ سے ثابت ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ سب سے آخری فرقہ ہے۔ کیونکہ ”آخرین“

اسم تفضیل ہے۔ جس کے معنی ہیں بہت ہی پیچھے آنے والا اور حدیث ”کیف تہلك امة.....

وابن مریم آخرها“ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرین کا گروہ مرزا قادیانی کی جماعت ہے اور آئیہ

آخرین سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود باعتبار کمالات نبوت و رسالت کے محمد رسول اللہ ہی ہیں اور

تہتر (۷۳) فرقہ میں سے ایک کا ناجی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانے سے ناجی بنے

گا اور حضور کے صحابہ میں شمار ہوگا اور منہم سے معلوم ہو گیا کہ جس عہد صحابہ میں ان کے سوا دوسرے

فرقے ناری تھے اور کافر تھے۔ اسی طرح آخرین کے زمانہ میں ان کے سوا سب فرقے ناری اور

کافر ہیں۔ پس بعثت اول میں منکرین کو کافر قرار دینا اور بعثت ثانی میں منکروں کو کافر قرار نہ دینا

حضور ﷺ کی چٹک اور آیت سے استہزاء ہے۔ (مرزا محمود قادیانی قدرت ثانیہ ہیں اور

مرزا قادیانی کا بروز اول ہیں اور حضور علیہ السلام کا بروز ثانی ہیں۔ اب ان کا منکر بتاؤ کیسا ہوگا)

(الفضل ج ۳ نمبر ۱۰ ص ۶، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

مرزا قادیانی عین محمد تھے۔ کیونکہ آپ کے کامل مظہر تھے۔ اس لئے آپ کے مقابلہ

میں خادم ہیں اور جب آپ کو الگ تصور کیا جائے تو آپ کو عین محمد کہا جائے گا۔ پس میرا ایمان ہے

کہ مرزا قادیانی حضور ﷺ پر چلتے چلتے عین محمد بن گئے تھے۔ (مرزا محمود چونکہ مرزا قادیانی

(ذکر الہی ص ۶۰)

کا بروز ہیں۔ اس لئے وہ بھی عین محمد ٹھہرے)

خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ حضور کے نقش قدم پر چل کر غلامی اختیار نہ کرے اور جب دروازہ نبوت کھلا ہوا ہے تو مسیح موعود ضرور نبی ہیں۔

(حقیقت النبوة ص ۲۳۲)

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس آیت میں سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں گذرا کہ جس کا یہاں ذکر ہو۔

(حقیقت النبوة ص ۱۳۸)

ابدال و اقطاب و اولیاء میں سے صرف مجھ کو ہی اسم نبی دیا گیا ہے اور میرے سوا کسی کو اس کا حق بھی نہیں ہے۔ (جیسا کہ: ”کان اللہ نزل من السماء“ کی آیت صرف خلیفہ محمود کو خدا کا لقب دے رہی ہے)

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

چونکہ آخرین صرف مسیح موعود کی جماعت ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ مسیح موعود ہی رسول تھے۔

(حقیقت النبوة)

اگر نبی کریم کا منکر کافر ہے تو مسیح موعود کا منکر بھی کافر ہے۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہ تھے۔ اس لئے اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں ہے تو نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ بعثت اول میں تو آپ کا منکر کافر ہو اور آپ کی دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ، اکمل اور اشد ہے۔ آپ کا انکار کفر نہ ہو۔

(ریویو موسومہ کلمۃ الفصل ص ۱۴۶)

کیا اس بات میں کوئی شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا۔ جب تک ”آخرین منهم“ کی آیت موجود ہے اس وقت تک تو مجبور ہے کہ مسیح موعود کو محمد کی شان میں قبول کرے۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۰۵)

مسیح موعود کو تب نبوت ملی تھی جب کہ اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا تھا اور اس قابل ہو گیا تھا کہ ظلی نبی کہلائے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کو اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کر دیا۔ (بالکل خیالی بات ہے)

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۳)

نبی کریم کے شاگردوں میں سے علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا درجہ بھی پایا ہے اور نہ صرف نبی بنا۔ بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ (ہاں خدا ہی بنا ہے)

(حقیقت النبوة ص ۲۵۷)

امت محمدیہ میں سے صرف ایک شخص نے نبوت کا رجب پایا ہے اور باقیوں کو یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا۔ (اس ایک کو بھی یہ درجہ نصیب نہیں ہوا)

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۶)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو مبعوث کرے گا۔ پس مسیح موعود خود رسول اللہ تھے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ (قول بالتناخ ہے)

(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا دیا۔ جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں تھی۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔ (غلط)

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۴)

مسیح موعود تمام انبیاء کا مظہر ہے۔ جیسا کہ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”جرى الله فى حلل الانبياء“ اس سے اس کے آنے سے گزشتہ تمام انبیاء پیدا کئے گئے۔ پس سلسلہ موسوی سے سلسلہ محمدی بڑھ گیا۔ کیونکہ ان انبیاء کے علاوہ جو تورات کی خدمت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ خود موسیٰ علیہ السلام بھی تو اس سلسلہ میں دوبارہ دنیا میں بھیجے گئے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کے وجود باوجود میں پورا ہوا۔ (یہ عجیب قسم کا تناخ ہے کہ ساری دنیا مرزا قادیانی میں ظاہر ہو گئی تھی)

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۷)

جب اللہ تعالیٰ نے ”واذ اخذ الله ميثاق النبيين“ میں سب نبیوں سے عہد لیا۔ جن میں نبی کریم ﷺ بھی شامل ہیں کہ جب تم کو کتاب (تورات و قرآن) اور حکمت (منہاج نبوت اور حدیث) دوں۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول مصدق (مسیح موعود) آئے تو تم اے نبیو! ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد فرض سمجھنا۔ پس جب تمام انبیاء پر فرض ہے کہ مسیح موعود ایمان لائیں تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔ (اس دعوے میں مسیح ایرانی بھی شریک ہے)

(الفضل ص ۶ ج ۳ نمبر ۳۸، مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء)

”وبالآخره هم يوقنون“ میں اس وحی کا ذکر کیا ہے جو پیچھے آنے والی ہے۔ جس کا وعدہ آیت: ”وآخرين منهم“ میں دیا گیا ہے۔ یعنی وہ وحی جو رسول کریم ﷺ کی بعثت ثانی میں مسیح موعود پر نازل ہوگی۔ (اتنا بھی معلوم نہیں کہ آخرت کا لفظ مذکر کے لئے ہے یا مؤنث کے واسطے؟)

(تفسیر پارہ اول ص ۱۲، فرقہ محمودیہ)

کیا یہ پرلے درجہ کی بے عزتی نہ ہوگی کہ ہم آیت: ”لا نفرق الايه“ میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام وغیرہ کو تو شامل کریں اور مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو شامل نہ کریں۔ بلکہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۷)

مسیح موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم نہ کرنا بلکہ امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں شامل کرنا گویا خود نبی کریم ﷺ کو اپنا امتی قرار دینا ہے۔ جو کفر عظیم اور کفر در کفر ہے۔

(الفضل ص ۷ ج ۳، مورخہ ۳ جون ۱۹۱۵ء)

مسیح موعود نے خطبہ الہامیہ میں بعثت ثانی کو بدر کر رکھا ہے اور بعثت اول کو ہلال۔ جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کا کافر بعثت اول کے کافروں سے بدتر ہے۔ آخرین منہم سے مسیح کی جماعت صحابہ میں داخل ہے جو نبی پر ایمان لانے سے صحابہ بنتی ہے۔ کسی امتی پر ایمان لانے سے صحابہ نہیں بنتی۔ (یہ تین حوالے مسلمانوں کو کافر بنانے میں مشین کا کام دیتے ہیں)

(الفضل ص ۴، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

حضرت اقدس نے جو زمانہ امتی بن کر گزارہ ہے وہ غلام احمد اور مریم بن کر گزارا ہے۔ جب اس سے ترقی پا کر احمد اور ابن مریم بن گئے تو نہ غلام احمد رہے اور نہ مریم یہ ایک نکتہ ہے جو صرف خدا نے مجھے ہی سمجھایا تھا۔ پس امتی کے درجہ سے ترقی پا کر نبی بن جانے پر بھی آپ کو نبی نہ کہنا ایسا ہے کہ کسی پٹواری کو ڈپٹی کلکٹر بن جانے کے بعد پھر پٹواری کہتے جانا اور ڈپٹی کلکٹر نہ کہنا جو دراصل اس کی توہین اور گستاخی ہے۔ (عورت سے مرد یا ماں سے بیٹا کب سے بننا شروع ہوا ہے؟)

اب حقیقی نبوت سے مراد شریعت جدید ہے۔ ورنہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہر ایک نبوت حقیقی نبوت ہے۔ جعلی یا فرضی نہیں ہوتی اور مسیح موعود بھی حقیقی نبی تھا اور مستقل نبوت سے مراد وہ نبوت ہے کہ جو بلا واسطہ حاصل ہو ورنہ لغوی معنی کے لحاظ سے ہر ایک نبی مستقل ہی ہوتا ہے۔ عارضی نہیں ہوتا اور مسیح موعود بھی مستقل نبی تھا۔ (تب ہی تو اسلام نے اسے دجال کافر اور مفتری کہا ہے) (کلمۃ الفصل ص ۱۱۸)

اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کا نام نبی رکھا اور شریعت اسلام نے جو معنی نبی کے کئے ہیں اس معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ ہاں شریعت جدیدہ نہ لانے سے مجازی نبی ہیں۔ (ہاں تحریف قرآن اور تحریف احادیث کی وجہ سے آپ حقیقی اور شریعت جدیدہ کے مالک ضرور ہیں)

اب ان عبارتوں میں فرقہ محمودیہ نے آٹھ اقرار کئے ہیں۔

اول..... نبی کریم ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے قادیان میں دوسرا جنم لیا تھا۔ جس کو ہم حلول یا تناخ آسانی سے کہہ سکتے ہیں اور اکمل قادیانی بھی (بدر نمبر ۴۳ ج ۲) میں شاعرانہ انداز پر مانتے ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں  
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں  
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل  
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

دوم..... اہل اسلام عموماً اور لاہوری پارٹی خصوصاً اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کو نہیں مانتے۔ پس مسلمانوں کو شرم کرنی چاہئے کہ جو فرقہ تم کو مسلمان نہیں سمجھتا اس کو اپنا نمائندہ سمجھنا کہاں تک بے غیرتی ہوگی۔

سوم..... فرقہ ناجیہ اس وقت فرقہ محمودیہ ہی ہے اور اس کی شان پیغمبر علیہ السلام کی شان کے برابر ہے۔ مسلمانوں کو عموماً اور لاہوریوں کو خصوصاً ڈوب کر مرجانے کا مقام ہے کہ ایسے مذہبی دشمن کو اپنا رہنما سمجھ کر اس سے بہتری کی توقع رکھتے ہیں۔

چہارم..... امت محمدیہ میں سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں گذرا۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ ولایت کو نبوت ظلیہ نہیں کہتے۔ ورنہ لاہوریوں کی طرح تمام اولیاء کو ظلی نبی مان لیتے۔

پنجم..... مسیح موعود کی شان تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے اور اس کا منکر بھی اشد ترین کفار میں سے ہوگا۔ ششم..... مسیح موعود کی اطاعت تو انبیاء کے ذمہ بھی فرض ہے۔ دوسرے لوگ کس باغ کی مولیٰ

ہیں کہ اطاعت کے انکار سے کافر نہ ہوں۔

ہفتم..... مسیح موعود کو امتی کہنا کفر ہے اور اس بنیاد پر لاہوری پارٹی کا کفر بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ مرزا قادیانی کو امتی نبی تسلیم کرتی ہے۔

ہشتم..... مرزا قادیانی کو مستقل اور حقیقی نبی (لغت کے طور پر) کہا جاسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بارہا کہا ہے کہ کثرت مکالمہ سے میں محدث کے درجہ پر ہوں۔ جس پر ارسال کا لفظ قرآن شریف میں بولا گیا ہے۔ اس واسطے وہ رسول ہوا اور لغت میں بھی بھیجے ہوئے کو رسول کہتے ہیں اور غیب دان ہونے سے نبی کہلاتا ہوں۔ اب مرزا محمود کہتے ہیں کہ جب آپ لغت کی بنیاد پر نبی اور رسول تھے تو اس میں کیا ہرج ہے کہ مرزا قادیانی کو لغت کے لحاظ سے مستقل اور حقیقی بھی کہا جائے۔ اس کا جواب لاہوریوں کے ذمہ ہے۔

اہل اسلام کے نزدیک جب یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ بعثت انبیاء منقطع ہو چکی ہے اور آغاز دعاوی میں اس کو مرزا قادیانی بھی مانتے تھے تو اس تمام سردردی کا جواب صرف اس لاہوری پارٹی

کے ذمہ آ پڑتا ہے۔ جو مرزا قادیانی کو سچا مان کر ان آٹھ باتوں کا اقرار نہیں کرتی۔ ورنہ جب مسلمان مرزا قادیانی کو سرے سے سچا ہی نہیں مانتے تو ایسی باتوں کو بناء الفاسد علی الفاسد سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں ٹھکرا کر پھینک دیں گی۔ مگر تاہم مرزا قادیانی کی علمی لیاقت کا اندازہ لگانے کے لئے اور لاہوری پارٹی کو علمی تخمینہ لگانے کے لئے ہم بھی بطور قرض حسنہ اس مقام پر چند نوٹ لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین محفوظ ہو کر لطف اٹھائیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ بانی فرقہ محمودیہ نے اس مقام پر بری طرح غلطی کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف پر سوائے سطحی اور تقلیدی بیانات کے ذرہ بھر بھی عبور نہیں۔ ورنہ ایسے غلط معنی کر کے موجب ہلاکت نہ بنتے۔

اول..... مرزا محمود نہیں مانتے کہ کوئی رسول بھی اپنی وفات کے بعد واجب الاطاعت رہ سکتا ہے۔ ورنہ بروز ثانی کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ عقیدہ مقتضی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ایک نہ ایک بروز موجود رہے۔ اس لئے حضور کا صرف ایک ہی بروز تسلیم کرنا خلاف اصول ہوگا۔

دوم..... آخرین کا معنی بہت ہی پیچھے کرنا غلط ہے۔ کیونکہ علمائے لغت کے نزدیک آخر کا لفظ لآخر یا آخر من سے مختصر ہو کر استعمال ہوا ہے۔ جو تفصیل بعض یا تفصیل نفسی کے معنی دیتا ہے اور اس وقت آخرین سے مراد وہ تمام اہل اسلام ہوں گے جو عہد صحابہ کے بعد شروع ہوتے ہیں اور جن کا وجود قیامت تک رہنا تسلیم کیا گیا ہے اور یہی معنی ہی درست ہے۔ ورنہ مرزا محمود کے ترجمہ کے رو سے عہد صحابہ کے بعد اور مرزا قادیانی کے ادعائے مسیحیت کے اول، درمیان کا زمانہ بعثت اول میں داخل رہتا ہے اور نہ بعثت ثانیہ میں۔ اس لئے ترجمہ یوں ہوگا کہ حضور کی بعثت امین میں ہوئی تھی اور امین کے بعد دوسرے لوگوں میں بھی آپ ہی مبعوث تسلیم کئے گئے ہیں۔ جو ابھی تک (صحابہ کی عین حیات میں) ان سے نہیں مل سکے۔ بلکہ بعد میں پیدا ہوں گے اور یا بعد میں ان کی جماعت میں شامل ہوں گے۔ مرزا محمود کا فرض ہے کہ اپنی غلطی تسلیم کر کے یہ زعم باطل دل سے نکال دے کہ نبی کریم کی دو بعثتیں قرآن میں مذکور ہیں اور خواہ مخواہ اپنے ترجمہ کی بنیاد پر مخالفین اسلام کے مسئلہ حلول اور تناسخ کو تقویت نہ دیں اور یہ بھی یاد رہے کہ بروز کی آڑ لینے میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا ترجمہ صرف اس صورت میں صحیح بیٹھ سکتا ہے کہ جس طرح نبی کریم خارجی طور پر ظاہر ہوئے تھے۔ اسی طور پر دوسری بعثت میں خارجی طور پر ہی پیدا ہوتے ورنہ بروز کا کچھ معنی نہیں رہتا۔



سوم..... بروز مراد صوفیاء کرام کے نزدیک صرف ظہور تشابہ صفات ہے اور اس موقع پر مرزا قادیانی نے تنازع کے معنی میں لیا ہے اور یہ ایسا مغالطہ ہے کہ اس سے کفر و اسلام مشتبہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہ بروز کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں ہے۔ صرف تعلیم فلسفہ کا اثر ہے۔

چہارم..... امین سے مراد صحابہ لینا۔ پھر اس لفظ کو منہم کے بعد قادیانی جماعت لینا قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام میں اور خود نزول آیت کے وقت ام القرئی صرف مکہ مراد تھا۔ قادیان کا وجود ہی اس وقت نہ تھا جس کا وجود گیارہویں صدی میں مؤرخین نے تسلیم کیا ہے۔

پنجم..... اگر مرزا قادیانی مرزائیوں کے نزدیک واقعی بروز محمدی اور بعثت ثانیہ ہیں تو کیوں الہام مرزا کو قرآن شریف کا اکتیسواں پارہ قرار نہیں دیتے اور کیوں اپنی نمازوں میں مرزا قادیانی نے قرآن شریف کی بجائے پڑھنا پسند نہیں کیا تھا اور کیوں یہ نہ کہہ دیا کہ اب قرآن میں اضافہ ہو گیا ہے اور مسیلمہ کذاب کی طرح کیوں نہ کہہ دیا کہ بعثت اول کا قرآن فرقان اول ہے اور بعثت ثانیہ کا قرآن فرقان ثانی ہے۔ ورنہ معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ محمودیہ کی ضمیر خود انکو ملامت کر رہی ہے کہ کس طاغوت کی پیروی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ ”فان امتريت في هذا النقول فعليك بالعقائد المحموديه للسيد المدر الجيلاني ولا بد لك ان تنشد في الامة القادنية المحمودية هذا الشعر“

اذا كان الغراب دليل قوم

سيهد بهم طريق الهالكينا

۷..... لاہوری پارٹی کا فرقہ محمودیہ پر فتوائے کفر

تقریحات مذکورۃ الصدر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فرقہ محمودیہ کے خیال میں فرقہ کمالیہ (لاہوری پارٹی) مرزا قادیانی کو مستقل مطاع الرسل نہ ماننے سے اشد ترین کافرین میں سب سے پہلے داخل ہیں۔ اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ لاہوری پارٹی کس طرح فرقہ محمودیہ کو کافر قرار دیتی ہے اور مرزا قادیانی کو ظلی نبوت کے اوپر جانے سے روکتی ہے اور کیسے اقوال مرزا قادیانی کو اپنے دلائل میں بیان کرتی ہے۔ (خوب گذرے گی جوئل بیٹھیں گے دیوانے دو)

میں ایمان محکم رکھتا ہوں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور اس امت میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہویا پرانا۔ قرآن کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہے۔ ہاں محدث آئیں گے۔ جن میں نبوت

تامہ کے بعض صفات ظلی اور مکالمہ کی صفت پائی جائے گی اور بلحاظ وجود کے شان نبوت سے رنگین کئے جائیں گے جن میں سے میں بھی ہوں۔ (مگر وہ مدعی نبوت نہ ہوں گے)

(نشان آسمانی ص ۳۰، خزائن ج ۳ ص ۳۹۰)

خدا تعالیٰ نے انعام دینے کے بعد ”اهدنا الصراط المستقیم“ کا حکم دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث قرار دیا ہے۔ تاکہ یہ وجود ظلی ہمیشہ قائم رہے اور خلیفۃ الرسول بھی ظلی طور پر درحقیقت اپنے مرسل کا ظل ہوتا ہے۔ (شہادت القرآن ص ۵۶، خزائن ج ۶ ص ۳۵۲)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ آج اسلام میں ایسے لوگ موجود نہیں ہیں۔ گویا اس نے یہود و نصاریٰ کی طرح اسلام کو بھی مردہ تصور کیا ہے۔ اسلام کی ذلت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ اس کو بھی مردہ مانا جائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی پر دو سو علماء کا فتویٰ کفر موجود ہے۔ مگر دو سو برس کے بعد انکو کامل اور پاکباز انسان مانا گیا اور ایسی قبولیت ہوئی کہ دنیا مانتی ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ نبی آتے ہیں تو انکو خجل کیا جاتا ہے۔ (گویا یہ بھی نبی تھے! بعد مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد اسلام پھر مردہ ہو گیا ہے۔ کیا کوئی زندہ کرے گا؟)

خدا جب ہاتھ پکڑتا ہے تو کسی نبی تک پہنچا دیتا ہے اور حسب اقتضائے حالات زمانہ اس نبی کا کمال، جمال، علم، عقل، نام اور نور عطاء کرتا ہے۔ نبی کی روح اور اس کی روح دو متعاکس شیشے ہو جاتے ہیں۔ ایک کا عکس دوسرے میں پڑتا ہے۔ مگر نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے۔ (مگر نبی کا مثل نہیں ہوتا) (کرامات الصادقین ص ۸۵، خزائن ج ۷ ص ۱۲۷)

ہمیں حکم ہے کہ عبادات و اخلاق میں رسول کریم ﷺ کی پیروی کریں۔ اگر ہم میں وہاں تک استعداد نہیں ہے تو یہ کیوں حکم ہوا کہ: ”انعمت علیہم“ جس میں بیان کیا ہے کہ یا اللہ جس قدر نبی، صدیق اور شہدا گزرے سب کے صفات ہم میں ظلی طور پر جمع کر۔ (کیا خدا کی پیروی سے خدا بن جاؤ گے) (حقیقت الوحی ص ۱۵۲، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۶)

اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کو بعض انبیاء کے قدم پر بھیجتا ہے۔ پس وہ ولی ملاء علیٰ میں اسی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اولیاء مثلاً بہت ایسے ہیں کہ ان کے نام آسمان میں نبیوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ ان کے نور سے نور اور خلق سے خلق حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت ظہور مفاسد کے وقت بروز کرتی رہتی ہے اور حقیت محمدیہ کا ظہور کس کامل قبیح کے وجود میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ مہدی کے بارے میں جو آیا ہے کہ اسمہ اسی خلقی اسی کی طرف اشارہ

ہے۔ صد ہا ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور خدا کے نزدیک ظلی طور پر انہوں نے محمد اور احمد کا نام پایا تھا۔ (ایسے نام شیطانی وساوس ہیں)

(آئینہ ص ۳۲۶، خزائن ج ۵ ص ۳۲۶، ۳۷۵)

صحابہ رسول خدا کی عکسی تصویر تھی۔ (صرف منہ کی باتیں ہیں)

(فتح الاسلام ص ۳۶، خزائن ج ۳ ص ۲۱)

وجود عمر و جد نہیں تھا۔ بوجہ ظل کے (تو پھر لائے بعدی کیوں وارد ہوا؟)

(ایام صلح ص ۳۹، خزائن ج ۳ ص ۲۱۵)

جو شخص تعلیم الہی کو اپنا امام بنائے گا وہ مسیح کی شان میں آ جائے گا اور اس تعلیم سے ہزاروں مسیح گزرے اور ہزاروں مثل آئیں گے۔ (اب کون ہے؟)

(فتح الاسلام ص ۲۷، خزائن ج ۱۲ ص ۳۳۸، مراجعین کے سوالوں کا جواب ص ۲۲)

ابوبکر کتاب نبوت کا نسخہ اجمالیہ تھا اور تمام آداب میں ظل نبی کریم علیہ السلام تھا۔

(صرف تعریف ہے) (سرالخلافت ص ۳۲، خزائن ج ۸ ص ۳۵۵)

اصطلاح اسلام میں نبی یا رسول وہ ہے جو شریعت جدیدہ لا کر احکام سابقہ کو منسوخ کرے اور نبی سابق کی امت نہ کہلا کر مستقل طور پر خدا سے احکام حاصل کرتا ہے۔ یہاں (میری نبوت میں) یہ معنی نہ سمجھو۔

جری اللہ فی حلال الانبیاء کا مطلب استعارہ کے طور پر یہ ہے کہ خدا جس کو بھیجتا ہے وہ رسول ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو حدیث مسلم میں مجازی طور پر رسول کہا گیا ہے اور غیب کی خبر پالنے والاتی ہوتا ہے۔ اس جگہ یہی لغوی معنی مراد ہیں۔ اصطلاحی معنی الگ ہیں۔ (بلکہ یہ مرزائی اصطلاح ہے) (اربعین نمبر ص ۱۸، خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۳)

میں صرف اس لئے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کثرت سے پیشین گوئیاں کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (پھر تو رمل اور نجوم سے بھی یہی نبوت حاصل ہو سکتی ہے)

(اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۱۸ء)

محمی الدین بن عربی کہتے ہیں کہ نبوت غیر تشریحیہ جاری ہے۔ مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ یہ نبوت بھی مسدود ہے۔ صرف انعکاس نبوت جاری ہے۔ (ہاں اس لئے آپ الٹے ہی ہیں)

(بدرد مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

اصلی نعمت خدا سے مکالمہ و مخاطبہ ہے۔ جو انبیاء کو دی گئی ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ:

”اهدنا الصراط المستقیم“ پڑھ کر ہم سے بھی نعمت طلب کرو کہ میں تمہیں دوں گا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس امت پر نعمتوں کے تمام دروازے بند تھے۔ چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنے والا مسیح امتی ہوگا تو کلام الہی میں اس کا نام نبی رکھنا صرف اس لئے ہے کہ کثرت مکالمہ سے مشرف ہوگا۔ ورنہ اس امت میں کوئی امتی نبی اس امت میں نہیں آ سکتا تھا اور مردہ ہو کر خدا سے دور اور بھور ہو جاتی اور ”اهدنا الصراط المستقیم“ کی تعلیم نہ ہوتی اور خاتم الانبیاء سے یہ مراد نہیں ہے کہ کثرت مخاطبہ بھی بند ہے۔ ورنہ شیطان کی طرح یہ امت بھی خدا کی رحمت سے دور اور لعنتی ہوتی۔ (چنانچہ اب مرزائی لعنتی ہیں) (ضمیمہ براہین نمبر ۵ ص ۱۳۲، ۱۳۱، خزائن ج ۲۱ ص ۳۰۸، ۳۵۳) میں ہر کتاب میں لکھتا آیا ہوں کہ میری نبوت صرف کثرت مکالمہ پر مبنی ہے۔ خدا مجھ سے بولتا ہے اور میری باتوں کا جواب بھی دیتا ہے۔ (تو پھر تم کلیم اللہ ہوئے)

(اخبار عام نمبر ۲۷، مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۸ء)

ہم نے کوئی ان معنوں میں دعوائے رسالت نہیں کیا۔ جیسا کہ ملاں لوگوں کو بہکاتے ہیں اور جو ہمارا دعویٰ منذر اور ملہم ہونے کا ہے۔ متابعت شریعت میں ہے اور ہمیشہ سے ہے۔ آج کا نہیں۔ ۲۴ سال سے یہ الہام ہے۔ ”جرى الله فى حلال الانبياء“ (یہ تناخ ہے)

(بدر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء ص ۸)

بعض دفعہ ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں۔ سارا جھگڑا یہ ہے۔ جس کو نادان متعصب کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح کا نام جو نبی اللہ رکھا گیا ہے وہ انہی مجازی معنی کے رو سے ہے۔ جو صوفیائے کرام کا معمولی محاورہ اور امر مسلم ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔ (کوئی محاورہ نہیں) (انجام آقلم ص ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸) خدا نے ارادہ کیا تھا کہ نبی کریم کے کمالات متعدد یہ کے اظہار اور نیز اثبات کے لئے کسی شخص کو آپ کی پیروی کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمہ کا بخشے جو اس وجود پر عکس نبوت کا رنگ پیدا کرے۔ سو اس طور پر خدا نے میرا نام نبی رکھا اور نبوت محمد یہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہوئی اور صرف ظلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ (تو پھر نبی علیہ السلام کثیف ٹھہرے اور تم لطیف)

(چشمہ معرفت ص ۳۲۵، خزائن ج ۲۳ ص ۳۴۰)

خدا را مکالمہ است با ولیائے خود ایشان را رنگ انبیاء دادہ می شود و در حقیقت انبیاء عیسمہ زیرا کہ قرآن شریف حاجت شریعت را بکمال رسانید ام۔ (یہ خوب محاورہ ہے)

(مواہب الرحمن ص ۶۶، خزائن ج ۱۹ ص ۲۸۵)

”سمیت نبیاً علی وجه للمجاز لا علی وجه الحقیقة (نعم کالیا قوت للحيوان)“  
(ضمیر حقیقت الوحی ص ۶۵، خزائن ج ۲۲ ص ۶۸۹)

آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔ (حقیقی نبی ہے)

(ازالہ ادہام ص ۳۳۹، خزائن ج ۳ ص ۲۷۸)

اگر نبوت کے معنی صرف کثرت مکالمہ کئے جائیں تو کیا ہرج ہے؟ خصوصاً جب کہ قرآن شریف میں امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا کو اولیاء سے مکالمات ہوتے ہیں اور اسی نعمت کی تحصیل کے لئے ”اهدنا الصراط المستقیم“ سکھایا گیا ہے تو پھر اس نعمت کے حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ کیا وہ نعمت جو انبیاء کو دی گئی تھی۔ درہم و دینار ہیں؟  
(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۳۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۰۷)

یاد رہے کہ صفات باری کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس وہ بولنے کا سلسلہ ختم نہیں کرتا اور ایک گروہ ایسا بھی رہے گا جس سے کلام کرتا رہے گا۔ کوئی شخص دھوکا نہ کھائے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ میری نبوت مستقل نبوت نہیں ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ مگر میں امتی ہوں اور میرا نام نبی اعزازی ہے جو اتباع نبی سے حاصل ہوتا ہے۔ تاکہ حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت پیدا ہو۔ (بالکل خانہ ساز اصول ہے)  
(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۸۲، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۵)

میں نے نبی کریم کی پیروی میں عجیب خاصیت دیکھی ہے کہ سچا پیر و درجہ ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ (کتنے پہنچے)  
(تمہ چشمہ معرفت ص ۶۰، خزائن ج ۲۳ ص ۴۲۸)

نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے ہے۔ جس پر پیشین گوئی کا اظہار بکثرت ہو۔ اسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔ اس سے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے کہ: ”آل نبی وقت باشد اے مرید“ ابن عربی بھی یوں ہی لکھتے ہیں۔ حضرت مجدد بھی یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں۔ کیا سب کو کافر کہو گے۔ یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری رہے گا۔  
(حقیقت النبوة ص ۲۷۲، مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء)

میں اس طور پر جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں اور نہ رسول۔ مجھے بروزی صورت نے نبی بتایا ہے اور اسی بناء پر خدا نے مجھے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا ہے۔ (صاف جھوٹ ہے)  
(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶)

تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہو جاتا ہے۔ علماء امتی کے معنی بھی یہی ہیں۔ ایک حدیث میں علماء کو انبیاء کا وارث بھی بتایا ہے اور ایک حدیث میں

آیا ہے کہ چالیس آدمی ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوں گے۔ تمام مفسرین کا قول ہے کہ: ”انعمت علیہم“ میں تشبیہ بالانبیاء مذکور ہے۔ (ایام صلح ص ۱۶۳، خزائن ج ۱۴ ص ۴۱۱)

کتاب اقتباس الانوار میں ہے کہ روحانیت مکمل برابر باب ریاضت چنانچہ تصرف میفرمائی کہ فاعل افعال شان میگرد و ایں مرتبہ را بروز میگویند در فصوص الحکم سے نوید کہ بغرض بیان کردن نظیر بروز میگوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبد ظہور نمود در خاتم الولاہیت کہ مہدی ست نیز روحانیت محمد مصطفیٰ بروز و ظہور خواہد نمود و ایں را بروزات مکمل سے گویند نہ تاج و بعضی برانند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ہمیں نزول است مطابق ایں حدیث لا مہدی الا عیسیٰ۔

(آگے لکھا ہے کہ یہ قول مردود ہے تم نے یہ کیوں نہ لکھا) (ایام الصلح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۳) ”اور محی الدین عربی ایک اپنی کتاب میں (جوان کی آخری تصنیف ہے) لکھتے ہیں کہ عیسیٰ تو آئے گا۔ مگر بروزی طور پر یعنی کوئی اور شخص امت محمدیہ کا عیسیٰ کی صفت پر آئے گا۔ صوفیاء کا مذہب ہے کہ بعض کالمین اس طرح پر دنیا میں آتے ہیں کہ ان کی روحانیت کسی اور پر تجلی کرتی ہے اور اس وجہ سے دوسرا شخص پہلا شخص ہی ہو جاتا ہے۔“ (کتاب کا نام کیوں نہیں لیا)

(براہین ج ۵ ص ۱۲۵، خزائن ج ۲۱ ص ۲۹۱)

”نزول مسیح مجسم عصری کو آیت: ”وخاتم النبیین“ بھی روکتی ہے اور حدیث بھی روکتی ہے کہ: ”لا نبی بعدی“ کیونکر جائز ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء ہوں اور کوئی دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے۔ کیا اب یہ ضرورت پیش نہیں آتی کہ حدیث نزول مسیح کے لفظوں کو ظاہر سے ضرور پھیرا جائے۔“ (تم نہیں سمجھتے) (ایام صلح ص ۴۷، خزائن ج ۱۴ ص ۲۷۹)

”حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی انبیاء و رسل کی طرح مرسلوں میں داخل ہوتے ہیں۔“ (غلط)

(ایام صلح ص ۷۴، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۴)

”جب مسیح میں (حسب عقیدہ اسلام) شان نبوت مضمر ہوگی تو بلاشبہ ختم رسالت کے منافی ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت وہ نبی ہے اور قرآن کے رو سے نبی کا آنا ممنوع ہے۔“ (کیا تم میں نبوت مضمر نہیں؟)

(ایام الصلح ص ۱۸۵، خزائن ج ۱۴ ص ۴۱۱)

”اگر کوئی نبی (نیا ہو یا پرانا) آوے تو ہماری نبی کریم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور مکالمات الہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے۔“ (پھر تم نبی کیوں بنے)

(ایام الصلح ص ۸۳، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۹)

”جری اللہ فی حلل الانبیاء“ کے معنی ہیں کہ منصب ارشاد انبیاء کا حق ہے۔ مگر

غیر کو بطور استعارہ ملتا ہے۔ تاکہ ناقصین کو کامل کریں۔ پس یہ لوگ اگرچہ نبی نہیں ہیں۔ مگر انبیاء کا کام ان کے سپرد ہوتا ہے۔“ (پھر تم نبی کیوں بنے؟) (براہین ص ۵۰۳ حاشیہ ۳، خزائن ج ۱ ص ۶۰۱)  
قرآن وحدیث

”جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہیں۔ تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے اور جس کے لئے بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر نبوت مجازی قرار یا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آئے گا۔“ (ہاں ضرور) (ازالہ وہام ص ۴۲۲، خزائن ج ۳ ص ۳۲۰)  
”جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی رسول ہوتا ہے۔ کیا قرأت محدث کی یاد نہیں ہے۔ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ارے نادانو بھلا یہ بتاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے۔ اس کو عربی میں رسول اور مرسل کہیں گے یا کچھ اور۔ بار بار کہتا ہوں کہ نبی، مرسل اور رسول جو میرے الہام میں ہیں۔ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور اسی طرح مسیح کا نبی ہونا بھی حقیقی طور پر نہیں ہے۔ یہ فہم ہے جو مجھے خدا نے دیا ہے۔ جس کو سمجھنا ہے۔ سمجھ لے۔“ (کہ صرف شیطانی وسوسہ ہے)

(سراج منیر ص ۳، خزائن ج ۱ ص ۳)

”(مرزا قادیانی دہلی کے مناظرہ میں لکھتے ہیں) میں نے سنا ہے کہ شہر دہلی میں علماء یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں مدعی نبوت ہوں! اور منکر عقائد اہل سنت ہوں۔ اظہار الحق لکھتا ہوں کہ یہ سراسر افتراء ہے۔ بلکہ میں اپنے عقائد میں اہل سنت الجماعت کا عقیدہ رکھتا ہوں اور ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم سے شروع ہو کر نبی کریم پر ختم ہو گئی۔ یہ وہ عقائد ہیں کہ جن کے ماننے سے کافر بھی مسلمان ہو سکتا ہے۔ تم گواہ رہو میں ان عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔“ (افسوس تم قائم نہ رہے اور وحی ولایت گھڑ لی)

(اشہار ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰)

”اب میں خانہ خدا (جامع مسجد دہلی میں) اقرار کرتا ہوں کہ جناب کے ختم رسالت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہوا سے بے دین اور منکر اسلام سمجھتا ہوں اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (جزاک اللہ خیرا) (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۵، اشہار ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء)  
”کیا بد بخت مفتری جو خود نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اگر قرآن پر اس کا ایمان ہے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ بعض خاتم الانبیاء کے میں نبی



ہیں۔ لیکن مرے الہام میں مجھے نئی کہا گیا ہے۔ وہ حقیقت پر محمول نہیں ہے۔ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔ جو بعض اولیاء کی نسبت بھی استعمال ہوا ہے۔“ (غلط ہے)

(انجام آتھم ص ۲۷، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵)

”ان الذین آمنوا وکانوا یتقون لهم البشرى (القرآن) لم یبق من النبوة الا المبشرات (بخاری) رؤیا المؤمن جزء من ستة واربعین من النبوة..... ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول . فشق ذلك على الناس فقال لكن المبشرات . فقالوا یا رسول الله ما المبشرات قال رؤیا المؤمن (المسلم) وهی جزء من اجزاء النبوة“ (قلت یرددعوا وهی لا یدری)

”اس بات کو بخضور دل یا درکھنا چاہئے کہ یہ نبوت کہ جس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ نبوت تامہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف جزوی نبوت ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔“ (توضیح المرام ص ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۶۰)

اب تحریر سابقہ اپنی تائیدی تحریرات کے مرزا محمود کی طرف سے لاہوری پارٹی کو کافر ثابت کرتی ہے۔ جیسا کہ تحریرات معہ تائیدی تحریرات کے لاہوریوں کی طرف سے مرزا محمود کو خارج از اسلام اور کافر ثابت اور واضح کرتی ہیں اور ہمیں ان دونوں پارٹیوں کے متعلق قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ (عوض معاوضہ گلہ ندارد) ان دونوں نے ایسا فیصلہ کیا ہے کہ جواب ترکی بترکی پورا ہو جاتا ہے۔ مگر تاہم ہمیں حق حاصل ہے کہ لاہوری مسلک پر کچھ تنقید کریں اور بتائیں کہ لاہوریوں نے مرزا قادیانی کے ماننے میں پورا حق ادا نہیں کیا اور مرزا قادیانی کے وہ دعاوی نظر انداز کر دیئے ہیں کہ جن میں آپ نے استقلال نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے بوجہ ذیل لاہوری مسلک غلط ہے۔

لاہوری گروپ

اول..... جب ازالہ غلطی کے اعلان میں مرزا قادیانی نے یہ لکھا ہے کہ میں اور محمد ایک ہو گئے ہیں اور اپنے اندر تمام کمالات محمد یہ نبوت کے جذب کر چکا ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کو کامل نبوت کا مدعی تصور نہ کیا جائے۔ کیا انتقال کی وجہ سے نبوت محمد یہ کوئی امر دیگر (نبوت غیر مستقل) بن گئی تھی یا مرزا قادیانی میں کوئی ایسی استعداد موجود نہ تھی کہ نبوت کاملہ کو قبول نہ کر سکتے تھے۔ بہر حال اتحاد حلول مان کر یہ ممکن نہیں کہ مرزا قادیانی کو حسب عقیدہ مرزا محمود نبی مستقل نہ مانا جائے۔

دوم..... جب مرزا قادیانی نے تردیجی ترقی حاصل کرتے کرتے ظلی نبوت حاصل کر لی تھی تو حقیقی نبوت کے حاصل کرنے میں جو آپ نے ایک سبیل نکالی تھی کہ میری نبوت عین نبوت محمدیہ ہے۔ وہ کیوں تسلیم نہیں کی جاتی۔ کیا وہاں جا کر ترقی رک گئی تھی؟ اور جب مرزا قادیانی نے ترقی رکنے کے متعلق کہیں اشارہ تک نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ آپ کو مدعی نبوت تشریحی نہ مانا جائے؟

سوم..... مرزا قادیانی نے مولوی صاحبان کی شکایت کی ہے کہ وہ ان کو نبی بننے کا اتہام لگاتے ہیں مگر اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس اتہام کا دفعیہ یوں کیا ہے کہ میں نے خلاف شریعت نبویہ کے کسی مخالف نبوت کا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ میری نبوت عین محمدیہ ہونے کی وجہ سے شریعت اسلام کے خلاف نہیں بلکہ تائید میں ہے۔ غور کرنے سے یہی بات مانتی پڑتی ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تائیدی انبیاء اگرچہ مستقل نبی تھے۔ مگر ان کی جزوی تبدیلی شریعت موسوی کی تائید میں تھی۔ مخالف نہ تھی۔ علیٰ ہذا القیاس مرزا قادیانی کی تجدید شریعت بھی برائے نام اسلام ہی کی تائید میں ہے اور اسلام کا (برعم خود) اصلی رخ دکھانے کے لئے ہے۔ ورنہ اسلام مٹانے کے لئے نہیں۔ اس لئے لاہوریوں کا فرض ہے کہ تائیدی نبی کے عنوان سے مرزا قادیانی کو مستقل نبی تسلیم کریں۔

چہارم..... جب مرزا قادیانی کا اپنا قول موجود ہے کہ بعثت ثانی میں آپ کی روحانیت اشد و اقویٰ ہے اور بعثت اول بمنزلہ ہلال کے ہے اور بعثت ثانی بمنزلہ بدر کے ہے تو کم از کم مرزا قادیانی کو اس درجہ میں نبی مستقل کا خطاب ضرور دیا جانا چاہئے۔ ورنہ یہ دونوں تحریریں بالکل رہ جائیں گی۔ اور فی الواقع اصلی حق تو ہے کہ مرزا قادیانی کو بقول محمود الفضل المرسلین کا خطاب دیا جائے اور کسی قسم کے بے ایمانی نہ برتی جائے۔ بہر حال اس کا جواب لاہوری پارٹی مرزائیوں کے پاس کوئی نہیں ہے۔

پنجم..... اولیاء امت کا قول بالبروز کرنا ایک شطھی قول ہے۔ شرعی یا ادعائی قول نہیں ہے اور نہ ہی مرزا قادیانی کی طرح انہوں نے اپنے آپ کو نبی کہلانے کی دعوت دی اور نہ ہی اپنی صداقت پر پیشین گوئیوں سے مسلح ہو کر لڑنے کے لئے ان کے نزدیک بروز صرف تشابہ فی الصفات ہے اور دعویٰ نبوت کفر ہے۔ جیسا کہ تحریرات پیش کردہ سے خود ظاہر ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی تعدی، مرزا قادیانی کا ادعائے نبوت اور منکرین سے لڑائی کرنا، یا ساری عمر صرف اثبات نبوت میں رٹ لگاتے رہنا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ بروز کا معنی گو شروع میں تشابہ فی الصفات

تھا۔ مگر اخیر میں عینیت روحانی بلکہ حلول روحانی اور تاسخ تک پہنچ چکا تھا۔ اس لئے محمودی فرقہ حق بجانب ہے اور لاہوری منکر رسالت مرزا ہیں۔

ششم..... ابتدائے اسلام سے درجہ ولایت کو تسلیم کیا جا چکا ہے اور درجہ محدثیت بھی قابل تسلیم ہے۔ مگر نہ اس عنوان سے جو مرزا قادیانی نے یہ دونوں درجے تسلیم کرانے کی ٹھان لی تھی۔ بلکہ ایسی سادگی سے تسلیم کرائے ہیں کہ ادعائے نبوت کو ان کے مفہوم سے کچھ بھی اشتباہ نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر اسلام نے خاتم النبیین کی تصریح کے بعد کسی عنوان سے بھی ادعائے نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ مدعی کو خارج از اسلام ثابت کیا ہے۔ اب اگر لاہوری پارٹی کا خیال درست ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی صرف ولایت کے ہی مدعی تھے۔ تو اس کو نبوت کے رنگ میں بار بار کیوں لا کر مسلمانوں کے خلاف اڑے رہے اور اگر کہا جائے کہ مرزا قادیانی کو چونکہ مسیح بننا تھا اس لئے نبوت کا عنوان بھی اختیار کرنا پڑا تو پھر یہ امر مشتبہ رہ جاتا ہے کہ آیا ولایت بعنوان مسیحیت یا ولایت بعنوان نبوت کا مصداق اور مدعی کوئی امتی ہو گذرا ہے یا نہیں؟ اگر ہو گذرا ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ ہزاروں بروز ہو گذرے ہیں تو مخالفین کے سامنے اس امر کی تصدیق کے لئے نقلی ثبوت بہم پہنچائے جانے چاہئے تھے۔ نہ یہ کہ صرف دعویٰ کر کے چلتے بنتے اور اگر کوئی نہیں گذرا جیسے کہ مرزا محمود قادیانی کا قول ہے کہ امت محمدیہ میں ولی بعنوان نبی صرف مرزا قادیانی ایک ہی گذرا ہے۔ تو وہ تمام ثبوت، لفافیت مفید مطلب نہیں رہتے۔ جو ملفوظات اولیائے امت سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کی اصلیت کو اگر کچھ سمجھا ہے تو مرزا محمود نے سمجھا ہے۔ ورنہ لاہوری پارٹی تو دیدہ دانستہ چشم پوشی کرتی ہے اور مرتد ہو رہی ہے اور یا محض لاعلمی کی وجہ سے مخالفت پراڑی ہوئی ہے اور اپنی کمزوری کو رفع نہیں کرتی۔

ہفتم..... حسب تصریحات مرزا سیہ محدث اور کلیم اللہ ہم معنی ہیں اور قرآن شریف میں ”وَمِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ“ وارد ہے۔ جس میں خاص موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ پس اگر صرف مرزا قادیانی کی محدثیت پر ہی نظر کی جائے تو مرزا قادیانی کم از کم موسیٰ علیہ السلام کی شان کے پیغمبر ضرور ماننے پڑتے ہیں اور آپ کو انبیاء مرسلین اولوا العزم کی صف میں شمار کرنا پڑتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یوں ماننا پڑتا ہے کہ وہ سب کلیم اللہ تھے۔

ہشتم..... مکالمہ الہیہ قرآن شریف میں تین طرح مذکور ہے۔ (اول) پس پردہ بلا توسط جبرائیل جو موسیٰ علیہ السلام سے ہوا اور اسی خصوصیت سے کلیم اللہ کہلائے۔ (دوم) فرشتہ (جبرائیل) بھیج کر جو انبیاء علیہم السلام سے عموماً تعلق رکھتا ہے اور اسی بناء پر قرآن شریف کو انہ

لقول رسول کریم کہا گیا ہے۔ (سوم) القاء قلبی سے جو الہام یا انکشاف سے تعلق رکھتا ہے جو عموماً اولیاء کرام میں پایا گیا ہے اور مرزا قادیانی نے اپنے مکالمہ کو مخاطبہ سے تعبیر کیا ہے اور وہ بھی کثرت سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کلیم اللہ تھے۔ اسی وجہ سے اپنے کلام کو مرزا قادیانی نے وحی الہی بتایا ہے اور قرآن شریف کی طرح اسے قطعی قرار دیا ہے۔ اب لاہوری فرقہ بتائے کہ جب مرزا قادیانی محدث بمعنی کلیم اللہ ہوئے اور ان کا کلام صرف الہام یا کشف نہیں بلکہ وحی الہی ٹھہرا تو وہ کہاں سے صرف ولایت پر قائم رہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ گواہدائی حالت میں آپ مدعی ولایت ہوں۔ مگر درجہ نبوت تک ضرور پہنچ گئے تھے۔ اس لئے لاہوری فرقہ غلطی پر ہے۔

نہم..... احادیث نبویہ کے رو سے اس امت میں محدثین کی قلت ثابت ہے۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ایسے محدث ہزاروں گزرے ہیں اور خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عہد سابقہ میں گو محدث تھے اور اس امت میں اگر کوئی ہے تو حضرت عمرؓ ہیں۔ اس نوعیت کلام سے قلت محدثین صراحتہ مذکور ہے۔ جو مرزا قادیانی کے خیال کی تردید کرتی ہے۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کا وہی کلام قرین قیاس ہے جس میں آپ نے صرف مسیح موعود ہی کو ضرور ثابت کیا ہے اور وہ تمام خیالات غلط یا منسوخ ہیں کہ جن میں بروزات کی بھرمار کی گئی ہے۔ اس لئے لاہوری فرقہ اس مقام پر بھی غلط رائے رکھتا ہے۔

دہم..... ”انعمت علیہم“ سے مراد نعمت مخاطبہ الہیہ لینا غلط ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: ”اولئک مع النبیین“ سے مراد حصول درجہ نبوت ہے۔ کیونکہ مع معاشرت مع مصاحبت میں استعمال ہوا کرتا ہے۔ ورنہ ”ان اللہ مع المحسنین“ میں تمام نیکو کار حصول درجہ الوہیت کے حق دار ہوں گے۔ اس لئے ”اهدنا الصراط المستقیم“ میں اسوہ نبویہ پر چلنے کی توفیق طلب کرنا یا اس پر قائم رہنا مراد ہوگا۔ نہ یہ کہ خدا سے نبوت کا سوال ہو۔ کیونکہ وہ مانگنے سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی ریاضت یا جفاکشی سے حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے حق دار نہ ہوتے۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ: ”ذلک الفضل من اللہ یوتیہ من یشاء“

یازدہم..... حسب تحقیق محدثین محدث وہ کامل مؤمن ہوتا ہے کہ جس میں کامل فراستہ ایمانیہ اور نور ایمان کمال تک پہنچا ہوا ہوتا ہے اور ماحول کے واقعات اس پر ایسے منکشف ہوتے ہیں کہ گویا اس کو کسی نے اپنے لفظوں میں بطریق روایت حدیث سنائے ہیں۔ نہ یہ کہ خدائے تعالیٰ کا

مکالمہ کثرت سے پاکر نبی اور مرسل ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے یوں کہا ہے تو اہل تحقیق کے خلاف لکھا ہے۔ اس لئے نہ حضرت عمر اول المحمد ثین نبی تھے اور نہ بعد میں کوئی محدث نبی ہوا اور اس معنی سے لاہوری فرقہ مرزا قادیانی کو بروزی نبی ثابت نہیں کر سکتا۔ (نووی شرح مسلم)

## ۸..... مرزا قادیانی کے متعلق ایک شرعی نکتہ خیال

فرقہ محمودیہ اور فرقہ لاہوریہ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا مرتد کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ فرقہ محمودیہ کے نزدیک لاہوری مرزائیوں کی طرح جملہ اہل اسلام بھی کافر ہیں اور لاہوری فرقہ کے خیال میں اگرچہ اہل اسلام اس قدر کافر نہیں ہیں۔ جس قدر کہ قادیانیوں کے نزدیک اشد ترین کافر ہیں۔ مگر تاہم فرقہ ناجیہ میں داخل نہیں ہیں اور بیعت مرزا قادیانی کو اپنے امیر جماعت کے ہاتھ پر فرض جانتے ہیں۔ ورنہ نجات مشکل جانتے ہیں اور مسلمانوں سے ترک موالات وہ بھی فرقہ محمودیہ کی طرح کرتے ہیں اور طریق عمل میں یا طریق عبادت میں دونوں فرقے مسلمانوں سے الگ رہتے ہیں۔ سوائے اس صورت کے کہ مجبوری کی صورت میں تقیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے مذہب کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ ان کی خاص سنت مرزائیہ ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی بھی بوقت ضرورت اپنی نبوت سے منکر ہو بیٹھتے تھے۔

تحریرات مذکورۃ الصدر سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزائیوں کے دونوں فرقے (محمودیہ اور لاہوریہ) نبوت مرزا کے قائل ہیں۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری مرزا قادیانی کو امتی نبی، ظلی نبی، بردزی نبی وغیرہ وغیرہ مانتے ہوئے اور مخالفین کے سامنے ان کو صرف مجدد، محدث اور اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے قادیانی مرزائی، مرزا قادیانی کو ترقی دیتے ہوئے نبی مستقل، افضل المرسلین، مطاع الانبیاء اور عین محمد بھی یقین کرتے ہیں۔ اس کے بعد تعلیم مرزا اور عقائد مرزا میں پھر دونوں جا کر متفق ہو جاتے ہیں اور یہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ اسلام کا طرز عمل وہی صحیح ہے جو مرزا قادیانی نے بحیثیت مجدد ہونے کے پیش کیا ہے۔ ورنہ اسلام کا وہ پہلو تاریک ہے اور ناقابل عمل ہے جو مرزا قادیانی کے ہوش سنبھالنے سے پہلے خیر القرون سے چلا آیا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا قول ہے کہ: ”میری تعلیم اور میری بیعت ہی موجب نجات ہے۔“ اس لئے ہمارے نزدیک دونوں ایک باپ کے ہی بیٹے ہیں اور اہل اسلام کا متفقہ اعلان ہے کہ مدعی نبوت خواہ کسی رنگ میں اپنے آپ کو تمہارے سامنے پیش کرے۔ خارج از اسلام ہوگا۔ چنانچہ مرزا قادیانی سے پہلے کئی ایک ایسے حیلہ ساز نبی ہو گزرے ہیں اور مدعی اسلام بن کر اپنے کفر

کردار کو جانچتے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال علی محمد باب مسیح ایران ہے کہ جس نے اسلام ہی کا صحیح پہلو دکھلانے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا اور قرآن شریف کی آیت سے اپنی نبوت کا ثبوت دیا تھا اور اسلامی روایات سے ہی ثابت کیا تھا کہ اب تجدید اسلام کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی امت میں نئے عقائد اور نئے احکام جاری کر دیئے اور جب ایران میں وہ اپنے دعاوے کے زیر اثر قتل ہو گیا اور اس کی تعلیم نے کثرت سے شیعوں پا کر لوگوں کو دعویٰ نبوت کی راہ دکھلا دی۔ تو مرزا قادیانی نے بھی ان حیلہ بازیوں سے فائدہ اٹھا کر ادعائے نبوت میں پاؤں جمائے شروع کر دیئے۔ پہلے مجدد بنے، پھر مہدی، پھر مثیل مسیح، اس کے بعد ترقی کرتے کرتے بقول فرقہ محمودیہ افضل المرسلین تک پہنچ گئے اور جب کسی سے نبوت کے متعلق جواب دینا پڑتا تو یوں کہہ دیتے کہ میں مدعی نبوت نہیں۔ جیسا کہ تم نے خیال کیا ہے۔ جس کا مطلب مخاطب یوں سمجھنا کہ واقعی مرزا قادیانی کو کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں ہے۔ مگر دراصل مخاطب کو آلو بنا کر ٹال دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے کلام میں ایسے لفظ بول جاتے تھے کہ جس کا مطلب یوں نکلتا تھا کہ میں اپنی طرف سے بطور افتراء خلاف اسلام میں مدعی نبوت نہیں بلکہ مجھے اسلام کی ترقی کا دعویٰ ہے اور خدا کی طرف سے مامور و منذر ہوں۔ میں خود نہیں بنا اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

چنانچہ یہ مطلب انہوں نے اپنی کتابوں میں مختلف مقام پر کئی ایک طریق سے بیان کیا ہے۔ اس لئے حقیقت شناس لگا ہیں شروع سے ہی تاڑ گئی تھیں کہ اس دال میں کچھ کا لال نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جو کچھ انہوں نے قوت فراست سے محسوس کیا تھا اور ہر چند اپنے دعویٰ نبوت کو تصوف یا لغت کی آڑ لے کر پوشیدہ کرنا چاہا۔ مگر آخر معلوم ہو گیا کہ جناب صاف ہی مدعی نبوت ہیں۔ اس لئے تاویل کے خس و خاشاک کو دور کر کے ہم آپ کا اصلی مدعا اصلی صورت میں استدلالی طریق پر پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین خود ہی ملاحظہ فرما کر فیصلہ کر لیں کہ مرزا قادیانی نے اخیر میں علی الاعلان اور شروع میں در پردہ نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو مشتبه حالت میں رکھ کر یہ پتہ نہ لگنے دیا تھا کہ آپ ہیں کیا؟ مگر رگ دریشہ سے واقف سمجھتے تھے کہ آپ وہی ہیں کہ جس کو آج خارج از اسلام یقین کیا جاتا ہے۔ یعنی بوجوہات ذیل مدعی نبوت (تامہ مستقلہ) تھے۔ یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر تھے۔

اول..... حقیقت الوحی، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۷ تا ۱۱۰ میں بغیر کسی تاویل کے مرزا قادیانی نے اپنا الہام پیش کیا ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے: ”انک لمن المرسلین۔ انا ارسلنا الیکم رسولا۔ کیف اردما اوحی الی منذ (وہو اشارۃ الی مافی

البراهین الاحمدیہ من الالہام وهو ان نبیا جاء كما يدل عليه اشتہار ازالۃ) انی اقسم فی بیت اللہ الشریف ان ما اوحی الیّی هو کلام اللہ الذی نزلہ وحیہ علی موسیٰ وعیسیٰ وشہد لی الارض والسماء بانّی انا خلیفۃ اللہ . وکان مما وجب فی قضاء اللہ تعالیٰ ان یکذبونی کما وقع (فی حقیقت الوحی ص ۶۶) انی وجدت خطا کثیراً فضلاً من اللہ تعالیٰ اعنی النعمۃ العظمیٰ الّتی اعطیہا الانبیاء من قبل (اے کثرۃ الخاطبۃ من اللہ تعالیٰ وفی حقیقت الوحی ص ۱۵۰) فامنت بما اوحی الیّی کما امنت بالکتاب السماویۃ . وامنت بما انزل علیّی کما امنت بالقرآن واتیقن انه کلام اللہ کالقرآن . وقولہ تعالیٰ هو الذی ارسل رسولہ بالہدی الایۃ اشارۃ الیّی انّی الرسول المرسل لا ظہار الاسلام علی جمیع الادیان . وما انزل الیّی من الالہام ففیہ لفظ الرسول المرسل والنبی الاکمل فکیف الانکار واوحی الیّی محمد رسول اللہ (اے انک محمد رسول اللہ کما يدل عليه اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) ہکذا کلہ فی ضمیمہ کتابہ حقیقت الوحی “ان الہامات کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا کلام الہی ہے اور اس پر وہ مسجد میں قسم کھانے کو بھی تیار ہیں کہ میں نبی ہوں اور میرا کلام کلام الہی ہے۔ جس پر ایماندار یقین کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ قرآن شریف کو حق ماننا ضروری ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے میری تصدیق کی ہے تو میرا منکر و ایسا ہی کافر ہوگا جیسا کہ انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔

دوم..... اربعین نمبر ۴، ص ۶، خزائن ج ۷ ص ۴۳۵) میں ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ مفتری صاحب شریعت ہلاک ہو جاتا ہے تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ مفتری کے ساتھ شریعت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ شریعت کیا ہے؟ یہی چند اوامر و نواہی کا مجموعہ۔ پس جو نبی یہ اوامر و نواہی بیان کرے وہی صاحب شریعت ہوگا۔ پس منکروں کا یہ اعتراض کہ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے۔ تم صاحب شریعت کیوں نہیں ہو؟ دفع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو وحی میرے پر نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اوامر و نواہی موجود ہیں۔ مثلاً ”قل للمؤمنین یٰ اٰہل الذیٰنہ یٰ غرضوا من ابصارہم“ اس قسم کے بہترے الہام ہم نے براہین احمدیہ میں مدت ہوئی لکھ رکھے ہیں۔ اگر ہماری رسالت پر یہ اعتراض ہو کہ شریعت قدیمہ کی بجائے شریعت جدیدہ سے رسول مامور ہو کر آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ سارے احکام قدیم منسوخ ہو جائیں۔ ورنہ قرآن



کریم ناسخ نہ رہے گا۔ کیونکہ اس میں صحف سابقہ اور کتب قدیمہ کے احکام بھی موجود ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ شریعت جدیدہ میں شریعت قدیمہ کی صرف جزوی ترمیم و تنسیخ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے مرزائی شریعت میں اس امر کے ثابت کرنے میں صرف وفات مسیح کا مسئلہ شائع کرنا ہی کافی ہوگا کہ یہ بھی شریعت جدیدہ ہے۔ اگر یہ مراد ہو کہ شریعت جدیدہ میں سارے احکام منصوص ہوں تو یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ اس وقت اجتہاد اور قیاس شرعی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۳۵، خزائن ج ۷ ص ۴۲۵) میں ہے کہ: ”ارسل رسولہ“ سے مراد میں ہوں۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۳۲، خزائن ج ۷ ص ۴۲۱) میں لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ اس امت میں ابراہیم علیہ السلام ظاہر ہوگا۔ (اور میں وہی ہوں) پس جو شخص اس کا تابع ہوگا۔ نجات پائے گا اور جو منکر رہے گا وہ گمراہ ہوگا اور یہ بھی ہے کہ: ”ارسلنا احمد الی قومہ فقالوا کذاب اشر“ اور (اربعین نمبر ۳ ص ۱۹، خزائن ج ۷ ص ۴۵۴) پر یوں بھی ہے کہ میں نے ظنایات یعنی روایت اسلامیہ کو چھوڑ کر اپنے یقینی دلائل کی طرف رجوع کیا ہے۔ جس سے مراد میرے اپنے الہام ہیں۔ میں ان پر ایسا پختہ ایمان رکھتا ہوں۔ جیسا کہ تورات اور انجیل پر۔

سوم..... (انجام آتھم ص ۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۷۰۵) میں مذکور ہے کہ: ”انی مرسلک وجاءک للناس اماما۔ انی مرسل من اللہ وما مور و امینہ فامنوا بما یقول المرزا الان منکرہ فی النار۔ وفی الاستفتاء وما رمیت اذ رمیت وفی (ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۷۰۸) وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ اعملوا علی مکانتکم۔ لعلک باخع نفسك۔ دنی فتدلی۔ سبحان الذی اسری بعبده لیلا۔ ان کنتم تحبون اللہ۔ آثرک اللہ علی کل شئی۔ نزلت سرر من السماء لکن سریرک فوق السرر کلھا۔ انا فتحناک فتحا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ انا اعطیناک الکوثر۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا“ اور تمہ حقیقت الوحی میں ہے کہ میں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ دوسرے انبیاء نہیں دکھا سکے اور خدا تعالیٰ نے معجزات کا دریا چلا دیا ہے۔ جو قطعی طور پر پیغمبر علیہ السلام کے لئے بھی نہیں چلا۔ بخدا اگر یہ معجزات زمان نوح علیہ السلام میں ظاہر ہوتے تو غرق تک نوبت ہی نہ پہنچتی۔ ”والذی نفسی بیدہ ان اللہ هو ارسلنی وسمانی نبیا وسمانی مسیحا موعود واطهر لی من الایات ماتنیف علی“

چہارم..... (اعجاز احمدی ص ۲۹) میں ہے کہ: ”ومن جاء حکما فله ان یرد من

الاحادیث ماشاء ویقبلی منها ما شاء اذ الحكم علی ما جاء فی البخاری هو الذی یقبل رایه رفعا للاختلاف ویعلم بان حکمه نافذ وان له اختیارا بان حکم بوضع الاحادیث وتصحیها . ولیس مبنی مادعیته هذه الاحادیث بل مبناه القرآن وما اوحی الی من الالهامات واما الروایات فلا اقبلها الا ما وافقنی منها . واما المخالف منها فمردود عنی حطاما وانی انا مصداق هذا الایة هو الذی ارسل رسوله بالهدی . العجب انهم یعرضون علی فیصیرون کافرین ولو کانوا من اهل التقوی فی شئی لما اعترضوا علی بما یرد علی غیری من الانبیاء والاولیاء . قد ظهرت لی من الایات نحو عشرة آیه الف . له خسف القمر المنیر وان لی . غسا القمران المشرقان اتنکر؟“

پنجم..... (حاشیہ تریاق القلوب ص ۱۳۰، خزائن ج ۱۵ ص ۳۳۲) میں ہے کہ انسان ملہم اور محدث کے انکار سے کافر نہیں ہوتا۔ مگر نبی صاحب شریعت کے انکار سے ضرور کافر ہو جاتا ہے۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۸، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۷) میں ہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تم اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ جو تجھ کو کافر کہتا ہے یا تیرے ماننے میں تردد کرتا ہے۔ کیونکہ قطعاً ایسے لوگوں کے پیچھے نماز حرام ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ ص ۸۲) میں ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اگر کسی کو میری دعوت نہ پہنچی ہو تو اوّل میری دعوت پہنچاؤ کہ اگر وہ مان جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو ورنہ نہ پڑھو۔ (سیرۃ الابدال ص ۴) میں ہے کہ ہم کو قرآن کریم سے معلوم ہوا ہے کہ: ”آخر الخلفاء علی قدم عیسیٰ علیہ السلام فلیس لاحد ان ینکرہ والافله العذاب حیثما کان وقال فی (حاشیہ خطبہ سیرۃ الابدال ص ۱۹۳) الفتح المبین ظهر فی عہد الرسالة وبقی الفتح الآخر فی عہد المسیح وهو اعظم منه والیہ اشیر بقوله سبحان الذی اسرے بعبده الایة ان الله خلق ادم“ (براین) میں ہے کہ اگر میری آیات کی تصدیق کرنے والے دنیا میں ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو بھاری سے بھاری فوج بھی ان سے نہ برہ سکے۔

ششم..... (اربعین نمبر ۳ ص ۳۲) میں ہے کہ: ”ما ینطق عن الهوی ان هو الاوحی یوحی“ (دافع البلاء ص ۶) میں ہے کہ: ”ماکان الله لیعذبهم وانت فہیم . بایعنی ربی“ (خدا نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے) ”انت منی بمنزلة اولادی“ (تو میرے بیٹوں کی بجائے ہے) ”انت منی وانا منک“ (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں)

”واصنع الفلك باعينا ووحينا . ان الذين يبائعونك انما يبائعون الله“ (جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں) ”يوحى الى انما الحكم اله واحد . الخیر کلہ فی القرآن“

ہفتم ..... بقول فرقہ محمودیہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ اعلان نبوت ہے اور واقعی اگر اس کے موضوع پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نبوت کا اعلان ہے۔ ورنہ بروزی اور مجازی نبوت کا اعلان تو کتابوں میں ہزار دفعہ ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود کی وہ تفسیر بھی پڑھ لیجئے جو ”اذاخذ الله میثاق النبیین“ میں کی ہے۔

ہشتم ..... بقول مرزا محمود قادیانی اگرچہ مشتبہ طور پر نبی تھے۔ مگر بعد میں ظاہر ہو گئے تھے۔ چنانچہ (حقیقت النبوة ص ۱۲۱، مجریہ ۵ مارچ ۱۹۱۵ء) میں لکھتے ہیں کہ چونکہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ اپنے اوپر بار بار اطلاق کیا ہے اور تریاق القلوب لکھنے کے بعد حقیقت الوحی سے نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے وہ حوالے جن میں آپ نے اپنے نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے۔

القول الفصل ص ۲۴، مجریہ ۳۰ جنوری ۱۹۱۵ء) میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی ایسے نبی ہیں کہ جن کو آنحضرت کے فیض سے نبوت ملی ہے۔ پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ اب ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ مرزا محمود نے ۳۰ جنوری ۱۹۱۵ء کو منسوخی تحریرات مرزا قادیانی کا فیصلہ ۱۹۰۲ء سے شروع کیا اور تین ماہ بعد مارچ ۱۹۱۵ء کو اسی فیصلہ کی ایک اور تاریخ پہلے یعنی ۱۹۰۱ء قرار دے دی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء کے درمیان بھی کسی پوشیدہ ڈائری کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ آپ کو کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ کیونکہ اعلان نبوت کا اعلان ۱۹۰۱ء سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسی تاریخ سے پہلے تنبیخ بھی شروع ہونی ضرور تھی۔ ہاں یہ تعجب ضرور ہے کہ حقیقت النبوة کو جب تک ۱۹۰۷ء میں شائع نہیں کیا۔ اس اعلان کو بھی مخفی رکھا ہے۔ یعنی گویا اعلان نبوت چھ سال تک مخفی رہا۔ ممکن ہے کہ زمانہ کی رفتار اس سے مانع رہی ہو۔ بہر حال حقیقت النبوة میں مرزا محمود نے تبدیلی عقیدہ کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کو منکشف ہوا تھا۔ یا یوں کہو کہ قرآن شریف سے آپ نے نبی کی تعریف نئے عنوان سے سمجھی تھی۔ یا یوں کہو کہ جو درجہ آپ کو دیا گیا تھا اسے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے تو جب آپ کو ہوش آیا کہ خدا نے تو ان کو نبی بنا دیا ہوا ہے اور نبی کی تعریف بھی کچھ اور ہے تو آپ نے زور سے اعلان نبوت کر دیا۔

نہم..... رسالہ طاعونی علاج جو طاعون و ہیضہ کے دنوں میں قادیان سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مرزا قادیانی کی صداقت انبیاء کی طرح شائع کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ:

”اخرجنا لهم دابة الارض او جراثيم الطاعون ، لا يدخل للندية طاعون ودجال يقتل المسيح الدجال“ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت دجال اور طاعون اکٹھے آئیں گے اور ”کانوا بایاتنا لا یوقنون“ سے ثابت ہوتا ہے کہ منکرین نبوت مرزا میں طاعون پھیلے گا۔ ”قال فی البراہین من دخله کان آمنا یعنی ان القادیان امن من الطاعون وفی اشتہار البیعة اصنع الملك باعینک انہم مغرقون ای مہلکون بالطاعون وفی نور الحق ان العذاب قد تقرر وفی حماسة البشری ۰۰ فان هلاک الناس اولی من ضلالہم وفی اشتہار انی رايت فی المذام ان ملائکة العذاب فی الفنجاب یغرسون اشجارا سوداء اشجار الطاعون ، قال فی بہاگوت گیتا شعرا“

جونیا دیں ست گرد و بے  
نماہم خود را بمشکل کے

”فمظهر الربوبية اليوم هو المسيح القادیان ثم نشر فی فبانکار کم ظہرت خبايا التفات ، با ادروبا ویا امریکا لسترا ایضاً فی ..... وادعی ڈویسی فی امریکا انه الیاس النجی فہلک بدعاء المسیح فی سنة واحدة ونشر فی یلقان غلبت الروم فکان کما قال “اس نوعیت کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی خود بھی مدعی نبوت تھے اور بقول محمود یہ مرزائی بھی آپ کو نبی مانتے ہیں۔

دہم..... مرزا قادیانی نے توہین مسیح علیہ السلام میں اپنا سارا زور خرچ کر دیا ہے۔ جیسا کہ دعاوی مرزا میں گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی ضرور مدعی نبوت حقیقی تھے۔ ورنہ مجازی نبی یا کوئی داکسی نبی سے افضل ہونے کا دم نہیں بھرتا اور یہ عذر بالکل ناقابل سماعت ہے کہ مرزا قادیانی نے یسوع کو گالیاں دیاں ہیں۔ مسیح بن مریم کو گالیاں نہیں دیں۔ کیونکہ جو حوالہ براہین احمدیہ کا نقل ہو چکا ہے۔ اس میں مسیح عیسیٰ بن مریم اور یسوع تینوں عنوان موجود ہیں اور بطریق کنایہ ایسی توہین کی ہے کہ سوائے شاطر کے کوئی بھی اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ بالفرض یہ عذر صحیح ہے تاہم ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ صاف عیسیٰ

ابن مریم کی تحقیر ظاہر کر رہا ہے۔ کیونکہ امتی کسی نبی پر فضیلت نہیں پاسکتا۔ علاوہ اس کے اس شعر کی طرز اداب بھی ایسی ہے کہ خواہ مخواہ مخاطب کو انتقام پر آمادہ کر دیتی ہے۔

اب نیچے اہل اسلام کی تحقیق لکھی جاتی ہے۔ جو آج سے پہلے مرزا قادیانی جیسے مدعیان نبوت کے خلاف انہوں نے لکھی تھی اور جس کے ماتحت کئی ایک مدعیان نبوت سزائے قتل کو پہنچ چکے تھے۔

اول..... شقائے قاضی عیاض اور اس کی شروح میں لکھا ہے کہ جو شخص مدعی نبوت ہے۔ وہ مرتد ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی مرتد ہوگا کہ جس نے دعوائے نبوت کی دعوت دی ہو۔ کیونکہ یہ کفر بکتاب اللہ و کفر بحدیث رسول ہے۔ اگر صرف وحی کا دعویٰ کرے اور نبوت کا دعویٰ نہ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ تحصیل نبوت کا مدعی ہو۔ یا وہاں تک پہنچنے کا مدعی ہو۔ وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ لانی بعدی اور خاتم النبیین دونوں صریح حکم ہیں۔ جن کی تاویل کرنا خلاف دیانت اور خلاف اجماع مسلمین ہے۔ پس جو شخص ایسے نصوص قطعیہ کی تاویل کرتا ہے یا ایسا قول کرتا ہے کہ جس میں امت محمدیہ کی جہالت ثابت ہوتی ہو یا وہ ایسے کام کرتا ہے۔ جو عموماً کفار سے ہی صادر ہوتے ہیں تو وہ بھی کافر ہوگا۔ اگرچہ مدعی اسلام بھی ہوئے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا گالیاں دیتا ہے یا اس کی کسر شان کرتا ہے۔ وہ واجب القتل ہے اور مزید یہ کہ جو شخص انبیاء کو برا کہے اسے قتل کرنا فرض ہے اور یہی حکم ہے۔ اس شخص کا جس نے کسی نبی کی تکذیب کی یا بے عزتی کی۔ شفا ص ۴۳۱ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ کا رنگ کالا تھا۔ اسے قتل کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اس نے توہین کی ہے۔

دوم..... (کتاب الفصل ص ۲۵۵) میں ہے کہ یہ امر پایہ یقین کو پہنچ چکا ہے کہ جو شخص ذرہ بھران احکام سے انکار کرتا ہے۔ جو نبی کریم ﷺ نے بیان کئے ہیں وہ کافر ہوگا اور وہ بھی کافر ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کے بعد دوسرا نبی ممکن سمجھا یا کسی نبی کی توہین کرتے ہوئے مخول کیا۔

اور (کتاب الفصل ج ۳ ص ۱۸۰) میں ہے کہ: ”کیف یستجیز مسلم ان یبثت نبیا اخر بعد النبی ﷺ الا ما استثناه النبی علیہ السلام فی نزول ابن مریم علیہ السلام فی اخر الزمان“

اور (کتاب الفصل ج ۳ ص ۲۴۹) میں مذکور ہے کہ: ”من قال ان اللہ هو فلان او ان اللہ یجعل فی جسم او ان نبیا ینزل غیر ابن مریم علیہما السلام فلا خلاف فی تکفیرہ“ (ذرہ مرزائی غور سے پڑھیں)

سوم..... ”فی شرح الفقه الاکبر من انکر الاخبار المتواترة المعنوية کفر . قال فی حاشية الاشباح اذا كانت فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد ..... فعلى المفتی ان یمیل الى ذالك الوجه الواحد الا اذا اصرح بارادة توجب الکفر . فی رد المحتار من تکلم بالکفر هاز لا کفر ولا اعتدد باعتقاده وفى الاشباه ویکفر اذا شک فی صدق النبى اوسبه او نقصه او حقره او نسبه الى الفواحش کالعزم على الزناء فی يوسف علیه السلام او قال لم یعصموا حال النبوة وقبلها . واذ لم یعرف ان محمداً اخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروریات والجهل بهاليس بغدر . قال فی ملتقط الیواقیت نحن نکفر من کفره المجتهدون من الائمة لا بقول غیرهم ”اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص متواتر اور مسلمہ مسائل کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ بلکہ انکار کرتا ہے۔ وہ کافر ہے اور وہ بھی کافر ہے جو کسی نبی کی توہین کرتا ہے۔ یا کہتا ہے کہ وہ معصوم نہ تھے۔ جیسا کہ اہل قرآن کا عقیدہ ہے۔

چہارم..... ”قال ابن حبان من ذهب الى ان النبوة مكتسبة يلزمه ان تسلب ابضاً كما يقوله اليهود فى لبعامرانہ كان نبيا فى بنى مواب فسلبت نبوة (ابن حزم) ومن زعم انها مكتسبة فهو زنديق ومن عقائد الزنادقة انهم يطلبون ان يصيروا انبياء ومن جملة ما كفروا به تجويز النبوة بعد النبى ﷺ وباكتسابها . والسلطان صلاح الدين الايوبى قتل عمارة المبنى الشاعر لانه قال باكتسابها فى قوله (شعر) وكان مبذ هذا الدين من رجل . سعى فاصبح يدعى سيداللام (صبح الاغنى ج ۱۳ ص ۳۰۵) اتى عمر برجل سب النبى ﷺ فقتله فقال وقال من سب الله اونييا فاقتلوه وقال ابن عباس يستتاب فان رجع والا فقتل . كتب ابوبكره الصديق الى المهاجر فى امرأة سبتا النبى ﷺ لولا ما سبقتنى لا مرتك بقتلها لان حد الانبياء لا يشبه لحدود فمن تعاطى من سلم فهو مرتد او من معاهد فهو محارب غامر قد يحمل الساب فينقل السب عن غيره فهو كافر خفى اذا اتعريض به كالتصريح قيل الاجماع على تحريم رواية ما هجى به النبى عليه السلام واقراء ته وكتابتها ايما مسلم سب النبى او حقره فقد كفى وبانت

أمرته (كتاب الخراج) الكافر بسب النبي لا تقبل توبة ومن شك في كفره فقد كفر (در مختار . بزازيه)“

بُجْم..... ”حديث من صلى صلوتنا..... المراد به لا يجوز تكفير اهل القبلة بذنب وليس المراد به مجرد التوجه الى قبلتنا فان ..... من الروافض لقائلين بأن على هوالله اوان الوحي قد غلط ليسوا مومنين والذين اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين واختلفوا فيما سواها كصفات الباري فاختلَفوا في تكفيرهم ولا نزاع في تكفير اهل القبلة المواظب على الطاعات طول عمره باعتقاد قدم العالم ونفى الحشر بالاجساد وموجبات الكفر ان غلا اهل الهواء وجب اكفاره لانه ليس من الامة لا خلاف في تكفير المخالف في ضروريات الاسلام فمن انكرها واستحزأ بها فهو كافر ليس من اهل القبلة ومعنى عدم تكفير اهل القبلة ان لا يكفر بارتكاب المعاصي ولا بانكار الامور الخفية اهل القبلة المراد منه من هو موافق ضروريات الاسلام من غير ان يصدر منه شئ من موجبات الكفر نحو حلول الله في بعض الاجسام . المتلبس بشئ من موجبات الكفر ينبغي ان يكون كافرا بلا خلاف تلعب الزنادقة والملاحدة بايات بالبواطن التي ليست من الشرع في شئ فبلغ مبلغهم في تعفية اثار الشريعة ورد العلوم الضرورية المنقولة عن السلف ويسير الخلاف لا يوجب التعادى بين المسلمين وهو ما وقع في غير الضروريات ومراد الامام ابي حنيفة في قوله لا نكفر اهل القبلة عدم التكفير بالذنب كالزن والشراب عن انس قال رسول الله ﷺ ثلث من اهل ايمان الكف عن قال لا اله الا الله ولا نكفره بذنب ولا تخرجه عن الاسلام بعمل وعن انس ايضا من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلى صلوتنا واكل ذبحتنا فهو المسلم له ما له وعليه ما عليه وفي البخارى الا ان ترى كفرا بواحا (صراحا) وفي البخارى يتكلمون بالسبتثنائهم دعاة الى ابواب جهنم من اجابهم اليها قذفوه فيها وما ورد في حديث ثلثون دجالا المراد به المدعون بالنبوة وما في بعض الروايات زيادة على الثلثين فالمراد انهم كذابون لا يدعون النبوة كالفرق الداعية الى خلاف ما جاء به محمد ﷺ ومن جحد شيئا من الفرائض بشبهة



فیطالب بالرجوع وان نصب القتال قوتل وان رجع والافقتل (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۸) ”ان تحریرات سے اہل قرآن کا کفر بھی ثابت ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اصول اسلام سے منکر ہیں اور اہل قبلہ میں داخل نہیں ہیں۔

ششم..... ”قال الغزالی فی کتابہ التفرقة بین الایمان والزندقة يجب الاحتراز عن التكفير فان الخطاء فی تكفير الف کافرا هون منه فی سفك دم مسلم . قال ابن بطلال ذهب جمهور العلماء الى ان الخوارج من المسلمين لقوله عليه السلام يتمارى فی الفوقة ولان من ثبت له عقد الایمان بیقین لم یخرج منه الا بیقین قال الغزالی فی الوسیط الخوارج من الجماعة منهم اهل ردة ومنهم من خرج یدعو الى معتقداته اعتصاما بالقرآن والسنة فمنهم الامام حسینؑ واتباعه ومنهم من خرج طلبا للحکومة وهم البغاة قال ابن دقیق العید المسائل الاجماعیة قد یصحها التواتر عن الشارع فلا خلاف فی تکفیر من خالفها اذ هو مخالف للجماعة . وعن محمد بن الحسن انه قال من صلی خلف من یقول خلق القرآن اعاد صلوة تبرأ من القدریة عبد اللہ بن عمر . وجابر وابوهریرة وابن عباسؓ وانس بن مالکؓ وعبد اللہ بن ابی اوفی وعقبہ بن عامر واقرانہم واوصوا خلافہم بان لا یسلموا علیہم ولا یصلوا علی جنازہم ولا لا یعودوا مرضاہم . قال الثوری من قال ان القرآن مخلوق لہو کافر لا یصلی خلفہ . قال ابو عبد اللہ البخاری ما بالیت صلیت خلف الجہمی والرافضی ام صلیت خلف الیہود والنصارى . لا یسلم علیہم ولا یعادون ولا یناکحون ولا یشاہدون ولا توکل ذبائہم . قال محمد بن الحسن واللہ لا اصلى خلف من یقول بخلق القرآن قال ابو یوسف ناظرت ابا حنیفة ستة اشهر فاتفق رأینا ان من قال بخلق القرآن فمن فهو کافر . قال ابن ابو حنیفة حیفة لجہم اخرج عنی یا کافر سئل ابو یوسف اکان ابو حنیفة بقول بخلق القرآن؟ فقال معاذ اللہ ولا انا اقوله اکان بری رأی جہم؟ (کتاب الاسماء للبیہقی) اکثر اقوال السلف بتکفیرہم کلیت وابن لہیعة وابن عیینة وابن المبارک وکیع وحفص بن غیاث وابو اسحاق ہشیم وعلی بن علہم وهو قول اکثر المحدثین والفقہاء والمتکلمین

فیہم وفی الخوارج والقدریہ واهل الهواء المضلة واصحاب البدع المضلة  
 وهو قول احمد والسنة ما اشتهر عن السلف وصح بطریق النص ولو لا لكان  
 الیدع کلها من السنن اذ لها شبهة بالعمومات والمحملات والا مستخرجات  
 لا حاجة الی تفسیر اركان الاسلام وانما یعسر المحرف سمع علی رجلا  
 یقول ان الحكم الا الله قال كلمة حق ارید بها غیره . وكل من انکر رؤية الله  
 اویؤول بما لا یسمع فی الاسلام وكذا القائل بانه علیه السلام خاتم النبیین  
 لكن معناه المنع التسمیة فقط واما بمعنی البعثة والعصمة فهو موجود فی  
 الائمة فهو زندق فدا نفق جهور الحنیفة والشافیة علی قتل من بحرئ هذا  
 البحرئ المبحرئ لا تجوز الصلوة خلف اهل الهواء عند الامام قالت  
 الروافض لا یخلوا الزمان من نبی ومن ادعی النبوة فی ماننا کفر ومن ركن  
 الیه فهو ایضا کافر قتل عبدالملك بن مروان متنبئاً وصلبه وفعل مثله غیر  
 واحد من الخلفاء والملوك باشباهم واجمع العلماء علی صواب رابهم فخلافه  
 کفر . وكذا من انکر النقل المتواتر فی عدد رکعات الصلوة وقال انه خبر  
 واحد ان المبتدعة وان اثبتو الرسل لكن لا بحیث یثبتهم الاسلام فاثباتهم  
 عدم التواتر اما اسناداً واما طبقة كتواتر القرآن والعمل باركان الاسلام  
 والتوارث کالسواک وغیره خبر الواحد یعمل به فی الحكم بالتکفیر وان کان  
 حجه لیس بکفر ” اس عبارت کا مطلب ہے کہ مرزا ایوں سے میل ملاپ نمی شادی اور  
 عبادات و معاملات میں نہ رکھا۔ اہل قرآن امت مسلمہ اور دیگر فرقہ ہائے اہل قرآن کے متعلق بھی  
 یہی حکم ہے اور جو لوگ امام اعظمؒ کے بارے میں بدظنی رکھتے ہیں کہ آپ قرآن شریف کو قدیم نہ  
 جانتے تھے وہ بھی اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔

ہفتم..... ”قال الامام الشعرانی فی کتابہ الیواقیت والنجواهر  
 لیست النبوة مكتسبة حتی یتوصل الیہا بالریاضة كما ظنه الحمق وقد  
 افتی المالکیہ بکفر من قال ان النبوة مكتسبة ولا تلحق الولایہ بدایة النبوة  
 ابدا . فلو ان ولیا تقدم الی عین یاخذ منها الانبیاء لا حترق وان الله سلم  
 باب النبوة والرسالة عن كل مخلوق بعد محمد ﷺ الی يوم القيمة . وان  
 مقام النبی ممنوع دخوله . وغایة معرفتنا به من طریق الارث النظر الیه كما

ينظر من هو فى اسفل الجنة الى من هو فى اعلى عليين او كما ينظر اهل الارض الى كوكب فى السماء . وقد فتح لايى يزيد من مقام النبوة قدر خرم الابرة فكاد يحترق . قال ابن العربى من قال ان الله امره فليس ذلك تصحيح انما هو تلبيس لان الامر من قبيل الكلام وهو مسدود . ثم قال ان ابواب الامر والنهى قد سدت فكل من يدعيها بعد محمد ﷺ فهو مدعى الشريعة اوحى بها اليه سواء وافق شرعنا او خالف . فان كان المدعى مكلفا ضربنا عنقه والا فضربنا عنه صفحا “شيخ اکبر کے نزدیک بھی مرزا قادیانی واجب القتل اور کافر ثابت ہو رہے ہیں۔

ہشتم..... ”قال النودى تحت جدث قد يكون فى الامم قبلكم محدثون فان يكن احد فى امتى فانه عمر بن الخطاب المحدث ملهم او مصيب فى رأيه (وقال فى الفتح الاصابة غير النبوة) او من يلقى فى روعه شئ قبل الاعلام وهو المعتمد عند البخارى او من يجرى الصواب على لسانه وروى متكلمون فالمتكلم من يكلم فى نفسه او من يكلمه الملائكة وليس المحدث من يكلمه الله او يخاطبه كما زعمه المرزا هذا قال المجدد فى درر المعرفة مكتوب مشائخنا لا ثبتون الكلية والجزئية بين العالم وخالقه ومن الصوفية من قال العالم ظل الله ومن قال انما الموجود هو الله والا عيان باشمت راعة الموجود فيرد عليهم الاشكال فيقولون فى الجواب فانهم وان كانوا كاملين لكن كلامهم يهدى الناس الى الاحاد والزندقة وفى مكتوب ومشائخنا لا يفترون بترهات الصوفية ولا يفتنون بمواجيدهم ولا يختارون فضا . وفى مكتوب وعمل الصوفية كابى بكر الشبلى وابى الحسن النورى ليس بحجة حلالا وحى مة انما الحجة قول الامام وصاحبيه وفى مكتوب اعلم كلامهم ليس بحجة مالم بوافق الشرع وان الصوفية المستقيمة الاحوال لم يتجاوزوا“

نہم..... جب مرزا قادیانی دعویٰ نبوت سے انکار کرتے تھے تو خود ہی مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے اور دین الحق ص ۲۷ مصنفہ خلیفہ نور الدین قادیانی بحریہ ۲۷/ جنوری ۱۹۱۰ء میں یوں لکھا ہے۔ ”یادر ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد مدعی رسالت اور مدعی نبوت ہوگا۔

پس وہ کافر اور جھوٹا ہے اور میرا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبی کریم ﷺ پر آ کر منقطع اور ختم ہو گئی ہے۔“ معلوم ہوتا ہے کہ بقول محمود ۱۹۰۲ء سے مرزا قادیانی نے اعلان نبوت کیا ہے۔ مگر ایسا گورکھ دھندہ بنا گئے ہیں کہ نور الدین قادیانی کو بھی معلوم نہ ہوا کہ اصل بات کیا تھی؟ یا شاید عدم توجہ سے کسی نے خلافت اول کے اندر بھی احساس نہ کیا ہو۔ لیکن جب مرزا قادیانی کی نسبت علمائے اسلام کی رائے مرزا محمود قادیانی نے دیکھی اور اعلان نبوت کا بخوبی مطالعہ کیا تو ان کو بھی علمائے اسلام سے متفق ہونا پڑا۔

دہم..... قتل مرتد کا مسئلہ قرآن شریف میں سنت قدیمہ ہے۔ جس کو اسلام نے بھی جاری کیا تھا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ: ”من بدل دیناً فاقتلوا“ جو مذہب اسلام تبدیل کرے اسے مار ڈالو۔ صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں جن مسلمانوں نے زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کیا آپ نے نہ اس وجہ سے ان کو مار ڈالا کہ انہوں نے بغاوت کی تھی۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ادینگی زکوٰۃ اپنے اوپر لازم نہیں سمجھی تھی۔ اگر صرف بغاوت موجب قتال ہوتی تو حضرت عمرؓ آپ سے بحث نہ کرتے۔ فتح الباری ج ۱۲ میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان زندیقوں کو آگ میں جلوادیا تھا کہ جنہوں نے آیات قرآنیہ اور عبادات اسلامیہ میں تبدیلی پیدا کی تھی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تھا کہ میں ہوتا تو ان کو جلانے کی بجائے مرداؤں لیتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”من بدل دیناً فاقتلوه“ امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ انصاری نے یمن میں ایک مرتد کو قتل کر ڈالا تھا۔ جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور پھر یہودی بن گیا تھا اور آپ نے فرمایا تاکہ: ”هذا قضاء الله ورسوله“ تفسیر روح المعانی جلد خامس میں ہے کہ بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے پاداش میں قتل کئے گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ایک تو مذہب تو حید چھوڑ دیا تھا اور دوسری تو ہین موسیٰ علیہ السلام کے مرتکب ہوئے تھے۔ کہتے تھے کہ آپ کو خدا کا پتہ نہیں چلتا تب ہی تو پہاڑ پر چلے گئے ہیں۔ سامری چونکہ منافق تھا۔ اس کو لاماس کی سزا دی گئی۔ جو اصل سے بھی بدتر تھی۔

اب خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی کسی ایسی اسلامی سلطنت میں مدعی نبوت ہوتے جہاں اسلامی تعزیرات جاری ہوتی تھیں تو آپ پر دس طریق کے فرد جرم لگ جاتے۔ ادعائے نبوت حقیقی، ادعائے نبوت غیر تشریحی، اکتساب نبوت تکفیر اہل اسلام، انکار ختم رسالت، اجرائے نبوت، تحقیر انبیاء معہ تو ہین عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ استہزاء بمسائل الاسلام تجویز عقائد جدیدہ ارتداد عن مذہب الاسلام تفہیل امت محمدیہ و تحریف قرآن و حدیث۔

## ۹.....تصریحات اسلام اور ختم نبوت

اجرائے نبوت کے متعلق مرزا قادیانی سے پہلے مسیح ایران (علی محمد باب) نے یوں کہا تھا کہ نبی اصطلاح قدیم میں خواب دیکھنے والے کو کہتے ہیں اور خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ حضور کی بعثت سے خواب دیکھنے والوں کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور مشاہدہ کرنے والوں کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ جو اپنی کشفی حالت میں دیکھ کر احکام الہی بیان کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”علماء امتی افضل من انبیاء بنی اسرائیل“ یعنی ائمہ اہل بیت انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہیں اور قرآن شریف میں ہے کہ: ”یلقی الروح من امن علی من یشاء من عباده“ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے القاء وحی کے لئے انتخاب کر لیتا ہے اور یوں بھی آتا ہے کہ: ”اما یتینکم رسل منکم“ جب تمہارے پاس رسول آئیں تو تم کو ان کی اطاعت کرنا ہوگی۔ پس بعثت رسل اور القاء وحی قرآن شریف کی رو سے ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور انقطاع وحی رسالت کا دعویٰ کرنا خلاف قرآن و حدیث ہے۔ مگر بد قسمتی سے مسلمانوں میں ختم رسالت کا مسئلہ جاری ہو گیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہود اور عیسائی بھی کہتے تھے کہ زمین و آسمان کا نسل جانا ممکن ہے۔ مگر ہماری شریعت کا زوال ممکن نہیں ہے۔ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی آخر الزمان نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور وہ بات سچ نکلی جو حضور ﷺ نے فرمائی تھی کہ: ”لتسلکن سنن من قبلکم“ تم لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی سنت پر چلو گے۔ اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ: ”انہم ائمة الکتاب ولیس الکتاب معہم“ یہ لوگ قرآن کی پیشوائی کرتے ہیں اور قرآن کو اپنا پیشوا نہیں سمجھتے۔ اگر قرآن شریف پر عمل کرتے تو پارہ اوّل میں صاف لکھا تھا کہ: ”فاما یتینکم منی ہدی“ میری طرف سے تم کو ہدایت آیا کرے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول آیا کریں گے۔ پھر سورہ آل عمران رکوع ۹ اور سورہ احزاب رکوع اوّل میں ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ ایک نبی علی محمد باب آئے گا اور تم کو واجب ہے کہ اس کی اطاعت کرو اور مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اب یہ معلوم ہو گیا کہ ارسال رسل سنۃ اللہ ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ ”فلن تجد لسنة اللہ تبدیلا (ماخوذ از کتاب مبیین و کتاب التوضیح و ابی البرکات البانی)“ فرقہ محمودیہ بھی آیت میثاق سے اپنے نبی قادیانی کو سید المرسلین ثابت کرتا ہے۔ اصل میں قرآن شریف پر پورا عبور نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ گھڑا گیا ہے۔ ورنہ اگر تاریخ قرآن

پر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں آیتیں ”اما یاتینکم رسل منکم“ اور ”اما یاتینکم منی ہدیہ“ کی سورتوں میں مذکور ہیں کہ جن میں بحکم ”انہ لفی الصحف الاولی“ کتب سماویہ سابقہ کے مضامین دہرائے گئے ہیں اور احکام قدیمہ کو دہرا کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اسلام کا داعیہ تو حید صرف آج سے نہیں بلکہ حضرت آدم سے دعوت تو حید چلی آئی ہے اور انبیاء سابقین بھی یہی دعوت دیتے رہے ہیں۔ نہ یہ کہ ان آیات میں امت محمدیہ کو کہا گیا تھا کہ تم میں ہدایت آئے گی یا رسول آئیں گے۔ ان میں تو رسول ہدایت کے لئے آچکا تھا تو پھر ان کو کہنے کی کیا ضرورت تھی اور مکہ میں ابھی ابھی مٹھی بھر مسلمان تھے۔ امت کہاں تھی؟ اور اسلام کا آغاز تھا اور یہ موقعہ ہی نہ تھا کہ ان سے کہا جاتا کہ تم بگڑو گے تو اس وقت رسول بھیجے جائیں گے کے آدمی و کے پیر شدی کا حساب تھا۔ اس واسطے یوں خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ ان آیات میں امت محمدیہ سے خطاب ہو رہا ہے۔ ہاں دراصل پیدائش آدم سے تا ظہور نبی آخر الزمان تمام امم سابقہ مخاطب ہیں اور ان آیات میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بعثت رسل سنت الہی ہے اور اس کے مطابق حضور کی بعثت بھی ہوئی ہے۔ اسی بعثت کی تائید کے لئے آیت میثاق بھی سورہ عمران اور سورہ احزاب میں ذکر ہوئی ہے کہ چونکہ انبیاء سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مصدق اور ناصر بنیں۔ اس لئے انبیاء سابقین نے نبی آخر الزمان کی تصدیق اور آپ کی نصرت و امداد کے لئے اپنی اپنی شریعت میں امت کو احکام نافذ فرمادیئے اور اسی اصول کے مطابق خود حضور ﷺ نے بھی انبیاء سابقین کی تصدیق کی اور ان کے احترام قائم رکھنے میں بڑے زور سے کام لیا اور قیامت کو بھی ان کی تصدیق کے لئے کھڑے ہو کر عدم تبلیغ کا دھبہ ان سے دور کریں گے اور امت محمدیہ بھی آپ کی تائید میں انبیاء کی نصرت و تائید میں کھڑی ہو جائے گی۔ تاکہ یہ عہد خداوندی پورا ہو کہ: ”لیکون الرسول علیکم شہیدا“ اور ”لتکونوا شہداء علی الناس“ اس لئے آیات سابقہ کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ نبوت محمدیہ کے اثبات کے لئے اہل کتاب کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اپنے پرانے مخطوطات مطالعہ کر کے آپ کی تصدیق کریں۔ ورنہ اگر امت محمدیہ کو خطاب سمجھا جائے تو نبوت محمدیہ مقام استدلال میں بالکل خالی رہ جاتی ہے۔ کیا کوئی مسلمان گوارا کر سکتا ہے کہ آپ کی نبوت بلا دلیل رہے؟

خاتم النبیین کے ماتحت نبی کا معنی خواب دیکھنے والا کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خواب تو چھپا لیسواں جزو نبوت ہے۔ جو آپ کے بعد امت محمدیہ کو عنایت ہوا ہے تو پھر اس کا انقطاع کیسے ہوگا؟ اس معنی کی تائید میں یہ کہنا کہ پہلے انبیاء خواب دیکھتے تھے اور ان کی کتابوں کا نام رو یا رکھا گیا

تھا۔ کچھ مفید نہیں پڑتا۔ کیونکہ ان کو نبوت اس لئے نہیں ملی تھی کہ ان کو خواب آتے تھے۔ بلکہ نبوت کا مفہوم وحی الہی تھی جو خوابوں کے علاوہ ان کو دی گئی تھی۔ اس لئے خاتم النبیین کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کے بعد وحی رسالت نہیں آئے گی۔ جیسا کہ خود حضور ﷺ نے بھی فرما دیا تھا کہ: ”لا نبی بعدی“ میرے بعد وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور کوئی جدید مبعوث ہو کر نہیں آئے گا۔

### پہلا مغالطہ

مرزائی اور بہائی دونوں جریان نبوت کے لئے قرآن شریف سے دو قسم کے استدلال پیش کرتے ہیں۔ اول یہ کہ: ”اما یاتینکم رسل“ تمہارے پاس رسول آئیں گے یا یہ کہ: ”اما یاتینکم منی ہدی“ کہ تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت یعنی کتاب اللہ آئے گی۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خطاب عام مخلوقات بنی نوع انسان کے لئے ہے۔

صرف امت محمدیہ سے خطاب نہیں ہے۔ دوم یہ کہ: ”اذ اخذ اللہ میثاق النبیین (احزاب، آل عمران)“ خدا نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ ایک رسول آئے گا اور تم کو اس کی تصدیق کرنا ہوگی۔ جس سے مراد مرزائیوں کے نزدیک مسیح قادیانی ہے اور بہائیوں کے نزدیک مسیح ایران بہاء اللہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آل عمران میں ماقبل و مابعد مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ آئیں گے تو تم کو تصدیق کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس آیت میں یا تو مراد صرف انبیاء بنی اسرائیل ہیں کہ جنہوں نے اپنی اپنی امت سے حضرت نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی نصیحت کی تھی اور وعدہ اطاعت لیا تھا اور خود بنی اسرائیل کا وعدہ بذریعہ انبیاء مراد ہے۔ کیونکہ یہ آیت حضور کے حق میں ہے کسی دوسرے کے حق میں نہیں ہے اور سورہ احزاب میں اخذ میثاق سے مراد عہد تبلیغ ہے۔ جو ہر ایک نبی سے لیا گیا ہے۔ تاکہ قیامت میں اس کی تصدیق کی جائے اور دونوں آیتوں کو ایک آیت سمجھ کر نئے نبی کی تصدیق کے لئے وعدہ نکالنا تشریحات آیت سے بالکل خلاف ہے اور اسلام نے اس کی تصدیق بھی نہیں کی۔ اس لئے یہ خود رائی اہل اسلام کو منظور نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر یہاں کسی نئے نبی کی تصدیق مراد لی جائے تو یہ کیا ضروری ہوگا کہ اس سے مراد قادیانی ہی مراد لئے جائیں۔ مسیح ایران ان سے پہلے تھا اسے مراد کیوں نہیں لیا جاتا؟

### دوسرا مغالطہ

سورہ مؤمن میں مذکور ہے کہ: ”لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا“ خدا کبھی کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ یہ مقولہ کفار کا ہے۔ اس لئے بعثت انبیاء جاری رہے گی۔



اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقولہ قرآن شریف میں ”مؤمن آل فرعون“ کی طرف سے درج ہوا ہے کہ جس نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق و دعوت دی تھی اور ڈانٹ کر بتایا تھا کہ اے قوم تم میں پہلے یوسف علیہ السلام نبی ہو کر آئے اور تم نے ان کی تصدیق سے تنگ آ کر کہا تھا کہ یوسف علیہ السلام مرنے کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا تو وہ بات غلط نکلے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہو کر آ گئے۔ اب اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی بعثت انبیاء کا انکار مؤمن آل فرعون نے مردود قرار دیا تھا۔ کیونکہ زیر بحث اس وقت صرف بعثت موسیٰ علیہ السلام تھی نہ کہ بعثت انبیاء بعد خاتم النبیین۔ اب ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ پر چسپاں کرنا محض بے انصافی ہے۔ جس کی تصدیق اسلامی روایات میں نہیں ملتی۔

تیسرا مغالطہ

مرزائی ”اھدنا الصراط المستقیم“ سے بعثت انبیاء یوں ثابت کرتے ہیں کہ مکالمہ الہیہ نعمت عظیم ہے جو انبیاء کو دی تھی اور امت محمدیہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ منعم علیہم کا راستہ طلب کیا کرے۔ جس کی تشریح آیت: ”اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین“ کرتی ہے۔ پس جو شخص انبیاء کے راستہ پر چلے گا تو ان کی تابعداری میں نبوت حاصل کر لے گا۔ چنانچہ بقول مرزا مسیح قادیانی اسی اصول سے نبی بنایا گیا تھا۔ کیونکہ ظہور مسیح ابن مریم کی پیشین گوئی مرزا قادیانی سے ہی وابستہ تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: ”صراط مستقیم“ سے مراد وہ طرز عمل ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ”انک لتھدہم الی صراط اللہ (شوری)“ کہ آپ لوگوں کو صراط مستقیم کی راہ بتلاتے ہیں۔ جس کو صراط اللہ کہا گیا ہے اور یہ وہی راستہ ہے کہ سورہ یوسف علیہ السلام میں آپ کو ارشاد ہوا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ: ”علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی“ میں اور میرے تابعدار صراط مستقیم اور بصیرت افزا طریق پر قائم ہیں۔ اس کی تصریح آپ سے فرقہ ناجیہ کی تعریف میں یوں مروی ہے کہ: ”ما انا علیہ واصحابی“ یہ صراط مستقیم وہ اسلامی طریق عمل ہے کہ جس پر میں قائم ہوں اور میرے اصحاب اب خلاصہ یوں ہوا کہ ہمیں حکم ہے کہ ہم بدیں الفاظ دعاء کریں کہ ہم کو اسوہ حسنہ پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرمائی جائے اور یہی صراط مستقیم ”فہدہم اقتدہ“ میں حضور کے لئے مخصوص تھا اور امت کے لئے فاتحہ بنی میں خاص ہو گیا ہے اور ”منعم علیہم“ سے مراد تمام صحابہ بھی ہیں۔ کیونکہ ”انعمت علیکم (احزاب)“ میں صحابہ ہی کو مراد رکھا گیا ہے اور تخصیص انبیاء کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ انبیاء کے

راستہ پر چلنے سے انسان نبی بن سکتا ہے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان خدا بھی بن جائے۔ کیونکہ اسی صراطِ مستقیم کو صراط اللہ بھی کہا گیا ہے اور مع کا لفظ ہمیشہ مصاحبت مع غیریت ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ: ”ان الله مع المحسنين“ میں ہے کہ اس کی امداد و نصرت نیکوکاروں کے ہمراہ رہتی ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا محسنین کا روپ بدلتا رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ آریہ کی طرح مرزائی بھی اس کو تسلیم کریں اور تاریخِ قرآن پر نظر ڈالنے سے بالکل مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک اصول کی طرف اشارہ ہے جو المرء مع من احب میں مذکور ہے۔ چنانچہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ دنیا میں تو آپ کا نیاز حاصل ہے۔ آخرت میں چونکہ درجات مختلف ہوں گے۔ آپ سے نیاز کیسے حاصل ہوگا۔ تو اس کا جواب اس آیت میں یوں دیا گیا تھا کہ اطاعت رسول نیاز حاصل کرنے کا بہترین طریق ہے۔ جس کی تشریح حضور ﷺ نے احادیث میں فرمادی ہے کہ اہل جنت ایک دوسرے سے جب چاہیں گے ملاقات کریں گے۔ ان کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اب اس معیت سے مراد معیت فی الجمیع ہے۔ نہ کہ معیت فی النہو۔ اگر معیت فی النہو مراد لی جائے تو یوں ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی بھی صراطِ مستقیم پر نہ تھا۔ کیونکہ کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزائی قرآن شریف میں تحریف معنوی کے مرتکب ہیں اور ان کو تصریحات اسلام سے کوئی سروکار نہیں رہا۔

چوتھا مغالطہ

”يجتبی من رسله“ سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ نبی ہوں گے اور ان کو اطلاع علی الغیب میں انتخاب کیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے بعثت انبیاء کے سلسلے میں آپ آخری نبی ہو کر مبعوث ہوئے تھے اور اپنی صداقت پیش کرنے کے لئے سنت اللہ پیش کیا کرتے تھے۔ جس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ اطلاع علی الغیب خاصہ انبیاء ہے۔ اس لئے ہم کو بھی اطلاع علی الغیب ہو جاتی ہے۔ اب اس مقام پر ایک اصول کو پیش گوئی تصور کرنا غلط ہوگا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ امت محمدیہ کو آئندہ انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہو نہ کہ حضرت رسول اکرم ﷺ پر۔ کیونکہ اسی آیت کے اخیر پر مذکور ہے: ”فامنوا بالله ورسوله“ اور یہ مذکور نہیں ہے کہ: ”امنوا بالله وهذا الرسول“

پانچواں مغالطہ

”ما كنا معذبين حتى نبعث رسولا وان من قرية الا خلا فيها نذير“

وان من قرية الا نحن مهلكوها او معذبوها قبل يوم القيمة“ ان آیات میں

خدا تعالیٰ نے ایک اصول پیش کیا ہے کہ ہم رسول بھیج کر اتمام حجت کر لیتے ہیں تو اہل قریہ کی نافرمانی پر ہم عذاب دیتے ہیں اور یہی قاعدہ قیامت تک چلے گا اور اسی کے ماتحت ہم تمام بستیوں کو ہلاک کر دیں گے یا سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلسلہ بعثت جاری ہے۔

جواب یہ ہے کہ بیشک اس مقام پر ایک اصول مذکور ہے۔ مگر یہ مذکور نہیں ہوا کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ خاص حد تک ہے۔ اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا زمانہ قیامت تک ہے اور اسی کے ماتحت یہ تمام واردات واقع ہونے والی ہیں۔ ورنہ اگر بعثت نبی کا زمانہ صرف حیات تک رہنا تسلیم کیا جائے تو اس غلط اصول کے مطابق ہر ایک زمانہ میں اور ہر ایک بستی میں ایک نہ ایک کا مبعوث ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قریہ کا لفظ ہر چھوٹی بڑی بستی کو شامل ہے۔ ارے قادیان کا نبی تو تیرہ سو سال بعد تم کو مل گیا۔ ارد گرد کی تمام بستیوں کے نبی کس نے دریافت کئے اور نہیں تو ام القرئیٰ بٹالہ، لاہور، امرتسر، دہلی اور پشاور کا نبی تو بتایا جائے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ہر ایک بستی میں یا ہر ایک ام القویٰ میں ضرور نبی آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کے اصلی مطالب کو خیر باد کہہ دیا ہوا ہے۔ ورنہ اصل مطلب یہ ہے کہ جن بستیوں کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان میں بے شک انبیاء ضرور مبعوث ہوتے آئے ہیں اور ان کی نافرمانی سے ان پر عذاب بھی آچکا تھا۔ اب حضور ﷺ کی بعثت کے وقت بھی یہی قاعدہ بتایا گیا ہے کہ حسب دستور سابقہ اب بھی ام القرئیٰ مکہ میں رسول مبعوث ہوا ہے اور اس کے نہ ماننے سے بھی عذاب ہوگا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہم ایک بستی کو ہلاک یا معذب کریں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب بھی بربادی آتی ہے تو وہاں ایک رسول ضرور ہوتا ہے۔ کیونکہ بربادی کے اسباب ہزاروں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ زنا بھی موجب بربادی ہے اور جھوٹی قسم بھی موجب بربادی ہے اور اگر بربادی کو زیر اثر بعثت انبیاء ہی لینا ضروری سمجھا جائے تو پھر بھی بعثت رسل کا سلسلہ ثبوت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی بعثت تا قیامت ہے اور یہ تمام واقعات اسی بعثت محمدیہ کے ماتحت ہیں۔ جو صرف ایک دفعہ ہی عرب میں ہو چکی ہے اور اگر بعثت ثانی کا قول کیا جائے تو ہر ایک بستی میں بعثت ثانیہ کو تسلیم کرنا پڑے گا اور نئی سرور کی طرح ہر گھر میں ایک ایک محمد ہوگا اور کروڑوں کی تعداد میں بعثت ثانیہ ظہور پذیر ہوگی۔ (معاذ اللہ)

چھٹا مغالطہ

”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی..... لیظہر علی الدین کلہ“ اس

آیت میں ایک پیشین گوئی ہے کہ خدا تعالیٰ ایک نبی مبعوث کرے گا۔ جس کو خدا تعالیٰ تمام ادیان پر مظفر و منصور کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ نبی مرزا قادیانی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وقت نزول سے پہلے ایسے رسول کا ظہور ہو چکا ہے کہ جس کو تمام ادیان پر غلبہ ہوگا۔ وہ نبی خود رسول کریم ﷺ ہی ہیں کہ جنہوں نے یہود و نصاریٰ، بت پرست، ستارہ پرست اور مادہ پرست اقوام پر ظاہری اور باطنی دونوں طرح غلبہ حاصل کیا تھا۔ جیسا کہ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے۔ اگر اس آیت کا یہ معنی لیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے رسول کو بھیجنا تقدیر میں مقرر کر لیا ہے جس کو آئندہ کسی وقت میں قیامت سے پہلے بھیجے گا اور اس سے تمام ادیان کو مغلوب کرے گا تو اس لحاظ سے رسول سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ جو اسلامی سلطنت قائم کر کے یہود و نصاریٰ کو داخل اسلام کریں گے اور سوائے اسلام کے کوئی دوسرا دین قبول نہ کریں گے اور یہود و نصاریٰ کا ایسا استیصال ہوگا کہ ان کا نام و نشان تک نہیں رہے گا۔ اگرچہ ایسے اہل کتاب میں خود اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پرانی عداوتیں قائم رہیں گی اور منافقانہ صورت میں مسلمان بنیں گے۔ لیکن مغلوب ہو کر اسلام کے نیچے دب کر رہیں گے۔ اسلام کو دبانے والی طاقت دنیا میں اس وقت کوئی نہ ہوگی۔ یہ معنی بھی اہل اسلام کو مقبول ہے۔ تیسرا معنی اس کا یوں کیا جاتا ہے کہ اس آیت سے مراد مرزا قادیانی ہے کہ جس نے گھر بیٹھے ہی اپنے خیال میں تمام ادیان پر غلبہ پالیا ہے اور انگریزی حکومت کی خامہ بوسی میں تن من و دہن سب کچھ وقف کر دیا ہے اور خود عیسائیت میں جذب ہو کر اپنا اسلامی احساس بھی کھو بیٹھا ہے اور بھنگن کی طرح اپنی قوت شامہ ضائع کرنے کے بعد کہنے لگ گئے ہیں کہ میرے آنے سے تمام بدبو جاتی رہی ہے۔ یہ معنی اگرچہ داخلہ بیعت کے بعد تو ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی جب بعثت ثانیہ محمدیہ کا ظہور ہیں تو قرآن شریف بھی نزول ثانی کا ظہور ہوگا۔ گو پہلے نزول میں اس آیت سے نبی کریم مراد ہوں۔ مگر نزول ثانی میں (براہین احمدیہ کے اندر) اس رسول سے مراد مرزا قادیانی ہیں۔ لیکن جو شخص ابھی تک بیعت نہیں کرتا اس سے یہ توقع رکھنا کہ صرف ہمارے کہنے سے رسول سے مراد مرزا قادیانی تسلیم کر لے، بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اس پر کوئی قابل تسلیم دلیل پیش نہیں کی گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مسیح کا ایک نشان بھی مرزا قادیانی میں تسلیم نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ محکوم ہیں۔ حاکم نہیں۔ آپ عجمی المولد ہیں۔ دمشق المعظمہ نہیں اور آپ کا نزول بعد ظہور مہدی ہے۔ مگر مرزا قادیانی سے پہلے کوئی مہدی نہیں ہوا۔ جو مرزائیوں کے نزدیک تسلیم کیا گیا ہو۔

بہر حال ایسی بی شمار علامتیں ہیں جن میں سے ایک کا وجود بھی بغیر تاویل کے مرزا قادیانی میں نہیں پایا جاتا۔ آخر تاویل کب تک چلے گی۔ اگر تاویل ہی کا سلسلہ چلانا منظور ہے تو ہم کسی بندر کو تاویل سے انسان ثابت کرتے ہیں کیا آپ منظور کر لیں گے؟ (براہین احمدیہ ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) میں ایک دعویٰ کیا تھا کہ: ”ہمارے زمانہ میں تمام اطراف عالم میں اسلام پھیل جائے گا۔“ مگر وہ بھی پورا نہ ہوا اور آپ مر گئے۔

ساتواں مغالطہ

”مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ اس آیت میں خود حضرت مسیح علیہ السلام نے پیشین گوئی کی ہے کہ میرے بعد ایک رسول احمد نامی آئے گا۔ رسول اکرم ﷺ کا نام تو محمد تھا۔ احمد نہ تھا۔ اس لئے یہ پیشین گوئی مرزا قادیانی سے تعلق رکھتی ہے۔ بے شک نزول اول میں اس کا تعلق حضور سے تھا۔ مگر نزول ثانی میں اس کا تعلق مرزا قادیانی سے ہے۔ پس اس سے نزول مسیح اور جریان نبوت دونوں کا ثبوت مل جاتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ مادری نام بھی تو مرزا قادیانی کا غلام احمد ہے۔ صرف احمد نہیں ہے۔ اگر یہ عذر ہو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں احمد کہہ کر پکارا ہے تو ہم بھی کہیں گے کہ حضور ﷺ کا نام بھی آسمان میں احمد تھا۔ صحف متقدمہ تاریخ قدیم اور اقوال سابقین میں بھی آپ ﷺ کا نام احمد ہی معلوم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی والدہ نے بھی تفہیم الہی کے مطابق آپ ﷺ کا نام احمد ہی رکھا تھا۔ آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب نے البتہ آپ ﷺ کا نام محمد رکھا تھا۔ جو مکہ میں زیادہ مشہور ہو گیا تھا اور مخالفوں نے آپ ﷺ کو محمد کی بجائے مذم کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں نے محمد ہی کہنا شروع کر دیا اور احمد کثیر الاستعمال نہ رہا۔ ورنہ دونوں نام علمیت کے لحاظ سے برابر حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی وصفی نام نہ تھا۔ جیسا کہ مرزائیوں کا خیال باطل ہے۔ اس واسطے یہ دلیل بھی داخلہ بیعت کے بعد مفید ہو سکتی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے جب بعثت ثانیہ اور نزول ثانیہ ہی ہمارے نزدیک مسلم نہیں تو ہم کیوں بے بنیاد بات پر ایمان تبدیل کریں اور خارج از بیعت ایک ہی دلیل لکھی ہے اور وہ بھی صرف ایک دعویٰ کہ احمد وصفی نام ہے اور محمد ذاتی نام ہے۔ اس لئے یہ آیت نبی کریم ﷺ پر چسپاں نہیں ہو سکتی تو اس کے جواب میں ہم نے بھی دو باتیں پیش کر دی ہیں۔ اول یہ کہ مرزا قادیانی کا نام بھی اسم علم تو غلام احمد ہے۔ ہاں وصفی طور پر (بقول مرزایاں) احمد وصفی لقب ہوگا۔ علم ذاتی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس آیت سے نہ جریان نبوت ثابت ہوئی اور نہ صداقت مرزا کا نشان ملا۔

## آٹھواں مغالطہ

”محمد رسول اللہ • اللہم صل علی محمد • ان محمد اعبدہ ورسولہ • من محمد رسول اللہ“ اس قسم کی عبارتیں قرآن شریف، درود شریف، اذان اور تبلیغی خطوط میں موجود ہیں کہ جن سب میں محمد کا لفظ مذکور ہوا ہے اور کسی جگہ بھی احمد کا لفظ نہیں آیا۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جس احمد کی بشارت دی تھی وہ محمد نہیں ہے احمد ہے۔

اس کا جواب یوں ہے کہ خود مرزا قادیانی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ احمد سے مراد محمد ﷺ ہی ہیں کوئی اور نہیں۔ چنانچہ (آئینہ کمالات ص ۴۲، خزائن ج ۵ ص ایضاً) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ اس دنیا میں تمام بنی نوع انسان کا آنا جانا یکساں ہے۔ مسیح بھی اسی طرح دنیا سے مر کر رخصت ہوا۔ ابھی تک اگر زندہ ہے تو ”من بعدی اسمہ احمد“ کی پیشین گوئی نبی کریم ﷺ پر صادق کیونکر ہوئی۔ کیا نزول مسیح علیہ السلام کے بعد کوئی اور احمد آئے گا۔ (اربعین نمبر ص ۱۳، خزائن ج ۷ ص ۴۳۳ بحریہ ۱۹۰۰ء) میں ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے دو نام ہیں۔ اول محمد جو تورات میں مذکور ہے۔ ”محمد رسول اللہ والذین معہ“ کا اشارہ اسی کی طرف سے دوم احمد جو انجیل میں مذکور ہے اور ”من بعدی اسمہ احمد“ سے مراد یہی نام ہے۔ ”نیز ملاحظہ ہو۔ اگر کسی اور کی سند مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو سکتی ہے تو مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے ہاتھ سے سنا تھا کہ: ”یا احمد یا احمد اللہ اعلیٰ و امجد اتاک ما وعدک بالخیر یا احمد“ ایک یہودی نے کہا تھا کہ: ”قد طلع نجم احمد اللیلۃ“ خدا نے آدم سے کہا تھا کہ: ”آخر الانبیاء من ذریعتک احمد“ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جو احمد کا منکر ہے وہ داخل جہنم ہوگا۔ طلحہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں سوق ..... ملک شام میں گیا تو ایک راہب نے پوچھا کہ کیا احمد مکہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا ہاں! کہا وہ آخر الانبیاء ہیں۔ مدینہ میں ہجرت کریں گے ایک یہودی مکہ میں اتر اٹھا تو میلاد کی رات کہنے لگا کہ آج قریش میں احمد ظاہر ہو گئے ہیں۔ یہود خیبر، یہود فدک، یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر کے پاس ایک تحریر موجود تھی جس میں حضور ﷺ کی صفت لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ لیلۃ المیلاد میں سب کہتے تھے کہ: ”طلع نجم احمد“ ابن بطاہیہودی کا قول ہے کہ میرے پاس ایک تحریر ہے کہ: ”فیہ ذکر احمد“ مقوس شاہ مصر کا قول ہے کہ ”لیس بینہ وبين عیسیٰ نبی وهو آخر الانبیاء امرنا عیسیٰ باتباعہ وهو النبی الذی اسمہ احمد“ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ مدینہ میں یہود کہتے تھے

کہ حرم شریف میں ظہور احمد قریب ہے تو میں نے زبیر بن باطار کیس الیہود سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ سرخ ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ جو ظہور نبی کی علامت ہے۔ اس وقت انبیاء میں سے کوئی نہیں رہا کہ جس کا انتظار ہو۔ صرف نبی احمد آخر الانبیاء کا انتظار باقی ہے۔ آپ ہجرت کر کے یثرب آئیں گے۔ عبد اللہ بن سلامؓ سے خود حضور ﷺ نے دریافت کیا تھا کہ میرے متعلق تورات میں کیا لکھا ہے تو آپ نے کہا کہ اس میں ہے: ”من صفت کذا او کذا واسمه احمد“ عجائب القصص فارسی میں ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ ایک دفعہ مدینے آئی تھیں تو حضور ﷺ سے کسی یہودی نے پوچھا تھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا اسی احمد تو اس نے میرے میال کو بتایا کہ: ”هذا هو نبی هذا الامة“ ”یہ سن کر والدہ بہت جلد مکہ واپس چلی آئی تھیں۔ ام ایمنؓ کہتی ہیں کہ دو پہر کو دو یہودی آ کر کہنے لگے کہ: ”اخرجی الینا احمد“ ”پھر دیکھ کر کہنے لگے کہ: ”هذا هو نبی هذه الامة به يقع القتل والاسر“

کنز العمال میں لکھا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”انا دعوة ابراهيم وبشری عیسیٰ صفتی احمد۔ کان آخر من بشری عیسیٰ ابن مریم۔ ان الله اعطانی مالم يعط احد قبلی من الانبياء۔ وانا احمد قال لی الله لن اخزیک فی امتک یا احمد وفی مسلم عن ابی موسیٰ الاشعریؓ انه سمی لنا محمد واحمد۔ وقال انا احمد وانا العاقب الذی لیس بعده نبی“ کہ آپؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ نے دانیہ حلیمہ سے کہا کہ حضور ﷺ پیدا ہوئے تھے تو آپؐ کا منہ آسمان کو تھا اور ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی تھی۔ اس وقت آواز غیب سے آئی کہ اس کا نام احمد رکھنا۔ ”فی فتوح الشام“ سفیان ہذلی کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ شام کو جا رہا تھا کہ رات کو ہمیں ایک آواز آئی۔ ”قد ظهر احمد فی مکة“ واپس آ کر دیکھا تو ٹھیک تھا۔ خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ مجھے بحیرہ راہب کا دوست مسیح ملا کہنے لگا کہ: ”هل وقع لنبيکم معراج قلت نعم قال هو الذی اخبر به عیسیٰ ابن مریم“ حاکم حلب یوقا عیسائی مسلمان ہوا تو اہل طرابلس سے کہا کہ: ”قلت بشارة عیسیٰ ابن مریم وهو دین احمد“ اور اسی نے ابو عبیدہؓ سے کہا: ”هو الذی بشر به عیسیٰ علیہ السلام“ جب حضور ﷺ تجارت کے لئے شام گئے تھے تو ابو سہیل راہب (مصابح بحیرہ) نے کہا تھا کہ: ”هو الذی بشر به عیسیٰ ابن مریم“ ہامان نے خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ: ”بشر به المسیح“ ہر قل نے اراکین سلطنت سے کہا کہ: ”هذا هو النبی الذی بشرنا به عیسیٰ علیہ السلام“ موضع القرآن میں ہے کہ: ”انه بمحمد فی الدنيا



واحمد فی السماء“ اتقان میں ہے کہ: ”سموہ احمد ومحمدا قبل ان یكون“ فتح البیان میں ہے کہ: ”احمد ہونبینا مضاہ اکثر حمد اللہ اوانہ محمد اکثرہ ما محمد غیرہ وانما اختار عیسیٰ هذا الاسم لان حمدہ للہ اسبق من حمد الناس لہ“ امام کرخی کا قول ہے کہ: ”انما ذکرہ یا حمد لانه مکتوب فی الانجیل ومسے بہ فی السماء وهو اسبق من تسمیة بمحمد قال علیہ السلام کیف صرف اللہ عنی شتم قریش اتهم یشتمون مذمما وانا محمد“ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ حضور ﷺ کے نام چار ہزار ہیں۔ جن سے ستر نام اسمائے الہی سے اشتراک رکھتے ہیں اور آپ کے نام توقیفی ہیں۔ جن میں ہم نئے نام داخل نہیں کر سکتے۔ ”قال بعض المحققین انما اشتهر اسم محمد فی القریش لانهم سموہ مذمما فترك المسلمون لفظ احمد اجوا بالا ففی موضع الشتم تبدیل الاسم لیس لعجاب اذ سمی عمرو بن هشام با ابا جہل وسموہ اباالحکم وسمی عبدالعزی بن عبدالمطلب ابا لہب (اہل النار) صرفاً عما ارادوہ من صباحة وجه“ قال تبع فیہ شعرا“

شهدت علی احمد انه	رسول من اللہ بری السنم
له امة سمیت فی الزبور	وامة احمد خیر الامم
فلو مد عمری الی عصرہ	لکنت وزیرالہ وابن عم
او ماتحے من احمد	یوم القیمة والخصوم
وادخل الجنة ذات نسق	مجاورا لاحمد فی المرفق
واننی نجم نبی مخزوم	وصاحب لاحمد الکریم
ماذا علی من شم تربة احمد	ان لا یشم مدے الزمان غوالیا
بشیر نذیر ہاشمی مکرم	عطرف رؤف من یسمی باحمد
وسبطا احمد والدی منها	وایکم لہ سهم کسہمی

خود مرزا نے کہا۔

برتر گمان وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے  
اسی قسم کے اشعار مرزا قادیانی کے بہت ہیں جو براہین میں مذکور ہیں۔

نواں مغالطہ

”من بعدی اسمہ احمد“ کی پیشین گوئی مرزا قادیانی پر اس لئے صادق آتی ہے

کہ انجیلوں میں جو فارقلیط کا لفظ موجود ہے اس کا صحیح معنی ہازم الشیطان ہے۔ جو حضور ﷺ پر منطبق ہے۔ (کیونکہ فارق بمعنی ڈرانے والا ہے اور لیط بمعنی شیطان ہے) اور بعضوں نے فارقلیط کا معنی معزی یا مسلی کیا ہے اور اس سے مراد بھی حضور ﷺ ہی ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے ”من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة“ کا اعلان کر کے بتلادیا تھا کہ اسلام ہی راہ نجات ہے۔ جس میں آ کر انسان کو اطمینان خاطر حاصل ہو سکتا ہے۔ ”الا بذكر الله تطمئن القلوب“ اور جو لوگ فارقلیط کا ترجمہ احمد یا محمد کرتے ہیں تو وہ حسب تحقیق مصنف ینایع الاسلام غلط ہے۔ کیونکہ (بقول مصنف مذکور) یونانی زبان کا اصل لفظ پیری کلی طاس تھا۔ جس کے معنی تسلی دینے والا ہے۔ مسلمانوں نے اسے پیری کلیو طاس سمجھا اور اس کا ترجمہ احمد کر کے من بعدی اسمہ احمد کی پیشین گوئی کو صادق بنانے کی کوشش کی۔

جواب: اس مغالطہ کے دفعیہ میں یوں کہا جاتا ہے کہ اگر من بعدی اسمہ احمد کا مفہوم انجیل سے ثابت نہ ہو اور یہ نہ مانا جائے کہ فارقلیط کا جو لفظ انجیلوں میں وارد ہے اس سے مراد احمد ہی ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن شریف نے ایک ایسی پیشین گوئی حضرت مسیح کی طرف سے پیش کی ہے کہ جس کی تصدیق اناجیل سے نہیں ہوتی۔ حالانکہ مغالطہ نمبر ۸ کے جواب میں ہم نے کئی ایک غیر مسلم کے اقوال بھی پیش کئے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اناجیل میں اس پیشین گوئی کا ذکر ضرور ہوا ہے۔ اب مرزائی مسلک کے مقابلہ میں ایسے تمام اقوال کو ناقابل تسلیم قرار دینا قرین قیاس نہ ہوگا۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ فارقلیط کا معنی احمد ہی ہے اور مسلی یا معزی نہیں ہے اور مصنف ینایع الاسلام کا کہنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اناجیل میں اصل لفظ پیری کلیو طاس تھا۔ جس کو غلطی سے سہو کا تب نے پیر کلی طاس (بحذف واو) لکھ دیا تھا اور اس قسم کا محو اثبات اناجیل کے قلمی نسخوں میں کثیر الوقوع تھا۔ اب پیری کلی طاس کا ترجمہ کبھی تو مسلی یا معزی سے کیا جاتا ہے اور کبھی صاف ہی روح القدس ہی کو اس کا صحیح مفہوم تصور کیا گیا ہے۔ اس لئے خود اناجیل کے تراجم بھی غیر معتبر ہو گئے ہیں۔

کتاب اظہار الحق میں مولوی رحمت اللہ مرحوم مہاجر کی لکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام یہود میں پیدا ہوئے اور بیت المقدس کے پاس قریہ ناصره اور بیت اللحم میں پرورش پا کر عبرانی زبان میں انجیل حاصل کی اور بقول نصاریٰ آخری لفظ بھی ایلی ایلی لما سبتنی آپؐ نے عبرانی میں ہی بولے تھے اور واقعہ صلیب کے بعد حواریوں کو مختلف ممالک میں نکال دیا گیا تھا۔ کیونکہ یہودیوں نے اصلی انجیل تلف کر دی تھی اور قتل و غارت سے عیسائی مذہب کی بیخ کنی کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ

لوگ پہاڑوں اور غاروں میں پوشیدہ طور پر اپنا مذہب شائع کرتے رہے اور کچھ عرصہ بعد یہودیوں کی طاقت کمزور ہو گئی تو حواریوں نے آبادی کی طرف رخ کیا۔ چنانچہ یوحنا یہودی ایران میں آیا اور اس نے ۹۵ء میں سیرت مسیح یونانی زبان میں (بقول نصاریٰ) مرتب کر کے عیسائیت کی دعوت دی اور اس تاریخی کتاب کا نام انجیل یوحنا نام پڑ گیا۔ اصل انجیل جو خود حضرت مسیح نے عبرانی زبان میں لکھوائی تھی۔ اس میں آپ نے صاف لکھا تھا کہ میرے بعد احمد آئے گا۔ انجیل یوحنا میں اس کا ترجمہ پیری کلیو طاس کیا گیا۔ جو قلمی نسخوں میں نقل در نقل ہونے سے پیری کلی طاس بن گیا۔ بہر حال عیسائیت نے یونان میں پرورش پا کر ادھر ادھر پھیلانا شروع کر دیا اور نجران میں پہنچ گیا۔ چنانچہ تیسری صدی عیسوی میں وہاں کے حکمران ذونواس نے عیسائیت قبول کی اور مدینہ شریف کے پاس عیسائیوں کا مرکز بن گیا۔ جس سے دوسرے عرب بھی خال خال عیسائی ہو گئے۔ کیونکہ نجاشی عیسائی نے ان پر حکمرانی شروع کر دی تھی اور جب اسلامی حکومت نے اپنے قوت بازو سے سلطان محمد ثانی کے عہد میں قسطنطنیہ فتح کیا تو یونانی عیسائی ۱۴۵۳ء میں یورپ کو بھاگ گئے اور وہاں اپنی انجیل یونانی سے تعارف کرایا اور ۱۴۸۰ء میں ولیم ٹڈیل پیدا ہوا اور جوان ہو کر شٹل ساڈیری میں اتالیق بن گیا۔ اس کے بعد وہ ۱۵۲۳ء میں لندن آیا اور ارادہ کیا کہ انجیل کا ترجمہ انگریزی میں کرے۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ پھر وہاں سے نکل کر کولون آ گیا۔ وہاں کے مشہور تاجر ہمفری نے اس کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا۔ مگر لوگوں نے اسے باغی سمجھ کر نکال دیا۔ اس نے شہر وارمس جا کر دوسری دفعہ ترجمہ شائع کیا اور اس پر حواشی بھی بڑھائے اور جب یہ ترجمہ لندن پہنچا تو پادریوں نے اسے غلط قرار دیا اور سوائے دو نسخہ کے تمام نسخے جلوا دیئے۔ اس کے بعد اس نے تیسری دفعہ بلجیم میں ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو گرفتار ہو گیا اور ڈیڑھ سال قید کے بعد ۱۵۳۶ء میں اس کو پھانسی دے کر لاش جلائی گئی۔ اس کے بعد تراجم کا رواج ہو گیا۔ چنانچہ آج کل ۷۵ زبانوں میں انجیل کے تراجم موجود ہیں۔ لیکن جو ترجمہ انگریزی میں موجود ہے اس میں ولیم مذکور کا ترجمہ ۵/۱ تک ملتا ہے۔ کیونکہ اس کا ترجمہ بہت نفیس اور سلیس زبان میں تھا۔

اب معلوم ہو گیا کہ عرب نے یورپ سے پہلے انجیل یوحنا پر پورے گیارہ سو سال اطلاع حاصل کر لی تھی اور پیری کلیو طاس کو احمد ہی سمجھا تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس گیارہ سو سال کے عرصہ میں جو نسخہ قلمی نقل در نقل ہونے کے بعد یورپ پہنچا ہو اس میں پیری کلیو طاس ہو۔ جس کا ترجمہ انہوں نے تسلی دینے والا کر دیا ہو۔ یا کسی نسخہ میں پاری کلیو طاس ہو اور کسی میں پاری کلی طاس۔ انگریزی تراجم شائع ہونے کے بعد جب انجیل یوحنا کا ترجمہ عربی میں شائع کیا گیا تو کسی

نے اس لفظ کو بارقلیط کی صورت میں معرب بنایا اور کسی مترجم نے فارقلیط کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس کی تشریح شروع شروع میں تو احمد سے ہی کی گئی۔ جیسا کہ مصنف ینائع الاسلام بھی مانتا ہے۔ مگر بعد میں بارقلط اور فارقلیط کا مفہوم الگ الگ قرار دے کر اسلام کی ذہنیت کو غلط ثابت کیا گیا اور کہہ دیا کہ مسلمانوں نے اس مقام پر احمد کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ حالانکہ مصنف مذکور کی رائے تاریخی طور پر خود غلط ہے۔ کیونکہ اصل یونانی لفظ عرب میں یورپ سے پہلے گیارہ سو سال پہنچ چکا تھا اور انہوں نے صحیح طور پر اس کا ترجمہ احمد کر لیا تھا اور چونکہ عبرانی زبان ان کی ہمسایہ زبان تھی اور ملک شام میں آمد و رفت کثرت سے تھی۔ جس سے وہ بخوبی عبرانی زبان کے ماہر ہو چکے تھے۔ اس لئے ہم بوٹوق کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے خود عبرانی زبان کے اصلی لفظ کو بھی یونانی زبان کے لفظ سے ضرور مطابق کیا ہوگا۔ اس تحقیق تک انگریزوں کے عیسائی بننے سے پہلے پہنچ چکے تھے کہ اس لفظ سے احمد نبی ہی مراد ہیں۔ آخر جب اسلام آیا تو اس وقت بھی یورپ عیسائیت سے ناواقف تھا۔ مگر عرب کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے سامنے صاف اقرار کیا کہ من بعدی اسمہ احمد کی پیشین گوئی انجیل میں موجود ہے اور کسی نے یہ عذر نہیں پیش کیا کہ اس لفظ کا معنی روح القدس ہے یا معزی یا مسلی ہے۔ (کیونکہ ایسی ایجاد کرنے والے یورپین ابھی تک عیسائیت سے بے خبر بیٹھے ہوئے تھے)

اب تیرہ سو سال تک اسلام نے عربی عیسائیوں کی تحقیق کے مطابق سمجھا کہ پاری کلیوطاس ہی انجیل یوحنا میں مذکور ہوا ہے اور اسی کا ترجمہ احمد ہے۔ مگر جب عیسائیوں نے انگریزی تراجم کے بعد عربی میں تراجم شائع کئے تو مترجمین نے اس لفظ کو فارقلیط یا فارقلط معرب بنایا۔ پھر بھی مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ اس لفظ کی تعریب میں بھی یہی معنی مذکور ہیں۔ لیکن مصنف ینائع الاسلام سب کے بعد یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ یہ لفظ فارقلیط غلط طور پر معرب بنایا گیا ہے اور اس کے معنی احمد کے نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کی تعریب پاری کلی طاس سے واقع ہو گئی ہے نہ پار کلیوطاس سے۔ مگر ہم ضرور کہیں گے کہ اس تعریب میں غلطی تمہارے عیسائی مترجمین نے ہی کی ہوگی۔ جس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے اور مسلمان جو اس پیشین گوئی میں احمد سمجھتے ہیں اس کی بنیاد یہ تعریب نہیں ہے۔ بلکہ وہ اصلی لفظ یونانی ہے کہ جس سے اسلام سے پہلے عربوں نے احمد سمجھ لیا تھا۔ اب خواہ اس کو موڑ توڑ کر پاری کلیوطاس بنا دیا پاری کلی طاس۔ تمہارا اختیار ہے ورنہ ہزار سال کے بعد کی تحقیق میں سے پہلے تحقیقات پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ پاری کلیوطاس کا ترجمہ بجائے احمد کے انہوں نے روح

القدس یا مسلی غلط طور پر کیا ہے۔ کیونکہ انجیل میں یوں مذکور ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں خدا سے تمہارے لئے پیری کلیو پاس طلب کروں گا۔ تاکہ تمہارے پاس وہ ہمیشہ رہے۔ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہیں آسکتا۔ وہ تمہیں غلطیوں پر سرزنش کرے گا اور تم پر حاکم ہوگا۔ میں تمہیں نہیں بتاتا وہ تم کو حق بت سمجھائے گا اور وہ خود اپنی طرف سے نہیں بولے گا۔ بلکہ خدا کی طرف سے حکم پا کر بولے گا۔ عیسائی کہتے ہی کہ واقعہ صلیب کے بعد چٹکو ست کے دن روح القدس آیا اور اس نے حواریوں کو تسلی دی اور یہ پیشین گوئی سچی ہو گئی۔ لیکن غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ روح القدس پہلے بھی آتا تھا۔ اس کے آنے کی پیشین گوئی کرنا اور کہنا کہ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہیں آئے گا اور اس کو ہمیشہ ساتھ رہنے والا بتانا اور حاکم تصور کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پاری کلیو پاس سے مراد روح القدس نہیں ہے بلکہ انسان مراد ہے۔ ورنہ حضرت مسیح کے بعد چوبیس آدمی اپنے اپنے زمانہ میں اس پیشین گوئی کے بعد نبوت کے مدعی نہ بنتے۔ جن میں سے ایک مدعی مونٹانس بھی تھا۔ جیسا کہ تاریخ کلیسا مطبوعہ ۵۶ء کے ص ۹۸ میں مذکور ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ظہور احمد سے پہلے ہی یہ ثابت ہو چکا تھا کہ آنے والا انسان ہوگا فرشتہ نہیں ہے اور جب آپ کا ظہور ہو گیا تو ساری پیشین گوئی واقع ہو گئی۔ کیونکہ آپ صادق القول، حاکم الاسلام، نابی عن المکر، امر بالمعروف، دائم الاسلام اور قائل بالوحی تھے اور اس وقوع کی تصدیق یوں بھی ہے کہ:

انجیل برنباس میں صاف لکھا ہے کہ احمد آئے گا۔ کتاب الاعمال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول منقول ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ میرے جیسا تمہارے بھائیوں سے ایک نبی مبعوث کرے گا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالے گا۔ یوحنا میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے سوال ہوا کہ وہ نبی تم ہو؟ کہا نہیں۔ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ حواریوں نے پوچھا کہ آپ کی امت کے بعد کوئی اور بھی امت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں امت احمد ابھی باقی ہے اور وہ صلحاء پاکدامن ہوں گے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا مثل عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضور ﷺ نے پہلے شرائع کو منسوخ کیا تھا۔ جہاد کا حکم دیا تھا۔ والدین سے پیدا ہوئے تھے نہ مسیح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے ہی مصر سے نکل کر شہر یثرب کو ہجرت کی تھی۔ (جو اس وقت ایک کاہن کے نام پر موجود تھا) آپ نے بھی یثرب کو اپنا دارالہجرت بنایا اور آپ بنی اسماعیل سے پیدا ہوئے۔ کیونکہ ”من اخوانکم“ کا لفظ موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسحاق سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے مثل موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ ہیں عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے۔

## دسواں مغالطہ

مجمع البحار میں حضرت عائشہ کا قول مذکور ہے کہ: ”قولوا خاتم النبیین ولا

تقولوا لا نبی بعده“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت جاری ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول صحیح ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ

السلام زندہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے بعدہ سے یہ مراد لیا ہے کہ یوں نہ کہو کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی

زندہ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کے بعد کوئی مبعوث نہیں ہے۔ کہنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ

کنز العمال میں خود عائشہ سے ایک روایت منقول ہے کہ: ”لم یبق من النبوة بعده شئی

الا المبشرات“ حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا

ہے کہ حضرت عائشہ جریان نبوت کی قائل نہ تھیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے صرف نزول مسیح بحکم

عنصری کو پیش نظر رکھ کر کہا ہے اور بس۔

## گیارہواں مغالطہ

حضرت مغیرہ جریان نبوت کے قائل تھے۔ کیونکہ ان کے پاس کسی نے کہا کہ خاتم

الانبیاء لا نبی بعده تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نے خاتم الانبیاء کہا ہے۔ بس یہی کافی ہے اور لا نبی

بعده کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حضرت مغیرہ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ

السلام بحکم عنصری اترنے والے ہیں تو پھر یہ فقرہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی آپ کے بعد ظاہر

ہونے والا نہیں ہے۔ (تفسیر درمنثور) بہر حال ہمیں لا نبی بعده کا معنی سوچ لینا چاہئے تاکہ آئندہ

کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ کیونکہ اس میں بعدہ خبر کے مقام پر آیا ہے اور خبر افعال عامہ یا افعال

خاصہ سے محذوف ہے۔ اس لئے پہلا معنی یہ ہے کہ لا نبی مبعوث بعدہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو

نبوت نہیں ملے گی۔ مرقات حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی معنی لیا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ لا نبی خارج بعدہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور نہیں ہوگا۔

حضرت مغیرہ نے یوں سمجھ کر اسے غلط قرار دیا ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ لا نبی حی بعدہ حضور ﷺ کے

بعد کوئی نبی زندہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے یہی سمجھ کر اس حدیث سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ حیات

مسیح کی روایت خود ان سے مروی ہے۔

چوتھا معنی یہ ہے کہ لا نبی کیون بعدہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں ہوگا۔ یہ

مرزا قادیانی کا مذہب تھا۔ جو بعد میں تبدیل ہو گیا تھا۔ یہاں قابل تعجب یہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ

مسلمان حضور ﷺ پر جریان نبوت کو ختم کر دیتے ہیں اور مرزائی مسیح قادیانی کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتے۔ اب مغالطوں کا جواب حضور ﷺ کے بعد اسی طرح ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے بعد ہو سکتا ہے زیادہ کرید کی ضرورت نہیں ہے۔

بارھواں مغالطہ

”لوعاش ابراہیم لکان نبیاً“ اگر حضرت ابراہیم بن محمد علیہ السلام زندہ رہتے تو نبی ہوتے اور یوں بھی آیا ہے کہ: ”لوکان ابراہیم حیا لکان نبیاً“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا امکان تھا۔

جواب یہ ہے کہ مدارج النبوة میں صاف لکھا ہے کہ یہ حدیث امام نووی کے نزدیک موضوع ہے۔ تو پھر اس سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت انسؓ یا عباسؓ نے بطور مبالغہ کہہ دیا ہوگا۔ ورنہ حضور ﷺ نے یوں نہیں فرمایا تھا۔ موضوعات کبیر ص ۶۸ میں ملا علی قاری کہتے ہیں کہ: ”لوحصار عمر نبیا لکان من اتباعه“ اور اسی طرح ”لوعاش ابراہیم لکان نبیاً“ کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ بالفرض اگر کوئی نبی ہو بھی جاوے تو اسے شریعت محمدیہ کے ماتحت رہنا پڑے گا۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ”لوکان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی“ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے ہی تابع ہوتے۔ مگر وہ زندہ نہیں ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی بعثت بھی بند ہو چکی ہے۔ اس واسطے کوئی نبوت ظہور میں نہ آئی اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی زندگی آپؐ کے بعد ناممکن تھی اسی طرح خاتم النبیین نے تمام دوسری فرضی نبوتوں کو بھی ممنوع قرار دیا اور نزول مسیح میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آپؐ بھی حضور ﷺ کی امت ہوں گے اور اسی شریعت کے تابع دار ہوں گے اور اپنی شریعت پر حکم نہ کریں گے۔ کیونکہ ان کی نبوت حضور ﷺ کے بعد شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ پہلے شروع ہوئی اور ختم بھی ہو چکی تھی۔ اب گویا اعزازی خدمت پر یہ کام کریں گے جو صرف عہدہ مجددیت ہوگا۔

تیرھواں مغالطہ

”لا نبی بعدی“ کا معنی یہ ہے کہ آپؐ کے بعد مستقل کوئی نبی نہ ہوگا۔ جیسا کہ: ”ما انذر اباؤہم“ سے مراد قبیلہ متعلقہ ہے۔ پس جس طرح آپؐ کے پہلے چھ صدی کے اد پر نبی آئے ہیں۔ اسی طرح آپؐ سے چھ صدی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ پھر تو مثیل مسیح کو چھٹی صدی میں پیدا ہونا چاہئے تھا۔ یہ چودھویں میں



کیوں پیدا ہوا۔ خوب تک بندی جوڑی ہے۔ کیا مرزا محمود طبابت سے پیٹ پالتے ہیں؟  
مرزا قادیانی کا باپ تو طبابت پیشہ تھا تو پھر یہ کیوں طبیب نہ ہوئے۔ ایسے قیاسات صرف وہم کے  
درجہ پر ہیں ان کو حجت شرعیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

چودھواں مغالطہ

اس زمانہ کا مجدد کون ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہیں۔ جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور  
حدیث ”لا مہدی الا عیسیٰ“ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی عیسیٰ بھی ہیں اور عیسیٰ علیہ  
السلام کی نبوت تسلیم شدہ ہے۔ اس لئے اجرائے نبوت ثابت ہوا۔

جواب یہ ہے کہ اس زمانہ کا مجدد مرزا قادیانی کو کون تسلیم کرتا ہے؟ ہر ایک فرقہ اپنے  
لئے الگ مجدد تجویز کرنے کا حق دار ہے۔ حضرات بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو تسلیم  
کرتے تھے۔ دیوبندی مولوی رحمت اللہ صاحب کو۔ اہل حدیث سید اسماعیل شہید کو اور ہمارے  
نزدیک مجدد کی شخصیت ممنوع ہے۔ حج الکرامہ میں لکھا ہے کہ ہر ایک جماعت علمائے اسلام مجدد  
وقت کہلاتی ہے جو احیائے سنت کا کام کرتے رہتے ہیں۔ ”ان اللہ یبعث لہذاہ الامۃ علی  
راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا“ میں بے شک تو مذکور ہے کہ ہر ایک صدی کے سر  
پر ایک مجدد آتا ہے۔ جو احیائے اسلام کرتا ہے۔ مگر صدی کا سر معلوم نہیں کہ ہجری ہے یا عیسوی یا  
کوئی اور کیونکہ سنہ ہجری حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تجویز ہوا تھا اور سنہ عیسوی کا رواج اس وقت  
ملمانوں میں نہ تھا۔ اگر رواج تھا تو سنہ بعثت یا سنہ فیل کا رواج تھا۔ اس کے بعد پھر یہ معلوم نہیں  
کہ سر سے کیا مراد ہے۔ ابتدائے صدی یا اختتام صدی۔ کسی کے متعلق کوئی دلیل نہیں ملتی اور صرف  
زبانی کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ من مجدد میں من لفظ عام ہے۔ اس میں شخصیت نہیں  
ہے۔ اس لئے ایک جماعت بھی مجدد ہو سکتی ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ بھی، اس سے  
مرزا قادیانی جب شخصی طور پر مجدد نہیں بن سکتے تو پھر دوسری دعاوی کیسے صحیح ہوں گے۔ ورنہ ایسے  
دعاوی کے حق دار تمام مجددین ہوں گے۔ تخصیص مرزا کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

پندرھواں مغالطہ

”مسجدی آخر المساجد“ میں حضور ﷺ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کہا ہے۔  
حالانکہ مسجد نبوی کے علاوہ بے شمار مسجدیں موجود ہیں۔ اسی طرح آخر الانبیاء کے بعد کئی ایک نبی  
ہو سکتے ہیں اور آخر کا لفظ انقطاع نبوت کی دلیل نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ آخر المساجد سے مراد آخر المساجد النبویہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مسجد نبویہ اپنی نوعیت میں آخری مسجد ہے۔ جیسا مسجدی کا لفظ بتا رہا ہے کہ آپ کی مسجد نبوی مراد ہے اور ترغیب و ترہیب میں آخر المساجد النبویہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب حضور ﷺ کی مسجد کے بعد مسجد نبوی کوئی نہیں۔ اس لئے کوئی نبی بھی آپ کے بعد نہیں ہوگا۔ ورنہ اس کی مسجد بھی مسجد نبوی کہلائے گی۔ اس لئے یہ حدیث انقطاع نبوت کی زبردست دلیل ہے۔

سولہواں مغالطہ

”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین“ میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ تم میں سے کسی آدمی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر رسول خدا اور خاتم النبیین یعنی روحانی باپ ہیں اور نبوت کے سلسلہ میں جس قدر انبیاء آنے والے ہیں وہ تمام آپ کے روحانی بیٹے ہیں اور آپ کی تابعداری میں انبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔ ورنہ جو نبی آپ کے تابعداری کے خلاف مدعی نبوت ہو وہ چونکہ آپ کا روحانی بیٹا نہیں۔ اس لئے نبی کہلانے کا مجاز نہیں ہے اور یہ نبوت جزوی نبوت ہوگی۔ جو نبوت ثانیہ کی ۱/۴۶ جزو تسلیم کی گئی ہے۔ جس کی ابتداء روایات صالحہ سے ہوتی ہے اور یہی وہ نعمت ہے کہ جس کا سوال ہمیں ”اهدنا الصراط المستقیم“ میں تعلیم کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ خیال درست ہو تو مرزا قادیانی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ضروری تھا کہ اول التابیین حضرت صدیق اکبرؓ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے۔ اس موقع پر لکن استدراکیہ نہیں ہے کہ جس سے پچھلے مفہوم کے خلاف بیان کیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ مفہوم نکلتا ہے کہ: ”ولکن ابا احد من نسائکم“ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے اس کو ”لکن انتقالیہ“ کہا جائے گا۔ جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ پہلے مضمون کے علاوہ ایک مضمون جدید شروع ہونا بتایا جاتا ہے۔

ستر ہواں مغالطہ

جب یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو ”لا نبی بعدی“ کیسے ثابت رہے گا۔ کیونکہ آپ کے بعد نبی تو آ گیا اور نبوت بھی جاری رہی۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت بھی ان کے پاس ہی رہے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: ”لا نبی بعدی“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد بعثت

انبیاء کا سلسلہ بند ہے۔ نہ یہ کہ اگر انبیاء سابقین میں سے بھی کوئی آپؐ کے بعد ظاہر ہو تو وہ بھی مرجائے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام، حضرت ادريس علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت قدیم ہے۔ اب تک ان کے زندہ رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی نبوت بھی جاتی رہی۔

اٹھارہواں مغالطہ

خاتم انگوٹھی کو کہتے ہیں۔ یا خاتم سردار کے معنی میں آتا ہے۔ یا خاتم بمعنی کامل ہے اور کبھی تعریفی موقع پر آخر کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ متنبی کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔ مگر کسی طرح بھی لفظ خاتم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ کے آنے سے نبوت بند ہو گئی ہے۔ کیا ایک نعمت کے بند ہونے سے حضور ﷺ کی عظمت ظاہر ہوگی یا زیادہ ہونے سے آپؐ کی فوقیت دوسری انبیاء پر ثابت ہوگی۔ اس لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ نبوت جاری ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی جاری تھی۔ لیکن کوئی نبوت آپؐ کی منظوری اور آپؐ کی تصدیقی مہر کے سوا جاری نہ ہوگی۔ اس لئے جو نبی آپؐ کے ماتحت نہ ہوگا۔ وہی کافر، بے ایمان، مفتری، کاذب اور دجال ہوگا۔ جس پر آپؐ کی تصدیقی مہر ہوگی۔ وہ نبی تابعدار خادم شریعت ہوگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے کہ: ”لو کان موسیٰ حیالما وسعه الاتباعی“ اور مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی نبی کا لفظ آیا ہے۔ جس سے مراد امتی نبی ہے۔ ورنہ اسرائیلی نبی نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس تمام تقریر کی بنیاد اس پر ہے کہ آیت: ”وخاتم النبیین“ میں لفظ خاتم بمعنی آخر نہیں ہے اور آخر ہے تو بطریق مبالغہ ہے۔ ورنہ اس کا معنی ”جاعل النبیین اور سید النبیین“ ہوگا۔ لیکن لغت میں ”خاتم القوم آخرهم“ آیا ہے اور حدیث شریف میں خواتیم سورہ البقرہ سے حقیقی طور پر آخری آیات مراد ہیں اور اس آیت کے نزول سے پہلے جس قدر یہود و نصاریٰ کی تحریرات ملتی ہیں۔ ان میں بھی آخر الانبیاء کا ہی انتظار کیا گیا ہے اور بعد میں بھی جس قدر اسلامی تصریحات ملتی ہیں۔ ان میں بھی آپؐ کو ”آخر النبیین“ ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے سیاق و سباق دونوں کی بنیاد پر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہوگا۔ نبی ساز یا تصدیق کنندہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس معنی کی تصدیق نہ لغت میں ہے اور نہ کوئی تصریح قدیم یا جدید اس کی تائید کرتی ہے۔ پس ہم حضور ﷺ کو نبی کامل، سید المرسلین، افضل الانبیاء اور مصدق الانبیاء مانتے ہیں۔ تو اس لفظ کے ماتحت نہیں مانتے۔ بلکہ ایسے مضامین کے لئے دوسرے موقع پر ہزاروں تصریحات موجود ہیں جن سے ہمارا یہ مطلب پورا ہو جاتا ہے اور چونکہ علماء امتی کا بنیاء نبی اسرائیل وارد ہے اور نزول مسیح کا مسئلہ عقائد اسلامیہ میں داخل ہے۔ اس لئے آپؐ کے آنے سے

نبوت کا بند ہو جانا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اب دنیا میں کوئی شخص بھی احکام شرعیہ پر عمل درآمد کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ بلکہ یہ معنی ہے کہ آپ کی شریعت چونکہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ اس لئے نبی جدید بھیج کر اس کو ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں رہی۔ گویا آپ کو جو آسمان نبوت پر عین سمت الراس پر قائم ہونے والا سورج تھا اور باقی انبیاء وجود طلوع آفتاب یا نصف النہار کے کسی درجہ پر تھا۔ اس لئے تکمیل نبوت کی وجہ سے اور عدم احتیاج نبوت جدیدہ کی وجہ سے آپ پر نبوت ختم ہوئی ہے۔ جو ایک اعلیٰ درجہ کا امتیازی مرتبہ ہے اور نہ اس طریق پر بند ہوئی ہے کہ ابھی نبوت تکمیل کو نہیں پہنچی تھی اور آپ سنگ راہ واقع ہو گئے ہیں۔ بہر حال ایسے ناپاک خیال حضور ﷺ کے متعلق گستاخی کا موجب ہیں۔

### انیسواں مغالطہ

”ما ارسلنا من نبی الا اذا تمنی“ کے بعد ایک قرأت میں ولا محدث بھی وارد ہوا ہے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ: ”ستکون فی امتی محدثون ای متکلمون“ پس آیت اور حدیث کے ملانے سے معلوم ہوا ہے کہ رسالت یا نبوت کا سلسلہ امت محمدیہ میں جاری رہے گا۔

جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہوا اور پانی کے متعلق بھی ارسلنا کا لفظ واقع ہے۔ اس لئے صرف ارسلنا کے لفظ سے نبوت کا ثبوت نہیں ہے اور اس آیت میں بھی انبیاء سابقین کی نبوت کا ثبوت ارسلنا سے نہیں ہے۔ بلکہ اس مطلب کے لئے دوسرے دلائل ہیں جو اپنی جگہ پر مذکور ہیں اور حدیث صحیح یوں ہے کہ: ”لو کان فی امتی احد لکان عمر“

### بیسواں مغالطہ

”یا عم انت خاتم للمہاجرین کما انی خاتم النبیین“ اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ کے بعد بھی ہجرت کا سلسلہ جاری ہے اور تشبیہ دینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد بھی اسی طرح سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔

جواب یہ ہے کہ اس مقام پر ہجرت مکہ مراد ہے۔ مطلق ہجرت مراد نہیں ہے اور حضرت عباسؓ تک اس ہجرت کا اعتبار رہا۔ جس کی وجہ سے صحابہ مہاجرین کہلائے۔ ورنہ بعد میں ہجرت کرنے والوں کو مہاجرین صحابہ کا لقب نہیں دیا گیا۔ اس لئے یہ روایت انقطاع نبوت کی دلیل بن گئی۔ کیونکہ اب یہ معنی ہوئے کہ اے چچا تم خاتم المہاجرین ہو۔ تمہارے بعد جو بھی مکہ چھوڑ کر

مدینہ میں آئے گا اس کو مہاجر کا لقب نہیں ملے گا۔ جس طرح کہ میں خاتم الانبیاء ہوں۔ میرے بعد بھی جو شخص مدعی نبوت ہوگا۔ (خواہ کسی طرح کا ہو) وہ نبی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ مفتری کذاب اور ملعون ہوگا۔

اکیسواں مغالطہ

”فیکم النبوة والمملکة“ حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ تمہارے خاندان میں سلطنت اور نبوت رہے گی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنی عباسؓ میں نبوت بھی جاری رہی ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ کسی معتبر روایت سے اس کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس لئے آیت قرآنیہ کے مقابلہ میں اس کو تسلیم کرنا یا اس کو آیت کی شخص سمجھنا بے وقوفی ہوگی۔ علاوہ اس کے اگر اس حدیث کو واقعات کی رو سے دیکھا جائے تو فیکم النبوة کا ظہور کسی خلیفہ وقت نبی العباس کے عہد میں نہیں ہوا۔ شاید تجویز تو تھی۔ مگر وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ورنہ کیا مجال تھی کہ اس پیشین گوئی کا ظہور نہ ہوتا۔

بائیسواں مغالطہ

”ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی“ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدیق اکبر بنی نوع انسان سے افضل ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی نبی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نبوت جاری ہے۔ ورنہ مضارع (یکون) وارد نہ ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ: ”الا ان یکون نبی مراد ابان الناس“ اگر الناس کے لفظ سے انبیاء مراد ہوں تو پھر آپ کو خیر الناس کا لقب نہیں ملے گا۔ اس کی تائید واقعات کے علاوہ تمام وہ روایت بھی کرتی ہیں جو فضیلت صدیقؓ میں مروی ہیں۔ اس لئے اس سے یہ مراد لینا کہ ایک نبی ہوگا۔ کلام کو بے ربط کر دیتا ہے اور استدلال جریان نبوت کی تکذیب کرتا ہے۔

تیسواں مغالطہ

”انا مقفے“ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا نام مقفے بتایا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء آپ کے بعد آئیں گے۔ وہ حضور ﷺ کے مقتفی ہوں گے اور پیرو کہلائیں گے اور حضور ﷺ ان کے مطاع اور مقفے ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا سلسلہ جس طرح پہلے جاری تھا اسی طرح اب بھی جاری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مقفی اسم مفعول ہے جو شہادت آئی: ”وقفینا من بعدہ بالرسول“ ماضی کی تحویل میں آ کر ”الذی قفی بہ“ کے معنی دیتا ہے کہ آپ سب کے آخر لائے گئے ہیں۔ ورنہ مستقبل کے معنی میں اگر اس کو تحویل کیا جائے تو یوں ہوگا کہ: ”الذی سوف یقفی بہ“ وہ نبی کہ جس کو بعد میں بھیجا جائے گا اور یہ معنی غلط ہے۔ کیونکہ آپ نبی ہو کر مبعوث ہو چکے تھے اور اگر یہ تحویل کی جائے کہ: ”الذی یقفی بالبعید بعدہ“ کسی غیر کو آپ کے تابعدار بنا کر بھیجا جائے گا۔ تو متدل کا مطلب تو پورا ہو جائے گا۔ لیکن مقفی کا لفظ ایسی تحویل و تبدیل کو برداشت نہیں کرتا۔ اس لئے یہ استدلال بالکل عربی زبان سے نا آشنا کی وجہ سے غلط ہے۔

### چوبیسواں مغالطہ

خاتم بمعنی مہر اور خاتم بمعنی مہر اور ختم کرنے والا۔ علامہ زنجیری، ابو حیان اور ابو عبیدہ یہ تینوں بزرگ خاتم کو آخری قرار دیتے ہیں۔ مگر چونکہ اس پر کوئی عربی محاورہ پیش نہیں کرتے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق یہ معنی کئے ہیں۔ جیسا کہ کوئی عیسائی الکلمۃ کا معنی حضرت مسیح کرے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعی لغت میں بھی کلمہ کا بھی معنی ہے۔ البتہ مفردات الراغب میں یوں مذکور ہے کہ: ”انہ ختم النبوة ای تمہا وکملہا“ جس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ہوتی ہے کہ حسینؑ کو ابو عبد الرحمن سلمیٰ خاتم النبیین ﷺ پڑھا رہے تھے تو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ ان کو خاتم النبیین پڑھاؤ۔ اب معلوم ہو گیا کہ تکمیل نبوت یہاں مراد ہے۔ انقطاع نبوت یہاں مراد نہیں ہے۔ کیونکہ حسب ذیل تصریحات اجرائے نبوت کی تائید کرتی ہیں۔

- .....۱ ”انہ صار کالخاتم الذی یتزینون بہ ویختمون بہ“ (فتح البیان ج ۳ ص ۲۸۲)
- .....۲ ”انہ بہ ختموا فہو کالطابع لہم“ (بحر محیط)
- .....۳ ”ختم بہ النبیین فلا یوجد نبی یا مرہ اللہ بالتشریع“ (شاہ ولی اللہ الرحموم)
- .....۴ ”قالت عائشۃ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ و هذا لا ینافیہ لا نہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ“ (الحجاء)
- .....۵ ”لو فرضنا نبیا بعدہ اوفی زمانہ فی اخری لا یقع النقص بقولہ خاتم النبیین“ (مولانا محمد قاسم)
- .....۶ ”لا امکان للبخل فی المبدأ الفیاض“ (مرزا جانجنان)

.....۷ ”حصول کمالات النبوة لا ینا فی ختم الرسالة“ (جدوال الفرائض)

.....۸ ”مطلق النبوة لم ترفع“ (ایواقیت والجواهر)

.....۹ ”انما انقطعت نبوة ناسخه بعده لا ماہی تابعة له“ (فتوحات مکیہ)

.....۱۰ ”لوعاش ابراہیم لکان نبیا وكذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعه

لا يخاف قوله خاتم النبیین كقوله لوکان موسیٰ حیا لما وسعه الاتباعی کعیسیٰ وخضر والیاس علیہم السلام“ (ملا علی القاری)

جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن شریف کے تمام معانی جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں قابل تسلیم ہیں۔ اس لئے خاتم کا معنی اگر تکمیل نبوت یا زینت نبوت بھی کئے ہیں تو ہم ماننے کو تیار ہیں۔ مگر ساتھ ہی ہم آخر الانبیاء بھی تسلیم کرتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ خاتم سے آخر الانبیاء مراد نہ لیں۔ کیونکہ لانی بعدی میں اس کی تشریح موجود ہے۔ غیر مسلم کی تصریحات آپ کو آخر الانبیاء تسلیم کرتی ہیں اور آج تک اجماع امت میں یہی چلا آ رہا ہے کہ جس نے آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اس کا خاتمہ کیا گیا۔ اس واسطے جو شہادتیں اوپر لکھی گئی ہیں ان کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی اور بھی نبی آ سکتا ہے۔ کیونکہ:

.....۱ ”انما الاعمال بخواتیمھا . اعطیت خواتیم البقرة“ میں خاتم کو خود

حضور ﷺ نے آخر کے معنی میں لیا ہے۔ ”رحیق ختام مختوم سک“ وغیرہ میں متعدد جگہ قرآن شریف میں خدا نے اس کو بندش یا انقطاع کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ اس لئے علامہ زحشری وغیرہ نے یہی معنی لیا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے اپنے اعتقاد سے یہ معنی گھڑ لئے ہیں۔

.....۲ مفردات الراغب نے اگر تکمیل کا معنی کیا ہے تو اس کو خاتم بمعنی آخر سے بھی انکار نہیں ہے۔

.....۳ حضرت علیؓ نے حضرت حسنینؓ کو اگر خاتم تلقین کیا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ

حضور ﷺ کو آخر الانبیاء نہیں مانتے تھے۔ کیونکہ خاتم اشیء آخرہ ایک عام محاورہ ہے۔

.....۴ فتح البیان۔ بحر محیط اور شاہ ولی اللہ نے اگرچہ مہر کا معنی کیا ہے۔ مگر پھر بھی اس سے تکمیل کے

رنگ میں آخری نبوت ہی مراد لی ہے۔ کیونکہ مشہور ہے۔ ”توقع زوالا اذا قیل تم“

.....۵ حضرت عائشہؓ نے لانی بعدی سے لانی خارج سمجھا تھا۔ اس لئے اس قول سے معنی

کرتی تھیں۔ ورنہ اگر لانی مبعوث بعدی سمجھتیں تو کبھی انکار نہ کرتیں۔ انکار کی وجہ

بھی نزول مسیح کا قول تھا۔



۶..... مولانا محمد قاسم مرحوم نے بھی ہماری زمین میں حضور ﷺ کی رسالت کو آخری رسالت تسلیم کیا ہے۔ ہاں اگر کسی دوسری زمین میں آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد دوسرا نبی تصور کیا جائے تو خاتم الانبیاء کے خلاف نہ ہوگا۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ آپ اس زمین میں بھی مرزائیوں کی طرح جریان نبوت کے قائل ہیں۔ (دیکھو متحدہ الناس)

۷..... علامہ شعرانی، ابن عربی، مرزا جان جاناں، حضرت مجدد اور ملا علی قاریؒ یہ تمام حضرات انقطاع نبوت کے قائل تھے اور اجرا کمال نبوت سے مراد ان حضرات کی صرف فیوض محمدی ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ نبوت بھی جاری ہے۔

لیکن ان کا یہ قول البتہ مشتبہ ہے کہ اگر کوئی نبی ہوگا تو حضرت مسیح کی طرح تابع شریعت نبوی ہوگا اور مخالف یا ناخ شرع محمدی نہ ہوگا۔ اس قول سے مرزا قادیانی نے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا ہے کہ میں بھی تابع نبی ہوں۔ مخالف نبی نہیں ہوں۔ تاکہ شریعت کو منسوخ کروں۔ لیکن مرزا قادیانی پھر بھی حق بجانب نہیں ہیں۔ کیونکہ اسلام میں تابع نبی کا نمونہ نزول مسیح تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مرزا قادیانی کی تابعداری کے بالکل خلاف ہے۔ اگر ان بزرگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ تابعداری کا ایک یہ معنی بھی ہے کہ ظلی طور پر اور تناخ کے طریق سے خود حضور انور ﷺ کو دوسری دفعہ پیدا کیا جاسکتا ہے تو کبھی اپنے بیان کو مشتبہ نہ چھوڑتے۔

پچیسواں مغالطہ

”لا نبی بعدی“ میں ایسی ہی نفی ہے کہ جیسے: ”لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد۔ اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده وانما هلك قيصر فلا قيصر بعده“ پس جس طرح مسجد کے ہمسایہ کی نماز دوسری مسجد میں جائز ہے۔ اگرچہ خالی نقص سے نہیں اور کسریٰ و قيصر کی سلطنت بعد میں بھی قائم رہی۔ اگرچہ کمزور حالت میں تھی۔ اسی طرح نبوت بھی آپ کے بعد باقی رہ سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انقطاع نبوت کے بیرونی دلائل نہ ہوتے کہ جن کو یہود و نصاریٰ نے بھی تسلیم کیا ہے تو یہ حدیث قابل تاویل تھی۔ مگر اب اگر تاویل کر کے اجرائے نبوت کا قول کیا جائے تو سب سے پہلے فیصلہ جات اسلامیہ کے رو سے ملحد یا مرتد اور زندیق اور تابع ہوا بن کر واجب القتل بننا پڑتا ہے اور انسان کو کچھ شرم بھی تو چاہئے۔ آخر اجماع امت بھی تو کوئی چیز ہے۔ تمام اہل اسلام کے مقابلہ میں صرف اپنی رائے کو صحیح ماننا کتنا بڑا ظلم ہے۔ صلوة الجار میں کوئی تصریح موجود نہیں ہے کہ انسان اپنے گھر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ نوافل کا گھر بڑھنا ہی بہتر ہے۔ اس

لئے اس جگہ صلوٰۃ سے مراد فرائض ہیں۔ کیونکہ مسجد میں جماعت ہوتی ہے۔ گھر میں پڑھے گا تو اس کو ثواب جماعت نہیں ملے گا اور یہ کہنا غلط ہے کہ قیصر و کسری حضور ﷺ کے بعد بھی رہے۔ کیونکہ فارس کی سلطنت کسری کے مرنے سے برباد ہو گئی تھی اور قیصر روم ملک شام سے نکل کر روم کے کسی گاؤں میں مسلمانوں سے پناہ گزین ہو گیا تھا اور عرب سے اس کی سلطنت بھی نیست و نابود ہو گئی تھی۔

### چھبیسواں مغالطہ

تفسیر درمنثور میں ”ومن الارض مثلھن“ کے تشریح میں فی العدول لکھا ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں اور بقول ابن عباسؓ ان میں بھی انبیاء کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک موجود ہے۔ پس خاتم النبیین سے اگر یہ مراد ہو کہ آپ کے سوا آپ کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں ہے تو یہ سلسلہ انبیاء باطل ہو جائے گا۔ اس لئے اجرائے نبوت صحیح ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری زمین کا تعلق دوسری زمینوں سے نہیں ہے۔ اس لئے ہر ایک زمین کے احکام مختلف ہو سکتے ہیں اور حدیث ابن عباسؓ بعض کے نزدیک اسرائیلیات میں شمار ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں یوں وارد ہوا ہے کہ: ”فیہا محمد کمحمد کم“ جس کا مطلب یہ ہے کہ سات زمینوں میں بھی محمدؐ ہیں اور وہ بھی اپنی زمین میں خاتم النبیین ہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ: ”خاتم النبیین“ مجموعی طور پر سات ہیں اور اس امر میں سب شریک ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اس میں کوئی ہرج نہیں۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دوسرے خاتم النبیین کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے تو ہماری زمین میں بھی شبہ کی گنجائش ہوگی۔ لیکن حسب تحقیق مفسرین یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ دوسرے خاتم النبیین بھی یا تو حضور ﷺ سے پہلے ہو گزرے ہیں اور یا اگر معاصر تھے تو آپ کے تابع ہو کر رہے تھے۔ مگر حضور ﷺ کی وفات کے بعد ان کا وجود نہیں ملتا۔ کیونکہ آپ کی نبوت حسب تحقیق اہل اسلام جن و انس اور کافۃ الناس کے لئے تھی کہ جس میں تمام سبع ارضین کے باشندے بھی شامل ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ آخری نبی ٹھہرے تو تمام زمینوں میں بھی بعثت انبیاء بند کر دی گئی ہے۔

”والتفصیل فی تحذیر الناس وزجر الناس للعلامة النانوتوی والکنوی“

### ستائیسواں مغالطہ

”خاتم النبیین“ کے بعد کلمہ کا لفظ نہیں ہے۔ اس لئے یہاں بعض الانبیاء مراد ہیں۔ جواب یہ ہے کہ لانی بعدی نے کلمہ کا مفہوم ادا کر دیا ہے۔ کیونکہ نبی سے بڑھ کر وحی کا مفسر نہیں ہو سکتا۔

# ۱۰.....تصریحات ختم نبوت فی الحدیث

حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے میں امت کا اتفاق ہے۔ جس کی تصدیق نزول آیت ”و خاتم النبیین“ سے پہلے اور پیچھے ہر طرح پایہ یقین تک پہنچ چکی ہے۔ مگر تاہم رفع شکوک کے لئے لکھا جاتا ہے کہ:

اول..... مغالطہ نمبر ۸، ۹ میں یہود و نصاریٰ کی تصریحات موجود ہیں کہ جن میں حضور ﷺ کو صاف لفظوں میں آخر الانبیاء کے عنوان سے آخری نبی یقین کیا گیا تھا اور کسی قسم کی تاویل وہاں نہیں کی گئی تھی۔

دوم..... جس قدر مغالطات کے جواب لکھے گئے ہیں۔ ان میں بھی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ ہی آخری نبی ہیں اور آپ ہی کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ سوم..... جو کچھ اسلامی فیصلہ جات پہلے لکھے گئے وہ بھی اسی بنیاد پر ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور جو مدعی نبوت ظاہر ہوئے تھے خواہ کسی رنگ میں تھے ان کو واجب القتل سمجھا گیا۔

چہارم..... ذیل کی تصریحات نبویہ جو خود حضور ﷺ نے فرمائی ہیں وہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خاتم النبیین کا وہی معنی صحیح ہے جو اہل اسلام نے سمجھا ہے۔ نہ وہ معنی جو مرزائیوں نے گھڑ لیا ہے۔

مسلم و بخاری: حدیث ”اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ“ میں ہی آخری اینٹ قصر نبوت ہوں۔ کیا اب وہ ٹوٹ گئی تھی کہ مرزا قادیانی نے وہ کمی پوری کی یا کہ مرزائی اینٹ اس سے بہتر تھی؟

مسلم و بخاری: حدیث ”کلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی“ (ابو ہریرہؓ) بنی اسرائیل میں انبیاء حکمران رہے۔ جب ایک مرتا تو دوسرا پیدا ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس جگہ بندش الفاظ نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے خلفاء نبی قطعاً نہیں ہو سکتے۔

ترمذی و ابوداؤد: ”خلافة النبوة ثلاثون عاماً“ میرے بعد خلافت راشدہ تیس سال ہوگی۔ پھر سلطنت میں تبدیلی ہو جائے گی۔ اس میں حضور ﷺ نے نبوت کو جاری نہیں کیا۔ (سفینہ)

نسائی و ابوداؤد: ”لیس یبقی من النبوة الا الرؤیا الصالحة“ اب صرف رویائے صالحہ ہی باقی ہیں۔ نبوت باقی نہیں رہی۔ (ابو ہریرہؓ)

کنز العمال: ”انا مكتوب عند الله خاتم النبيين“ میں خدا کے نزدیک آخری نبی لکھا جا چکا ہوں اور یہ فیصلہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔ (عرباض بن ساریہ)

مشکوٰۃ: ”انا خاتم النبيين ولا فخر“ میں آخری نبی ہوں اور یہ واقعیت ہے۔ کوئی فخر یہ یا تعریفی لفظ نہیں ہے۔ (مرزائی خوب غور کریں۔ کیونکہ وہ اسے تعریفی لفظ ہی سمجھتے ہیں) درمنثور: ”و محمد نبی و هو خاتم النبيين“ مردہ سے سوال ہوتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ حضور ﷺ ہی میرے پاک نبی ہیں اور حضور ﷺ ہی خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں۔ (تمیم الداری)

کنز العمال: حدیث نزول آدم ”فی الهند قال جبریل اخر ولدك من الانبياء“ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تو آپ کو وحشت ہوئی۔ پھر جبرائیل نے اذان کہی اور محمد رسول اللہ کہا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا وہ کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہے۔ (ابو ہریرہ)

نوٹ! انکا میں قدم آدم کی زیارت گاہ مشہور مقام ہے۔ جس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے۔

احمد: حدیث ”التوديع لا نبی بعدی اطيعوا ما دمت فيكم“ حضور ﷺ نے دنیا سے دل برداشتہ ہو کر فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے جب تک میں تم میں موجود ہوں اطاعت کرو۔ (ابن عمر) اس حدیث سے بروز ثانی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ وہ باطل ہے۔ ورنہ ایسے موقعہ پر آپ ضرور امید دلاتے۔

حدیث الشفاعة: ”انت رسول الله وخاتم النبيين“ قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس سے ناامید ہو کر آپ کے پاس عرض کریں گے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ ہی ہماری سفارش کریں۔ (ابو ہریرہ)

مشکوٰۃ: حدیث قرب القیلة ”انا والساعة كهاتين“ حضور ﷺ نے دو انگلیاں اٹھا کر فرمایا کہ میں اور قیامت ان دونوں کی طرح مقدم و مؤخر ہیں۔ (انس) درمیان میں اگر کوئی نبی ہوتا تو حضور ﷺ یوں کہنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔

ترمذی: ”لو كان بعدی نبی لكان عمر“ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ (عقبہ بن عامر) اس حدیث میں اگر مرزا قادیانی اہل نبوت ہوتے تو ضرور ان کا نام ہوتا۔

حدیث انقطاع نبوت۔ ”ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی“ چونکہ بعثت انبیاء کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ اس لئے میرے بعد نہ کسی قسم کا نبی آ سکتا ہے اور نہ کسی قسم کا رسول۔ (انس بن مالکؓ) لافنی جنس نے بروز کو روک دیا ہے۔  
ابن ماجہ: ”ذهبت النبوة وبقيت المبشرات“ نبوت چلی گئی اور روایائے صالحہ رہ گئیں۔ (ام کرۃ)

ابن ماجہ: ”انا اخر الانبياء وانتم اخر الامم“ میں آخری نبی ہوں۔ اس لئے تم آخری امت ہو۔ (ابو امامہؓ)

ترمذی: حدیث اختلاف علیؓ۔ ”لا يكون بعدی نبی“ آپ کو حضور ﷺ نے ایک موقع پر اپنا خلیفہ بنایا تو آپ نے کہا کہ لوگ مجھے کیا کہیں گے؟ (کہ میں جنگ میں شریک ہونے کے قابل نہیں رہا) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہارون کی جگہ ہو۔ مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آنے کا۔ (جاہل)

مسلم: حدیث الدجالة ”لیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ (ثوبانؓ) اس حدیث میں بندش الفاظ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت صحیح نہ تھی۔ ”قال فی (الفتح ج ۶ ص ۴۵۵) لیس المراد من ادعی النبوة مطلقا فانهم لا یحصون کثرة لکون غالبهم عن جنون اوسوداء بل المراد به من له شرکة“ مرزا قادیانی بھی مرقی تھے۔

حدیث الفضیل۔ ”ختم بی النبیین“ مجھے فضیلت دی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ میرے آنے سے نبی ختم کئے گئے۔ (ابو ہریرہؓ) نبوت جاری رہے تو آپ کی فضیلت کیا رہی؟

بخاری: ”لم یبق من النبوة الا المبشرات“ (ابو ہریرہؓ) اور مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے یہی لفظ حضور ﷺ کی مرض موت میں مروی ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی محکم ہے۔

مسلم: ”انا اخر الانبياء ومسجدی اخر المساجد (عبداللہ بن ابراہیم) وعند النسائی خاتم الانبياء وخاتم المساجد انا محمد و احمد والمقفی (ابو موسیٰ اشعریؓ) قال النووی المقفی هو العاقب“ (آخری نبی) بخاری: ”انا العاقب الذی لیس بعده نبی“ (جبیر بن مطعمؓ)

منتخب کنز العمال و طبرانی: ”قال فی خطبة يوم حجة الوداع ايها الناس انه لا نبي بعدى ولا امة بعدكم“ (ابو امامه)

احمد: ”فی امتی کذابون دجالون سبعة وعشرون منهم اربع نسوة وانی خاتم النبیین لا نبي بعدی“ (حذیفہ)

طحاوی: ”انه کذاب من ثلثین کذابا یخرجون قبل الدجال“ لوگوں نے مسلمانہ کے متعلق لوگوں کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تیس کذاب میں سے ایک ہے۔ (ابو بکرہ)  
بیہقی وریلی ابن کثیر: ”لا نبي بعدی ولا امة بعد امتی (ضحاک وابن وائل) انی جعلتهم اخر الامم“ (انس)

ابو حبان فی کتابہ: ”اول الانبياء آدم و اخره محمد“ (ابو زر)  
ابن کثیر، درمنثور: ”كنت اول النبیین فی الخلق و اخرهم فی البعث (ابو هريرة) كنت اول الناس فی الخلق و اخرهم فی البعث“ (قنادہ)  
کنز العمال: ”ذهب النبوة لا نبوة بعدی الا المبشرات“ (انس و حذیفہ)  
طبرانی، درمنثور، ابن جریر، احمد: ”انه لا نبي بعدی“ (علی رضوان اللہ ابن عباس، عمر، حبشی بن جنادہ، اسماء بنت عمیس، مالک بن حسن، عقیل بن ابی طالب، عبد اللہ بن عمرو)  
کنز العمال: ”انا مقفے والحاشر والماحی والخاتم والعاقب (ابن عباس و ابو موسیٰ و ابوطفیل) انما بعثت فاتحا و خاتما (ابو قتادة) انی خاتم الف نبي اذا کثر“ (جابر و ابو سعید)

الحاکم کنز العمال: ”فیقول قوم نوح امتک اخر الامم (وهب بن منبه، معاذ) نحن اخر الامم (ابن عباس) نحن الاخرون السابقون (ابو هريرة) نحن اخیرها و اخیرها“  
المعتمر للطحاوی: ”لا وحي الا القرآن (ابن عباس)“ اس لئے مرزا قادیانی کو وحی باطل ٹھہری۔

کنز طبرانی، فتح: ”یا عم انک خاتم المهاجرین فی الهجرة کما انا خاتم النبیین فی النبوة (ابن شهاب) قال الضب انت خاتم النبیین (عمر بن الخطاب، عائشة، ابو هريرة) يقول عيسى ابن مريم ان محمد خاتم النبیین قد حضر اليوم فی المحشر (ام هانی) يقولون فتح الله بك و ختم (سلمان)“

شرح، الشفاء، مدارج النبوة: "عرض على النبي ﷺ حمار يسمى يزيد بن شهاب فقال ان كثيرا من اولادى صاروا مراكب الانبياء فلم يبق منهم الا انا ومن الانبياء الا انت فادخلنى فى مراكبك . قال فى غياث اللغات وبحر الجواهر ان من الحمير ما هو طويل الاذان ، يعظمه النصارى لانه كان من مراكب المسيح ابن مريم"

"تسمية نبينا خاتم الانبياء لان الخاتم اخر القوم (كليات ابي البقاء) خاتم النبيين اى اخرهم (لسان العرب) وها كذا فى القاموس وشرحه تاج العروس وفى مفردات الراغب تتمها بمجيئه فى ابن كثير والبيضاوى عن ابن مسعود لكن نبينا ختم النبيين . وكذلك يدل عليه قوله تعالى اكملت لكم دينكم عند ابن كثير وانى رسول الله اليكم جميعا . وما ارسلناك الا كافة للناس الارحمة للعلمين الذى ختم النبوة وطبع عليها فلا تفتح لاحد بعده (ابن جرير) فمن رحمة الله وتشريفه لمحمد انه ختم النبيين (ابن كثير) ثم قال اذا كان لا نبى بعده فلا رسول بالطريق الاولى لان الرسول اخص من النبى (ابن كثير) انه خاتم الانبياء والمرسلين (زرقانى شرح مواهب) معنى قوله آخر الانبياء لا ينبا احد بعده وعيسى ممن نبى قبله فلا اشكال (زمخشري) يلزم من كونه خاتم النبيين خاتم المرسلين (سيد محمود آلوسى فى روح المعانى) لا نبوة بعده اى لا معه (خازن) لا ينبا احد بعده (مدارك) وكذا صرح به الفخر الرازى فى تفسيره لا نذركم به ومن بلغ لمن كان حيا فى زمانه ومن يولد بعده (ابن كثير) هذا الدين كمال الى يوم القيمة كما قال تعالى اليوم اكملت لكم دينكم . لا نذركم ومن بلغ . قال كعب من بلغ القرآن فقد ابلاغه محمد (ابن كثير) ومن يكفر به من الاحزاب فالنار موعده اى الناس كلهم الى يوم القيمة فان اسلموا فقد اهتدوا"

"قال السيوطى فى الخصائص الكبرى عن زياد بن ليبيد كان على بعض اطام المدينة اذ سمع يا اهل يثرب قد ذهبت نبوة بنى اسرائيل هذا نجم قد طلع بمولد احمد اخر الانبياء مهاجرة الى يثرب وعن زيد بن عمر



وبن نفيل انى بلغت البلاد اطلب دين ابراهيم وكل من اساله من اليهود والنصارى والمجوس يقول هذا الدين ورائك وينعت النبى ويقول لم يبق نبى غيره . وعن عمر وبن حكم حدثنى بعض عموتى ان ورقة كانت عنده يتوارثونها فى الجاهلية . فلما قدم النبى ﷺ المدينة اتوه بها واذا فيها بسم الله وقوله الحق . وقول الظلمين فى تباب هذا الذكر لامة تاتى اخر الزمان . قال الشعبى فى مجلة ابراهيم عليه السلام يأتى النبى الامى الذى يكون خاتم الانبياء . وعن محمد بن كعب القريظلى وحى الله الى يعقوب انى ابعث النبى الذى تبنى امته هيكل القدس وهو خاتم الانبياء اسمه احمد وعن كعب الاحبار قال دانيال بخت نصر فى تعبير رؤياه اما الحجر فدين الله يقذف به هذه الامة فى اخر الزمان ليظهر عليها

”قال ابو نعيم فى الدائل النبوة قال موسى انى اجد فى الالواح امة هم الاخرون . رب اجعلهم امتى قال تلك امة محمد ﷺ وعن كعب قال ان ابى كان من اعلم الناس بالتورة لما حضره الموت قال انى حبست عنك ورقتين فيها نبى يبعث قد اظل زمانه (الى اخر ما قال) ثم نظرت فيهما اذا فيهما محمد رسول الله خاتم النبيين لا نبى بعده“

”قال فى الكنز قال ابوبكر الصديق عند وفات النبى ﷺ فقدنا الوحي والكلام من عند الله وعن انس قال ابوبكر انطلق بنا نزور ام ايمن كما كان يزورا النبى عليه السلام فاتيها فوجداها تبكى وتقول ان خبر السماء قد انقطع عنا وفى شمائل الترمذى عن على كان بين كتفى النبى عليه السلام خاتم النبوة وهو خاتم النبيين وفى نهج البلاغة عن على عند غسله بابى انت وامى لقد انقطع بموتك مالم ينقطع بموت غيرك من نبوة الانبياء واخبار السماء“

”قال الحافظ بن قيم فى كتابه الفرقان لم يكن النبى عليه السلام محتاجا الى غيره فى النبوة لا الى نبى سابق ولا الى نبى لاحق . وعن الراغب الاصفهانى مثله فى مفرداة وعن ابن حزم فى (النحل والملل ج ١ ص ١١٣، ١١٧) وجب الاقرار بان وجود النبوة بعد النبى ﷺ باطل لا يكون البتة“

## ۱۱..... مرزا قادیانی اور ان کے اپنے ذاتی دعاوی

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی نبوت منوانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ بلکہ اسلامی تصریحات نے ان کو نہ صرف غلط ہی قرار دیا ہے۔ بلکہ ان پر دس فرد جرم بھی لگا دیئے ہیں کہ ان کی وجہ سے آپ ہی خارج از اسلام بن گئے ہیں اور کسی وجہ سے اہل اسلام سے سوالات کرنے کے مجاز نہیں رہے۔ اب ذیل میں مرزائیوں کے وہ دعاوی بیان کئے جاتے ہیں کہ جن کے رو سے مرزا قادیانی کو مہدی یا مسیح محمدی ثابت کیا جاتا ہے جو سرتاپا غلط ہیں۔

پہلی دلیل

معراج دین احمدی نے ”سیرت مسیح موعود“ میں لکھا ہے کہ قادیان اصل میں کدعہ کا بگڑا ہوا ہے اور اسی گاؤں میں ظہور مہدی ہونا قرار پایا ہے اور مرزا قادیانی اپنے (ازالہ ص ۱۲۳، خزائن ج ۳ ص ۱۶۰) پر لکھتے ہیں کہ: ”شاہان دہلی کی طرف سے ہمارے مورث اعلیٰ کو (دریائے بیاس کے پاس ماجھ کے علاقہ میں) قضاء کا عہدہ ملا ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ قاضی ماجھی کہلاتے تھے اور گاؤں کا نام (اصل میں تو اسلام پور تھا مگر) لوگ قاضیاں ماجھی بھی کہتے تھے اور جب وہ قضا چھوٹ گئی تو صرف قاضیاں رہ گیا۔ پنجابی تلفظ نے اس کو (ض کی جگہ د بدل کر) قادیان بنا دیا اور آخر میں قادیان کہنے لگے اور جب لوگوں نے مخالفت مذہبی کے زمانہ میں اس کو کید سمجھ کر غلام احمد قادیانی (کیدیانی) لکھنا شروع کیا تو بھرف زر کثیر سرکاری کاغذات میں مرزائیوں نے قادیان لکھوایا۔ مگر مخالفین چونکہ وہی پرانی رٹ لگاتے رہے اور ماخذ قید کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوئی۔ اس لئے قاضیاں بنوانے کی کوشش نہ کی گئی۔“

بہر حال اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قول لفظ کدعہ کا بگڑا ہوا ہے غلط ہے۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی اپنے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۵) میں لکھتے ہیں کہ: ”مہدی اس گاؤں سے نکلے گا کہ جس کا نام کدعہ ہے۔ (معرب قادیان) خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور خدا اس کے دوست جمع کرے گا جو ۳۱۳ عدد اہل بدر کے مساوی ہوں گے اور ان کے نام بقید سکونت و ولدیت پورے طور پر ایک فہرست مطبوعہ میں درج ہوں گے۔ بحمد اللہ یہ پیشین گوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔“

اس عبارت میں قادیان کو معرب تصور کرنا اور اصل لفظ کدعہ قرار دینا دو وجہ سے غلط ہے۔ اول یہ کہ بقول خود مرزا قادیانی قادیان کو قاضیاں ثابت کر آئے ہیں جو خاص عربی لفظ ہے۔ دوم یہ بقول خود قادیان کو بھی عربی بتاتے ہیں۔ چنانچہ اپنے (ازالہ ص ۷۶، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰) میں

لکھتے ہیں کہ کشفی طور پر میں نے اپنے بھائی غلام قادر مرحوم کو قرآن شریف پڑھتے دیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی کہ: ”انا انزلنساہ قریباً من القادیان“ (ہم نے مرزا قادیانی کو مسیح بنا کر قادیان کے قریب اتارا ہے۔ کیونکہ یہاں کے لوگ شریر انفس واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے پہلے نوشتوں میں شاید اس کو دمشق سے تعبیر کیا گیا ہے اور دمشق چونکہ یزیدیوں کی جگہ ہے۔ ظہور امام مہدی وہاں نہیں ہوا۔ بلکہ قادیان کے قریب مشرقی کونہ میں جہاں مرزا قادیانی کا موروثی مکان ہے وہاں ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان عربی لفظ ہے کہ جس کو استعارہ کے طور پر دمشق بھی کہتے تھے۔

باوجود اس قدر غلط لکھنے کے پھر مرزا قادیانی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ”باغ داد بگڑ کر بغداد ہوا۔ لودھی آنہ بگڑ کر لودھیانہ، امرتسر انبرسر، کاشمیر کشمیر اور بکہ سے مکہ ہوا۔ بلکہ یثرب سارا بدل کر مدینۃ النبی، طابہ اور طیبہ وغیرہ بن گیا اور اندر پرست شاہ جہان کے زمانہ میں دہلی بنا۔ پھر آج کل دلی کہتے ہیں۔“

جس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا غالب گمان یہی تھا کہ قادیان کدعہ ہی تھا۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی کدعہ مقام ظہور امام ہے یا کوئی اور دوسری بستی ہے۔ جس سے مراد قادیان لینا بالکل غلط ہے؟ اس لئے جب ہم بہائیوں کی تحریرات دیکھتے ہیں تو اور بھی یقین ہو جاتا ہے کہ قادیان کدعہ سے مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو مقام ظہور کدعہ یا کراغ ہے۔ جس کی اصلیت حج (انکر لہ ص ۳۵۸) میں کد لکھی ہے جو فارس میں ایک بستی کا نام ہے۔ ہاں کدہ قادیان سے ملتا جلتا نظر آتا ہے۔ مگر وہ بھی مرو کے مضافات میں ایک بستی کا نام ہے اور مرو خود خراسان میں داخل ہے جو فارس کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے کد بھی فارس میں ہی ہوا۔ پنجاب میں نہ ہوا۔ کامل ابن اثیر جلد ششم تحت احوال ابن مقفع میں دیکھنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کد یا کرفارس میں دو مقام ہیں۔ فارس سے باہر نہیں ہیں اور فارس دمشق سے مشرق میں واقع ہے۔ اس لئے جن روایات میں آیا ہے کہ مہدی کا ظہور شرقی دمشق سے ہوگا اس سے مراد بھی خراسان ہی ہے۔ (دیکھو حج ص ۴۰۸) اب مرزا قادیانی کا یوں تاویل کرنا کہ پنجاب شرقی دمشق ہے بالکل بے بنیاد تاویل ہوگی۔ کیونکہ اس تاویل کی اس وقت ضرورت تھی۔ جب کہ دمشق کے قریب ترین مواضع میں ہمیں کد یا کد نہ ملے۔ مگر اب ان کی موجودگی میں قادیان کو مقام ظہور امام بنانا بالکل قرین قیاس نہ ہوگا۔

خود مرزا قادیانی بھی اپنی ایک تحریر میں اسی خیال کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مقام ظہور حسب تبار و ذہن و حسب تحقیق اہل اسلام قادیان نہیں ہے۔ بلکہ کوئی اور مقام ہے جو

دشمن سے قریب تر ہے۔ چنانچہ اپنے (ازالہ اوہام ص ۲۹۴، خزائن ج ۳ ص ۲۵۱) میں آپ ہی لکھتے ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ خاص دشمن کے قریب سے ہی کوئی مہدی (مثیل مسیح) نمودار ہو جائے اور (حقائق الحق ص ۷۴) میں لکھتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ جس مسیح کی اسلام نے خبر دی ہے وہ میں ہی ہوں۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ کوئی اور مسیح ہو کہ جس پر بغیر تاویل کے یہ اسلامی لفظ صادق آتے ہوں۔ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ضمیر بھی آپ کو تاویل بعید کے ارتکاب پر ہی اندر ملامت کرتی تھی۔ مگر تقدس مانع تھا۔ اس لئے درپردہ اپنے قول کی تردید بھی کر گئے ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی مرزا قادیانی نے اس غلطی کو محسوس کر لیا تھا۔ کیونکہ لدھیانہ کے مضافات میں ایک اور قصبہ بھی قادیان کے نام سے مشہور ہے اور وہیں مرزا قادیانی کا ہم عصر ایک گوجر قوم غلام احمد قادیانی نمبردار ہو گندرا ہے۔ جہاں مرزا قادیانی کی تمام داستان سازی باطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ یا تو وہاں بھی مرزا قادیانی اپنے آباؤ اجداد کا قبضہ ثابت کر کے اپنے گاؤں کی وجہ تسمیہ جاری کریں اور یا یہ اقرار کریں کہ یہ لفظ دراصل کادی اور آں کلمہ نسبت سے مرکب ہے۔ جس کا مفہوم یوں نکلتا ہے کہ یہاں ارا میں قوم کے باشندے رہتے تھے۔ تاکہ دونوں گاؤں کی وجہ تسمیہ مشترکہ طور پر صحیح ہو سکے۔ ورنہ وہاں کا غلام احمد گجر بھی مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر حقدار تھا کہ وہ بھی مسیح اور مہدی بنے اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صرف میں ہی ہوں۔ کوئی دوسرا آدمی اس نام کا نہیں ہے۔ (ازالہ ص ۱۸۶، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) اگر اسلامی روایات سے مقابلہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقام ظہور امام کو قادیان قرار دینا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ قادیان کی بنیاد ۱۰۰۰ھ میں پڑی ہے اور کرمہ کا مقام خود حضور ﷺ کے وقت موجود تھا۔ علیٰ ہذا القیاس قادیان پنجاب میں ہے اور کرمہ یا کرا ع مقام ظہور عرب بلکہ یمن میں ہے۔ جیسا کہ ان تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ: ”کرا ع الغمیم موضع علی رحلتین من مکة عن بئر عسفان ثم قال هو موضع بین مکة والمدینة (مجمع البحار ج ۳ ص ۲۰۷) ثم قال مکة من تہامة وہی من ارض یمن ولذا یقال الکعبة الیمانیة (بحار الانوار ج ۳ ص ۵۰۳)“ اور یہی قرین قیاس بھی ہے کہ امام صاحب یمن میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ میں حسب روایات پرورش پائیں گے اور مکہ میں ظاہر ہو کر بیعت لیں گے۔ بہر حال یہ استدلال بالکل کمزور ہے اور اس کی تائید میں اگر ۳۳ درجہ طول لے کر دمشق کے مشرق میں بنایا جائے تو اور مضحکہ خیز امر بن جاتا ہے۔ کیونکہ تعین حدود میں ہمیشہ ماحول قریب مراد ہوا کرتا ہے۔ دور دراز کی حدود اربعہ مراد نہیں ہوئے۔ مرزا قادیانی نے اپنے خیال میں کدے اور قادیان کو جو ہر الاسرار قلمی کی تحریر

پر بنیاد رکھ کر متحد بنالیا تھا اور کسی کی نہ سنی۔ اسی طرح جب ۳۱۳ مریدوں کی نوبت آئی تو وہ بھی پورے نہ ہوئے تو مجبوراً مردے مرید بھی اس فہرست میں شامل کر کے کام چلتا کیا اور اس پیشین گوئی میں ذرہ خیال نہ کیا کہ یہ بھی شرط تھی کہ وہ مرید مہدی کے پاس جمع ہوں گے۔ بہر حال لے دے کر مسیح اور مہدی بن گئے اور چاروں طرف سے اظہار ناراضگی ملامت کے دوٹ اور تکفیر فتاویٰ شروع ہو گئے اور پیشین گوئی کے خلاف ذرہ بھر مقبولیت نہ ہوئی تو دوسری چال چل دی کہ مہدی کو لوگ کافر بھی کہیں گے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ مقبولیت عام ملی یا نفرت؟ تو خود فیصلہ ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کہاں تک حق بجانب تھے۔

بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

## دوسری دلیل

”لما يلحقوا بهم ثم لا يكونوا امثالكم“ میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کا ایک گروہ ابھی عرب سے نہیں ملا اور وہ گروہ ایک نبی کے ماتحت قرار پایا ہے جو خود محمد ہی ہوگا۔ ورنہ یہ لوگ صحابہ میں داخل نہ ہوں گے اور ترمذی میں مروی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ عرب کے بدلہ میں دوسری قوم اسلامی خدمت کے لئے تیار ہوگی تو حضور ﷺ نے حضرت سلمانؓ سے کہا کہ: ”لو كان الدين عند الثريا لخاله رجال من ابناء فارس“ اہل فارس دین کی خدمت کریں گے۔ جو ثریا تک پہنچ کر ناممکن الحصول ہو گیا ہوگا اور مرزا قادیانی کا مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیت سمرقند سے نکل کر خراساں آیا تھا اور خراساں بقول (ج ۳ ص ۳۵۸) فارس میں داخل تھا۔ کیونکہ سمرقند توران میں واقع ہے اور توران و ایران دونوں فارس میں شامل تھے۔ یا قوت جموی لکھتا ہے کہ: ”علت سمرقند ان يقال لها، زين خراسان جنة الكوثر“ اگرچہ اس وقت یہ علاقہ فارس میں شامل نہیں رہا۔ مگر وقت تکلم ضرور شامل تھا اور ہادی بیک ولد برلاس یزدجرد کی اولاد میں سے ساسانی کہلاتا تھا۔ جن کی ایک خاص قوم مغل قرار پائی تھی۔ جس میں ترک بھی شامل ہو گئے تھے تو اس سلسلہ نسب کو ساسانی، مغل اور ترک تینوں لقب حاصل ہو گئے تھے۔ مگر جب ہند میں آئے تو انہوں نے اپنا نسب نامہ فراموش کر دیا اور مرزا قادیانی نے بذریعہ کشف والہام پھر یہ ثابت کیا کہ آپ اہل فارس یا اہل سمرقند مغل، ترک اور ساسان کی اولاد ہیں اور آپ پر وہ حدیث بھی صادق آگئی کہ: ”اذا رايتم الرايات اسود خرجت من خراسان فاتوها نانا فيها خليفة الله المهدى“ (رواہ احمد عن ثوبان) ”جب خراسان میں تم کو سیاہ علم دکھائی دیں تو ان کے نیچے آ جاؤ۔ کیونکہ ان کے نیچے خلیفہ مہدی ہوگا۔ مرزا قادیانی کا مورث اعلیٰ

خراسان سے ہو گذرا تھا۔ اگرچہ اس وقت علم موجود نہ تھے۔ مگر کم از کم آدمی لٹکے تو تھے۔ اسی طرح مرزا قادیانی بھی اگرچہ جسمانی طور پر وہاں موجود تو نہ تھے۔ مگر (باعتبار مایکون کے) بحیثیت بذر اور تخم کے تو موجود تھے۔ بہر حال اس موقع پر ہوا بھر بھی سہارا ہم کو مفید رہے گا۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ: ”یستبدل قومًا غیرکم“ میں قوم کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اسی طرح اسی حدیث میں صحیحین کے نزدیک ”رجال من ابناء فارس“ وارد ہے۔ ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں بھی بروایت ابو ہریرہؓ ”قوم من ابناء فارس“ ہی لکھا ہے۔ خود مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ ص ۲۳۲ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۲۶۷) خذ والتوحید یا ابناء فارس ہی تسلیم کیا تھا۔ اس لئے شخصی طور پر مرزا قادیانی مراد نہیں ہو سکتے اور نہ ہی آپ کو قوم مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کے مؤثر اعلیٰ ترمک اور چنگیز خان مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوئے ہیں اور ان کی بدولت بغداد کی سلطنت اسلامیہ کا خاتمہ ہوا ہے۔ علاوہ بریں اگر براہین احمدیہ کے الہام ہی آپ کو القاب دینے میں کافی ہیں تو آپ کو ہامان اسلام بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہاں یہ الہام بھی (براہین ص ۵۱۰، خزائن ج ۱ ص ۶۰۹ حاشیہ) میں موجود ہے۔ ”او قدلی یا ہامان“

آپ کا فارسی النسل ہونا بھی کسی تاریخی ثبوت میں مبنی نہیں ہے۔ صرف الہام ہی الہام ہے۔ جس کو بیرون حدود بیعت میں تسلیم کرنا گناہ عظیم تصور کیا گیا ہے۔ کیونکہ مرزائی مؤرخ بھی اس الہام کی تکذیب کرتے ہیں۔ چنانچہ معراج الدین نے مسیح موعود کے حالات زندگی میں آپ کو برلاس کی اولاد ثابت کیا ہے۔ جو صرف مغل اور تیمور کے رشتہ دار قوم تھی اور (عمل معنی ج ۲ ص ۲۵۲) میں ہے کہ مرزا قادیانی کے اسلاف سمرقند سے ہندوستان میں آئے تھے اور وہ سمرقند ان ایام میں تاجیکینی میں شامل تھا اور خود مرزا قادیانی کے الہام نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ میری ایک دادی چینی نسل کی بھی تھی اور ایک دادی سید بھی تھی۔

اس لئے وہ الہام غلط ہوا کہ مرزا قادیانی فارسی النسل تھے۔ مگر تاہم مرزائی بدستور رٹ لگائے جاتے ہیں کہ آپ حضرت سلمان کی نسل سے مغل فارسی النسل تھے۔ اگرچہ یہ ثابت نہیں کرتے کہ حضرت سلمان فارسی کب سمرقند میں آباد ہو گئے تھے اور کیا سلمان فارسی یزدجر کی اولاد بھی تھے اور یہ کہ کیا سلمان فارسی نے عرب سے ہجرت اختیار کر لی تھی اور یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اس کے دودعویدار اور بھی موجود ہیں۔

اول ..... حضرت امام اعظمؒ کے تابعدار کہ جنہوں نے بطریق روایت ثابت کیا ہے

کہ ایک روایت میں ”رجل من ابناء فارس“ بھی وارد ہوا ہے۔ جس سے رادسراج الامۃ حضرت امام اعظمؒ مراد ہیں اور یہ دعویٰ حنفی مذہب میں تسلیم کیا جا چکا تھا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس دعویٰ پر بلاوجہ تورہ چنگیز خانہ کے زیر ہدایت چھاپہ مارا۔

دوم..... علی محمد باب مہدی ایران کے مرید مرزائیوں سے پہلے اس کے دعویدار بن چکے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کا دعویٰ تیسرے نمبر پر قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ احناف کے بعد ایرانیوں کے وجوہات دعوے بہت پختہ اور سچے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد تاریخی شہادتوں پر ہے اور مرزا قادیانی کا بیان صرف الہام پر مبنی ہے۔ بانیوں کا بیان ہے کہ مقام ظہور امام خاص ایران ہے۔ کیونکہ حج الکرمۃ ص ۳۷۶، ۳۸۳ میں مذکور ہے کہ امام صاحب اہل ایران سے لڑیں گے۔ (مگر مرزا قادیانی نہ ایران گئے اور نہ وہاں لڑے) آپ کے اصحاب گوجمی ہوں گے لیکن ان کی گفتگو عربی زمان میں ہوگی۔ (اور مرزائی پنجابی میں بول چال کرتے ہیں اور ربی میں مرزا قادیانی اس وقت خوف طفل مکتب تھے تو مریدوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ عربی زبان میں روزمرہ کی گفتگو کریں۔ جس کا وجود مرزا قادیانی کے زمانہ میں بھی نہیں ملتا) اور ان کا محافظ ایک معصوم (نبی اور مسیح ایران) ہوگا۔ جو ان کی جنس سے نہ ہوگا اور عموماً اہل فارس ہی عجم سے مراد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم نے بروایت ابی ہریرہؓ لکھا ہے کہ اہل فارس کو ایک بہت بڑا حصہ اسلام کا دیا جائے گا۔ پس اس دلیل سے سید محمد علی باب مہدی ایران کی صداقت کا تسلیم کرنا مرزا قادیانی کی صداقت سے بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس مسلک میں کسی تاویل بے جا کو نہیں لیا گیا اور حضرت باب شیراز میں ظاہر ہوئے اور آپ کے مرید سارے ہی ابناء فارس تھے۔ جنہوں نے خراسان میں سیاہ جھنڈے قائم کئے تھے اور اہل فارس نے ان کا مقابلہ کیا تھا اور یہ سب عجبی تھے۔ ان میں ایک بھی عربی النسل نہ تھا۔

اسلام کے نزدیک چونکہ مقام ظہور امام کا فیصلہ خاص یمن قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ کمزور بیانات تسلیم نہیں کئے گئے اور یہ کہنا پڑا ہے کہ ابناء فارس کی پیشین گوئی کا تعلق ظہور مہدی سے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ اسلام کی خدمت عرب کے بعد عجمی کریں گے اور خاص کر اہل فارس اس میں بہت حصہ لیں گے کہ تواریخ اسلام سے ثابت ہوتا ہے۔

تیسری دلیل

”کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً“ میں نبی کریم ﷺ کو مثل موسیٰ قرار دیا گیا



ہے۔ پس جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش چودہ صدی کے بعد ہوئی تھی۔ اسی طرح ضروری ہے کہ مثیل موسیٰ علیہ السلام (حضور انور ﷺ) کے بعد مثیل مسیح (مرزا قادیانی) کی پیدائش بھی چودھویں صدی میں ہو۔ چنانچہ مرزا قادیانی اپنے (ازالہ ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) میں لکھتے ہیں کہ: ”غلام احمد قادیانی کے اعداد تیرہ سو ہیں اور صرف میرا ہی دعویٰ کرنا یہ دلیل ہے۔ اس امر کی یہ کہ میں ہی اس صدی میں مسیح ہو کر آیا ورنہ تم آسمان سے مسیح کو اتار لاؤ۔“ اس کا جواب یہ ہے کہ:

اول ..... تو یہی غلط بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور انور ﷺ کے درمیان چودہ صدیاں یقیناً گزری تھیں اور اگر مان بھی لیں کہ کسی ایک روایت میں چودہ صدیاں ہی بنتی ہیں تو مرزا قادیانی بھی کسی ایک روایت میں جو بالکل بے اعتبار ہے مثیل مسیح بن جائیں گے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد چودہ صدیاں سنہ ہجری کے حساب سے لی جاتی ہیں اور حضور ﷺ کے پہلے یہ سنہ موجود نہ تھا۔ اس لئے یہ کیسے یقیناً معلوم ہو سکتا ہے کہ ماقبل و مابعد کی چودہ صدیاں مقدار میں یکساں ہوں گی۔ علاوہ اس کے سنہ ہجری کا آغاز بھی محرم سے ہوا ہے۔ حالانکہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ اس لئے یہ حساب بھی تخمینہ بنتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان مختلف بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ چودہ صدیاں نہ تھیں۔ بلکہ سولہ صدیاں تھیں۔ یا کچھ کم و بیش۔ بہر حال پندرہ صدیاں یقینی نہیں ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

- .....۱ تولد موسیٰ علیہ السلام ۲۴۳۳ ہجری وجود عالم۔ تولد مسیح علیہ السلام ۴۰۰۰ والفرق ۱۵۶۷
- .....۲ تولد موسیٰ علیہ السلام ۳۸۱۹ سیپ ٹو اجنٹ۔ تولد مسیح علیہ السلام ۵۳۸۶ والفرق ۱۵۶۷
- .....۳ تولد موسیٰ علیہ السلام ۲۷۴۵ سامریہ۔ تولد مسیح علیہ السلام ۴۳۰۵ والفرق ۱۵۶۰
- .....۴ بعض کا خیال ہے کہ تولد موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا باہمی فرق ۱۵۷۱ سال ہے۔
- .....۵ احسن امروہی تفسیر غایۃ البرہان کے مقدمہ میں اجثہ موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا باہمی فرق ۱۴۸۱ سال لکھتے ہیں۔
- .....۶ سرسید تبیین الکلام ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بعثت کی رو سے ۱۵۲۱ سال کا فرق ہے۔
- .....۷ نواب صدیق الحسن خان لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ ۱۸ صدی میں تھے۔

۸..... نامس رابنس توران فارسی کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ سب کا اتفاق ہے کہ میلاد مسیح اور بعثت ابراہیم کے درمیان ۱۹۲۱ سال کا فرق ہے اور یہود و نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ۳۳۶ سال میں ہوئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میلاد مسیح میلاد موسیٰ کے بعد ۱۵۷۱ میں ہوا۔

۹..... مرزا قادیانی اپنے ازالہ میں لکھتے ہیں کہ میلاد النبی علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ۲۰۰۰ سال کا فرق ہے اور میلاد مسیح اور بعثت نبوی کے درمیان ۶۰۹ سال کا فاصلہ ہے تو اس حساب سے موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا درمیانی فاصلہ ۱۵۹۱ ہوتا ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کے اپنے حساب کے رو سے بھی کسی طرح چودہ صدیوں کا فاصلہ نہیں بن سکتا۔ سوائے اس کے کہ منگھڑت باتوں سے کوئی نئی بات پیدا کی جائے۔

مرزا قادیانی کا یہ استدلال بھی غلط ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عدد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ مہدی ہیں۔ کیونکہ ان کے سوا کئی ایک ادروں کے بھی اتنے ہی عدد ہیں۔ اب کیا وہ بھی حق رکھتے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح یا مہدی کہلائیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱..... مہدی کا زب محمد احمد برم سوڈانی۔

۲..... سید احمد پیر لشکر نیچر علی گڑھی۔

۳..... مرزا امام الدین ابوا تار لال بیکیان کادیانی۔ (یہ مرزا قادیانی کے بڑے بھائی تھے کہ جو پیر خاکروباں کے نام سے مشہور تھے)

۴..... مولوی حکیم نور الدین مستہام بھیروی۔

۵..... مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔

۶..... بندہ بیچارہ فضل احمد مجیب۔

۷..... مولوی محمد حسین ہوشیار بٹالوی۔

۸..... غلام احمد قادیانی (قوم گجر سکنہ قادیان ضلع لودھیانہ)

۹..... غلام احمد قادیانی (قوم قریشی ہم عمر مرزا قادیانی ساکن قادیان ضلع گورداسپور متصل دورا ننگہ)

اب مرزا قادیانی ساکن قادیان متصل بٹالہ کی تخصیص نہ رہی اور (ازالہ ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) کی تحریر غلط نکلے کہ خدا نے کہا کہ غلام احمد قادیانی کے عدد تیرہ سو ہیں۔ اس

لئے تم ہی مسیح موعود اور مجدد اس صدی کے ہو اور یہ بھی غلط ہوا کہ تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کے سوا کوئی غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔ (منتخب از کلمہ رحمانی) قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں کہ میں نے ”ہل او نبئکم علیٰ من تنزل الشیاطین“ کے جواب میں غور کیا تو مرزا قادیانی کا خیال کرتے ہوئے فوراً یہ جواب ملا کہ: ”تسنزل علیٰ کل افّاك اثیم“ جس کے اعداد پورے تیرہ سو تھے۔

### چوتھی دلیل

روایات کے مطابق ۱۳۰۰ھ دنیا کی عمر کا ساتواں ہزار سال ہے۔ جس میں امام مہدی کا ظہور قرار پایا ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی کا دعویٰ جو عین ۱۳۰۰ھ میں کیا صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ محققین یورپ کے نزدیک ۱۸۷۲ء سے ساتواں ہزار سال شروع ہو جاتا ہے۔ (لئے نیل ڈان) اور مرزا قادیانی کا دعویٰ ۱۸۸۲ء، ۱۳۰۰ھ کو ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دعوے میں دس سال لیٹ ہو گئے تھے اور اگر سنہ ولادت پیش کیا جائے تو اس میں بھی مرزا قادیانی ناکام نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ۱۲۶۰ھ، ۱۸۴۲ء مرزا قادیانی کی پیدائش کا سال ہے اور سید علی محمد باب کے ادعائے مہدویت کا سال ہے اور روایت ”انما الایات بعد المأتین“ سے مراد اگر بعد الالف لیا جائے تو یہ زمانہ بھی تیرہویں صدی کا ہی نکلتا ہے کہ جس میں مہدی ایران اور مسیح ایران ظاہر ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی کے شریک کار مہدی سوڈانی بھی ہیں کہ تیرہویں صدی ہجری میں جنہوں نے مرزا قادیانی سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی تھی۔ اس لئے ایک غیر جانبدار شخص کی نگاہ میں یہ مسئلہ بالکل مشتبہ رہ جاتا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ۔

من بکہ اقتدار کنم قبلہ یکے امام دو

جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

نام امیدوار	سنہ پیدائش	سنہ دعویٰ مسیحیت و مہدویت	سنہ وفات	کل عمر
مرزا قادیانی	$\frac{1259}{1842}$	$\frac{1300}{1882}$	$\frac{1326}{1908}$	۶۶ سال
علی محمد باب	۱۲۲۰	$\frac{1260}{1843}$	۱۲۶۷	۴۷ سال
بہاء	۱۲۱۸	۱۲۶۸	$\frac{1309}{1892}$	۸۰ سال
مہدی سوڈان	$\frac{1259}{1842}$	$\frac{1300}{1882}$	*	*

## پانچویں دلیل

”انا علی ذہاب بہ لقادرون“ اور ”واخرین منهم لما یلحقوا بہم“ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن شریف ایک زمانہ میں دنیا سے اٹھ جائے گا تو حضور انور ﷺ کا بروز آخر زمانہ میں ہوگا۔ ان کے عدد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ۱۲۷۴ھ، ۱۸۵۷ء کا ہے۔ جس میں غدر ہوا اور اسلامی سلطنت ہندوستان سے جاتی رہی۔ اس وقت مرزا قادیانی بالغ تھے۔ جس کو آپ کے بلوغ کا زمانہ کہا جاسکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھنا کہ بہ کا مرجع آیت میں قرآن شریف ہے۔ ”ماء“ کیوں نہیں جو پہلے مذکور ہے۔ دوسرے یہ کہ ظہور امام اور ذہاب قرآن کا زمانہ ایک قرار دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ ایسے وقت میں رسول آیا ہی کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس وقت وہ بالغ بھی ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس وقت وہ مدعی ہو کر تبلیغ رسالت کہا کرتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کو ابھی ۲۵ سال کا انتظار ہے کہ وہ کب مدعی ہوں اور کب تبلیغ کریں۔ ”تا تریاق از عراق آورده شود۔ مارگزیدہ مردہ شود“

اس کے علاوہ اعداد جمل کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔ ورنہ جن مخالفوں نے مخالف پہلو پر مرزا قادیانی کی تاریخیں اخذ کی ہیں۔ وہ بھی درست ہوں گی۔ پیدائش ”الافسی الفتنة سقطوا“ دعویٰ مسیحیت و مہدویت ”افی الفتنة سقطوا ام“ لا بلوغ شباب ظلم، وفات ڈوبا غلام احمد ڈوبا۔ مرگ قادیانی ہیضہ سے، غضب کی نگاہ اور ”فی العذاب والضلال البیعد“ اور قادیانی کے متعلق یوں کہا جاسکتا ہے کہ احادیث میں اسی جگہ کی طرف اشارہ ہے۔ ”هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان“ اور غدر کی تکلیف چونکہ دس سال تک رہی ہے۔ اس لئے ۷۳ بھی وہی سنہ ہوگا۔ (کلمہ رحمانی ص ۵۷، ۵۹)

”قال فی عمدة التنقيح فی دعوة المهدی والمسیح یدبر الامر (الاسلام) من السماء الى الارض (ينزل من السماء) ثم بعد المائتين يرجع (ذلك الدين) اليه فی يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون (ای یشرع رفع الدين) بعد ۲۶۰ اذ هو زمان اختفاء الامام الى ۱۳۶۰“

”لا تحرك به لسانك الاية فالمراد فيه بالبيان الحديث اذ به فصل القرآن ثم صار تكميل الحديث الى ۲۶۰ (وهو زمان تصنيف صحيح المسلم) فشرع زمان الرجوع الى الالف فتم التدبير والرجوع الى ۱۲۲۶ وهو زمان ظهور الباب من ال فارس (وهو الشيراز) حيث جبل بیستون

ویقال له مطلع العلوم ومطلع اهل فارس اذلا یبقی من الاسلام الا رسمه ولا من القرآن الا اسمه وفى الحديث اقرء القرآن قبل ان یرفع فناله رجل من الثریاء وفى الحجج المراد بقوله علیه السلام الایات بعد المائتین اما آیات صغری وهى شرور حدثت فى الاسلام واما آیات کبرى بعد الالف ای فى المایة الثالثة عشر

”قال ابو البرکات فى کتابه التوضیح هذا الایات نفح فى المایة الاخیره من الیوم الذی وعد به علیه السلام امته بقوله ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم من ایام الرب وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون هکذا فى الجواهر ثم قال المجلسی ان لكل انه مدة معلومة تنتفى بعدها لقوله تعالیٰ لكل امة اجل فاذا جاء اجلهم لا یتأخرون ساعة ولا یتقدمون ونهى لهذه الامة الف سنة لقوله تعالیٰ یدبر الامر الایة ولما مضى ۲۶۰ الی زمان الامام العسکری حسن بن علی وغاب عن الناس وظهرت الفتن بعده فظهر القائم بعده بعد یوم الرب الالف سنة ۱۲۶۰ والیه نظر قوله تعالیٰ ویستعجلونک بالعذاب اذ قالوا ان کان هذا هو الحق من عند ربک فامطر علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم فقال لهم اللہ تعالیٰ لکم ميعاد یوم لا تستأخرون منه ساعة ولا تستقدمون قال الاسی هذا الاستدلال والکانت علی غیر شئی لکنها عند الخصم علی شئی مظهر“

چھٹی دلیل

مرزا قادیانی کی تصدیق کے لئے ۱۳۱۱ھ کو ایک ہی رمضان شریف میں کسوف و خسوف کا اجتماع ہوا۔ جو ظہور مہدی کی علامت احادیث میں لکھی تھی۔ جواب یہ ہے کہ حدیث کی عبارت یہ ہے کہ: ”ان لمہدینا ایتین لم شکونا منذ خلق اللہ السموات والارض ینکسف القمر الاول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منه“ (رواہ الدارقطنی عن محمد بن علی)

اول..... اس حدیث شریف کو رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں کہا۔

دوم..... اس کے راوی جعفر بھی اور عمرو ہیں۔ جن کو اسماء الرجال میں محدثین نے ”کذاب وصناع الحدیث“ لکھا ہے۔ اس لئے ان کی حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

سوم..... مرزا قادیانی کے زمانہ میں اجتماع کسوف و خسوف جو ہوا تھا وہ یوں تھا کہ ۱۳ کو چاند گرہن ہوا تھا اور ۲ کو سورج گرہن ہوا۔ جو کسی طرح اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہوگا اور پندرہ کو سورج گرہن۔

چہارم..... ظہور مہدی ایران باب کے وقت ۱۲۶۷ھ میں بھی خسوف و کسوف کا اجتماع رمضان شریف میں بعینہ ہوا تھا۔ جس طرح کہ مرزا قادیانی کے عہد میں ہوا تھا۔ آیا وہ بھی مہدی تھا؟

پنجم..... رمضان شریف میں عام طور پر اجتماعی کسوف و خسوف کئی بار مرزا قادیانی سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ کتاب یوز آف دی گلوپس میں لکھا ہے کہ دورہ قمر ۳۲۳ سال کا ہوتا ہے۔ جس میں دس دفعہ یہ اجتماع رمضان شریف میں ہو چکا ہے اور اگر یہ معنی لیا جائے کہ ہلال کو گرہن ہو تو علم نجوم کے لحاظ سے ناممکن ہو جاتا ہے۔

مگر مرزا قادیانی نے اس حدیث کو ممکن الوقوع بنانے میں یوں کوشش کی ہے کہ اول لیلۃ سے مراد ایام بیض کی پہلی رات ہے۔ کیونکہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں عموماً چاند گرہن لگتا ہے اور نصف منہ سے مراد لیلیٰ محاق کی درمیانی رات ۲۷ تاریخ رمضان ہے۔ کیونکہ اس وقت چاند سیاہ ہو جاتا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ چاند گرہن اپنی راتوں میں سے پہلی رات کو ہوگا اور سورج گرہن انہی راتوں کے درمیانی رات میں ہوگا۔ مگر یہ ساری کوشش بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ایسے اجتماعات کئی دفعہ ہو چکے ہیں اور حدیث کا دعویٰ ہے کہ آج تک ایسا اجتماع نہیں ہوا۔ اس لئے یہ تاویل بیجا غلط اور بلا ضرورت اور علامت جہالت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی ستارہ ہلال رمضان کے سامنے سے گذر کر چاند گرہن پیدا کرے اور پندرہ کو سورج گرہن بھی ہو جائے۔ ہاں اگر چاند گرہن میں زمین کو بھی چاند کے سامنے مانا جاوے تو پھر پہلی تاریخ کو چاند گرہن ممکن نہ ہوگا۔ لیکن یہ شرط ضروری معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر کوئی دمدار ستارہ یا کوئی اور قسم کا ستارہ جو ابھی تک دریافت نہیں ہوا۔ چاند کے نیچے سے گذر کر اسے سیاہ کر دے تو کیا اس کو چاند کا گرہن نہ کہیں گے اور مرزا قادیانی کا یوں کہنا کہ قمر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلی تاریخ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ ہلال کو قمر نہیں کہتے۔ غلط ہے کیونکہ عام محاورات میں یوں کہتے ہیں کہ شہور قمر تو کیا اس وقت ہلال کی تاریخ مراد نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن شریف میں ”والقمر قدرناہ منازل“ موجود ہے اور اس میں اس کی منزلوں کا ذکر ہے تو کیا ہلال کے لئے منزل کوئی

بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ قمر عام ہے اور ہلال و بدر خاص نام ہیں اور مرزا قادیانی کا کہنا غلط ہے۔

ساتویں دلیل

ظہور امام کی دلیل مدار ستاروں کا ٹکنا بھی ہے۔ چنانچہ وہ بھی مرزا قادیانی کے عہد میں پایا گیا۔

جواب یہ ہے کہ مدار ستارے ہمیشہ نکلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی خاص نشان صداقت نہیں ہو سکتا۔ ورنہ مرزائیوں کو باب کی صداقت بھی تسلیم کرنا ہوگی۔ کیونکہ باب نے ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۳ء میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۵ء میں اکفلی ستارہ مدار نمودار ہوا تھا کہ جس کی دو دہیں تھیں اور ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء میں بھی ایک مدار ستارہ نکلا تھا۔ مگر اس وقت مرزا قادیانی اور بہاء دونوں مدعی تھے اور مرزا قادیانی ابھی مدعی بننے کو تھے۔ اس لئے یہ بھی نشان صداقت مرزا نہیں ہو سکتا۔ ۱۸۴۳ء اور ۱۸۶۱ء میں جو ستارے مدار نمودار ہوئے تھے اس وقت نہ مرزا قادیانی مدعی نظر آتے ہیں اور نہ بہاء۔ اہل نجوم کا قول ہے کہ ۳۳ سال کے دورے میں مدار ستارے نمودار ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر وقت کسی مدعی کو اپنا نشان صداقت تصور کرنا نہیں سنا گیا۔ ورنہ آج تک کئی امام آخر الزمان پیدا ہو کر مر جاتے۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ کئی دفعہ ان کا گذر کر ہوا میں ہوتا ہے تو شعلہ انداز ہو جاتے ہیں اور کبھی نکتہ تقاطع ارض سے نہیں گذرتے تو شعلہ انداز بھی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء کو تو وہ شعلہ آگن ہو کر نمودار ہوئے اور ۱۸۹۹ء میں ان کا ظہور نہ ہوا اور ۱۸۸۵ء میں جو ظہور ہوا وہ بالکل معمولی تھا۔ حیرت انگیز نہ تھا۔ اس لئے وہ قابل ذکر ہی نہیں ہو سکتا تو پھر اس کو نشان صداقت قرار دینا کیسے صحیح ہوگا۔

آٹھویں دلیل

قصیدہ اول..... خواجہ نعمت اللہ

قدرت کردگار	مے بنم	حالت روزگار	مے بنم
از نجوم	ایں سخن نمیکویم	بلکہ از کردگار	مے بنم
در خراسان و مصر و شام و عراق		فتنہ کارزار	مے بنم
ہمہ را حال میشود دیگر		گریکے در ہزار	مے بنم
قصہ بس عجیب	مے شنوم	غصہ در دیار	مے بنم



غارت قتل و لشکر بسیار  
 بس فرد مانگان بے حاصل  
 مذهب دین ضعیف مے یا بم  
 دوستان عزیز ہر قومے  
 منصب و عزل و تنگی اعمال  
 ترک و تاجیک را بہم دیگر  
 مکرو تزویر و حیلہ در ہر جا  
 بقعہ خیر سخت گشتہ خراب  
 اند کے امن گر شوار مروز  
 گرچہ مے پنم این ہمہ غم نیست  
 بعد ازاں سال چند سال دگر  
 بادشاہے مشام دانائی  
 حکم امسال صورتے دگرست  
 غ رسال چوں گذشت از سال  
 کہ در آئینہ ضمیر جہان  
 ظلمت ظلم ظالمان دیار  
 جنگ و آشوب و فتنہ و بیدار  
 بندہ خواجه دش ہے پنم  
 ہر کہ او بود باریاب امسال  
 سکتہ نوزند بر رخ زر  
 لیک از حاکمان ہفت اقلیم  
 ماہ را روسیہ مے نگریم  
 تاجر از دور دست و بے ہمراہ  
 حال ہندو خراب مے پنم  
 بعض اشجار بوستان جہاں

از بیمین و بیار مے پنم  
 عالم و خواند کار مے پنم  
 مبداء افتخار مے پنم  
 گشتہ غم خوار و خوار مے پنم  
 ہر یکے را دوبار مے پنم  
 خصم گیرہ دار مے پنم  
 از صغار و کبار مے پنم  
 جائے جمع شرار مے پنم  
 در حد کو ہزار مے پنم  
 شادیئے غمگسار مے پنم  
 عالمے چوں نگار مے پنم  
 سرورے باوقار مے پنم  
 نہ چوں بیداد وار مے پنم  
 بوالعجب کاروبار مے پنم  
 گرد زنگ و غبار مے پنم  
 بے حد بے شمار مے پنم  
 در میان و کنار مے پنم  
 خواجہ را بندہ وار مے پنم  
 خاطرش زیر بار مے پنم  
 در ہمیش کم عیار مے پنم  
 دیگرے را دو چار مے پنم  
 مہر را دل فگار مے پنم  
 ماندہ در رہگذار مے پنم  
 جوہر ترک و تار مے پنم  
 بے بہار و ثمر مے پنم

ہمدلی وقاعت کنبی  
 غم مخور زانکہ من دریں تشویش  
 چوں زمستان بے چمن بگذشت  
 دور اوچوں شود تمام بکام  
 بندگان جناب حضرت او  
 بادشاہے تمام ہفت اقلیم  
 صورت و سیرتش چو پیغمبر  
 ید بیضا کہ بود تابندہ  
 گلشن شرع را ہے بویم  
 تا چہل سال اے برادر من  
 عاصیاں آں امام معصوم  
 غازی دوستدار دشمن کش  
 زینت شرع و رونق اسلام  
 سنج کسری و نقد اسکندر  
 بعد ازاں خود امام خواہد بود  
 ا ح م دے خوانم  
 دین و دنیا ازو شود معمور  
 مہدیئے وقت و عیسیٰ دوران  
 ایں جہاں راچو مصرے نگرم  
 ہفت باشد وزیر سلطانم  
 بر کف دست ساقی وحدت  
 تیغ آہن دلان زنگ زدہ  
 گرگ با میش و شیر با آہو  
 ترک عیار دست سے نگرم

حالیا اختیار سے بینم  
 خرمی وصل یار سے بینم  
 شمس خوش بہار سے بینم  
 پرش یاد گار سے بینم  
 ہمہ را تاجدار سے بینم  
 شاہ عالی تبار سے بینم  
 علم و حلمش شعار سے بینم  
 باز باذوالفقار سے بینم  
 گل دین را بہار سے بینم  
 دور آن شہ سوار سے بینم  
 خجل و شرم سار سے بینم  
 ہمد و یار غار سے بینم  
 محکم و استوار سے بینم  
 ہمہ بروئے کار سے بینم  
 پس جہاں رام دار سے بینم  
 نام آں نامدار سے بینم  
 خلق از و اختیار سے بینم  
 ہر دورا شہسوار سے بینم  
 عدل او راحصار سے بینم  
 ہمہ را کا مگار سے بینم  
 بادۂ خوشگوار سے بینم  
 کند و بے اعتبار سے بینم  
 در چرا باقرار سے بینم  
 خصم او در خمار سے بینم

نعمت اللہ نشستہ بر کنجے  
 از ہمہ بر کنار سے بینم

سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کے وقت ضعف اسلام دور ہو جائے گا اور وہ ۱۳۰۰ھ کے بعد کا زمانہ ہے کہ جس میں مجدد وقت کا انتظار تھا۔ نمبر ۴۰ سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی چالیس سال تک اپنا کام کریں گے۔ نمبر ۳۷ سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی بروز محمدی ہوں گے۔ نمبر ۴۶ سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو احمد نام لے کر پکارے گا۔ نمبر ۴۷ سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی تبلیغ اسلام کریں گے۔ نمبر ۳۶ سے ثابت ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہوگا اور نمبر ۴۸ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ اور مہدی ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ نمبر ۱۹ سے ثابت ہے کہ بارہ سو کے بعد تیرہ سو ہجری میں مہدی کا ظہور ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت تسلیم ہو سکتا ہے کہ اس کے دعویدار صرف مرزا قادیانی ہی ہوں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے مدعی دو اور بھی ہیں۔

اول ..... تابعداران حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے۔ آپ کے ہاتھ پر تیس ہزار غیر مسلم نے اسلام قبول کیا اور چالیس لاکھ اہل اسلام نے بیعت کی۔ آپ کے مرید مولوی عبداللہ صاحب عزنوی اور مولوی عبید اللہ صاحب نو مسلم تھے۔ آپ کے طفیل سے کفر و شرک دور ہوا اور قرآن و سنت نے جگہ لی۔ اس لئے یہ پیشین گوئی جناب سید احمد صاحب پر زیادہ چسپاں ہوگی اور کسی قسم کی تاویل بھی نہ کرنی پڑے گی۔ دیکھو (سوانح سید احمد شہید) اور یہی وہ بزرگ ہیں کہ جن کو مرزا قادیانی نے خود مسیح بن کر بجی اور مہدی کا خطاب دیا تھا۔ مگر بعد میں انکاری ہو بیٹھے تھے۔ بہر حال یہ بزرگ مرزا قادیانی کے ہم عصر تھے۔ مگر آپ کے زمانہ میں مرزا قادیانی کو کوئی نہیں پوچھتا تھا۔

دوم ..... بابی مذہب کے شیدائی یہ کہتے ہیں کہ ۱۳۰۰ھ میں حضرت باب کا زمانہ ہے اور نمبر ۱۹ میں اصل شعریں بتاتے ہیں۔

غ ر س چوں گذشت از سال

یعنی جب گذریں گے تو حضرت باب کا ظہور ہوگا۔

عام اہل اسلام کا خیال ہے کہ یہ قصد یہ اور ایسے کئی ایک قصائد ۵۷ میں غدر کے وقت مسلمانوں کی طفل تسلی دینے کے لئے اختراع کئے گئے ہیں۔ ورنہ اصل میں کسی کشف صحیح پر ان کی بنیاد نہیں ہے۔ پچھلے ترگ موالات کے دنوں میں دو قسم کے اور قصیدے بھی شائع ہوئے تھے۔ ایک کا قافیہ شود تھا اور دوسرے کا بیانہ وغیرہ اور اس میں مختلف التوارخ اور متباہین المضامین تھے۔ اس لئے ایسے قصائد قابل اعتبار ہی نہیں ہیں تاکہ ان کی صداقت پر کسی کا دعویٰ شناخت کیا جاسکے۔

اس کے علاوہ یہی قصہ دوسری جگہ اگر دیکھو گے تو جزوی طور پر ضرور مختلف ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ پر (بقول بعض) یوں لکھا ہے۔

م ح م دے پنم

نمبر ۴۶ جس سے ثابت کیا ہے کہ امام مہدی کا نام حسب روایات محمد ہوگا احمد نہ ہوگا۔ مرزائیوں نے خواہ مخواہ احمد بنالیا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ شاہ ولی اللہ مرحوم کی پیشین گوئی بھی مشترکہ طور پر اختلافی ہو اس لئے وثوق سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے مراد فلاں مدعی ہے اور فلاں نہیں اور دراصل فقراء کی پیشین گوئیاں ظنی یا وہمی ہوتی ہیں۔ ان کا اعتبار مسائل شرعیہ میں نہیں ہوتا۔

### قصیدہ دوم..... خواجہ نعمت اللہ ہانسوی

راست گویم بادشاہے در جہاں پیدا شود	نام آں تیمور شاہ صاحبقران پیدا شود
بعد از او میراں شہے کشورستاں گردد پدید	والی صاحبقران اندر زمان پیدا شود
چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دارالبقا	بعد از او جواں شاہ در انس و جان پیدا شود
بعد از او گردد عمر شاہ شہے مالک رکاب	گردد آں شاہ مدعیش ہمدراں پیدا شود
شاہ بابر بعد از او در ملک قلب بادشاہ	پس بدلی دایہ ہندوستان پیدا شود
از سکندر چوں رسد نوبت بابر ایم شاہ	ایں یقین دان فتنہ در دور آں پیدا شود
باز نوبت چوں رسد شاہ ہمایوں راز حق	ہمدراں افغان یکے از آسماں پیدا شود
حادثہ رو آورد سوئے ہمایوں بادشاہ	آنکہ نامش شیر شاہ باشد ہماں پیدا شود
چوں رود در ملک ایراں پیش اولاد رسول	تا کہ قدر و منزلش از قدرداں پیدا شود
شاہ شہاں مہر باہنہا کند در حق او	تا وقار عزتش چوں خسرواں پیدا شود
تا زمانی آنکہ او لشکر پیارو سوئے ہند	شیر شاہ فانی شود پوزش بر آں پیدا شود
پس ہمایوں آمدہ گیر و تمامی ملک ہند	بعد از او اکبر شہی کشور ستاں پیدا شود
بعد از او شاہ جہانگیر است گیتی راہنہا	و نگہی اندر جہان شاہ لاغیاں پیدا شود
چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دارالبقا	ثانی صاحبقران آندر جہاں پیدا شود
ثانی صاحبقران تا چہل شاہی میکند	تا کہ جورش جو ردین آں کلاں پیدا شود
فتنہ ہادر ملک آرد نیز بس گردد خراب	از عجائب ہا بود گر آب و ناں پیدا شود

در تحیر خلق آید چوں چنین گردد خراب  
راستی کمتر بود کذب و دغل گرموغزوں  
ہیچنان در عشرہ باشی بادشاہی میکند  
اوبر آید پر کند اوازہ خود در جہاں  
اندر آں اثنا قضا از آسمان آید پدید  
خلق رانی الجملہ در دوران او گردد سکون  
نادر آید اوزایران می ستاند ملک ہند  
بعد از آن احمد شہی کوہست گیتی را پناہ  
چوں کند عزم سفر آں شاہ سوئے دارالبقاء  
قوم سکھاں چیرہ دستی چوں کند بر مسلمین  
بعد از آن گیرد نصاریٰ ملک ہندوستان تمام  
چوں شود در دورایان جور بدعت رارواج  
قاتل کفار خواہد شد شہے شیر علیؑ  
در میان این آں گردد چو بس جنگ عظیم  
فتح یا بد از خدا آں شاہ بزور خود تمام  
غلہ اسلام ماند تا چہل در ملک ہند  
اوبرائے دفع آں دجال مے گویم شنو  
پانصد دہشتاد ہجری آں زمانے گفتہ شد  
سالہا چوں سیزدہ می گذرد فرمان او  
نعمت اللہ آچو آگاہی شد از اسرار حق

مشرقی آتش فشاں از آسماں پیدا شود  
دوست گردد دشمنی اندر میاں پیدا شود  
تاز فرزندان او کوچک بڈاں پیدا شود  
والی در خلق عالم سرفشاں پیدا شود  
آنکہ نام او معظم بیگماں پیدا شود  
بر جراحات ہائے مردم مرہم آں پیدا شود  
قتل دہلی پس بزور جہد آں پیدا شود  
او بملک ہند آمد حکم آں پیدا شود  
رخنہ اندر خاندانش زماں میاں پیدا شود  
تا چہل این دور بدعت اندراں پیدا شود  
حکم شان صد سال در ہندوستان پیدا شود  
شاہ غزنی بہر قتلش خوش عناں پیدا شود  
حامی دین محمد پاسبان پیدا شود  
قتل عالم بے شبہ در جنگ آں پیدا شود  
قوم عیسیٰ را شکستے بے گماں پیدا شود  
بعد از آن دجال خراز اصفہاں پیدا شود  
عیسیٰ آید مہدی آخر زماں پیدا شود  
یک ہزار وی صد و ہشتاد آں پیدا شود  
شور و غوغا اختلافش زماں میاں پیدا شود  
گفتہ او بیگماں بر مرد ماں پیدا شود

نوٹ: اس قصیدہ میں امام آخر الزماں کا نام نہیں بتایا گیا اور نہ ہی پہلے قصیدہ سے

مطابقت رکھتا ہے۔

قصیدہ سوم..... خواجہ نعمت اللہ ہانسویؒ

چوں آخری زمانہ آید بدیں زمانہ  
بنی تو عیسوی را بر تخت بادشاہی  
شہباز سدرہ بنی بردست را بیگانہ  
گیرند مومناں را با حیلہ و بہانہ

احکام دین و اسلام چون شمع گشت خاموش  
 در شہر کوہ کشلاک نوشند خمر پیماک  
 قاسق کند بزرگی بر قوم از سترگی  
 در کوہ گلہ باناں در شہر ہاخراماں  
 آں عالمان عالم گردند ہم چو ظالم  
 زینت دہند خود را با شملہ و بجہ  
 ہم بنگ ہائے رشوہ ہر قاضے چوخشوہ  
 ہر مؤمن نزاری در چند قاضی آری  
 ہم مفتیان فتویٰ فتویٰ دہند بے جا  
 در مکتب و مدارس علم نجوم خوانند  
 فسق و فجور در کو رائج شود بہر سوء  
 در ہند سندھ و مدارس اولاد گورگانی  
 تا مدت سہ صد سال در ملک ہند و بنگال  
 صد سال حکم ایشاں در ملک بلخ و توراں  
 آں راجگان پنگی مخمور و مست بھنگی  
 صد سال حکم ایشاں در ملک ہندے واں  
 طاعون و قحط کیجا در ہند گشت پیدا  
 مردے ز غسل تیرکان رہن شود چو سلطان  
 دو کس بنام احمد گمراہ کنند بے حد  
 اسلام و اہل اسلام گردد غریب میداں  
 در شرق و غرب یکسر حاکم شوند کافر چون  
 از بادشاہ اسلام عبدالحمید ثانی  
 براو نصاریٰ ہر سو اغوا غلو نمایند  
 بر کوہ قاف میداں باشد ز روس فرماں  
 جاپان و چین و ایران خرطوم ہم کہستاں

عالم جہول گردد جاہل شود علامہ  
 ہم بنگ چس تریاق نوشند باغیانہ  
 پس خانہ بزرگی سازند بے نشانہ  
 باشند چو بادشاہاں سازند خوش مکانہ  
 پس شستہ روئے خود را بر سر نہند عمامہ  
 گوسالہ ہائے سامر باشند درون جامہ  
 باغزہ و کرشمہ گیرند بر علامہ  
 چون سگ پے شکاری قاضی کند بہانہ  
 از حکم شرع سازند پیروں بے بہانہ  
 ہم اعتقاد بے جا دہند بے کرانہ  
 مادر بدختر خود سازد بے بہانہ  
 شاہی کنند اناشاہی چو ظالمانہ  
 کشمیر و شہر گوپال گیرند تا کرانہ  
 آخر شود بیکساں در کہف غائبانہ  
 در ملک شاہ فرنگی آئندہ غالبانہ  
 آرید اے عزیزاں ایں فکتہ بیانہ  
 پس مومنوں ہمیرند ہر جا ازیں بہانہ  
 گوید دروغ دستاں در ملک ہندیانہ  
 سازند ازدول خود تفسیر فی القرآنہ  
 در ملک بلخ و توراں در ہند و سندھیانہ  
 میشود برابر ایں حرف ایں بیانہ  
 چون کیقباد و کسریٰ ۔۔ باشر عادلانہ  
 پس ملک او گیرند باحیلہ و بہانہ  
 خوارزم ذخیرہ یکساں گیرند تا کرانہ  
 ہم ملک مصر و سوڈان گیرند تا کرانہ

قتل عظیم سازند در دشت مرد میدان  
 شاہ بخارا توران تابع شود بدیشان  
 نیپال و ملک تبت چترال تنگہ پریت  
 روشہ چوشاہ شطرنج بر یک بساط بینم  
 سرحد جدا نمائند از جنگ باز آئند  
 کافر چومومناں را ترکیب دیں نمایند  
 در عین بے قراری ہنگام آ منظراری  
 ناگاہ مومناں را شورے پدید گردد  
 گردد ز نو مسلمان غالب ز فیض رحماں  
 آخر حبیب اللہ صاحب قرآن من اللہ  
 رود انک دوسہ بار از خون ناب کفار  
 پنجاب و شہر لاہور ہم ڈیرہ جات بنوں  
 چوں مردمان اطراف ایں مژدہ کہ شنوند  
 قوم فرانس و ایراں بر ہم نمودہ اوّل  
 ایں غزوہ تا بہ شش سال باشد ہمہ بدین  
 حامد شود علمدار در ملک ہائے کفار  
 اعراب نیز آئند از کوہ و دشت وہاموں  
 آخر بموسم حج مہدی خروج سازند  
 خاموش نعمت اللہ اسرار حق مکن فاش  
 نوٹ! اگر پہلے قصیدہ شعر نمبر ۴۶ مرزا قادیانی کے حق میں ہوں تو قصیدہ نمبر ۳ کا شعر  
 نمبر ۲۱ اس کی تردید کر رہا ہے۔

اس قصیدہ کا شعر نمبر ۲۰ مرزا قادیانی کے استدلال کا جواب بن سکتا ہے۔  
 اس قصیدہ کے آخری مصرعہ کو باشد کی بجائے گشتہ پڑھیں تو مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ نظم  
 ۵۴۹ میں کہی گئی ہے۔



## نویں دلیل

- ۱..... مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے فرمایا تھا کہ قادیان سے ایک نور نکلے گا۔ مگر میری اولاد اس سے محروم رہے گی۔ (براہین احمدیہ ص ۲۳۸)
- ۲..... گلاب شاہ مجذوب نے (بقول کریم بخش ناخواندہ کے) کہا کہ عیسیٰ جوان ہو گیا۔ تمام حالات بتا کر کہا کہ اس کا نام غلام احمد ہے۔ (ازالہ ص ۷۰۷)
- ۳..... نواب صدیق الحسن نے کہا ہے کہ مہدی کی تکفیر ہوگی۔
- ۴..... حضرت شاہ سلیمان تونسوی نے مرزا قادیانی کی تعریف کی ہے۔
- ۵..... براہین احمدیہ کے شائع کرنے کو خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (براہین ص ۲۳۸)
- ۶..... اسی طرح متعدد اولیاء اللہ نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ جس کی تصریح عمل مصطفیٰ کے اخیر ہے۔

جواب یہ ہے کہ صوفیائے کرام میں حسن ظن غالب ہوتا ہے اور اپنے مکاشفات کی بنیاد پر کئی دفعہ ٹھوکریں بھی کھا جاتے ہیں۔ ترک موالات کے دنوں میں خواجہ حسن نظامی نے بڑے مکاشفے شائع کئے تھے۔ مگر پورا ایک بھی نہ ہوا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب اور حضرت تونسوی صاحب نے غلطی کھائی ہو اور بعد میں جب مرزا قادیانی کو اسلام کے خلاف دیکھا ہو تو انکار کر دیا ہو۔ مہدی کی تکفیر کا مسئلہ بھی کشف پر مبنی ہے۔ اس لئے یہ بھی قابل التفات نہیں، باقی رہا خواب کا معاملہ تو یہ سب سے کمزور اور خیالی دلیل ہے۔ مرزا قادیانی حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا براہین شائع کرو۔ ازالہ الاوہام میں صوفی محمد لکھنوی کا خواب لکھا ہے کہ بقول حضور ﷺ مرزا بڑا خراب آدمی ہے۔ اب ناظرین خود ہی سوچیں کہ دونوں خواب کیسے صحیح ہو سکتے ہیں؟ ایسے لوگوں کو خدا ہدایت دے۔ کیونکہ عجیب رنگ میں حضور ﷺ کو بدنام کر رہے ہیں کہ آپ بھی کسی جگہ کچھ کہتے تھے اور کسی جگہ کچھ۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ خواب میں شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے خواب میں حضور ﷺ کا آنا اصلی ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو شیطان پھر بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ کیونکہ کسی نے آج کل پہلے حضور ﷺ کو دیکھا ہوا نہیں ہے کہ جس سے وہ تمیز کر سکے کہ یہ صورت حضور ﷺ کی ہے۔ جس پر شیطان نہیں آ سکتا۔ اب جس صورت میں آئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہی

حضور ﷺ کی صورت ہو۔ اس لئے خوابوں کا اعتبار مطلقاً نہیں ہے اور کسی مسئلہ شرعیہ کے ثابت کرنے میں کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ ہاں پیغمبر کے خواب صحابہ کے خواب اور سچا درد رکھنے والوں کے خواب سچے نکلتے ہیں۔ مگر آج کل وہ لوگ نہیں رہے۔ اس لئے آج کل کے خواب حدیث النفس بخارات غذائیہ، بخارات دماغیہ اور تسویلات شیطانیہ سے اگر مشتبہ نہ ہوں تو پھر قابل توجہ ہو سکتے ہیں ورنہ مشکل ہے۔

۱۲..... مہدی اور مسیح علیہم السلام دو ہیں یا ایک

مرزائیوں کے خیال میں مرزا قادیانی مسیح اور مہدی دونوں تھے اور بہائی مذہب میں چونکہ الگ الگ ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا آپس میں ایک دفعہ جو مقابلہ ہوا ہے اس موقع پر وہی نقل کر دینا کافی ہے۔

(مرزائی) امام مہدی کے متعلق جو روایات آئی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم و بخاری میں ان کو روایت نہیں کیا گیا اور نہ ہی موطا امام مالک میں ان کا نشان ملتا ہے اور حسب تحقیق مرزا قادیانی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ محدثین کے بعد گھڑ لیا گیا ہے۔ کیونکہ ابن خلدون نے ان تمام روایات کو مخدوش قرار دیا ہے اور ان میں ایسا شدید اختلاف موجود ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خود ہی تردید کر رہی ہیں۔ اس لئے جنہوں نے ان کو تسلیم کیا ہے ان کو باہمی مطابقت پیدا کرنے میں یوں کہنا پڑا ہے کہ:

۱..... مہدی شخصی نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک جماعت کا نام ہے جو مختلف اوقات میں ہو گذرے ہیں اور ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ابھی باقی بھی ہو۔

۲..... مہدی علیہ السلام اولاد علیؑ سے تعلق رکھتا ہے۔ فاطمی ہونا ضروری نہیں۔ (ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ)

۳..... اولاد امام حسنؑ میں سے کوئی ایک مہدی بن کر ظاہر ہوگا۔

۴..... اولاد امام حسینؑ میں سے کوئی ایک مہدی بن کر ظاہر ہوگا۔ (ابن عساکر)

۵..... مہدی حسنینؑ کی اولاد میں سے ہوگا۔ (تج)

۶..... حضرت حمزہؑ اور جعفرؑ بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ کیونکہ مہدی ان کی اولاد میں سے ہوگا۔

۷..... مہدی نبی امیہ میں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے کہ میری اولاد

میں مہدی ہوگا۔ جو دنیا کو اپنے عدل سے پر کر دے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

۸..... مہدی علیہ السلام اولاد عباسؑ سے ظاہر ہوں گے۔ (تج)

- .....۹ مہدی علیہ السلام کا ظہور قریش کے کسی قبیلے میں سے ہوگا۔ (کنز)
- .....۱۰ اولاد علیؑ اور اولاد عباسؑ دونوں سے آپ کا تعلق ہوگا۔ (حج)
- .....۱۱ اتنا ثابت ہوا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور امت محمدیہ میں ہوگا۔ خدا جس کو چاہے مہدی بنادے۔
- .....۱۲ محققین کا اصلی یہ مذہب ہے کہ ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو مسیح علیہ السلام اور مہدی دونوں کہلائے گا۔ کیونکہ:

اولاً! ابن ماجہ اور حاکم نے بروایت انس ذکر کیا ہے کہ: ”لا یزال الامر الاشدۃ ولا الدنیا الا اذباراً ولا الناس الا شحاً ولا تقول الناس الا علی شرار الناس ولا المہدی الا عیسیٰ ابن مریم وثانیاً کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا“ میں اشارہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ مثیل تھے اور آیت ”لیستخلفنہم“ میں اشارہ ہے کہ: ”آخر الخلفاء“ سلسلہ موسویہ میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ سلسلہ محمدیہ مماثلۃ بسلسلہ الموسویہ میں بھی آخری خلیفہ محمدیہ وہ ایسا مہدی ہوگا جو مسیح بھی کہلائے گا اور اسی بناء پر اس خلیفہ کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ ثالثاً نشانات مسیح علیہ السلام تقریباً ایک ہی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی اور مسیح صرف ایک شخص کے ہی صفاتی نام ہیں۔

جیسے نزول امطار، کثرت زروع، ترک جہاد، وجود عدل، کسر صلیب، اہلاک ملل، ظہور من المشرق، دخول فی بیت المقدس و بیت اللہ الشریف، رابعاً بروایت احمدیہ وارد ہوا ہے کہ: ”یوشک من عاش منکم ان یلقى عیسیٰ ابن مریم اماما مہدیا وحکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر وتضع الحرب اوزارها“ اس سے یہ ثابت ہو کہ مسیح ہی امام، حکم اور مہدی کہلائے گا۔

ان تمام کا جواب یہ ہے:

- .....۱ اختلاف پیدا ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام روایات ہی موضوع ہیں۔ ورنہ جس قدر اختلافی مسائل ہیں ان بنیاد روایات موضوعہ پر مانی پڑے گی۔
- .....۲ مسئلہ مہدی کو بنظر قیودیکھا جب باطن یا جہات اسلاف ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ اگر واقعی قابل نفرت ہوتا تو احباب الجرح والتعدیل یا آئمہ کبار اور امامان اسلام اس سے نفرت کا اظہار کرتے۔

.....۳ تعدد مہدی کا قول غلط ہے۔ کیونکہ جب محدثین نے اصول حدیث کی رو سے احادیث صحیحہ الگ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مہدی شخص معین ہے تو پھر کون سے امور ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اختلاف رفع کرنے کی خاطر ایک نیا مسئلہ پیدا کریں کہ: ”مسیح اور مہدی ہزاروں آئیں گے“ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو اس مسئلہ میں تحقیق نصیب ہی نہیں ہوئی۔

.....۴ یہ قول بھی غلط ہے کہ جس حدیث کو موطن نہیں نقل کرتا۔ وہ حدیث ہی موضوع ہے کیا اس کی بابت قرآن شریف میں وارد ہو چکا ہے کہ: ”لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبیین“ اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ صحاح ستہ موضوعات پر مشتمل ہوں۔ (معاذ اللہ)

.....۵ یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو احادیث صحیحین میں نہیں ہیں۔ وہ مردود ہیں اور یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو حدیث صحیحین میں درج ہیں وہ تمام واجب القبول ہیں۔ کیونکہ بقول مرزا قادیانی بہت سی ایسی روایات ہیں کہ جن کو امام ابو حنیفہؒ نے تسلیم نہیں کیا۔

.....۶ یہ بھی غلط ہے کہ صحیحین میں امام مہدی کا ذکر نہیں آیا۔ ان کی روایت ہے: ”کیف انتم اذا انزل ابن مریم وامامکم منکم وعند مسلم فیقال لعیسیٰ صل بنا فیعتذر بعضکم اولى ببعض فیقتدی المسیح بالمہدی (فتح الباری) اذا ينزل عیسیٰ علی افیق (وہو جبل عند بیت المقدس) وبیدہ حربۃ فیاتی بیت المقدس ویقتل الدجال والناس فی صلوٰۃ الصبح والامام یؤم بہم (فتح الباری ص ۱۳۵)“

.....۷ یہ اصول بھی غلط ہے کہ جس کتاب کے متعلق تفصیل مذکور ہو تو دوسری کتابیں مجمل ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے قرآن شریف میں تورات کے لئے وفیہ تفصیل کل شئی مذکور ہے اور ”یا اخت ہرون“ کا لفظ تورات میں مذکور نہیں ہے۔ بلکہ کسی صحیفہ قدیم میں اس کا ذکر نہیں آیا۔

.....۸ یہ بھی اصول غلط ہے کہ جس کو ابن خلدون غیر محقق تصور کرے وہ واقع میں بھی ایسی ہو۔ کیونکہ وہ محض مؤرخ ہے۔ اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اصحاب الحدیث کے مقابلہ میں اپنی تحقیق پیش کرے۔

.....۹ امام شوکانی نے پچاس روایات لکھی ہیں۔ ملا علی قاری، ابن حجر، ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہ سب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

.....۱۰ اگر تعدد مہدی صحیح ہے تو چونکہ مہدی مسیح ایک ہیں۔ اس لئے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی ایک جماعت ہو کر کچھ ہو گزرے ہیں اور کچھ گزریں گے۔ (معاذ اللہ)

.....۱۱ اگر اختلاف روایات باعث تعدد ہے تو مسیح کو بھی متعدد ماننا پڑے گا۔ کیونکہ نزول مسیح میں بھی اختلاف ہے۔ ”حيث اختلف اولآ في مقام نزوله بشرقي

دمشق عند المنارة البيضاء (ترمذی، نواس بن سمعان) اور وحاء

(روح المعانی ج ۲ ص ۲۱۳) اوجبل افیق (قريب بيت المقدس وحكاء

كنز العمال، حجج) وثانياً في مكثه ايمكث اربعين سنة (كنز العمال) او

سنة (حجج) او سبع سنين او تسع عشرة سنة (كما هو عند مسلم)“

.....۱۲ کچھ نشانات پائے جانے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ واقعی قادیانی مدعی امام

مہدی تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ علاماتِ شخصہ کا امتحان کیا جائے۔ مثلاً: ”کونہ

من بنی فاطمة، اسمہ محمد، حیوۃ بعد الدعوة، ملکہ سبع

سنين، انتظار المسيح، ابطال الجزية، وضع الحرب، نزول

جبريل، اقتداء بعيسى، نزول عيسى، اعلان ظهور، بمنى مزدلفة

اكذ البيعة في الحطيم“ ان گیارہ نشانات میں جو پورا اترے وہ مہدی ہوگا۔

.....۱۳ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ اختلاف آج تک رفع نہیں ہوا۔ کیونکہ حجج میں ہے کہ مہدی

کا اہل بیت سے ہونا متواتر ہے اور آل عباس کے روایات تمام ضعیف یا مردود

ہیں۔ امام شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں کہ یا غیال کی طرف امام صاحب عباسی

ہوں گے۔ یہ روایات قابل استدلال نہیں ہیں۔ ایک محقق کا قول ہے کہ مہدی

عباسی کی حدیث ہی اور ہے۔ کیونکہ یہ اس کے لفظ ہیں۔ ”منا السفاح منا

المنصور ومنا المهدي“

.....۱۴ قول عمرؓ کہ وہ بنی امیہ سے ہے۔ امیر معاویہؓ اس کی تردید کرتے ہیں کہ: ”هو من

اولاد علي (حجج طبرانی)“ مرزا قادیانی خود بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

”ان بعض جداتی من نبی فاطمہ“ اور غسل مصطفیٰ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ

جب آپ بنی فاطمہ میں داخل ہوئے تو آپ سید بھی بن گئے۔

۱۵..... بنی فاطمہ تسلیم کرنے سے امام مہدی پر تمام عنوان صادق آتے ہیں۔ ”من الامة من

اهل البيت من الحسن ابا من الحسين اما“

۱۶..... ”لا مہدی الا عیسیٰ“ قابل استدلال نہیں۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن خالد ہے۔

”وهو متفرد به ومجهول عند البخاری قال فی الحجج حدیثه

مضطرب وضعیف لا یعارض انصاح“

۱۷..... اگر صحیح ہو تو بقول شوکانی یوں تاویل ہوگی کہ: ”لا مہدی کاملا الا عیسیٰ“ یا یوں

کہیں گے کہ ان میں اتحاد زامانی مراد ہے۔ ”کقولہ واما امرنا الا واحد“

۱۸..... کما سے استدلال کرنا اس وقت مفید ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مہدی بھی مانا

جائے ورنہ تشبیہ تام نہ رہے گی۔ مگر غسل مصفے میں یوں لکھا ہے کہ سید احمد بریلوی ۱۲۰۱

میں یحییٰ کی طرح مبشر مرزا پیدا ہوئے تھے۔ مگر مرزا قادیانی نہیں مانتے اور کہتے ہیں

کہ سید احمد کے پیرو چونکہ گمراہ ہیں اس لئے داستان سازی میں مشغول رہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مسیح آسمان سے اترے گا۔ بھلا جھوٹا ایسا نہ کہہ تو کیا کہے۔

۱۹..... اب ثابت ہوا کہ مہدی سید ہوگا اور ختم رسالت کی وجہ سے نبی نہ ہوگا اور مسیح کو بطریق

توصیف مہدی کہا گیا ہے۔ ورنہ اس کو بطور اسم علم کے مہدی نہیں کہا گیا۔ جیسا کہ

وارد ہوا ہے کہ: ”علیکم بسنة الخلفاء الراشدين المهدیین (ابوداؤد)

ولجریر اللہم اجعلہ مہدیا (کنز) ولا بی ذر من سرہ ان ینظر الی

عیسیٰ ابن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری (ابن عساکر عن انس)

ولن تہلک امة انا اولہا وعیسیٰ اخرہا والمہدی اوسطہا (حاکم،

ابونعیم، ابن عساکر) فبطل ما قال فی العسل المصفی اذا ذکر المہدی

منفرد افا المراد بہ رجل صالح فعلیہ ان یقول ایضا ان المسیح اذا

ذکر منفردا فالمراد بہ رجل سیاح لیرتفع الامر من البین . هذا“

۱۳..... حیات مسیح برنباس کی زبانی

قرآن شریف میں صراحت مذکور ہے کہ واقعہ صلیب کے متعلق دو قسم کے خیال پیدا

ہو گئے تھے۔

اول..... مسیح علیہ السلام صلیب پر مر گیا اور اس کی لاش کو اتار کر قبر میں رکھا گیا۔

تین روز بعد مسیح زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ یہ خیال بائبل کی چار انجیلوں میں موجود ہے۔ جن کو عیسائی مانتے ہیں اور قرآن شریف انکار کرتا ہے۔

دوم..... وہ خیالات ہیں جو موجودہ اناجیل اربعہ کے علاوہ اسلامی تصریحات اور انجیل برنابا میں موجود ہیں۔ جن میں یوں بتایا گیا ہے کہ مسیح زندہ اٹھالیا گیا اور اس کی بجائے دوسرا آدمی ہمشکل سمجھ کر رات کو صلیب پر قتل کیا گیا۔ اس اختلاف کی وجہ سے ینا بیع الاسلام میں اعتراض کیا گیا ہے کہ اسلام کا جب یہ دعویٰ ہے کہ قرآن شریف مصدق انجیل ہے تو اس میں واقعہ صلیب کو کیوں نہیں مانا گیا۔ اس کا جواب مسلمانوں کی طرف سے یوں دیا گیا تھا کہ جس انجیل کی قرآن تصدیق کرتا ہے وہ ایک کتاب تھی۔ جو خود مسیح علیہ السلام نے عبرانی زبان میں وحی پا کر حواریوں کو دی تھی اور واقعہ صلیب کے وقت وہ تلف کر دی گئی تھی۔ جس میں قرآن شریف کے مطابق رفع مسیح بغیر صلیب مذکور تھا اور واقعہ صلیب میں چونکہ بڑی گڑبڑ پیدا ہو گئی تھی اور حواری اصل واقعہ کے وقت بھاگ گئے تھے اور جو پاس تھے ان کو بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اس لئے صحیح طور پر بیان نہیں کر سکے کہ اصل واقعہ کس طرح ہوا۔ بلکہ انہوں نے اپنے قیاس اور شنید سے جو صحیح تصور کیا لکھ دیا۔ چنانچہ برنابا حواری نے جو حالات لکھے ہیں وہ وہی خیالات ہیں کہ جن کی تصدیق قرآن کرتا ہے اور اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ تمام واقعات میرے چشم دید تھے۔ اس لئے موجودہ عیسائی اگرچہ اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن اسلام ضرور تسلیم کرتا ہے اور اناجیل اربعہ کو اس واقعہ کے متعلق مشکوک قرار دیتا ہے۔

مرزائیوں نے انجیل برنابا کو عیسائیوں کی طرح ناقابل تسلیم سمجھ کر اناجیل اربعہ کو ہی صحیح سمجھا ہے اور باہمی اختلاف کو یوں مٹایا کہ قرآن شریف میں جن لوگوں نے واقعہ صلیب سے انکار کیا ہے وہ بے خبر تھے اور ماصلوہ کا معنی ہے کہ یہودیوں نے اس کی ہڈیاں نہیں توڑی تھیں۔ اس لئے شبہ لہم مسیح نیم مردہ ہو کر مردہ کے مشابہ بن گیا تھا۔ اس لئے مردہ سمجھ کر حواریوں کو اس کی لاش دی گئی تھی۔ انہوں نے قبر نماغار میں تین دن تک مرہم حواریین سے علاج کیا تو اس کے زخم فوراً درست ہو گئے اور کشمیر کو چلا گیا۔ پھر وہیں ۸۷ برس تک روپوش رہ کر محلہ خانیاں میں دفن ہوا اور یہ داستان سازی بڑی کوشش کے بعد تیار ہوئی اور اس کے ثابت کرنے میں کسی سیاح چینی کی انجیل پیش کی جاتی ہے جو کسی طرح بھی نہ انجیل برنابا کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ اناجیل اربعہ کے ہم پلہ ہے۔ کیونکہ وہ غیر معروف ہونے کے علاوہ تمام انجیلی بیانات کے خلاف ہے اور معلوم ہوتا

ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کی مشتبہ عبارتوں کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ ورنہ مرزائیوں کا فرض تھا کہ وہ چینی انجیل کا ترجمہ شائع کرتے۔ مگر اب ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آیا اس انجیل کا وہی مطلب ہے جو مرزا قادیانی نے سمجھا تھا۔ یا کچھ اوستادی سے کام لیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے مسلمانوں نے انجیل برنابا کا ترجمہ اردو میں شائع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کی داستان سازی بالکل غلط ہے۔ نہ اس کی تائید اسلام کرتا ہے اور نہ نصرانیت یا یہودیت بلکہ صرف مرزائیت کا خانہ ساز مسئلہ ہے۔ اگرچہ یہ انجیل تین سو صفحہ سے زائد تک چلی گئی ہے۔ مگر ہمیں چونکہ صرف حیات کا مسئلہ درکار ہے۔ اس لئے اس سے اس مسئلہ کے متعلق چند اقتباسات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی نکتہ خیال سے مسیح کے حالات زندگی کیسے ہیں۔

### ۱۴..... اقتباسات انجیل برنابا (برناباس)

موضع ناصره میں رہنے والی پارسا مریم کے پاس جبریل نے آکر کہا کہ خدا نے تجھے ایک نبی کی ماں ہونے کے لئے چنا ہے۔ کہا کہ انسان کے بغیر بیٹا کیسے جنوں گی۔ کہا کہ یہ بات خدا کے نزدیک محال نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے بغیر انسان کی موجودگی کے آدم علیہ السلام پیدا کیا تھا۔ کہا اچھا خدا کی مرضی۔ اب مریم کو اندیشہ ہوا کہ یہودی اسے بدنام کریں گے۔ اس لئے اپنے رشتہ دار یوسف نجار (عبادت گزار) سے نکاح کیا اور جب اس نے دیکھ کر مریم کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خواب میں اس کو بتایا گیا کہ مت ڈر و صرف مشیت ایزدی سے یسوع نبی پیدا ہوگا۔

قیصر روم (اوغسطس) نے حاکم یہودیہ (ہیرودس اکبر) کو حکم دیا کہ اپنے علاقہ کی مردم شماری کرے۔ اس لئے یوسف کو اپنے گھر (بیت اللحم) جانا پڑا اور ایک سرائے میں وہاں پہنچ کر قیام کیا تو مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ سات روز کے بعد ہیکل میں ختنہ کیا گیا۔ پورب کے تین مجوسی مسیح علیہ السلام کا ستارہ دیکھ کر اور یہودیہ پہنچ کر بیت المقدس میں آٹھہرے اور مسیح کا پتہ پوچھا تب بادشاہ نے نجومیوں سے پوچھ کر ان کو بتایا کہ وہ بیت اللحم میں پیدا ہوا ہے۔ تم وہاں جاؤ اور واپس ہو کر مجھے ملنا۔ مجوسی ستارے کے پیچھے ہو لئے اور بیت اللحم میں جا کر مسیح پر نیاز چڑھائی۔ بچہ نے خواب میں کہا کہ تم بادشاہ سے نہ ملو۔ تب وہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے۔ یوسف مریم کو مصر لے آیا اور پیچھے بیت اللحم کے بچوں کو مار ڈالنے کا حکم جاری ہوا۔ (کیونکہ حاکم کو یسوع سے بڑا خطرہ تھا) اور یوسف حاکم کی وفات تک مصر ہی رہا۔ سات سال کے بعد یوسف یہودیہ سے واپس آیا تو



ارخیلاؤں بن ہیرودس وہاں کا بادشاہ تھا۔ اس لئے اس سے ڈر کر جلیل میں چلا گیا۔ یسوع بارہ سال کا ہوا تو بیت المقدس سجدہ کرنے آیا اور لوگوں سے بحث کی۔ جس سے وہ دنگ رہ گئے تو والدین کے ہمراہ ناصرہ میں آٹھرا۔

یسوع علیہ السلام تیس برس کا ہوا تو جبل زیتون پر زیتون لینے کو پھر ماں بیٹا دونوں گئے تو بعد از نماز یسوع علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ وہ یہود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ والدہ نے تصدیق کی کہ مجھے یہ پہلے ہی بتایا گیا تھا، تو تبلیغ کے لئے یسوع پہلی دفعہ بیت المقدس آئے اور راستہ میں ایک کوڑھی کو دعاء سے اچھا کیا تو اس نے چلا کر کہا کہ اے بنی اسرائیل اس نبی کی پیروی کرو۔

تب آپ دوسری دفعہ معہ یہود کے ہیکل میں نماز پڑھنے کے لئے بیت المقدس آئے اور شہر میں شور مچ گیا۔ کانہوں نے منبر پر کھڑا کر کے لوگوں کو وعظ سننے کا حکم دیا اور آپ نے وعظ میں تمام فقیروں، استادوں اور علمائے بنی اسرائیل کو خصوصیت سے اڑے ہاتھوں لیا۔ تب وہ باطنی طور پر مخالف بن گئے۔ مگر بظاہر تسلیم کیا اور آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ تبلیغ کے لئے وہاں سے چل دیئے۔

چند دن بعد مسیح علیہ السلام جبل زیتون پر دوسری دفعہ گئے اور وہاں ساری رات نماز میں دعاء کی کہ مجھے پوجاریوں سے بچا جو میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صبح خدا کی طرف سے کہا گیا کہ دس لاکھ فرشتے تیری حفاظت کریں گے۔ جب تک کہ تیرا کام انتہاء تک نہ پہنچے اور دنیا کا اختتام نہ ہو۔ تب تک تم نہ مرو گے۔ تو آپ نے سجدہ کیا اور ایک دنبہ قربانی کیا۔ پھر اردن کے گھاٹ سے عبور کر کے چلے گئے اور چالیس دن روزہ رکھا۔ پھر اور شلیم تیسری بار واپس آ کر تبلیغ کی اور لوگ مطیع ہو گئے۔ جن میں سے آپ نے بارہ حواری چن لے اور اؤس، پطرس، برنابا (برنباس جس نے یہ انجیل لکھی)، متی، عشار، یوحنا، یعقوب، اتل اؤس، یہودا، مہر تو لواماؤس، فیلیس، یعقوب ثانی، یہوداخر یوطی غدار۔

عید مظال کے موقع پر ایک امیر نے ماں بیٹے دونوں کو مدعو کیا اور آپ نے وہاں پانی کو شراب بنایا اور حواریوں کو وعظ کی کہ سیاح بنو اور تکلیف سے نہ گھبراؤ۔ اشعیا کے وقت دس ہزار نبی کا قتل ہوا تھا۔ ایک گال پر تھپڑ پڑے تو دوسری آگے کر دو۔ آگ پانی سے بجھتی ہے۔ آگ سے نہیں بجھتی۔ خدا ایک ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے۔ نہ باپ۔ پھر دس کوڑھی جو آپ کی دعاء سے اچھے ہو گئے۔ ان سے کہا کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ لوگوں سے جا کر کہو کہ ابراہیم علیہ السلام

سے جو وعدے خدا نے کئے تھے نزدیک آرہے ہیں۔ پھر آپ دوسری دفعہ ناصرہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جہاز ڈوبنے لگا۔ مگر آپ کی دعاء سے بچ گیا۔ ناصرہ میں علماء نے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ بے ایمانوں کو نشانی نہیں ملے گی۔ کیونکہ کوئی نبی اپنے وطن میں قبول نہیں کیا جاتا۔ اس پر لوگوں نے آپ کو سمندر میں ڈبونا چاہا۔ مگر آپ بچ گئے۔

پھر آپ کفرناحوم میں آئے اور ایک کا شیطان دور کیا۔ لوگ ڈر گئے اور کہا کہ اس علاقہ سے نکل جاؤ۔ تو آپ صور اور صیدا میں آئے اور کنعانی عورت کا جن نکالا۔ اگرچہ وہ یہودی نہ تھی اور آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے۔

دوسری دفعہ عید مظال کے وقت آپ چوتھی دفعہ اور شلیم میں آئے اور پوجاریوں کو بحث میں لا جواب کیا۔ اتنے میں ایک بت پرست نے اپنے بیٹے کے لئے آپ سے دعاء کروائی تو وہ تندرست ہو گیا اور گھر جا کر باپ نے بت توڑ ڈالے۔ پھر آپ نے توحید کی طرف پوجاریوں کو دعوت دی اور بیمار مذکور کا ذکر کر کے ان کو نام کیا تو وہ قتل کے درپے ہو گئے۔ اس لئے آپ وہاں سے صحراء اردن میں آ گئے اور چار حواریوں کے شکوک رفع کئے اور انہوں نے باقی آٹھ حواریوں کو بھی سمجھا دیا۔ مگر یہود آخر یوٹی نہ سمجھا۔

پھر آپ کو فرشتہ نے پانچویں دفعہ اور شلیم بھیجا تو آپ نے ہفتہ کے دن تبلیغ کی تو پوجاریوں کا سردار کہنے لگا کہ تم ہمارے خلاف تبلیغ نہ کرو۔ آپ نے کہا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ جو خدا سے نہیں ڈرتے اور جنہوں نے کئی نبی مار ڈالے اور ان کو کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ رئیس الکہنہ نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر لوگوں سے ڈر گیا۔

نبوت کے دوسرے سال آپ نائین کو پہلی دفعہ گئے۔ وہاں آپ نے ایک بیوہ کا لڑکا بڑے اصرار کے بعد زندہ کیا اور لوگ عیسائی ہوئے۔ مگر رومانیوں نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تو ایسے پیر کو خدا جانتے ہیں۔ تم نے تو کچھ قدر ہی نہیں کی۔ اب شیطان کے بہکانے سے اختلاف رائے پیدا ہو گیا تو ایک فرقہ نے کہا کہ یہ خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا محسوس نہیں ہوتا۔ اس لئے خدا کا بیٹا ہے اور تیسرا توحید کا قائل رہا اور آپ کفرناحرم میں چلے گئے اور ایک مجمع کثیر میں آپ تبلیغ کر کے جنگل کو نکل گئے۔

ایک دفعہ قریہ السامریہ پہنچے تو انہوں نے روٹی بھی نہ دی تو یعقوب اور یوحنا نے کہا کہ آپ بددعاء کریں کہ ان پر آگ برے۔ آپ نے فرمایا کیا صرف اس لئے کہ انہوں نے ہم کو روٹی نہیں دی۔ کیا تم نے ان کو رزق دیا ہے؟

یونس علیہ السلام نے نینوی والوں کو بددعاء دی تھی تو آپ کے جانے کے بعد انہوں نے توبہ کر لی تھی وہ توبہ گئے مگر آپ کو مچھلی نے نگل کر نینوی کے پاس پھینک دیا تھا۔ تب دونوں حواری تائب ہوئے۔

چھٹی بار آپ عید فصیح منانے اور شلیل آئے۔ وہاں بیت الصدے چشمہ پر ایک لوہنجہ ۳۸ سال سے بیٹھا تھا اور جب چشمہ میں جوش آتا تھا تو بیمار اس میں جا کر شفا حاصل کرتے تھے۔ مگر اس کو کسی نے اندر نہ جانے دیا تھا۔ آپ نے دعاء سے اس کو اچھا کیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے تبلیغ کی اور بحث میں پوجاریوں کو لا جواب کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر حدود قیصریہ میں آئے اور حواریوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ پطرس نے جواب دیا کہ آپ خدا کے بیٹے ہیں۔ تب آپ نے ناراض ہو کر اس سے توبہ کرائی۔ مگر عام لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر جم چکا تھا تو آپ شلیل میں چلے آئے اور بیماروں کو اچھا کیا۔

رات کو حواریوں سے کہا کہ اب امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ تب فرشتہ نے بتایا کہ یہود آپ کا اندرونی دشمن ہے۔ وہ کاہنوں سے اندرونی سازش رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایک حواری ہلاک ہوگا۔ برنباس نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ میں دنیا سے جاتا ہوں۔ میرے بعد ایک رسول آئے گا۔ جو میری تصدیق کرے گا اور بت پرستی کو دور کرے گا۔ پھر آپ کو سینا پر چلے گئے اور چالیس دن وہیں رہے۔ پھر اور شلیل کو ساتویں دفعہ چلے راستہ میں کسی نے کہا یہ اللہ ہے اور اپنی قوم کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے کہا: ”نہیں میں بشر ہوں۔“

اس کے بعد آپ صحرائے تیرو میں گئے اور حواریوں کو نماز روزے کی تلقین کی اور ان کو کھانا لانے کے واسطے کسی بستی میں بھیجا۔ تو سب چلے گئے۔ مگر برنباس آپ کے پاس رہا تو آپ نے فرمایا کہ: ”اے برنباس میرا ایک شاگرد مجھے تیس روپے پر بیچ دے گا اور میرے نام پر قتل کیا جائے گا۔ خدا مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالے گا اور اس شاگرد خدا کی شکل تبدیل کر دے گا اور ہر ایک بھی سمجھے گا کہ وہ مسیح ہے۔ مگر جب مقدس رسول آئے گا تو میرے نام سے یہ دھبا اڑا دے گا۔ خدا تعالیٰ یہ قدرت اس لئے دکھائے گا کہ میں نے مسیحا کا اقرار کیا ہے۔ جو مجھے یہ بدلہ دے گا کہ میں زندہ ہوں اور موت کے دھبے سے بری ہوں۔ برنباس نے کہا کہ آپ مجھے بتائیے وہ شاگرد کون ہے۔ میں اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالوں آپ نے نہ بتایا اور کہا میری ماں کو یہ بات بتا دو تاکہ اس کو تسلی رہے۔“

تب آپ نے آٹھویں دفعہ اور شلم آ کر تبلیغ کی اور پوچاریوں نے رومانی فوج کو اطلاع دی کہ آپ بت پرستی کو برا کہتے ہیں۔ اس لئے وہ واجب القتل ہیں۔ مگر آپ کو نہ پاسکے۔ کیونکہ آپ بحر جلیل میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے۔ مگر لوگوں نے ہجوم کیا تو آپ نے لنگر ڈال کر ان کو ساحل کے قریب تبلیغ کی اور نائن کو دوسری بار چلے گئے۔ وہاں ایک یتیم کے گھر قیام کیا اور اسکی ماں نے بڑی خدمت کی۔ تب لوگوں نے مشورہ کیا کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں۔ مگر آپ وہاں سے بھاگ گئے اور پندرہ دن تک حواریوں کو بھی نہ ملے۔ تب یوحنا، یعقوب اور برنباس نے آپ کو پا کر عرض کی۔ اے معلم! تو ہم سے کیوں بھاگ گیا تھا۔ کہا کہ: ”اس لئے بھاگا ہوں کہ شیطانی فوج میرے قتل کے سامان کر رہے ہیں۔ دیکھ لو گے کہ پوجاری حاکم رومانی حاکم سے میرے قتل کا حکم حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ ان کو میرے بادشاہ بننے کا خطرہ لگا ہوا ہے اور میرا ایک شاگرد مجھ کو ان کے حوالے کر دے گا۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام مصر میں بیچا گیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ اس کو پکڑوا دے گا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حکم پورا ہوگا۔ (چاہ کن را چاہ در پیش) مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا کر دنیا سے اٹھالے گا۔“

دوسرے دن آپ کے شاگرد دو دو ہو کر حاضر ہوئے اور باقیوں کا انتظار دمشق میں کیا تو ان کو موت کے متعلق وعظ کیا کہ: ”انسان کو عارضی گھر کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اصلی وطن (آخرت) کا سامان کرنا چاہئے۔ پھر کہا کہ میں تم کو اس لئے نہیں کہتا کہ میں اب مرجاؤں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں دنیا کے اختتام تک زندہ رکھا جاؤں گا۔“

یہود آپ کا توشہ دان سنبھالے رہتا تھا کہ جس میں نذرانے ہوتے تھے۔ صرف اس خیال سے کہ آپ جب بادشاہ بن جائیں گے تو مجھے بھی اچھا عہدہ مل جائے گا۔ اب انکاری ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ضرور جان لیتا کہ میں اس کا چور ہوں۔ حکیم ہوتا تو سلطنت لینے سے نہ بھاگتا۔ اب اس نے رئیس الکہنہ کو وہ تمام ماجرا سنا دیا جو نائین میں پیش آیا تھا تو پوچاریوں نے یہ سوچا کہ آپ ہماری بت پرستی سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیانی اسماعیل سے ہوگا اور داؤد علیہ السلام سے نہیں آئے گا اور لوگوں میں آپ کی قبولیت بہت عام ہو چکی ہے اور لوگ آپ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ حاکم رومی سے مدد لے کر آپ کورات کے وقت گرفتار کیا جائے ورنہ اس کی بادشاہی میں ہم تباہ ہو جائیں گے۔

اس وقت تمام شاگرد دمشق میں تھے۔ آپ ہفتہ کی صبح کو ناصرہ تیسری دفعہ چلے آئے

اور لوگوں سے ملاقات کر کے یہودیہ چلے گئے۔ راستہ میں شاگردوں نے ہر چند روکا مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا تم موجودہ فریسیوں کے خیر سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ خیر کی ایک گولی من بھرا آئے کو خیر بنا دیتی ہے۔

پھر نو دین دفعہ اور شلیم میں آئے اور فوج گرفتار کرنے کو آئی۔ مگر قابونہ پاسکی تو نہر اردن عبور کر کے آپ صحرا میں چلے گئے۔ پوچاریوں نے آ کر بحث کی تو تنگ ہو کر سنگباری شروع کر دی۔ مگر آپ بچ نکلے اور وہ آپس میں ہی ہزار آدمی تک مر گئے تو آپ مع اصحاب کے سمعان کے گھر آ گئے۔ یثوقدیموس نے کہا کہ آپ اور شلیم نے نکل کر قدرون کے نالہ سے پار چلے جائیں تو آرام میں رہیں گے۔ آپ کی والدہ کو فرشتہ نے سب حال بتایا تو روتی ہوئی اور شلیم آئیں اور اپنی بہن مریم سالومہ کے گھر قیام کیا۔

اب رئیس الکہنہ نے یورشلم میں جلسہ کیا۔ جس میں کچھ لوگ اس کی تقریر سن کر مرتد ہو گئے اور پوچاری ہیرودس اصغر کے پاس چلے گئے۔ اس سے فوج لے کر آپ کو تلاش کرنے لگے۔ مگر نہ پایا۔ اسی رات آپ نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور جہاں جاؤں گا تکلیف محسوس نہ کروں گا۔ یثوقدیموس کے باغ میں آپ رہتے تھے کہ ایک دن آپ نے یہود اعدار سے فرمایا کہ جو تمہیں کرنا ہے جاؤ کرو تو وہ مخبری کرنے کو اور شلیم چلا گیا۔ دوسروں نے سمجھا کہ عید فصیح کے لئے کچھ خریدنے گیا ہے تو یہودانے رئیس سے جا کر کہا کہ اگر تیس روپے دے دو تو میں آج ہی حضرت مسیح علیہ السلام کو بمعہ گیارہ حواریوں کے تمہارے قبضہ میں کر دوں گا۔ رئیس نے رقم ادا کر کے یہودا کے ہمراہ ایک دستہ فوج کا مشعلیں اور ہتھیار دے کر روانہ کر دیا۔

اس رات آپ نے یہودا کو روانہ کر کے یثوقدیموس کے باغ میں سورکت نماز پڑھی اور جب فوج آئی تو آپ نے حواریوں کو گھر جا کر جگایا۔ مگر وہ نہ جا گئے۔ جب خطرہ زیادہ ہو گیا تو خدا نے جبرائیل، رفائیل اور اوریل کو بھیج کر گھر کی جنوبی کھڑکی سے آپ کو اٹھالیا اور تیسرے آسمان پر اپنے پاس رکھ لیا۔

تب یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں سے آپ اٹھائے گئے اور شاگرد دسورہ تھے اور اس نے ان کو جگانا شروع کر دیا تو خدا تعالیٰ نے اس وقت اپنی قدرت دکھائی کہ وہ بیولی اور شکل میں آپ کے مشابہ بن گیا اور حضرت مسیح کو تلاش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ یہ وہی مسیح ہے تو ہم نے کہا کہ: ”اے معلم تو ہی تو ہمارا معلم ہے کیا تو ہم کو بھول

گیا ہے۔“ اس نے مسکرا کر کہا احمقوا! یہود! اسخر یوٹی کو نہیں جانتے ہو۔ اتنے میں سپاہی اندر آ گئے اور اس کو مسیح سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ ہر چند اس نے کہا کہ میں وہ مسیح نہیں ہوں۔ مگر انہوں نے اسے مخول سمجھ کر ایک نہ سنی۔ کہا کہ: ”میں ہی تو تم کو لایا ہوں تم مجھے ہی باندھ لو گے؟“ سپاہیوں نے جانا کہ وہ ان سے فریب کرتا ہے۔ تب انہوں نے اس کو کئے اور لاتیں مار کر ذلیل کیا اور شلیل کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور یوحنا اور پطرس ساتھ گئے اور انہوں نے برنباس سے آ کر کہا کہ تمام کاہن جمع تھے اور قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا اور یہود نے وہاں دیوانگی سے بہت باتیں کیں۔ مگر انہوں نے مخول سمجھا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہی وہ مسیح علیہ السلام ہے اور موت سے ڈر کر باتیں بناتا ہے اور جنون کا اظہار کر رہا ہے۔

صبح جلسہ ہوا اور رئیس الکھنہ نے گواہی لی کہ یہی مسیح ہے۔ میں یہ کیوں کہوں کہ رئیس نے ہی جانا کہ وہ مسیح ہے۔ بلکہ تمام شاگردوں نے بھی اعتقاد سے کہا کہ یہ وہی مسیح علیہ السلام ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام بھی اپنے اقارب و احباب کے ہمراہ وہیں آ گئیں۔ آپ نے بھی یہود کو اپنا بیٹا مسیح سمجھ کر رونا شروع کر دیا۔ برنباس کہتا ہے کہ خدا کی قسم مجھے اس وقت وہ بات بالکل بھول گئی تھی کہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں دنیا سے اٹھالیا جاؤں گا اور دوسرا شخص میری جگہ عذاب دیا جائے گا اور میں دنیا کے خاتمہ تک نہ مروں گا۔ تب برنباس، یوحنا اور مریم علیہا السلام صلیب کے پس گئی تو یہود کو مشکلیں باندھ کر رئیس کے سامنے لائے۔ تب اس نے تعلیم اور شاگردوں کے متعلق پوچھا۔ مگر یہود نے جواب نہ دیا۔ گویا کہ وہ دیوانہ ہے۔ پھر خدا کی قسم دلا کر پوچھا کہ سچ کہو تب اس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں وہی یہود اسخر یوٹی ہوں کہ جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں مسیح کو تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ مگر میں نہیں جانتا کہ تم کیوں پاگل ہو گئے ہو اور چاہتے ہو کہ میں ہی مسیح ناصری بن جاؤں؟

تب اسے مشکلیں باندھے ہوئے پیلطس (حاکم اور شلیل) کے پاس لے گئے اور وہ درپردہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خیر خواہ تھا اور چونکہ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یہود ہی مسیح ہے۔ اس لئے کمرہ میں لے جا کر پوچھنے لگا کہ مسیح بتاؤ کہ رئیس الکھنہ نے معہ تمام قوم کے کیوں تجھ کو میرے سپرد کیا ہے کہا کہ میں سچ کہوں گا تو تم نہیں مانو گے۔ حاکم نے کہا کہ میں یہودی نہیں ہوں۔ سچ بتاؤ مجھے اختیار ہے کہ چھوڑ دوں یا قتل کروں کہا کہ میں یہود اسخر یوٹی ہوں اور یسوع جادوگر نے مجھے اپنی شکل پر بدل دیا ہے۔ مگر رئیس اور قوم نے شور مچایا کہ یہی مسیح ناصری ہے۔ ہم اسے خوب پہچانتے ہیں۔ تب حاکم نے خود بری الذمہ ہونے کے لئے اس کو میر دس اصغر کے پاس بھیج دیا۔

کیونکہ مسیح کوہ جلیل کا باشندہ تھے۔ یہودانے وہاں بھی جا کر انکار کیا۔ مگر اوروں کی طرح ہیرودس نے بھی اس پر ہلسی اڑائی اور اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے۔ جو پاگلوں کا امتیازی لباس تھا اور بیلاطس کے پاس واپس روانہ کر دیا اور کہا کہ بنی اسرائیل کو انصاف عطاء کرنے میں کمی نہ کرے۔ تب اس نے اس کو ان کے حوالے کر دیا کہ مجرم ہے اور موت کا مستحق ہے تو وہ اسے حجمہ پہاڑی پر لائے۔ جہاں صلیب دیا کرتے تھے۔ وہاں اسے ننگا کر کے صلیب پر لٹکا دیا تو یہود سخت چلایا۔ برنباس کہتا ہے کہ یہود کی آواز چہرہ اور تمام شکل حضرت مسیح علیہ السلام کے مشابہ ہونے میں یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شاگردوں اور مؤمنین تمام نے یہی سمجھا کہ وہ مسیح ہے۔ تب بعض لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو جھوٹا نبی سمجھ کر مرتد ہو گئے۔ کہتے تھے کہ اس کے معجزات جادو تھے اور یہ کہنا غلط نکلا کہ میں نہیں مروں گا۔ جب تک کہ دنیا کا خاتمہ قریب نہ ہو جائے اور وہ دنیا سے لے لیا جائے گا اور جو لوگ دین پر مضبوطی سے قائم رہے انہوں نے بہت غم کیا اور آپ کا کہنا بالکل بھول گئے۔ کیونکہ انہوں نے یہود کو آپ سے بالکل ہی مشابہ دیکھا تھا اور اسی غلط فہمی میں یعقوب یموس اور یوسف اباریمائٹائی کی سفارش سے یہود کی لاش بیلاطس سے حاصل کر کے یوسف کی نئی قبر میں (جو اس نے پہلے بنا رکھی تھی) ایک سورطل خوشبو بھر کے یہود کو دفن کیا۔

تب برنباس، یعقوب اور یوحنا مریم علیہا السلام کے ہمراہ ناصرہ گئے اور وہ فرشتے جو مریم علیہا السلام کے محافظ تھے آسمان پر گئے اور تمام ماجرا مسیح علیہ السلام سے کہا تو آپ نے والدہ کا غم سن کر خدا سے دعاء مانگی کہ: ”مجھے والدہ سے ملنے کی اجازت ہو“ تب فرشتے اپنی حفاظت میں آپ کو نور کے شعلوں میں مریم علیہا السلام کے گھر واپس لے آئے۔ جہاں آپ کی والدہ اور دونوں خالہ مرثا اور مریم مجددیہ اور برنباس، یوحنا، یعقوب اور پطرس مقیم تھے آپ کو دیکھ کر یہ سب بیہوش ہو گئے۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ میں زندہ ہوں۔ تب والدہ نے پوچھا کہ بیٹا تو پھر خدا نے تیری تعلیم کو کیوں داغدار بنایا اور کیوں اقارب و احباب کے نزدیک تیری موت دکھلائی اور بدنام کیا۔ فرمایا! اماں! سچ جانو میں نہیں مرا اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمہ تک محفوظ رکھا ہے۔ یہ کہہ کر چار فرشتوں کو شہادت کے لئے طلب کیا۔ تب فرشتوں نے تصدیق کی۔ تب برنباس نے پوچھا کہ چوروں کے درمیان قتل ہونے کا دھبہ تو آپ پر ہمیشہ لگا رہے گا۔ فرمایا کہ میرے بعد محمد رسول اللہ ﷺ آئیں گے اور یہ دھبا اڑائیں گے اور لوگوں پر واضح کر دیں گے کہ میں زندہ ہوں۔ پھر برنباس کو آپ نے اپنے خیالات قلمبند کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ میری والدہ کو جبل زیتون میں لے جاؤ۔ کیونکہ وہاں سے آسمان کو چڑھوں گا۔ تب میں مریم علیہا السلام کو وہاں لے گئے اور



فرشتے تمام کے سامنے مسیح علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ انجیل صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ بجسم عنقریب آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہود اپنے کفر کردار میں مشابہ با مسیح بن کر مصلوب ہو اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اخیر میں یہ بھی فرمادیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ (احمد، محمد، مسیا) آپ سے قتل صلیب کا دھبہ اٹھادیں گے۔ اب ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہم کس زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ: ”یاقسی من بعدی اسمہ احمد“ کی پیشین گوئی سے مراد مرزا قادیانی ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی تو یہود کے موافق اپنے زعم باطل میں آپ کو قتل اور مصلوب کر چکے تھے اور دشمنان اسلام کو اپنی طرف سے کامیابی دے چکے تھے۔ صرف ہڈی توڑنے کے سوا باقی سارا کام ختم ہو چکا تھا۔

## ۱۵..... اسلامی تصریحات اور حیات مسیح علیہ السلام

الف..... مؤرخ طبری لکھتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور یوسف (بچپاز اور شہ دار) دونوں ایک مسجد میں خادم تھے۔ جو جبل صیہون کے پاس تھی۔ آپ ایک دن چشمہ سے پانی لینے گئیں تو جبرائیل علیہ السلام نے نفع کیا۔ جس سے آپ کو حمل رہ گیا۔ یوسف نے بدظن ہو کر پوچھا کہ کیا بیچ کے سوا بھی کوئی پودا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ سب پودے ابتداء میں بغیر بیج کے تھے۔ آدم علیہ السلام کا بھی ماں باپ نہ تھا تو یوسف خاموش ہو گئے اور جب وضع حمل کے آثار پیدا ہوئے تو یوسف آپ کو مصر لے گئے۔ ابھی دور ہی تھے کہ دروزہ شروع ہو گیا تو گدھے پر سے اتر کر ایک کھجور کے نیچے ڈیرہ لگا دیا اور وہاں حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ سردی کا موسم تھا۔ فرشتوں نے آکر آپ کو تسلی دی اس رات تمام بت سرنگوں ہو گئے۔ شیاطین آلکے مگرنا کام رہے اور یہ عہد کیا کہ اس کی زندگی میں اس کا کام تمام کر ڈالیں گے۔ مجوسی ستارہ دیکھ کر مر، لوبان اور سونا کی نیاز چڑھا گئے۔ کیونکہ مر سے شفا ہوتی ہے اور اس نبی سے شفا حاصل ہوگی۔ لوبان اس لئے کہ اس کا دھواں سیدھا آسمان کو جاتا ہے اور یہ نبی بھی سیدھا آسمان کو جائے گا اور سونا اس لئے کہ تمام مال و دولت کا سردار ہے اور یہ نبی بھی اپنے زمانہ میں بہترین شخص ہوگا۔ (ہیردوس کا قصہ مذکور ہے) پھر بارہ سال آپ مصر میں رہے۔ (اور یہی ربوہ کا مقام ہے) آپ زمیندار کے گھر رہتے تھے۔ ایک رات اس کی چوری ہو گئی۔ تو آپ نے وہاں کے خیرات خوارج جمع کر کے ایک اندھے اور ایک لوہنے کو پکڑ کر کہا کہ تم نیچے بیٹھو اور اندھے کو کاندھے پر اٹھاؤ۔ اس طریق سے وہ زمیندار کے خزانہ تک پہنچ گئے تو آپ نے ان کو چور ثابت کیا اور واپس شام آ گئے۔ تیس سال کے تھے کہ آپ کو نبوت ملی اور تین برس بعد خدا نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔



ب..... ایک روز تین شیطانوں نے انسانی بھیس میں ایک جلسہ کیا لوگ جمع ہوئے تو ایک شیطان نے کہا کہ مسیح خود خدا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ خدا رحم میں نہیں آتا۔ یہ خدا کا بیٹا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ دوسرا مستقل خدا ہے۔ اب عیسائیوں میں شرک پیدا ہو گیا اور جب واقعہ صلیب قریب تھا تو آپ نے حواریوں سے کہا کہ میرے لئے تاخیر اجل میں دعاء کرو۔ مگر وہ سب سو گئے اور دعاء نہ کرنے پائے تو آپ نے فرمایا کہ میں جاتا ہوں اور ایک حواری تمیں درہم سے مجھ کو بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ وہ تیس درہم رشوت لے کر آپ کو گرفتار کرانے آیا تو وہ خود ہی آپ کا شبیہ بن گیا اور انہوں نے اس کو صلیب دے دیا اور آپ نے بعد از صلیب ایک اور جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ تب حواری گئے تو ایک کم تھا اور وہ نہ تھا کہ جس نے بخبری کی تھی۔ کسی نے کہا کہ وہ پھانسی لے کر مر گیا ہے۔ وہب کہتے ہیں کہ سات گھنٹے مسیح علیہ السلام مرے تھے۔ پھر زندہ کر کے اٹھائے گئے۔ عیسائیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ پھر آسمان سے اتر کر مریم مجدلیہ کے ہاں اتر کر حواریوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ پطرس اور پولس روما کو گئے۔ (پولس حواری نہ تھا) متی اور اندراہس انسان خواروں کے ملک کو فیلیپس افریقہ کو نجس فوس (قریہ اصحاب الکہف) کو یعقوب اور شلیم کو ابن تلماعرب کو اور سیمون بربر کو روانہ ہوئے اور جو حواری باقی رہ گئے ان کو یہودیوں نے دھوپ میں بٹھا کر عذاب دینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سلطان روم نے عیسائیت قبول کی تو یہودیوں کو مار ڈالا اور صلیب پرستی شروع ہو گئی۔

ج..... ”قال الطبری ملك الشام صار بعد طيباريوس الى جايوس ثم ابنه قلوديوس ثم نيرون الذي قتل بطرس وبولس وصلبه مكساثم بوطلايوس ثم اسفسيالوس وبعد رفع عيسى اربعين سنة وجه ابنه ططوس فهدم بيت المقدس وقتل اليهود ثم اخرون ثم هرقل . فالزمان بين تخريب بخت نصر الى الهجرة الف سنة وبين ملك الكندر والهجرة ٩٢١ سنة وبين ظهوره ومولد عيسى ٣٠٣ سنة وبين مولده وارتفاعه ٣٢ سنة وبين ارتفاعه الى الهجرة ٥٨٦ سنة (فانظر واكيف اعد مرار اللفظة الارتفاع)“

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ جب یہود نے آپ کو ایذا رسائی شروع کی تو آپ بعد والدہ کے سفر میں ہی رہنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے حاکم دمشق کے پاس شکایت کی بیعت المقدس میں ایک شخص بغاوت پھیلا رہا ہے تو اس نے حاکم بیت المقدس کی طرف حکم بھیجا کہ ایسے

آدمی کو فوراً سولی چڑھا کر قتل کر دو۔ جب یہودی گرفتار کرنے کو آئے تو اس وقت آپ اپنے حواریوں میں بیٹھے تھے (کہ جن کی تعداد ۱۲ سے ۱۸ تک بتائی گئی ہے) تو انہوں نے بروز جمعہ بعد العصر آپ کو محاصرہ میں لے لیا۔ تب آپ نے کہا کہ میرا شبیہ کون بننا چاہتا ہے تاکہ میری جگہ مصلوب ہو کر میرے ساتھ جنت میں جائے۔ ایک نو عمر جوان آدمی اٹھا۔ آپ نے ہر چند ٹالا مگر اس کے سوا کسی نے جرأت نہ کی۔ تو جس کوٹھری میں تھے اس کا ایک روشندان کھول کر نیند کی حالت میں آپ کو فرشتے آسمان پر لے گئے۔ جب کوٹھری سے حواری باہر آ گئے تو شبیہ کو لے جا کر صلیب پر لٹکا دیا۔ اب جو لوگ کمرہ میں تھے انہوں نے کہا کہ صبح آسمان پر ہے اور جو لوگ باہر تھے ان کو یقین ہو گیا کہ صبح کو انہوں نے قتل کر ڈالا ہے۔

ابن جریر نے خود آنحضرت ﷺ کا بیان بھی نقل کیا ہے کہ قیامت سے پہلے اہل روم رابن یا عمان میں اتریں گے۔ تو مدینہ شریف سے ایک لشکر مقابلہ کو نکلے گا اور رومی کہیں گے کہ ہمارے قیدی واپس کرو۔ تو مسلمان انکار کریں گے۔ پھر لڑائی شروع ہوگی تو ایک ٹلٹ مسلمان بھاگ جائیں گے۔ ایک ٹلٹ شہید ہوں گے۔ باقی ایک ٹلٹ روم پر فتح پائے گا اور قسطنطنیہ فتح کرے گا۔ غنیمت تقسیم ہو رہی ہوگی تو کوئی آواز دے گا کہ صبح دجال آ پڑا ہے تو وہ ملک شام میں پہنچیں گے تو دجال کو دیکھ لیں گے کہ وہ آ رہا ہے۔ تب لڑائی کی صفیں تیار کریں گے تو نماز فجر کا وقت ہو جائے گا۔ تب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ امام مہدی کہیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں مگر آپ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پھر جب آپ کی نظر دجال پر پڑے گی تو وہ نمک کی طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا۔ مگر آپ اپنے نیزہ سے اس کو خود جا کر قتل کریں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ معراج کی رات جب حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خدا سے وعدہ ہے کہ جب دجال ظاہر ہوگا تو میرے پاس دو نیزے ہوں گے تو وہ مجھے دیکھ کر پگھلنا شروع ہوگا اور جب یہود کا خاتمہ ہوگا اور لوگ واپس چلے جائیں گے تو یا جوج ماجوج نکل کر تباہی ڈالیں گے۔ تو میری دعاء سے خدا ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کے جسم بارش کے ذریعہ سمندر میں چلے جائیں گے تو پھر اس کے بعد قیامت آئے گی۔ (ابن ماجہ)

آپ نے یوں بھی فرمایا ہے کہ اس وقت (امام مہدی علیہ السلام کے ماتحت) تین شہر ہوں گے۔ ایک بحرین میں دوسرا شام میں اور تیسرا حیرہ میں۔ لوگ اختلاف رائے میں ہوں گے کہ صبح دجال ستر ہزار فوج لے کر نکلے گا کہ جن میں اکثر یہودی اور عورتیں ہوں گی اور ان کے سر پر

تاج ہوں گے۔ تب مسلمان جبل ایتق پر جمع ہوں گے اور بھوک سے تنگ آئیں گے اور تباہ آواز آئے گی کہ امداد نبی آگئی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام آئیں گے۔ (ابن ماجہ)

ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ خروج دجال کی خبر ہر ایک نبی دیتا رہا ہے۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ اگر میرے زمانہ میں ظاہر ہوا تو میں خود سنبھال لوں گا۔ میرے بعد ظاہر ہوا تو تم اپنا بندوبست کرو۔ شام و عراق کے درمیان خروج کرے گا۔ تو دائیں بائیں پھیلے گا۔ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ: ”انا نبی لا نبی بعدی“ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر کہے گا کہ میں رب ہوں۔ ایک آنکھ بیٹھی ہوگی۔ دوسری ابھری ہوئی۔ پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ جسے ہر خواندہ و ناخواندہ شناخت کر سکے گا۔ اس کے ہاتھ میں جنت اور دوزخ ہوں گے۔ تم کو اگر دوزخ میں ڈالے تو سورہ کہف پڑھو تا کہ اس کی آگ سرد ہو جائے۔ ایک عربی کے والدین زندہ کرے گا۔ تو دو شیطان اس کے والدین بن کر کہیں گے کہ بیٹا یہی رب ہے۔ اسے مان لو۔ ایک کو دو حصوں میں چروا ڈالے گا۔ پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہے گا۔ وہی جو تجھے اور مجھے پیدا کرنے والا ہے۔ تم دجال ہو۔ آج مجھے خوب اطمینان ہو گیا ہے۔ وہ بارش اور قحط بھی اپنے ساتھ رکھے گا۔ جو قوم اسے مانے گی اس کو بھرپور کر دے گا اور جو نہ مانے گا اسے تباہ کر دے گا۔ مکہ اور مدینہ پر چونکہ فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ اس لئے وہاں نہ جاسکے گا۔ مگر مدینہ شریف کے پاس ضریب احمر کے مقام پر کھڑا ہو کر لوگوں کو دعوت دے گا۔ تو منافق زن و مرد نکل کر اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ اس دن کا نام یوم الخلاص پڑ جائے گا۔ اس وقت عرب قلیل تعداد میں امام صاحب کے ماتحت بیت المقدس میں جمع ہوں گے تو صبح کی نماز میں نزول مسیح ہوگا۔ دجال دیکھ کر بھاگے گا تو آپ فرمائیں گے کہ تیرا قتل میرے ہاتھ سے مقدر ہے تو خود جا کر قتل کریں گے اور یہود کو شکست ہوگی۔ شجر و حجر بھی ان کو پناہ نہ دیں گے۔ صرف ایک غرقہ درخت کی آڑ میں پناہ لے سکیں گے۔ اس کی سلطنت چالیس دن ہوگی۔ یا جس مدت تک کہ خدا کی مرضی ہوگی۔ جن میں سے ایک دن ایک سال ہوگا اور آخری ایک سلطنت کا کہ ایک دروازہ سے نکل کر دوسرے تک پہنچو گے تو شام ہو جائے گی اور نماز اپنے اپنے وقت اندازہ لگا کر پڑھنا ہوگی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین سال پہلے ایک ایک حصہ کم ہوتے ہوتے بارش بالکل بند ہو جائے گی اور عبادت گزار تسبیح و تحلیل سے پیٹ بھر لیا کریں گے۔ (کنز العمال)

اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا عہد مبارک ہوگا۔ آپ حاکم عادل ہوں گے۔ یہود پہلے ہی تباہ ہو چکے ہوں گے تو اور بھی تباہ ہو جائیں گے۔ جزیہ قبول نہ ہوگا۔ صرف اسلام قبول

ہوگا۔ مال دولت آپ کے عہد میں بکثرت ہوگی اور لوگ سیراب ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک انار ایک کنبہ کو کافی ہو جائے گا۔ آپ صلیب اور خنزیر کو نیست و نابود کر دیں گے۔ عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ صرف خدا ہی کی پرستش ہوگی۔ قریش اپنی سلطنت پر قائم ہو جائیں گے۔ زمین جوان ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت جیسی نباتات نکالے گی۔ گھوڑے چند روپوں میں ملیں گے۔ کیونکہ دنیا میں امن قائم ہوگا۔ لڑائی کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔ بیل کی قیمت بڑھ جائے گی۔ کیونکہ کھیتی میں بہت ضرورت بڑھ جائے گی۔ نزول کے وقت آپ کے سر سے پانی کے قطرے گرتے ہوں گے۔ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ آپ پر دو زعفرانی چادریں ہوں گی۔ آپ کے دم سے یہودی خود ہی بھسم ہوں گے۔ باب لد میں دجال کو قتل کریں گے۔ دمشق کے مشرقی جانب سپید مینار کے پاس ٹھہریں گے۔ آپ فوجِ روحاء کے مقام سے حج بھی کریں گے۔ آپ شادی کریں گے۔ آپ کے بچے ہوں گے۔ آپ کی وفات پر اہل اسلام جمع ہو کر نماز جنازہ پڑھیں گے اور روضہ نبویہ میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔ (کنز العمال)

یاجوج ماجوج کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامِ جبل طور پر ہوگا اور یہ قوم بکیرہ طبریہ کو بھی پی کر خشک کر دے گی۔ پھر ان کے آخری حصہ کا گذر ہوگا تو کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔ مسلمان ایسے تنگ ہوں گے کہ ایک بیل کا سر یا خود ایک بیل سو درہم سے زیادہ عزیز ہوگا۔ حضرت کی بددعاء سے ان کو پھوڑا نکل کر تباہ کر دے گا اور ان کی لاشوں سے بدبو پھیل جائے گی۔ پھر دعاء کریں گے تو بڑے بڑے پرند ان کی لاشیں اٹھا لے جائیں گے اور بعد میں بارش ہو کر زمین صاف ہو جائے گی اور خوب کھیتی ہوگی۔ اس کے بعد ایک ہوا چلے گی تو مسلمان مرجائیں گے اور بے ایمان باقی رہیں گے۔ جن پر قیامت قائم ہوگی۔ (کنز العمال)

ان تصریحات کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی سلطنت ملکِ شام میں اس وقت ہوگی کہ قسطنطنیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ عرب کی سلطنت از سر نو قائم ہوگی۔ یہودی قوم کا نادجالِ خدائی دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے گا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے یہودی سلطنت بالکل تباہ ہو جائے گی اور ملکِ شام میں آپ کم از کم چالیس سال حکومت کریں گے اور صاحبِ اولاد ہو کر مدینہ شریف میں روضہ نبویہ کے اندر دفن ہوں گے اور بعد اسلام مٹ جائے گا اور بدکرداروں کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

(کنز العمال، ابن جریر)

یہ واقعات بالکل صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ السلام ملک شام میں ظاہر ہوں گے۔ ان کا تعلق ہندوستان وغیرہ میں نہیں ہے اور جو لوگ اس پیشین گوئی کو افسانہ خیال کر کے تکذیب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ زمانہ کے انقلابات میں آئے دن کئی ایک نئی نئی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں کہ جن کا کسی کو وہم و خیال تک بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے ممکن ہے۔ بلکہ یقین ہے کہ اندرون عرب میں ایسے واقعات پیش آئیں جن کا اثر قسطنطنیہ تک بھی پہنچ جائے۔ اگرچہ اس وقت اس پیشین گوئی کے آثار موجود نہیں ہیں۔ لیکن موجود ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ خدا جب چاہتا ہے تو گریٹ وار پیدا کر کے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیتا ہے اور مسلمان ایسے مٹ جاتے ہیں کہ لنگوٹی سنبھالنے کو مستقل حکومت خیال کر لیتے ہیں۔

جس طرز پر اسلامی تصریحات نے ظہور مہدی اور نزول مسیح کو پیش کیا ہے وہ حاکمانہ رنگ ہے۔ محکومانہ یا رعینانہ بواہر اس میں نہیں آتی اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ ان کے ظہور پذیر ہونے میں کچھ اشکال بھی نہیں۔ گو آج تک مجموعی طور پر یہ تمام واقعات پیش نہیں آئے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سرے سے ناممکن ہیں۔ دنیا کی مادی ترقی، انکشافات جدید اور علوم و فنون کی تبدیلیاں یا اقوام میں سیاسی اور تمدن انقلابات یہ سب کے سب ایسے امور ہیں کہ جن کے سامنے اس پیشین گوئی کا اظہار اصلی رنگ میں دکھائی دینا کوئی ناممکن بات نہیں رہ جاتا اور جن لوگوں نے غلبت پسندی سے یا اس پیشین گوئی کے بعض الفاظ کی بنیاد پر یا کسی غلط فہمی اور مغالطہ اندازی سے یہ یقین کیا ہے یا یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں یا یہ کہ ان کا جائے وقوعہ ہندوستان یا کوئی دوسرا ملک ہے۔ انہوں نے دیدہ و دانستہ اس پیشین گوئی کے تمام اجزاء پر نہ کبھی خود غور کیا ہے اور نہ کسی کی توجہ اس کی طرف منعطف ہونے دی ہے۔ ورنہ بالکل صاف ہے کہ خروج مہدی اور نزول مسیح کے آثار ابھی تک نمایاں طور پر کہیں بھی نمودار نہیں ہوئے اور قیامت کے آثار جو ۲۰۰ھ سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں البتہ ان میں ترقی ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں کب تک پایہ تکمیل کو پہنچ کر ایک دفعہ پھر اسلام ہی اسلام دنیا میں نظر آنے کا موقعہ پیدا ہوگا۔

حضور ﷺ نے قرب قیامت کے علامات سینکڑوں بیان کئے ہیں۔ جن میں سے جس قدر آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان کو قلمبند کیا جاتا ہے۔

بد زبان لوگ پیدا ہوں گے جو سلام بھی گالیوں میں دیں گے۔ کتاب اللہ پر عمل پیرا

ہونا باعث توہین ہوگا۔ جھوٹ زیادہ ہوگا اور سچائی بہت کم ہوگی۔ اپنی ظنی رائے پر فیصلہ ہوگا۔ بارش زیادہ ہوگی اور پھل کم ہوگا۔ زمانہ ساز آدمی بہتر خیال کیا جائے گا۔ قرآن کی بجائے خانہ زاد اصول پیش کئے جائیں گے۔ لیکچرار بہت تیار ہوں گے۔ شراب نوشی بکثرت ہوگی۔ اسلامی جہاد ترک ہو جائے گا۔ شریف النسل کس مہر سی کے عالم میں ہوں گے اور کم ذات عالی قدر ہو جائیں گے۔ دنیا میں عامل بالقرآن نہ رہیں گے۔ نو عمر ایک دوسرے پر گدھوں کی طرح چڑھیں گے۔ تجارت اس قدر ہوگی کہ عورتیں بھی اس کام میں امداد کریں گی اور جہاں کہیں مال جائے گا نفع نہ ہوگا۔ رزیل عالم ہوگا اور شریف جاہل۔ گدھوں اور کتوں کی طرح بربل سڑک عورتوں اور بچوں سے بد فعلی کی جائے گی۔ چھوٹے پر رحم نہ ہوگا اور بڑے کی عزت نہ ہوگی۔ حرام زادے کثرت سے ہوں گے۔ بلا ضرورت قسم کھائیں گے۔ ناگہانی موتیں واقع ہوں گی۔ ایمانداری کم ہو جائے گی۔ بے ایمان اپنی اپنی قوم پر حکومت کریں گے۔ عورتیں اکڑ کر چلیں گی۔ جاہل عبادت گزار ہوں گے اور اہل علم بے عمل ہوں گے۔ شراب کو شربت بنائیں گے اور سود کو خرید و فروخت رشوت ستانی تحفہ بن جائے گا اور چندہ کے مال سے تجارت چلے گی۔ ایماندار کو جانور سے بھی ذلیل سمجھا جائے گا۔ نیک عمل برے تصور ہوں گے اور برے عمل نیک عمل خیال کئے جائیں گے۔ زہد و تقویٰ صرف روایات میں نظر آئے گا اور دکھاوٹ کے لئے پرہیزگاری ظاہر کی جائے گی۔ اولاد سے سکھ نہ ہوگا۔ والدین کہیں گے کہ اس کی بجائے پلا پالتے تو بہتر ہوتا یا پتھر ہوتا تو کسی کام آتا۔ گانے والیاں مہیا کی جائیں گی۔ نو عمر حکمران ہوں گے۔ ناپ اور تول میں کمی بیشی ہوگی۔ مسلمان کے پیٹ میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی نہ ملے گی۔ ”لا الہ الا اللہ“ کی رسم ہوگی اور اس کی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ ہوگا۔ غیر قوم میں نکاح زیادہ پسند ہوگا اور اپنی رشتہ دار عورت پسند نہ آئے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ (کنز العمال)

ناظرین اس سے اندازہ لگالیں کہ جس نبی کی یہ پیشین گوئیاں آج لفظ بہ لفظ وقوع پذیر ہو کر نظر آ رہی ہیں۔ اس کی وہی پیشین گوئیاں کب لفظ بلفظ سچی نہ نکلیں گی۔ جو حضرت امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بیان فرمائی ہیں؟ اسلام سے بے خبر تعلیم یافتہ ذرہ فطرت اسلام پر متوجہ ہو کر سوچیں کہ ان کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ یہ روایات جھوٹی ہیں یا اگر جھوٹی نہیں تو ان سے استعارات یا مجاز مراد ہے۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی باقی تمام پیشین گوئیاں تو

لفظ بلفظ سچی نکلیں۔ لیکن مہدی مسیح کے متعلق سب کی سب استعارات بن جائیں۔ یہ خوب منطق ایجاد ہوئی ہے جس سے بے ایمانی کی بدبو آ رہی ہے۔ خدا اس سے بچائے۔

۱۶..... دلائل حیوۃ المسیح علیہ السلام

پچھلی تحقیق سے گویہ ضرورت نہیں رہی کہ مستقل طور پر حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں کوئی عنوان قائم کیا جائے۔ مگر تاہم ناظرین کے آرام کے لئے ذیل میں قرآن شریف، احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ، یا اقوال ائمہ و مفسرین سے دلائل لکھے جاتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں۔

”وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم (نساء)“ ﴿یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل ہی کیا ہے اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ان کو اشتباہ ضرور ہوا ہے۔﴾

انجیل برنباس میں ہے کہ یہود انہوں نے مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا تھا۔ اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں ۸۷ برس رہ کر دفن ہوئے ہیں۔ سراسر غلط ہوگا۔  
”ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منه (نساء)“ ﴿(جو یہود و نصاریٰ) آپ کے متعلق اختلاف کرتے ہیں وہ خود شک میں ہیں۔﴾

یقینی طور پر نہ کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ آپ خدا تھے اور نہ کوئی یہودی کہہ سکتا ہے کہ آپ ہی کو قتل یا صلیب پر چڑھایا گیا ہے۔ اب جو شخص یقینی طور پر یوں کہے کہ کشمیر میں جا کر حضرت مسیح علیہ السلام نے وفات پائی تھی وہ بات شکی ہوگی۔ یقینی نہیں ہو سکتی۔

”مالہم بہ من علم الاتباع الظن (نساء)“ ﴿جو یہودی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں ان کو کسی طرح اپنے قول کا یقین نہیں ہے۔ صرف ایک خیال ہے جس کی تابعداری کر رہے ہیں۔﴾

اب مرزائی بھی مرزا قادیانی کے کہنے پر وفات مسیح کے قائل ہیں اور مرزا قادیانی بھی پہلے حیات مسیح کے قائل تھے۔ بعد میں انہوں نے اپنا عقیدہ بدل ڈالا تھا اور غیر مصدقہ اناجیل اور غیر مشہور اقوال اور غیر موجب استدلال سے یہ کہہ دیا تھا کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اگر انجیل برنابا دیکھ لیتے تو امید تھی کہ پھر اپنی رائے کو تبدیل کر لیتے۔



”بل رفعه الله اليه (نساء)“ ﴿نہیں نہیں بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا

تھا۔﴾

اس آیت میں وفات مسیح کے قائل یہودیوں کے متعلق مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ ان کی بات بالکل صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے خود ان کی ایذا رسانی سے بچا کر اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ (دیکھو انجیل برنابا، تاریخ طبری، درمنثور اور ابن جریر)

”وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء)“ ﴿جو بھی اہل

کتاب ہوگا آپ کے عہد میں آپ کی تصدیق کرے گا۔﴾

واقعی آپ نبی ہیں خدا نہیں ہیں اور یہ تصدیق ”آپ کی موت سے پہلے ہوگی“ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی موت ابھی تک نہیں ہوئی اور بحکم حدیث نبوی آپ کے نزول کے بعد چالیس سال حکومت کرنے سے پیچھے آئے گی۔ (دیکھو کنز العمال)

”ان اراد ان يهلك مسيح ابن مريم وامه ومن في الارض جميعا

(مائتہ)“ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود خدا ہیں تو اس الوہیت کو توڑنے کے لئے حضور علیہ السلام سے کہا گیا ہے کہ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ اگر خدا تمام باشندگان زمین کو اور مسیح علیہ السلام کو مار ڈالے تو کون اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے؟ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کو خدا نے موت دی تھی تو اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کا کیا بگاڑ لیا تھا؟ مراد یہ ہے کہ اگر آپ خدا ہوتے تو ضرور مقابلہ میں اترتے۔ اس آیت میں یہ یقیناً ثابت ہو گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ضرور زندہ تھے۔ ورنہ یہ دھمکی درست نہیں رہتی۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھو کہ: ”وامه“ اصل میں یوں ہے۔ ”وقد اهلك امه“ حضرت

مسیح علیہ السلام سے پیشتر آپ کی والدہ کو خدا تعالیٰ وفات دے چکا ہے۔ جیسا کہ: ”واجمعوا امرکم (وادعوا) شرکاءکم والذین تبوء والدار (وتقبلوا) الايمان وامسحوا ابروسکم روا غسلوا بارجلکم“ معطوف میں فعل محذوف ہیں۔ جو ذرہ غور سے خود بخود معلوم ہو سکتے ہیں۔ جیسے ”علفته بننا وسقیتہ ماء یالیت زوجل قد غدا، متقلد

اسیفارو متوشحاً رمحاً، شراب البان و (اکال) تمر واقط“

”انی متوفیک ورافعک الی (آل عمران)“ حضرت مسیح یہودی کی ایذا رسانی سے



تک آگئے تھے۔ تو خدائے تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ ﴿میں آپ کو اپنی طرف قبض کر لوں گا۔﴾ (یا آپ کو پوری زندگی عطاء کروں گا) اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور یہود کی نجاست سے اور ان کی بدنامیوں سے پاک کروں گا۔ انجیل برنباس میں دیکھو خدا تعالیٰ نے کس طرح آپ کو اپنی طرف اٹھالیا اور کس طرح حضور ﷺ کے ذریعہ آپ سے تمام بدنامیاں دور کر ڈالیں۔ جو یہود آپ کے متعلق مشہور کر رہے تھے۔

”انه لعلم للساعة (زخرف)“ ﴿حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کا ایک علم ہیں۔﴾ اس میں آپ کے نزول کو آثار قیامت میں داخل کیا ہے اور احادیث میں تصریح موجود ہے کہ آپ کے نزول کے بعد بہت جلد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

”فاذا جاء وعد الاخرة جننا بكم لفيفا (بنی اسرائیل)“ بروایت حضرت ابن عباسؓ اس کا معنی یوں ہے کہ قیامت کا وقت جب نزدیک آئے گا تو ہم تم کو اکٹھا کر لیں گے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام دنیا کو ایک ہی مذہب پر جمع کریں گے۔ ان کے عہد میں یا تلوار ہوگی یا اسلام، ٹیکس، جزیہ وغیرہ قبول نہ ہوگا۔ (تفسیر عباسی)

”اللبث فی بطنه الی یوم یبعثون (الصفت)“ حضرت یونس علیہ السلام کا حال خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر وہ خدا کی یاد میں نہ لگے رہتے تو مچھلی کے پیٹ میں ہی قیامت کے دن تک ٹھہرتے۔ اس آیت نے بتادیا ہے کہ ایک نبی اور ایک مچھلی جیسا جانور قیامت تک (حضرت مسیح علیہ السلام سے زیادہ عمر میں) زندہ رہ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ قرآن شریف میں قیامت تک کی زندگی کسی جاندار کے لئے مذکور نہیں ہے۔

”انک من المنظرین (حجر)“ اٹلیس نے مہلت مانگی تھی تو اس کو وقت معلوم یعنی فحجہ اولے یا قیامت تک مہلت دے کر کہا گیا کہ تم ان میں شامل ہو کہ جن کو مہلت دی گئی ہے۔ یعنی طویل العمر اور بھی ہیں اور تم بھی طویل العمر ہو کر قیامت تک زندہ رہو گے۔ اس آیت میں ایک منحوس ہستی کو بھی قیامت تک زندہ رکھا گیا ہے تو مقدس ہستی کو زندہ رکھنا کیوں ناممکن ہوگا؟

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی (صف)“ ﴿خدا وہ ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت دے کر بھیجا تا کہ تمام مذاہب پر دین حق کو غالب کرے۔﴾

ایک روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عہد میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ دوسرے

مذہب کا نام تک نہ ہوگا۔ براہین احمدیہ میں ہے کہ یہ آیت چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مانی گئی ہے۔ اس لئے بعد میں مرزا قادیانی نے کوشش کی تھی کہ اپنے اوپر وارد کریں۔ مگر آپ کے عہد میں غیر مذاہب کو بڑی ترقی ہوئی اور اسلام مغلوب ہوتا گیا اور مرزا قادیانی کا غدی گھوڑے ہی دوڑاتے ہوئے دنیا سے چل بے۔

”فلما توفیتنی (مائدہ)“ قیامت کو آپ سے سوال ہوگا کہ کیا آپ نے شرک کی تعلیم دی تھی؟ تو آپ جواب دیں گے کہ میں نے تو لوگوں کو تیرا ہی حکم سنایا تھا اور جب تک میں ان میں موجود رہا۔ ان پر رقیب رہا۔ لیکن جب تو نے مجھے زندہ دنیا سے اٹھالیا تھا تو تب سے تیری رقابت شروع ہو گئی تھی۔ اس آیت میں بھی آپ کی حیات مذکور ہے۔ (ارشاد الساری روح المعانی، معالم وغیرہ)

”وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین (آل عمران)“ کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا و آخرت میں ذی وجاہت ہیں۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گواہ لا زمین پر آپ کو ذی سلطنت نہیں بتایا گیا۔ مگر ثانیاً آسمان پر اور ثالثاً بعد نزول دنیا میں ہی آپ ذی وجاہت ہیں اور خدا کے مقرب فرشتوں میں داخل ہیں اور ملکوتی زندگی آپ کو عطاء کی گئی ہے۔ (فتح البیان) یہ آیت رفع جسمانی کی بہترین دلیل ہے۔

”یکلم الناس فی المهد وکھلا (آل عمران)“ حضرت مریم علیہ السلام کو فرشتہ نے پیغام الہی سنایا تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جو بچپن اور بڑھاپے میں لوگوں سے کلام کرے گا۔

تینتیس سال کی عمر میں وفات مسیح کو ماننے والوں کے نزدیک واقعہ صلیب پیش آیا اور اس سے پہلے بچپن اور جوانی میں آپ نے کلام کیا۔ جس کا ثبوت اناجیل سے ملتا ہے۔ مگر مرزائیوں کے نزدیک کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۸۷ سال عمر گزری ہے جو خاص بڑھاپے کی عمر ہے۔ مگر اس وقت کا کلام یا تبلیغ موجود نہیں ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آپ کا کلام بڑھاپے کے وقت بعد میں ہوگا۔ جو آپ سے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔ اب مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں۔ ورنہ بڑھاپے کا کلام موجود نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر کا نظریہ صرف خیالی بحث ہے۔

”ومکسروا ومکبر اللہ (آل عمران)“ خدا تعالیٰ نے حکمت عملی کھیلی کہ کسی

دوسرے کو شبیہ عیسیٰ بنا کر سولی دلا دیا۔ کیونکہ اس نے غداری کی تھی اور حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اگر مرزائیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مانا جائے تو خدا کی حکمت عملی کا ثبوت نہیں ملتا۔

”اذ كففت بنی اسرائیل عنك (مائتہ)“ خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے یہودیوں کو روک دیا تھا۔ لیکن جب یوں مانا جائے کہ انہوں نے آپ کی بے عزتی کی اور سولی پر چڑھا دیا تو رکاوٹ کیسے ثابت ہوئی۔ حدیبیہ کے موقع پر خدا نے رکاوٹ کی تھی۔ تو خونریزی رک گئی تھی۔ مگر یہاں بقول مرزائیاں وہ نہیں رکی۔ اس واسطے ماننا پڑتا ہے کہ دراصل واقعہ یوں ہی تھا کہ یہود کو آپ کی جگہ صلیب پر چڑھایا گیا اور اب صاف بچ کر آسمان پر چلے گئے۔

”وان من اهل الكتّاب الا لیؤمنن به قبل موتهم (مائتہ)“ یہ بھی ایک شاذ قراعت ہے۔ کیونکہ اس میں ن فعل حال پر داخل ہوا ہے۔ مگر محمد بن علی (وہو بن الحنفیہ) کہتے ہیں کہ اس آیت کا ترجمہ یوں ہے کہ جو ابھی اہل کتاب ہیں۔ اپنی موت سے پہلے ان کو پورا انکشاف ہو جاتا ہے اور تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نبی برحق تھے اور وہ زندہ ہیں اور پھر اخیر زمانہ میں نازل ہو کر اسلام کی خدمت کریں گے اور کسی یہودی یا مجوسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

”انه لعلم للساعة (زخرف)“ یہ بھی قرأت ہے جس کا ترجمہ یوں ہے کہ آپ کا نزول جسمانی تصدیق قیامت کے لئے آسمانی نشان ہوگا اور آپ کا وجود ہی صداقت اسلام کے لئے کافی ہے۔ (درمنثور)

تائیدی طور پر معراج، قصہ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بھی قابل استدلال ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اب احادیث نبویہ بیان کی جاتی ہیں کہ جن میں صاف طور پر بیان ہے کہ آپ زندہ ہیں اور نزول فرمائیں گے۔

”ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمساً واربعین سنة (ذکرہ ابن الجوزی فی کتابہ الاذاعة لماکان وما سیکون بین یدے الساعة) وفيه لفظه الی الارض دلیل علی ان النزول من السماء لان من الابتدائیہ لا بدلها من الی الانتہائیة . فرد ما قیل ان التروک لیس مما وما“

حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر (آسمان سے) اتریں گے اور شادی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی اور ۳۵ سال تک رہیں گے۔

اس معیار کے مطابق مرزا قادیانی بالکل ناکام رہے۔ کیونکہ مسیح بننے کے بعد آپ نے محمدی بیگم کا نکاح کرنا چاہا۔ تاکہ اس سے اولاد ہو۔ مگر ناکامی ہی رہی۔ اس کے بعد ارادہ کیا کہ بشیر کی پیشین گوئی سے یہ مشابہت پیدا کر لیں گے۔ مگر وہ بھی غلط لگی۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ بقول دانیال ۱۳۳۵ھ میں مرین گے۔ ۹ سال پہلے ہی مر گئے۔ بہر حال اس حدیث کے مطابق مسیح بننے کی آپ نے بڑی کوشش کی مگر ہر طرح ناکامی رہی اور اخیر کہنا پڑا کہ یہ بھی ایک قصہ تھا۔

”کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم واما کم منکم (ابوہریرہ مرفوعاً)“ جب (عیسیٰ علیہ السلام) ابن مریم آسمان سے تم میں اتریں گے۔ حالانکہ تمہارا امام تم میں سے موجود ہوگا تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی) یعنی ادھر دجال ہوگا ادھر امام مہدی جماعت کو کھڑے ہوں گے۔ لڑائی تیار ہوگی اور اس طرف نزول مسیح ہوگا تو یہ ایک عجیب کیفیت ہوگی اور عجیب منظر ہوگا۔

مرزا قادیانی نے ”واما کم منکم“ کو ابن مریم پر معطوف بنا کر یوں معنی کیا ہے کہ: ”جب ابن مریم اترے گا اور تمہارا امام جو تم میں سے ہوگا“ یوں کرنے سے یہ کوشش کی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم تم محمدیوں سے پیدا ہوگا۔ کیونکہ نزول من السماء پیدا ہونے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسے ”انزل من السماء ماء“ میں کہ پانی اسی دنیا میں پیدا ہو کر اترتا ہے۔ مگر معطوف معطوف علیہ دو الگ الگ ہوتے ہیں تو معنی صحیح یوں ہوگا کہ عیسیٰ ابن مریم بھی اتریں گے اور تمہارا امام بھی اتریں گے۔ اب اگر اترنے کا معنی پیدا ہونا ہے تو مرزا قادیانی سے پہلے امام مہدی کا پیدا ہونا بھی ضروری ہوگا۔ مگر مرزا قادیانی امام بھی خود ہی بنتے ہیں اور اگر واقعی اترنا مراد ہے تو امام کو بھی اتارنا تسلیم کریں۔ اس لئے یہ جملہ حالیہ ہوگا۔ جس کا ترجمہ پہلے لکھا جا چکا ہے اور یوں کہنا بھی بیجا ہے کہ: ”امامکم“ عیسیٰ کا عطف تفسیری ہے۔ کیونکہ عربی میں عطف تفسیری عطف بیان کو کہتے ہیں اور وہاں حرف عطف نہیں ہوتا اور تفسیر کے لئے کبھی نہیں آئی۔

پس ثابت ہوا کہ محض خیالی تفسیر سے یہ مسئلہ حل کیا ہے۔ ورنہ کوئی نقلی ثبوت موجود

نہیں ہے۔

”قال علیہ السلام لليهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل“

يوم القيمة (الحسن البصرى مرفوعاً ابن كثير) ”یہودیوں کو آپ نے فرمایا کہ: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ (جیسا کہ مرزائی اور یہودی کہتے ہیں) اور ضرور قیامت سے پہلے تمہاری طرف آنے والے ہیں۔“ مرزا قادیانی اگر وہی تھے تو یہود سے لڑتے۔ مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے اور کیوں اصلی یہودیوں کو چھوڑ کر اپنے خانہ ساز یہود سے الجھتے رہے۔ شاید ان کو نقلی یہودی ہی چاہئے تھے؟ کیونکہ آپ بھی نقلی مسیح ہی تھے۔

”(عبد اللہ بن مسعود مرفوعاً) قال عليه السلام لقيت ليلة اسرى بى ابراهيم وموسى وعيسى فتذاكروا امر للساعة فقال عيسى وفيها عهد الى ربى ان الدجال خارج ومعى قضيبان فاذا رآنى ذاب كما يذوب الرصاص وفى رواية معى سيف (مستدرک)“ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو قیامت کا ذکر چھڑ گیا۔ تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا تو آپ نے لا علمی ظاہر کی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کہا۔ اخیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ قیامت کا صحیح ظہور تو اللہ ہی کو علم ہے۔ مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو وعدے مجھ سے خدا نے کئے ہیں ان میں ایک یہ وعدہ بھی ہے کہ دجال نکلے گا۔ جب کہ میرے پاس دو شاخیں ہوں گی۔ (یادو نیزے) اور دجال دیکھ کر سیسہ کی طرح پگھلے گا۔

مرزا قادیانی کے دو نیزے شاید براہین احمدیہ اور ازالۃ الاہام ہوں گے۔ مگر یہ دونوں ایسے خراب تھے کہ جب سے ان کا ظہور ہوا عیسائیوں کی ترقی ہوتی گئی۔ چنانچہ سراج الاخبار جہلم ۲ دسمبر ۱۹۱۳ء میں لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب کے عیسائیوں کی مردم شماری ۶۹۵۷۳۷ تھی اور ۱۹۱۱ء میں ۱۶۳۰۹۴ ہوئی تو ان دس سالوں میں ۲۵۳۹۹ بڑھے اور یہی وہ دس سال ہیں کہ جن میں بقول مرزا محمود، مرزا قادیانی کو اپنے متعلق یقین ہو گیا تھا کہ آپ افضل المرسلین ہیں اور عیسائیت کی ٹانگ توڑنے آئے ہیں۔ (ندائے تبلیغی نمبر قادیان مارچ ۱۹۳۰ء)

”(ابوہریرہ مرفوعاً) انى اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن بينى وبينه نبى وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه انه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان مصران كان راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعو الناس الى الاسلام

ويهلك الله الملل كلها الاسلام ويهلك الله الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات الا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفى“

اس حدیث میں آٹھ نشان ہیں۔ جن میں سے پہلا اور آٹھواں آپ کی (عیسیٰ علیہ السلام) کی حیات ثابت کرتے ہیں۔ باقی چھ نشان ایسے ہیں کہ جن سے مرزا قادیانی کی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نہ سپید رنگ سرخ تھے۔ نہ دوزرد چادروں میں رہتے تھے۔ نہ ان سے صلیب ٹوٹی، نہ غیر مذہب برباد ہوئے نہ ہی ان کا دجال (قوم عیسائی) برباد ہوئی اور نہ ہی امن قائم ہوا۔ بلکہ آئے دن ملک میں بیماریاں، فتنہ فساد اور اتھری پھیلی اور خود حکومت برطانیہ (دجال) کے وفادار رعیت تھے۔ یہ کب بادشاہ بنے اور کب جزیہ موقوف کیا؟ بلکہ اپنی رعیت اور مریدوں پر جزیہ لگا دیا ہے کہ اپنی جائیداد میں سے ماہواری چندہ دیا کریں۔ ورنہ ان کا نام رجسٹر اسلام سے کٹ جائے گا۔

”(ابو مالک) وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به عند نزول عيسى“

ابن مریم لا یبقی احد من اهل الكتب الا امن به (ابن جریر)

”(ابن عباس) قبل موته ای قبل موت عيسى عليه السلام وانه

علم للساعة ای نزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيمة قال ابن جریر افقه

الناس عبدالله بن عباس وان روى عنه ان ضمير موته راجع الى اهل

الكتاب لكن ليس ذلك مذهبه ومراده بهذا الآية . بل هو من المباحث

اليومية وبيان امر واقعي لان مذهبه ان الضمير راجع الى عيسى عليه

السلام كما يدل له عليه سياق الآية وماروى عنها انه علم للساعة غير هذا

فليس مراد اههدنا لما تقر . عند حياة عيسى عليه السلام (ابن جریر)

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ابن عباسؓ سے ان دو آیتوں میں ضمیر کے مرجع حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ مراد نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مرجع ہو ہی

نہیں سکتا۔ اس لئے اس کی نفی ابن عباسؓ سے منقول نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ نہیں

ہیں۔ بلکہ ان کا مذہب بھی دوسرے صحابہ کی طرح یہی ہے کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں۔ جیسا کہ

روایت نمبر ۷ ہمارے ہی ہے۔ اب مرزائیوں کا کہنا غلط ہو گیا کہ ابن عباس وفات مسیح کے قائل تھے۔

”(حذیفہ بن اسید) اشرف علینا رسول اللہ ﷺ ونحن نتذاکر للساعة قال لا تقوم للساعة حتى ترد عشايات طلوع الشمس من مغربها الدخان . الدابة . ياجوج ماجوج . نزول عيسى ابن مريم . دجال . ثلاثة خسوف . خسف بالمشرق خسف بالمغرب وخسف بالعرب ونار من قعر عدن (مسلم)“

”(عبداللہ بن سلام) یدفن عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وصاحبیہ فیكون قبره رابعاً (البخاری فی تاریخہ) ثم قال مكتوب فی التوراة صفة محمد وعيسى ابن مريم یدفن معه (ترمذی)“

”(عائشہؓ) قلت یا رسول اللہ ﷺ انی اری ان اعیش بعدک افتادن لی ان ادفن الی جنبک فقال وانی لك بذلك الموضع مافیہ الاموضع قبر ابی بکر وعمر وعيسى ابن مريم (احمد، کنز، ابن عساکر)“

”(عبداللہ بن عمرؓ) ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له یمکث ۴۵ سنة ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (رواہ ابن الحوزی فی الوفاء)“ اس حدیث میں چوتھی قبر مسیح کی ہے۔ اور قبری سے مراد مقبرہ ہے۔ کیونکہ حدیث عائشہؓ میں موضع قبر کا لفظ موجود ہے اور ملا علی قاری بھی لکھتے ہیں کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ مرزا قادیانی کی روحانی قبر اگر مراد ہو تو شیخین کی قبر بھی روحانی ہوگی اور یہ سارا سلسلہ ہی نقلی بن جائے گا۔

”(ابومودودؓ) وقد بقی فی البیت موضع قبر (ترمذی)“ مطلب یہ ہے کہ روضہ نبویہ میں ایک قبر کی جگہ ابھی خالی پڑی ہوئی ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کریں گے۔ مرزائی یہ اعتراض تو کرتے ہیں کہ کیا گنبد گرا کر دفن کیا جائے گا؟ مگر اپنا ذرہ خیال نہیں ہے کہ ان کے مسیح کو مدینہ شریف جانا بھی نصیب نہیں ہوا اور مراد تو جو ہڑ کے کنارے قادیان میں دفن ہوا۔ زیادہ سے زیادہ کہہ سکتے ہیں کہ بروز کے طور پر یہ بھی مقبرہ نبویہ ہی ہے۔ لیکن پھر اعتراض پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کی قبر روضہ نبویہ ہوا خلیفہ اول نور الدین اور خلیفہ محمود کی قبر شیخین کی نقل ہوئی تو چوتھی قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی کہاں سے لائیں گے کہ مرزا قادیانی پھر ایک دفعہ اور مسیح بن کر آئیں گے۔ حالانکہ وہ کہہ چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی مسیح نہیں آئے گا۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

”(ابوہریرۃؓ مرفوعاً) لیہلن عیسیٰ ابن مریم بفج الروحاء بالحج  
 او بالعمرة او بهما جميعاً (مسلم) يتقل الخنزير ولم يحيى الصليب ويجمع له  
 الصلوة ويعطى المال حتى لا يقبل ويضع الخراج ينزل الروحاء فيحج  
 او يعتمر او يجمعهما او تلا ابوہریرۃؓ وان من اهل الكتب الآیۃ استشهدا عليه  
 يوشك ان ينزل فيکم ابن مریم حکماً عدلاً..... فیضع الجزية ویفیض المال  
 ویكون السجدة واحدة لله رب العلمین (ثم اعدوا من اهل الكتب ثلثا  
 رواہ مسلم) والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ينزل فیکم ابن مریم ، والذی  
 نفسی بیدہ لینزل فیکم ابن مریم “یہ حدیث مختلف طریق کے ساتھ ابوہریرۃؓ سے مروی  
 ہے اور اسی میں پانچ بڑے نشان بتائے گئے ہیں۔

اول..... حضرت مسیح حج کریں گے۔ مگر مرزا قادیانی کو حج نصیب نہ ہوا۔ بیٹے کو بھیجا بھی تو حج  
 روحاء میں نہ پہنچا اور باتیں بنانے لگ پڑے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پنجاب ایک کھلا  
 میدان ہے۔ اس میں دعوت اسلام کو حج کہا گیا ہے۔

دوم..... محو صلیب اور عیسائیت کو دنیا سے مٹانا۔ مگر مرزا قادیانی کے عہد میں عیسائیت پھیلی۔  
 سوم..... روحاء میں اترنا جو اہل الشام کا مکہ کوراستہ ہے۔ مرزا قادیانی کو شام جانا ہی نصیب نہ  
 ہوا تو روحاء کے طریق سے حج کرنا کیسے نصیب ہو سکتا تھا۔

چہارم..... جزیہ کا قانون منسوخ کرنا اور اس کی بجائے صرف اسلام قبول کرنا۔ مرزا قادیانی خود  
 ٹیکس اور مال گزاری دیتے تھے۔ کسی سے جزیہ نہ لینا ان سے کیسے ممکن تھا۔

پنجم..... مال دینا مگر مرزا قادیانی خود چندہ لیتے تھے اور مریدوں سے فراہمی چندہ سے کتابیں  
 اور اخبارات چھاپ کر تبلیغ مرزائیت کرتے تھے۔ اس موقع پر بہانہ کرتے تھے کہ ہم  
 انعامی اشتہارات دیتے ہیں۔ کوئی لیتا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ لیتے تھے  
 ٹال منول سے دینے تک نوبت ہی نہ پہنچنے دیتے تھے۔ سچے ہوتے تو عیسائی جب  
 آہتم کا جلوس نکال کر مرزا قادیانی کی پیشین گوئی جھوٹی ثابت کر کے قادیان گئے تھے  
 اور رسی گلے میں ڈالنا چاہتے تھے تو گھر سے کیوں نہ نکلے تھے؟

کتاب کلمہ فضل رحمانی میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا۔ اگر میری پیشین گوئی  
 جھوٹی نکلے تو میرے گلے میں رسی ڈال کر تشہیر کرو۔ مگر موقع آیا تو ایک کوٹھڑی میں جا گھسے۔



اس کے علاوہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی کے خلفاء کا عہد مرزا قادیانی کا ہی عہد ہے۔ اس لئے اگر اس عہد میں پیشین گوئی پوری ہو جائے تو یہ ہی سمجھو کہ مرزا قادیانی کے عہد میں ہی پوری ہوئی۔

پس اسی اصول پر ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب نے خلیفہ نور الدین کے عہد میں لدھیانہ میں مرزائیوں سے ایک مناظرہ کے موقع پر تین سو روپیہ جیتا تھا۔ تو اب وہ بات بھی غلط ہو گئی کہ ہم دیتے ہیں۔ لیتا کوئی نہیں۔

”(ابن عباس مرفوعاً) لن تھلك امة انا اولھا وعیسیٰ ابن مریم اخرھا والمہدی اوسطھا (احمد وابونعیم)“ اس حدیث میں تین محافظ الگ الگ بیان کئے گئے ہیں۔ اول خود حضور ﷺ دوم عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرے امام مہدی علیہ السلام جو پہلے دو کے درمیان آئیں گے۔ اب اگر ایک کو دوسرے میں داخل کریں۔ جیسا کہ بروز میں کیا گیا ہے تو تین ہستیاں الگ الگ قائم نہیں رہ سکتیں۔

”انہ خلیفتی فی امتی (ابوداؤد)“ حضرت مسیح علیہ السلام میری امت میں میرے خلیفہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ شریعت اسلام کے مطابق حکومت کریں گے اور اگر چہ آپ نبی ہیں۔ مگر اپنی نبوت کے احکام پر نہ چلیں گے۔ ورنہ ان کی شریعت منسوخ نہ رہے گی۔

”(عبداللہ بن مغفل) ینزل عیسیٰ ابن مریم مصدقاً بمحمد علیٰ ملئہ اماماً مہدیاً حکماً عدلاً (کنز جلد سابع)“ اس حدیث میں آپ کو امام اور مہدی بھی کہا گیا ہے۔ جیسے خلفاء راشدین کو بھی مہدی کہا گیا ہے۔

”(ابوہریرۃ مرفوعاً) یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماماً مہدیاً حکماً عدلاً (احمد)“ اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ کیونکہ آپ اس وقت تک زندہ تھے۔

”(جابر بن عبداللہ مرفوعاً) فینزل عیسیٰ ابن مریم ینقول امیر الناس صل بہم فیقول لا فان بعضکم امام بعض (کنز)“ اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ: ”امامکم منکم“ اور ”امیر الناس“ سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ ورنہ یہ مراد نہیں ہے کہ یوقت نزول مسلمانوں کا امام کوئی اور نہ ہوگا۔

”(ابن عباس مرفوعاً) فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من

السملہ (کنز) ”اس حدیث میں آسمان سے نزول صاف طور پر مذکور ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ سے جدی رشتہ داری کا تعلق ہے اور مرزا قادیانی کو حضور سے رشتہ داری کا تعلق ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا سلسلہ نسب عجمی ہے اور آپ کا مورث اعلیٰ چنگیز خان یا تیمور لنگ اور یزدجرد ہے۔“  
 ”انی لا اترککم یتامی وانی آیتکم عن قلیل..... وانا حی (مستدرک بحوالہ انجیل مطبوعہ بیروت باب ۱۴)“

” (ابوہریرہ مرفوعاً) لیہبطن ابن مریم حکماً عدلاً..... ولیقفن علی قبری ویسلمن علی ولا ردن علیہ (ابن عساکر) ”اس حدیث میں ہبوط کا لفظ نزول عیسیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کی تاویل نہیں چلتی۔ ورنہ یہ بھی ثابت کریں کہ ہبوط بمعنی ولادت ہے۔

” (عبداللہ بن سلام) یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً (بخاری فی تاریخہ) ”اور حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چوتھی بتائی گئی تھی۔ مگر مرزا قادیانی مرے تو اکیلے ہی تھے۔ کم از کم بروزی تین اور قبریں تو پہلے موجود ہونی چاہئے تھیں۔ اب اگر بعد میں ہوئیں تو کون تسلیم کرے گا کہ حدیث کا مفہوم یہی ہے جو گھڑا جاتا ہے۔

” (عن الربیع مرسلًا) الستم تعلمون ان ربنا حی وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء (ابن جریر، ابن ابی حاتم) ”نجران کے عیسائی حضور ﷺ سے مدینہ پاک میں مناظرہ کو آئے تھے۔ تو حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدائی دعویٰ کی تردید میں بیان فرمایا تھا کہ خدا تو زندہ ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی۔ تو پھر کیسے خدا ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں اور پھر مریں گے۔

” (سعید بن المسیب) بقی فی البیت موضع قبر (درمنثور، مشکوٰۃ) عن عبداللہ بن عمر فیدفن معی فی قبری ای فی موضع قبری عبر عنها بالقبر لقرب قبرہ بقبرہ فکانہما فی قبر واحد (مرقاۃ) فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (رواہ ابن الجوزی فی کتابہ الوفاء) وعن ابن عباس فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء (ابن اسحاق وابن عساکر) فہذہ الاحادیث تدل صراحۃ ان النزول

بمعنى الهبوط من السماء وان لون عيسى بياض الى الحمرة وان مقبرة  
النبي عليه السلام هو مدفن عيسى ابن مريم“

### ۱۷..... تحریفات المرزائیہ

تحریف سے مراد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا مفہوم اس طرح بیان کیا جائے کہ اسلامی  
تصریحات میں ان کا پتہ نہ چل سکے۔ تحریف کنندہ جو خیال پیش کرتا ہے وہ خود ہی اس کا ذمہ دار ہوتا  
ہے۔ پھر وہ جب نقلی دلیل نہیں لاسکتا تو سرے سے یوں کہہ دیتا ہے کہ مفسر اور محدث حقیقت اسلام  
سے ناواقف تھے۔ یہود و نصاریٰ نے اسلام میں داخل ہو کر ایسا قطع برید کر دیا تھا کہ آج تک اس کا  
امتیاز مشکل ہے اور اگر کسی کی وقعت ذرہ بھر دل میں رکھتے ہیں تو اس کا کلام لے کر اس طرح بدل  
ڈالتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اس کا مذہب بھی یہی ہے۔ حالانکہ اس کا مذہب اس تبدیلی کی  
تکذیب کرتا ہے۔ بعض دفعہ دوسرے کا کلام اس طرح مختصر کر دیتے ہیں کہ اگر پورا کلام نقل کریں تو  
ان کے خلاف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ایسی استادی کھیلتے ہیں کہ اول سے اخیر تک اپنے موافق کر لیتے  
ہیں اور یہ لوگ اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ جس کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ آیا اس نے کبھی یوں  
بھی کہا ہے یا نہیں اور یہ بیماری آج تمام مدعیان تجدید، مصلحان اسلام اور ترمیم کنندگان مسائل  
شرعیہ میں موجود ہے۔ جب ایسے لوگوں کا کلام پڑھا جائے یا کوئی تقریر یا تحریر سنی جائے اس میں  
صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو وسائل تحقیق میرے نہیں ہوئے تھے۔ جہالت کا زمانہ  
تھا۔ تعلیم عام نہ تھی۔ فلسفہ اور طبوعات نے ترقی نہیں پکڑی تھی۔ اس لئے وہ خلاف عقل تو ہم پرستی،  
قصہ پرستی اور نقل پرستی میں پڑے رہے۔

خصوصاً مفسرین کا وجود تو اسلام کے لئے موجب بدنامی تھا۔ کیونکہ ان میں تمام  
اسرائیلیات بھری پڑی ہیں اور وہ ایسی روایات ہیں کہ انا جیل اربعہ اور بائبل بھی ان کی تصدیق  
نہیں کرتی اور نہ ان میں کوئی معقول بات نظر آتی ہے۔ اس واسطے جب ایسے لوگوں کے سامنے  
تفاسیر سے کوئی بات پیش کی جاتی ہے تو گو عام احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں تو نہیں کہہ سکتے کہ  
یہ تفاسیر قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر انہی تفاسیر سے ایسی عبارتیں توڑ موڑ کر پیش کر دیتے ہیں جو ان  
کے اپنے عین مطلب کے مطابق ہوتی ہیں اور عقیدہ اسلامیہ کے خلاف ہوتی ہیں اور کھلم کھلا  
علائہ جھوٹ بولنے سے ذرہ شرم نہیں کرتے۔ یہی کہتے جاتے ہیں کہ اسی مفسر یا محدث کا مذہب

ہمارے موافق ہے۔ حالانکہ اسی مفسر یا محدث کی ان تحریرات پر جب نظر ڈالی جائے۔ جو اس نے اپنا عندیہ اور مذہب بتانے کے لئے لکھی ہوتی ہیں تو ان کے بالکل خلاف نکلیں ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ سچ کہو کہ آیا واقعی اس کا مذہب وہی ہے جو تم نے بیان کیا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ایسی احادیث یا تفسیری اقوال تو ہمارے نزدیک معتبر ہی نہیں ہیں۔ ہم تو صرف الزامی طور پر پیش کر رہے تھے۔

اس لئے ناظرین کو خبردار رہنا چاہئے کہ عام تارکین اسلام کے متعلق عموماً اور مرزائیوں کے متعلق خصوصاً یہ خیال کرنا بالکل غلط ہوگا کہ عام تفاسیر اہل اسلام یا کتب حدیث پر ان کو ایمان ہے۔ ان کا ایمان تو صرف ان چند احادیث یا آیات پر ہے جو ان کے بانی مذہب نے تسلیم کئے ہیں اور ان کو وہ مفہیم قرآن اور وہ مطالب حدیث سچے معلوم ہوتے ہیں جو ان کے دعاوی اور مسلک سے مطابقت رکھتے ہوں گے۔

اس لئے ان کے سامنے عام کتب مسلمہ اہل اسلام کا حوالہ پیش کرنا یا اجماع امت سے استدلال قائم کرنا بالکل لغو اور بے فائدہ ہوگا اور جب تک ان کج بحثوں سے کج بحثی نہ کی جائے ان سے جان چھڑانی مشکل ہو جاتی ہے۔ لیکن ہمارا روئے سخن اس وقت صرف ان لوگوں کی طرف ہے جو ابھی ایسی بیماریوں سے صحیح و سلامت رہ کر اسلام قدیم پر ڈٹ کر جھمکے ہوئے ہیں اور ان کی واقفیت کے لئے ذیل میں مسئلہ حیات مسیح میں چند مرزائیوں کی تحریفات پیش کرتے ہیں۔ جن سے خود معلوم ہو جائے گا کہ ان کے بڑے میاں تحریفات میں کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور کس انداز سے اپنے آپ کو اہل قرآن، اہل حق، احمدی، بہائی، مصطفائی یا امانی کہہ کر دلدادگان اسلام ظاہر کر رہے ہیں اور اصل میں خالی لفافہ ہی ان کے پاس رہ گیا ہوا ہے۔ ورنہ اسلام سے روکشی کو چھپاتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں بتاتے ہیں۔ جس کا اظہار بہت جلد کر دیں گے۔

## تحریفات نمبر اول اور تونی

تاکلین وفات مسیح کی طرف سے یہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ ”لا تبدیل لخلق اللہ (روم) قد خلت من قبلہ الرسل (مائدہ وآل عمران) کانا یکلان الطعام (مائدہ) یا عیسیٰ انی متوفیک (مائدہ) کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ) هو الحی

القیوم (آل عمران) ان اراد ان یهلك المسيح وامه . ان هو الا عبد انعمنا  
عليه . لا نفرق بین احد من رسله“

ان آیات سے وفات مسیح یوں ثابت کی جاتی ہے کہ آیت اوّل کی رو سے جب مخلوقات الہیہ میں تبدیلی نہیں ہے تو عام اصول موت کے خلاف ابھی تک مسیح علیہ السلام کیسے متنبی ہو سکتے ہیں۔ دوسری آیت یہ ثابت کرتی ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے جس قدر رسول تھے۔ سب مر چکے تھے۔ تیسری آیت یہ پیش کرتی ہے کہ حضرت مسیح اور آپ کی والدہ دونوں خوراک کھایا کرتے تھے اور عام بنی نوع انسان کی طرح وہ بھی خوراک کے محتاج تھے اور جب ماں مر گئی ہے اور خوراک نہیں کھاتی تو بیٹا بغیر خوراک کے آج تک کیسے رہ گیا ہوا ہے۔ چوتھی آیت میں خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ میں تم کو موت دوں گا۔ رفعت دوں گا۔ یہودی بدنای سے پاک کروں گا اور تیرے تابعداروں کو بے فرمانوں پر غالب کروں گا۔ یہ چار وعدے ہیں کہ جن میں سے پچھلے تین وعدے تو پورے ہو چکے ہیں تو پھر سب سے پہلا وعدہ کا پورا ہونا بھی ماننا پڑتا ہے کہ موت مسیح واقع ہو چکی ہے اور جس وقت قرآن شریف نازل ہوا تھا اس وقت تک چاروں وعدے پورے ہو چکے تھے۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں غیر موزوں لفظ بیان کئے ہیں۔ کیونکہ اس وقت موت مسیح کو جو ابھی تک واقع نہیں ہوئی۔ سب کے اخیر بیان کرنا ضروری تھا۔ پانچویں آیت میں ہے کہ قیامت کو حضرت مسیح سے پوچھا جائے گا کہ آیا تم کو علم ہے کہ عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ کس نے شائع کیا تھا؟ تو آپ جواب میں کہیں گے کہ مجھے معلوم نہیں۔ جب تک میں بنی اسرائیل میں رہا۔ تب تک تو ان کے حالات سے خبر دار رہا اور جب سے توفی ہوئی ہے تو تو ہی ان کا نگران ہے۔ ورنہ میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اب اگر نزول مسیح مان کر یہ مانا جائے کہ آپ یہود و نصاریٰ کو بزور شمشیر اسلام میں داخل کریں گے اور ان کے حالات سے بخوبی واقف ہو کر بعد میں مریں گے تو خدا کے سامنے کیسے اپنی لاعلمی کا اظہار کر سکیں گے۔ کیا جھوٹ بولیں گے؟

علاوہ بریں اس آیت کا طرز بیان صاف بتا رہا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ آپ کی توفی کے بعد ہوا تھا تو جب بوقت نزول آیت وجود تثلیث مانا جاتا ہے تو موت مسیح ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ توفی کا وجود پہلے ہے۔ اب نزول مسیح اگر تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ تثلیث کا

وجود پہلے ہوا اور آپ کی وفات بعد میں ہو۔ جو سرِ خلاف ترتیب آیت ہذا ہے۔ چھٹی آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا ہی ناقابلِ تغیر ہے اور حیاتِ مسیح ماننے سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح ناقابلِ تغیر ہیں۔ جو آج تک نہ بوڑھے ہوئے اور نہ بھوک پیاس سے مرے اور یہ عینِ شرک ہے۔ ساتویں میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ میں نماز پڑھتا رہوں گا اور زکوٰۃ بھی ادا کیا کروں گا۔ جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اب چونکہ آپ زکوٰۃ کسی کو نہیں دیتے۔ اس لئے آپ کی زندگی بھی ختم ہو چکی ہے۔ آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح آپ کی والدہ اور اس وقت کے تمام آدمی مر چکے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان حرفِ شرط اس جگہ بمعنی اذ ہے۔ جو فعلِ ماتحت کو ماضی بنا دیتا ہے۔ (دیکھو تاج العروس) نویں آیت میں آپ کو عبد کہا گیا ہے۔ جو اپنے معبود سے نیچے ہوتا ہے۔ اب اگر اس کو زندہ مانا جائے تو اس کو بھی حی، قیوم ماننا پڑے گا۔ دسویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مؤمنین کا یہ وصف ہے کہ وہ کہیں کہ ہم کسی ایک نبی کو دوسرے پر فوقیت یا خصوصیت نہیں دیتے۔ اب اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اب تک زندہ مانا جائے۔ جب تک دوسرے وفات پا چکے ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کے برخلاف ان کے ماننے میں تفریق پیدا ہو جائے گی۔

اس تحریف کا جواب مختصر تو یہ ہے کہ یہ ترجمہ عقائدِ اسلامیہ اور تصریحاتِ اسلام کے بالکل مخالف ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی کہے کہ کلامِ مجید میں ایک نعبد وایاک نستعین موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا کسی دوسرے خدا کی عبادت کرتا ہے اور اپنے کاروبار میں اس سے مدد طلب کرتا ہے۔

پس جس طرح یہ تشریح ناقابلِ توجہ ہے۔ اسی طرح تحریفِ مرزائی بھی قابلِ التفات نہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اس تشریح کا باعث جہالتِ اسلامی ہے اور تحریفِ مذکور کی وجہ تجدیدِ اسلام اور ترمیمِ مذہب ہے۔ لیکن تاہم ہمیں جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ مرزائیوں نے کس طرح اسلام کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آیتِ اول میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی مخلوقات میں تبدیلی نہیں ہے اور جو اصولِ فطرت ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کبھی گھوڑا بن جائیں اور کبھی بھیڑ بکری یا کبھی یہ ممکن نہیں ہے کہ رات کی جگہ دن آجائے اور دن کی جگہ

رات گھس آئے۔ ورنہ خلق اور موت کا طریق یہاں مراد نہیں ہے۔ کیونکہ پیدائش بحکم آیت ”الاله الخلق والامر“ دو قسم سے ہے۔ امر تکوینی سے پیدائش کی مثال حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ہزاروں نئی نئی پیدائش نمودار ہو رہی ہیں۔ جس کا اقرار مرزائی بھی کرتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس موت کا طریق بھی مختلف ہے۔ کوئی کسی طرح مرتا ہے اور کوئی کسی طرح۔ مسیح علیہ السلام کی وفات اگرچہ سرسری آدمیوں کی طرح واقعہ نہیں ہوگی۔ مگر ایسے طریق پر ضرور واقع ہوگی کہ جیسے طویل العمر اور معمر ہستیوں میں واقع ہوتی ہے یا ہوگی۔ جن میں حضرت خضر اور حضرت الیاس یا ملائکہ مقربین بھی داخل ہیں اور آپ بھی بحکم آیت ”ومن المقربین“ حیات ملکی سے سرفراز ہو چکے ہیں اور اگر ذرہ محدود خیالی چھوڑ دیں تو یوں ماننا پڑتا ہے کہ شہدائے اسلام کی وفات اور انبیاء علیہم السلام کا اس دنیا سے انتقال عام بنی نوع انسان سے مختلف ہوا ہے۔ ورنہ انبیاء کی بیبیوں سے حرمت نکاح کی کوئی وجہ نہیں نظر آتی اور حیوة النبی کا مسئلہ بالکل غلط ٹھہر جاتا ہے۔ اس لئے اس آیت سے موت کا وقوع ایک ہی طرح سمجھنا غلط ہوگا۔ اس کے علاوہ آیت پیش کردہ میں موت یا وفات کا لفظ موجود نہیں ہے۔ صرف خلق کا لفظ موجود ہے کہ جس کے اختلاف میں مرزائی بھی ہمارے ساتھ ہیں اور دوسری آیت کا ترجمہ یوں کرنا بالکل غلط ہے کہ حضور انور ﷺ سے پہلے تمام انبیاء مر چکے ہیں۔ کیونکہ یہی آیت خود حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے تو پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے بھی تمام انبیاء مر چکے تھے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح اور حضور انور ﷺ پر اس وقت تک موت کا ورود نہیں ہو چکا تھا۔

نیز اس آیت میں غلت کا ترجمہ مات کرنا بھی خلاف عقیدہ اسلامیہ ہے۔ کیونکہ خلا الیہ کا معنی ہے اس کی طرف گیا۔ خلا منہ کا لفظی معنی اس سے گذر گیا۔ خواہ مرا ہو یا ابھی زندہ ہو اور صرف خلا کا معنی ماضی اور جری کے ہیں۔ (دیکھو مفتی الارب) اور جس جگہ مات کا معنی کیا گیا ہے۔ تو تسامح اور وسعت دے کر کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ موت کی جگہ انتقال، صعود اور ماضی سبیلہ استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح خلا اس جگہ استعمال کرتے ہیں کہ جہاں صریح موت کا لفظ استعمال کرنے سے طبیعت رک جاتی ہے۔ کیونکہ یا تو وہ مرنے والا بزرگ ہستی کا مالک ہوتا ہے یا جن کے متعلق ایسے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ وہ سارے موت کا شکار نہیں ہوتے۔

اگر چہ اپنے اپنے عہدہ سے فارغ ہو کر بے تعلق ہو چکے ہوتے ہیں۔ تو اس عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد اگر چہ سارے نہ مرے ہوں۔

مگر اس عہدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یوں کہنا درست ہوتا ہے کہ۔

قد خلا من قبلہ قوم کثیر

وسیخلو ابعدہ غیر ومیر

اس عہدیدار کے پہلے کئی عہدیدار گزر چکے ہیں۔ اب ایسے الفاظ سے تمام گزشتہ عہدیداروں کی موت سمجھ لینا غلط ہوگا۔ اسی طرح اس آیت کا ترجمہ بھی حیات و ممات کو پیش رکھ کر یوں ہوگا کہ حضور انور ﷺ سے پہلے رسول اپنے اپنے منصب رسالت پر رہ چکے ہیں۔ جن میں سے کچھ تو وفات پا چکے ہیں اور کچھ ابھی تک زندہ ہیں۔ جیسے حضرت خضر، ادریس اور حضرت مسیح علیہم السلام۔ اس لئے خلت کا لفظ ماتت کے معنی میں نہیں ہے۔ اس کی تائید سنت الہیہ سے بھی ہوتی ہے۔

کیونکہ اس کے متعلق ایک دفعہ ”قد خلت سنة الاولین“ وارد ہے اور دوسری جگہ ”مضت سنة الاولین“ آیا ہے۔ جس سے مراد جریان مع التجدد مراد ہے۔ جس کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے رسولوں کا سلسلہ رسالت بدستور جاری رہا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر خلت کا معنی ماتت مان بھی لیں تو پھر بھی مرزائیوں کا ترجمہ دو وجہ سے غلط ہوگا۔ کیونکہ اولاً اس میں الرسل کا معنی تمام رسول کیا گیا ہے۔ حالانکہ جماعة من الرسل صحیح بن سکتا ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ خود حضور ﷺ بھی اپنے آنے سے پہلے وفات پا چکے ہوتے۔ کیونکہ آپ کا موجود ہونا اس دعویٰ کے خلاف ہوگا کہ تمام رسول مر چکے ہیں۔

ثانیاً اس آیت سے محرف نے وہ تمام رسول مراد لئے ہیں جو حضور ﷺ سے پہلے تھے اور یہ ارادہ کرنا اس لئے غلط ہے کہ من قبلہ کا فقرہ الرسل کی صفت واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ موصوف سے پہلے عربی میں اس کی صفت نہیں آ سکتی اور اگر اس کو عطف بیان بنایا جائے تو وہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ من قبلہ کا وصف الرسل کا وصف لازمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کسی زبان دان نے اس کو صفت یا عطف بیان نہیں بنایا۔ اس لئے بغیر سند لغت کے یہ معنی کرنا غلط ہوگا کہ: ”وہ تمام رسول جو آپ کے پہلے تھے مر چکے ہیں۔“



اب صحیح ترجمہ اس آیت کا یوں ہوگا کہ: ”کئی ایک رسول حضور ﷺ سے پہلے آتے رہے اور اپنی اپنی ڈیوٹی دے کر فارغ ہو چکے۔“ ”لَا بَ لَ لَامَ فِيهِ لَلْجَنَسِ لَا لَلْاِسْتِغْرَاقِ وَانَ الظَّرْفَ لَيْسَ صِفَةً لِلرَّسْلِ بَلْ هُوَ مَفْعُولٌ فِيهِ لَخَلَّتْ وَمِنْ زَائِدَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى اللَّهُ الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ“ بہر حال اس آیت سے اس وقت وفات مسیح کا وہم ہو سکتا تھا کہ وہاں کلمہ کا لفظ موجود ہوتا۔ یا کوئی ایسی تصریح اسلامی موجود ہوتی کہ وہاں آل کا معنی کلمہ لیا جاتا۔ اب صرف محرف کے کہنے سے کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ یہاں کلمہ ہی مراد ہیں۔ تیسری آیت سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ انسانی ہستی ہر وقت غذا کی محتاج ہے۔ کیونکہ تسبیح و تحلیل اور تسکین قلبی بھی کبھی پاک ہستیوں میں غذائے جسمانی سے مستغنی قرار دیتی ہے۔ مثلاً اصحاب کہف پورے تین سو سال بغیر غذائے جسمانی کے زندہ رہے۔ خود حضور علیہ السلام صوم وصال میں غذا کے محتاج نہیں ہوتے تھے۔ ایک صوفی نے بیس سال تک تسبیح و تحلیل تک زندگی حاصل کی تھی۔ (دیکھو فتوحات مکیہ) حضرت خضر علیہ السلام ہماری خوراک کے بغیر زندہ ہیں۔ تمام ملائکہ غذائے جسمانی کے محتاج نہیں ہیں۔ اسی طرح جب حضرت مسیح علیہ السلام ملکی صفات ہو چکے ہیں تو ان کی خوراک بھی یاد الہی ہوگی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ دجال سے پہلے تین سال مطلقاً بارش نہ ہوگی اور سخت قحط پڑ جائے گا۔ تو کسی نے سوال کیا تھا کہ ہم تو اب صبر نہیں کر سکتے۔ اس وقت مسلمان کیا کریں گے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ لوگ یاد الہی سے زندہ رہیں گے۔ (رواہ احمد) اس کے علاوہ خوراک کی ضرورت دنیاوی آب و ہوا میں ہے اور انسان جب اس سے اپنی وابستگی علیحدہ کر لے تو دوسری جگہ کی آب و ہوا چونکہ محلل اشیاء نہیں ہوتی۔ وہاں انسان غذا کا محتاج نہیں ہوتا۔ تصریحات قرآنیہ میں بہشت کی آب و ہوا کے متعلق حضرت آدم علیہ السلام سے یوں کہا گیا تھا کہ: ”اِنَّكَ لَا تَعْطِشُ فِيْهَا وَلَا تَعْرَى“ آپ کی وہاں نہ بھوک ہوگی نہ پیاس اور نہ کپڑے خراب ہوں گے اور نہ آپ نگے ہوں گے۔ اب ان نظائر کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اب بھی وہ محتاج غذائے جسمانی ہیں۔ آپ کی تو بین ہوگی۔ چوتھی آیت میں متوفی کا لفظ اسم فاعل ہے جو فقرہ کے درمیان فعل مستقبل بن گیا ہوا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کو وفات دوں گا۔ جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آپ سے علیحدہ ہوا تھا اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ وعدہ پورا بھی ہو گیا تھا۔ بلکہ ایفاء وعدہ کی داستان مرزائیوں نے خود گھڑ لی ہے۔ ورنہ احادیث کے رو سے ابھی اس ایفاء وعدہ میں بڑی دیر ہے۔ جس کو امام مہدی کے بعد کے چالیس سال تک پورا کرنا ہوگا

اور یہ کہنا بے سود ہے کہ دوسرے تمام وعدے پورے ہو گئے تھے۔ تو یہ وعدہ جو سب سے پہلے تھا۔ کیوں پورا نہ ہوا۔ کیونکہ اس آیت میں چار وعدے مذکور ہیں۔ ان کی ترتیب مذکور نہیں ہے۔ یہاں ترتیب پیدا کرنا، محرفین کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حرف (و) ہزاروں جگہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ جہاں ترتیب مراد نہیں ہے کہ یہ پہلے ہوا اور وہ دوسرے نمبر پر ہو۔ سورہ فاتحہ ہی کھول کر دیکھ لیں۔ ”ایاک نعبد و ایاک نستعین“ مذکور ہے۔ مگر یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ عبادت کا نمبر اول ہے اور استعانت کا دوسرا اسی طرح سورہ مائدہ میں انبیاء کی فہرست دی ہے۔ جس میں تمام بے ترتیب مذکور ہیں۔ آیت وضو کے اندر بھی ترتیب فرض نہیں ہے۔ ورنہ جو شخص بارش میں پاک ہو جاتا ہے۔ یا نہر میں کود پڑتا ہے۔ اس کے غسل سے نماز ادا کرنا جائز نہ ہوتا۔ بہر حال محرفین کے نزدیک اس آیت کے بعد خود یہی آیت یوں ہے کہ: ”فتوفاه اللہ ورفعه و طهره و جعل اتباعه فوق الذین کفروا“ مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ شاید اس قرآن میں موجود ہو کہ جس میں یہ آیت ہے کہ: ”انا انزلناه قریباً من القادیان“ ورنہ ہمیں امید نہیں ہے کہ اس کے سوا کسی اور قرآن میں موجود ہو۔

اسلام کے نزدیک اس آیت کو دو طریق سے حل کیا گیا ہے۔ اول تو فی کو بمعنی موت لے کر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے تو اس وقت چار وعدوں کا پورا ہونا یوں قرار پایا ہے کہ آپ حسب تصریح انجیل برنباس و دیگر تصریحات نبویہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ تاکہ یہود کی دستبرد سے رہا ہو جائیں اور حضور انور ﷺ کی بعثت سے آپ کے متعلق جو شکوک و ادہام تھے۔ ان سے آپ کو پاک کیا گیا اور ہمیشہ کے لئے عیسائی اور اہل اسلام تا بعد اروں کو یہود پر فوقیت دی گئی اور اخیر میں چالیس سال تک حکومت کے بعد آپ وفات پا کر مدینہ طیبہ میں دفن ہوں گے۔

اب اگر ترتیب وار ہی ان کا ایفاء ضروری سمجھا جائے تو ایک اور مشکل آپڑتی ہے کہ جس کو محرفین بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ یہ ہے کہ یہود پر تبعین کا غلبہ نمبر ۲ اسلام سے پہلے ہو چکا تھا اور تطہیر نمبر ۳ ظہور اسلام کے وقت حضور انور کی زبانی قرآن مجید کے نزول سے ہوئی ہے۔ پس جب واقعات کی رو سے وعدہ نمبر ۳، ۴ میں ترتیب پیدا نہیں ہوئی تو بہت ممکن ہے کہ وعدہ نمبر ۲، ۱ میں بھی ترتیب وقوعی پیدا نہ ہوئی ہو۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہو جاتا ہے کہ رفع کے بعد تو فی کا وقوع قرار پایا ہے اور صرف تجویز عقلی ہی نہیں بلکہ اس تقدیم و تاخیر کی نقل ہمارے پاس بقول مرزا (افقہ اصحابہ) حضرت ابن عباسؓ سے بھی موجود ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جب اس موقع پر حضرت ابن عباسؓ کا قول پیش کیا جاتا ہے تو کبھی اظہار نفرت کیا جاتا ہے اور کبھی تغلیط کی جاتی یا

اسے اسرائیلی روایت سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اتنا بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ قرآن شریف اسلام سے پہلے یہود کے پاس موجود ہی کب تھا کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تشریح یہودیوں سے سیکھی ہو۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ توفی کا معنی اس جگہ قبضہ میں لینے کے ہیں۔ جس کو مرزا قادیانی نے بھی (براہین احمدیہ ص ۵۱۹، خزائن ج ۱ ص ۶۲۰) میں حیات مسیح کا قول کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے اور (توضیح المرام ص ۳) میں لکھتے ہیں کہ احادیث اخبار اور بائبل کے رو سے جن نبیوں کا اس جسم غضری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں۔ ایک یوحنا کہ جس کو ایلیاء اور ادریس بھی کہتے ہیں اور دوسرے مسیح ابن مریم کہ جس کو یسوع اور عیسیٰ بھی کہتے ہیں اور حکیم نور الدین صاحب نے بھی اسی معنی کی بنیاد پر ”هو الذی ارسل رسولہ“ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے وابستہ کیا ہے اور تصریحات اسلامیہ تو ہزاروں ہی ہیں کہ جن میں یہاں توفی کا معنی قبض جسمانی کیا ہے تو اب ان دو وعدوں میں ترتیب خود بخود آ جائے گی اور واقعات کے مطابق مطلب یوں ہوگا کہ جب آپ کو یہود نے تنگ اور بدنام کیا تو آپ کی تسلی کو خدا نے کہا کہ میں تجھے قبض کر کے اپنے آسمان پر اٹھا لوں گا۔ (دیکھو انجیل برنابا اور تاریخ طبری)

اس موقع پر بعض محرفین یوں غلط پیش کرتے ہیں کہ حیات مسیح کا مسئلہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے براہین سے حوالہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عقائد میں ترمیم و تنسیخ نہیں ہوتی۔ (ورنہ ایسا شخص نبی نہیں ہو سکتا) ہاں البتہ احکام میں ترمیم و تنسیخ ہوا کرتی ہے۔ مگر یہ مسئلہ عقائد کے متعلق ہے۔ اس لئے اس میں ترمیم ناممکن تھی۔ اس کے علاوہ اگر ہم براہین احمدیہ کو اس مسئلہ میں منسوخ مان لیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہاں جو الفاظ یا ان کے معانی بیان ہوئے ہیں وہ غلط بھی ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ دو مفہوم آپس میں لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ ورنہ قرآن شریف میں جو آیات منسوخ سمجھی گئی ہیں وہ غلط بھی ہو جائیں گے۔ پس براہین اگر منسوخ ہو جائے تو ہزار دفعہ ہو جائے۔ ہمیں کچھ مضرت نہیں ہے۔ کیونکہ بقول مرزا یاساں وہ ساری کتاب وحی الہی ہے۔ اس لئے گو منسوخ ہو جائے۔ مگر غلط نہیں ہو سکتی۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ مرزائیوں کا ”خدا“ غلط فقرے بولتا رہا ہے اور اگر اس اصول کا خیال کیا جائے کہ مرزائیوں کے نزدیک وحی الہی میں نسخ جائز نہیں ہے تو پھر یہ عذر پیش کرنا بالکل غلط ہو جائے گا کہ براہین منسوخ ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاف نہیں کہتے کہ وہ منسوخ ہے۔ کچھ گول مول کہہ دیا کرتے ہیں۔ جس کا صحیح مطلب کچھ بھی نہیں نکلتا۔

پانچویں آیت میں یہ اصول پیش کرنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد وجود تثلیث ہوا ہے بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ انجیل برنابا اور طبری وغیرہ بتا چکے ہیں اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ خدا کی طرف سے اشاعت تثلیث کا سوال ہوگا۔ کیونکہ ”اننت قلت للناس“ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوال تعلیم تثلیث سے ہوگا کہ آیا اس کی تعلیم دینے والا کون ہے؟ تم ہو یا کوئی اور؟ تو اس کا جواب آپ نفی میں دیں گے کہ میں نے یہ تعلیم نہیں دی۔ میں تو وحدانیت کی تعلیم دیتا رہا ہوں۔ اس کے بعد اپنی مخلصی ثابت کرنے کو اپنی بے تعلقی ظاہر کریں گے کہ جب تک میں ان میں موجود تھا تب تک میں جواب دہی کا ذمہ دار تھا۔ اب جب میرا تعلق مجھ سے رہا ہی نہیں ہے تو میں جواب دہ کیسے بن سکتا ہوں۔ اس لئے خدا یا تجھے پورا اختیار ہے کہ چاہے ان کو عذاب کرے، یا بخش دے۔ مگر عذاب دے گا تو تجھ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے گا تو پھر بھی تیرے ہی ہیں۔

چھٹی آیت کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو حی و قیوم نہیں سمجھا گیا۔ ورنہ ہمارے رسول ﷺ عیسائیوں کے مقابلے میں ”یأتی علیہ الفناء“ پیش نہ کرتے۔ پس اگر طول عمر سے کوئی حی قیوم بن جاتا ہے تو مرزائیوں کو ۶۶ سال کے بعد جو بھی ہو مار ڈالنا چاہئے۔ تاکہ کہیں شرک لازم نہ آجائے۔ ۶۶ سال اس واسطے مقرر کئے جائیں تاکہ مرزا قادیانی کا وجود اس آیت کے خلاف ثابت نہ ہو۔

ساتویں آیت میں صلوٰۃ و زکوٰۃ سے مراد طریق اسلام نہیں ہے۔ بلکہ ان کا اپنا طریق مراد ہے۔ اس لئے اپنے اوپر قیاس کرنا غلط ہوگا اور اگر لفظ کا خیال رکھا جائے تو صرف یہی معنی ہے کہ عبادت اور پاکدامنی کا عہد تھا۔ جواب بھی آپ پورا کر رہے ہیں اور اگر آنکھ بند کر کے یہی مان لیا جائے کہ انجیل میں قرآنی تعلیم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم تھا تو اس وقت یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایسی زکوٰۃ کے وجوب کے لئے نصاب کا ہونا بھی ضروری ہے تو آپ جب دنیا سے بے تعلق ہیں تو زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی؟ کیا نادار بھی زکوٰۃ دیا کرتے ہیں؟ اس لئے محرفین پہلے آپ کی جائیداد ثابت کریں۔ پھر ہم ادا نیگی زکوٰۃ کی سبیل سوچ لیں گے۔

آٹھویں آیت کا جواب یہ ہے کہ ان اگرچہ قد کا معنی دے سکتا ہے۔ مگر یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا کہ اس آیت کا بھی یہ معنی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی مر گئے اور ماں سمیت سارے مر گئے تھے۔ کیونکہ ان کا ایک وقت ہی سب کا معامر جانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ بالفرض اگر یہ ارادہ صحیح بھی ہو تو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ جو معنی مسلمان کرتے ہیں وہ صحیح نہیں

ہے۔ اسلامی معنی یہ ہے کہ کون ہے کہ خدا کا کچھ بگاڑ سکے۔ جب کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام اور تمام مخلوق کو معمار ڈالنے کا ارادہ کر لے۔ حالانکہ اس سے پہلے مسیح کی والدہ کو موت دے چکا ہے۔ نویں آیت میں وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں اور یہ اصول گھڑنا کہ طول عمر سے عہد معبود کی حد تک پہنچ جاتا ہے بالکل غلط ہے۔ ورنہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت خضرؑ والیاس علیہ السلام آج سے پہلے خدا بن چکے ہوتے اور اگر یہ تسلیم نہیں ہے تو بموجب آیت قرآنی ابلیس تو دیر سے خدا بنا ہوتا۔ (معاذ اللہ)

دسویں آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم تمام انبیاء کو منجانب اللہ اور سچا سمجھتے ہیں۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ سب انبیاء کی پیدائش، حیات، حالات زندگی اور وفات بھی یکساں تھی اور یکساں ہی مانتے ہیں۔ یہ معنی صرف محرفین کی ایجاد ہے۔ ورنہ کوئی مفسر اسلام یا کوئی محدث اسلام اس طرح کے معنی کی تصدیق کرتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ ہی آئے گا۔ اس لئے اس آیت سے بھی وفات مسیح کا تعلق پیدا کرنا ایسا ہی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ کیا کھلاؤ گے، کہا دال، کہا تو پھر ہم بھی پاؤں سے نکلے نہیں ہیں۔

تحریفات نمبر دوم اور رفع

”ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ (نساء) وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (نساء) جعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کننت (مریم) والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعثت حیا (مریم) اهدنا الصراط المستقیم کنتم خیر امة اخرجت للناس (آل عمران) اللہ یتوفاکم (نحل) ومنکم من یرد الی ارنذل العمر (جزو) ننکسہ فی الخلق (یسین) ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین (بقرہ)“

پہلی آیت بتا رہی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا تا کہ صلیب پر مر کر ملعون ہوتے۔ بلکہ خدا نے آپ کو طبعی موت دے کر کشمیر میں بڑے مرتبہ تک پہنچایا تھا۔ دوسری آیت میں ہے کہ جو بھی یہودی ہے وہ اپنی موت سے پہلے آپ کی طبعی موت پر ایمان لاتا ہے۔ تیسری آیت ظاہر کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بابرکت انسان ہیں۔ اب اگر ان کو آسمان پر مانا جائے تو وہاں کون سی برکت دیتے ہوں گے۔ چوتھی آیت میں ہے کہ خدا تعالیٰ سے آپ نے سلامتی کی دعاء کی ہے۔ جب کہ آپ مریں گے۔ پانچویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ صراط مستقیم کی دعاء کرو اور یہ نہیں کہا کہ تم آسمان پر جا کر زندہ رہنے کی یہی دعاء کرو۔ چھٹی آیت میں امت محمدیہ کو بہترین امت کہا گیا ہے۔ کیونکہ دجال کو قتل کرے گی اور مسیح کی امداد کرے گی اور

مسیح ناصری کو جب تک مرا ہوا تصور نہ کیا جاوے تو مسیح مہدی کی امداد کیسے کرے گی۔ ساتویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا تم کو وفات دیتا ہے تو کیا حضرت مسیح علیہ السلام اس حکم سے باہر رہ گئے؟ آٹھویں آیت میں یہ تصریح موجود ہے کہ جو لوگ بڑی عمر پاتے ہیں۔ ان کے حواس ٹھیک نہیں رہتے اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تو کیا مسیح علیہ السلام دو ہزار سال بعد شیخ فانی ہو کر اتریں گے تو پھر ان سے بہتری کی امید کیا ہو سکتی ہے۔ نویں آیت میں ہے کہ بڑی عمر کا آدمی منکوس ہو جاتا ہے اور اس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ تو کیا تم ایسی حالت میں حضرت مسیح کو لانا چاہتے ہو؟ دسویں آیت ظاہر کرتی ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے زمین میں رہنے سہنے کا مقام مقرر کیا ہوا ہے تو پھر کیا کسی کو آسمان پر بھی رہنے کے قیام کی اجازت ہو سکتی ہے؟ اس لئے ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح کا عقیدہ حق ہے اور حیات مسیح کا عقیدہ خلاف قرآن ہے۔

اس تحریف کا جواب یہ ہے کہ جو معنی آیات مذکورہ کے کئے گئے ہیں۔ اس کا نشان کسی اسلامی کتاب سے نہیں ملتا۔ یہ سب کچھ مرزائی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ آریہ بھی تناخ کا ثبوت قرآن شریف کرتے ہیں کہ: ”ما ننسخ من آية . وننشئکم فیما لا تعلمون . فاذا هی شعبان مبین . امم امثالکم . کونوا اقردة خاسئين“ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان، پرند، چرند اور لکڑی وغیرہ سب حالت بدلتے رہتے ہیں اور یہی تناخ کا اصول ہے۔ مگر ان آیات کا معنی جو اسلام نے لیا ہے۔ اس کے لحاظ سے تناخ کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی طرح ان آیات سے بھی وفات مسیح بھی ثابت نہیں ہوتی جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قتل اور صلیب سے بچا کر اپنی طرف اٹھالیا تھا اور وہ وعدہ پورا ہو گیا تھا کہ میں تجھ کو اپنے قبضہ میں لا کر اپنی طرف اٹھالوں گا۔ (دیکھو انجیل برنابا اور احادیث مذکورہ) اور یہاں رفعہ سے یہ مراد لینا غلط ہے کہ آپ کو طبعی موت سے وفات دے کر رفعت دی تھی۔ کیونکہ ایسی رفعت عام بنی نوع انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ آپ سے وعدہ کرنے کا کیا مطلب تھا کہ ہم تجھے رفعت دیں گے۔ کیا آپ کو شروع حیات سے رفعت مرتبہ حاصل نہ تھی؟ اور وعدہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رفعت آپ کو دی جائے گی وہ رفعت جسمانی تھی۔ جو واقعہ صلیب کے وقت ظاہر ہوئی۔ ورنہ جو رفعت منزلت آپ کو پہلے ہی حاصل تھی اس کا وعدہ کرنا تحصیل حاصل یا ایک قسم کا محول بن جاتا ہے۔ تم اگر کسی سے اسی چیز کے دینے کا وعدہ کرو۔ جو اس کے پاس پہلے ہی حاصل ہے تو کیا وعدہ لغو اور بے فائدہ نہ ہوگا؟ دوسری آیت میں یونین بہ سے یہ مراد لینا کہ یہود کو قتل مسیح کا ایمان حاصل ہوتا ہے۔ دو وجہ سے غلط ہے۔

اول..... ان کو تو پہلے ہی اپنے زعم میں یقین ہے کہ ہم نے حضرت مسیح کو صلیب پر قتل کر ڈالا تھا اور انا جیل اربعہ میں یہی بالتصریح موجود ہے کہ آپ صلیب پر مر چکے تھے تو اندریں حالات یوں کہنا کیسا بے معنی ہوگا کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپ کے قتل پر ایمان لے آتے ہیں۔

دوم..... لیونن میں نون مشد و علامت استقبال ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آئندہ ایمان لے آئیں گے اور اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نزول مسیح کے وقت اہل کتاب سب کے سب آپ کی تصدیق کر لیں گے اور یہی وہ معنی ہے کہ جس کو اسلام نے قبول کیا ہے اور جس کی تائید صحف قدیمہ اور احادیث نبویہ سے ہو رہی ہے۔ اس لئے اس کے خلاف کوئی اور معنی تراش کر نا تحریف میں داخل ہوگا۔

تیسری آیت میں مطلقاً وفات مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ ایک ایک دور و ثیاں کی مثال ہے۔ ہر ایک جگہ مرزائی وفات مسیح کا ہی راگ گاتے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ اس آیت کے رو سے اگر وفات مسیح تسلیم کی جائے تو کیا کشمیر میں دفن ہونے کے بعد آپ کی برکت ظاہر ہوئی تھی؟ آپ تو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح وہاں ۸۷ سال روپوش ہو کر مر گئے۔ نہ تبلیغ کی نہ گرجا بنایا اور نہ کوئی اپنا نشان چھوڑا تو پھر برکت کیسی؟ اس لئے اس آیت سے اسلام میں یہ مراد ہے کہ آپ کا وجود بابرکت ہے۔ واقعہ صلیب سے پہلے آپ کی ذات سے لوگوں کی ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہوئیں اور نزول کے بعد اسلام آپ کی برکات سے بہرہ ور ہوگا اور اس کی تمام مردہ طاقتیں ظاہر ہوں گی اور باقی رہا آسمان کا مقام سو وہ بھی برکت سے خالی نہیں۔ کیونکہ اب مقربین میں داخل ہیں اور اب بھی صوفیائے کرام کی روحیں آپ سے روحانی برکات حاصل کر رہی ہیں۔ (دیکھو فتوحات مکہ)

چوتھی آیت میں مرزائیوں نے عیسائیوں کی چال چلی ہے۔ وہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف نے بھی واقعہ صلیب میں آپ کی موت کو تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ یوم اموت سے مراد صلیب پر مرنے کا دن ہے اور یوم البعث حیات سے مراد وہ دن ہے کہ جب آپ مرنے کے بعد تیسرے دن اپنی قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اب اگر مرزائیوں کا معنی مانا جائے تو عیسائیوں کا معنی بھی ماننا پڑتا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک معنی تسلیم ہو اور دوسرا متروک ہو۔ اس لئے ہمیں اس مطلب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جو اسلام نے یہاں پر تسلیم کیا ہے کہ یوم ولادت میں آپ شیطانی عوارض سے محفوظ رہے۔ حالانکہ آپ غیر محفوظ جگہ میں پیدا ہوئے تھے۔

(دیکھو مشکوٰۃ اور انجیل برہاس)



یوم وفات میں آپ کو مسلمان روضہ نبویہ میں دفن کریں گے اور حضور ﷺ کے پاس آپ کو جگہ ملے گی۔ جہاں کسی قسم کا کھٹکانہ نہ رہے گا اور یوم بعثت بعد الموت میں آپ حضور ﷺ کے ہمراہ ایک مقبرہ سے انھیں گے اور جو حفاظت اس وقت حضور ﷺ کی ہوگی۔ آپ بھی اس میں داخل رہیں گے۔ اب اس اسلامی معنی کو چھوڑ کر تحریف کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ پانچویں آیت سے وفات مسیح پر استدلال قائم کرنا ایک واہیات اصول پر مبنی ہے کہ جو واقعہ ایک کے لئے موجب رفعت ہو تو وہ سب کے لئے موجب رفعت ہوتا ہے۔ اگر یہ اصول صحیح ہے تو آپ ہی بتائیں کہ اگر معراج موجب رفعت سے تو کیا تم نے جو لا ہے کی طرح یہ بھی خدا سے مانگا ہے؟ شہادت حسینؑ بھی موجب رفعت ہے کیا تمہارے بانی مذہب نے بھی خدا سے مانگی تھی؟ اور ہزاروں امور موجب رفعت ہیں کیا۔ تم سب مانگا کرتے ہو؟ اور جب یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی وسعت کے مطابق پاؤں پھیلا کر رہتا ہے تو اپنی وسعت سے بڑھ کر نا واجب امور کا مطالبہ کرنا ایسا ہوگا کہ کوئی اہلنا الصراط المستقیم کہہ کر دعاء کرے کہ یا اللہ مجھے اپنے راستہ پر چلا کر خدا بنا لے۔ شاید مرزائی یہی دعاء کرتے ہوں گے۔ مگر اسلام یہی سکھاتا ہے کہ جس راستہ پر مقدس ہستیاں تھیں۔ اسی راستہ پر خدا ہم کو قائم رہنے کی توفیق عطاء کرے۔ آمین! چھٹی آیت میں امت محمدیہ کو بہترین امت اس لئے نہیں کہا گیا کہ مرزا قادیانی کی تصدیق کرنے کو کھڑی ہو جائے گی۔ بلکہ قرآن شریف کے رو سے اس لئے اس کو یہ لقب عطاء ہوا ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے مامور ہوئی ہے۔ انبیاء سابقین کی تصدیق کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے اور خیر المرسلین کی تابعدار بن کر خیر الامم کا لقب حاصل کرتی ہے۔ پس ان وجوہات کو چھوڑ کر ایک نئی وجہ گھرنے کہ جس کا ثبوت کسی جگہ سے بھی نہیں ملتا۔ ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ وعبد ربك حتى ياتيک اليقين عبادت کا حکم یقین آنے تک ہے۔ اس لئے جن کو خدا کی ہستی کا یقین آ گیا ہے۔ ان پر عبادت فرض نہیں ہے۔ کیا محرفین اس تحریف کو اپنی تحریفات میں داخل کر کے اپنی جماعت کو عبادت سے آزاد کر ڈالیں گے؟ اور یضلل بہ من يشاء کی مثال پیدا کریں گے؟ ساتویں آیت میں عام حکم ہے کہ خدا تم کو وفات دیتا ہے۔ جس کے رو سے ہر ایک انسان اپنے مقررہ وقت پر مر جاتا ہے اور مرنے کی مدت نہ کسی نے آج تک مقرر کی ہے اور نہ ہوگی۔ ورنہ جو شخص آج سے سو سال سے زیادہ عمر پا کر مرتا ہے۔ اس آیت کے خلاف ہوگا اور کہا جائے گا کہ عام مدت موت سے بڑھ کر کیوں زندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس تحریف کے پاؤں نہیں ہیں اور سوائے بے سمجھی کے کچھ ثابت نہیں کرتی۔ آٹھویں آیت میں ارذل العمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اپنے قوائے جسمانی کے ماتحت



انسان کم و بیش ارذل العمر تک پہنچتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک انسان ارذل العمر تک پہنچتا ہے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ کوئی پہنچتا ہے اور کوئی نہیں پہنچتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی حسب روایات سابقہ ارذل العمر تک نہیں پہنچے۔ کیونکہ آپ نزول کے بعد ایک عربی عورت سے شادی کر کے صاحب اولاد ہوں گے۔ اب آپ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ آپ چونکہ دو ہزار سال تک زندہ ہیں۔ ارذل العمر تک پہنچ گئے ہیں۔ دو وجہ سے سطحی بات ہے اول یہ کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس وقت کے ماحول کی عمریں بڑی لمبی ہوتی تھیں۔ جب پر آج کل کا اندازہ ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا۔ مشہور ہے کہ رستم گیارہ سو سال تک زندہ رہ کر مر گیا۔ تو اس کی ماں رو کر کہتی تھی کہ: ”بچہ مرد نہ چیزے دید نہ چیزے خورد“ اگر یہ روایت صحیح ہے تو خیال باطل کرنے کو کافی ہے کہ انسان ساٹھ ستر سال تک ارذل العمر تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس وقت کے دوسری عمریں دیکھی جائیں تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہزار دو ہزار سال تک انسان کا ارذل العمر تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک زندہ رہ کر بھی جوان رہے۔ سام کی عمر ہزار سال تھی۔ متوشلح ۹۷۹ سال تک زندہ رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک ہزار چار سو سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی عمر ۱۴۵۰ سال تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نو سو تیس سال تک اپنی اولاد کی پرورش کرتے رہے۔ حضرت شیث علیہ السلام نو سو بارہ سال تک احکام خداوندی بجالاتے رہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر ۳۵۶ تھی۔ حضرت موسیٰ کی ۱۲۰ اور حضرت ابراہیم کی ۲۲۳ سال کی عمر تھی۔ حضرت انوش کی عمر ۶۰۰ سال ہے اور حضرت ہود کی ۶۴ سال۔ کتاب المعمرین میں ان معمر لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کی عمر میں کئی سینکڑے سالوں تک پہنچیں۔ باوجود اس کبرسنی کے ارذل العمر تک کوئی نبی نہیں پہنچا اور نہ ہی کسی اسلامی شہادت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نبی ارذل العمر کا شکار ہوا تھا۔ کیونکہ یہ ایک ذلیل زندگی ہے اور خدا کے مقرب بندے اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ دوم یہ کہ حدیث نبویہ کی رو سے آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ ایک سو بیس یا ساٹھ سال تک ہے اور وہ زمانہ جو آپ آسمان پر گزار رہے ہیں۔ وہ دنیاوی زندگی محسوب نہیں کیا گیا۔ ورنہ حضور ﷺ اپنے احادیث میں آپ کی عمر اپنے عہد میں کم از کم چھ سو سال تک ظاہر فرماتے۔ اس لئے ارذل العمر سے بچانے کی خاطر نزول مسیح کا انکار کرنا ایک جہالت ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ کمال بے باکی ہے کہ اپنے خیال کی بنیاد پر اسلامی روایات کو رد کیا جاتا ہے۔ بھلا کج ماتم اور کج فرمان نبوی۔ کیا پدی کیا پدی کا شور بہ۔ ایسے محرفین کو ایسی کمال بے باکیوں سے دستبردار ہونا چاہئے۔ ورنہ وہ تو ہین الانبیاء کے مرتکب ہوں گے۔ نویں آیت کی تشریح سے صرف یہ

ثابت ہوتا ہے کہ معمر آدمی منکوس فی الخلق ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ لوگ ساٹھ ستر سال کی عمر تک معمر کہلانے لگتا ہے تو گو آج کل صحیح ہوگا۔ مگر گذشتہ زمانہ میں معمر کی حدود ہزار سال تک معلوم ہوتی ہے اور نکوس فی الخلق نہیں ہوا اور آئندہ زمانہ میں بھی ممکن ہے کہ آج کل کا اندازہ غلط ثابت ہو جائے اور اگر یہ مطلب لیا جائے کہ جو انسان اپنی پوری عمر یا کردارہ شیخوخت تک پہنچ کر پیر فرقت بن جاتا ہے تو اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں تو یہ معنی قابل تسلیم ہے۔ مگر قرآن شریف میں یہی نہیں کہا گیا کہ ہر ایک معمر ”کل من نعمہ“ کو ہم درجہ شیخوخت میں بے سمجھ کر دیتے ہیں۔ اگر محرفین نے یہی سمجھا ہے تو یہ ان کی خوش فہمی ہوگی ورنہ اسلام انبیاء کو ایسی حالت سے منزہ سمجھتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی یہ دعائھی کہ: ”اللہم انسی اعوذ بک من الحرم“ یا اللہ شیخوخت سے مجھے بچائیو۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ۶۳ سال کی عمر میں آپ کے قوائے جسمانی برقرار تھے اور سوائے سترہ بال کے کوئی بال بھی سپید نہیں ہوا تھا۔ بہر حال انبیاء کو اس آیت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام تو ۱۲۰ سال کی عمر تک پہنچ کر بھی معمر شیخ فانی تسلیم نہیں کئے گئے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ شادی کر کے صاحب اولاد بھی بنیں گے۔ اب ایک طرف محرفین کا قول ہے اور دوسری طرف حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ جس کی مرضی ہو وہ حضور ﷺ کے خلاف محرفین کا اسلام قبول کر کے اسلام قدیم سے خارج ہو جائے اور جو چاہے اسلام میں داخل رہے۔ دسویں آیت میں عام قاعدہ بیان ہوا ہے کہ بنی نوع انسان کا مقام زمین ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اخیر زمانہ میں پھر زمین میں ہی دفن ہوں گے۔ اس لئے کچھ مدت کے لئے استقرار فی الارض کے خلاف عارضی قیام آسمان میں کر لینا مضر نہیں پڑتا۔ ورنہ کسی کو چار پائی پر بھی سونے کی اجازت نہ رہے گی اور جو لوگ غباروں میں اڑ کر ستر ہزار فٹ تک اوپر چلے جاتے ہیں یا ہوائی جہاز میں کچھ مدت کے لئے زمین سے الگ ہو کر عارضی قیام کر لیتے ہیں یا سمندر میں ساری عمر جہازوں کے ملاح رہتے ہیں۔ ایسے خوش فہم محرفین کے نزدیک استقرار فی الارض کے خلاف ہوں گے۔ جو صریح حماقت میں داخل ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ایسے محرفین قرآن شریف کو توڑ موڑ کر موجودہ خیالات کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ یہ نہیں کہ اپنے خیالات کی ترمیم قرآن شریف یا احادیث سے کریں۔ اب یہ کہنا مشکل ہو گیا ہے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے صرف اتنا ہی قرآن تسلیم کیا ہے کہ جس قدر خیالات مغربیہ سے موافقت رکھتا ہے۔ ورنہ دوسرے احکام سے یا تو صراحتہ انکار کر دیتے ہیں یا اگر کچھ شرم دامنکیر رہے تو نیک نیتی یا بد نیتی سے توڑ موڑ کر قرآنی مفاہیم کی نوعیت بدلنے لگ جاتے ہیں۔

## تحریقات نمبر سوم اور خلود

”ثم جعل من بعد قوة ضعفا وشيبة (روم) فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون (اعراف) ما جعلنهم جسدا لا ياكلون . وما كانوا خالدين (انبیاء) اليوم اكملت لكم دينكم (مائدة) لن تجد لسنة الله تبديلا (فاطر) ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد وما كانوا خالدين (انبیاء) تلك امة قد خلت (بقرة) وكذلك جعلناكم امة وسطا (بقرة) انشأكم من نفس واحدة (جود) ثم انكم بعد ذلك لميتون (المؤمنون)“

پہلی آیت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ جوانی کے بعد بڑھاپا آ جاتا ہے اور طاقت کے بعد کمزوری آ جاتی ہے۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام بوقت نزول کمزور ہوں گے تو اسلام کی خدمت کیا کر سکیں گے۔ دوسری آیت سے ثابت کیا ہے کہ موت و حیات کا سلسلہ بنی نوع انسان کے لئے زمین سے وابستہ ہے تو حضرت مسیح کا آسمان پر چلا جانا اور مدت دراز تک وہاں قیام رکھنا کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ تیسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کا جسم ایسا نہ تھا کہ خوراک نہیں کھاتے تھے اور ان کو دنیا میں ہمیشہ کارہنا میسر نہ تھا تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا اب تک بغیر خوراک زندہ رہنا کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ چوتھی آیت سے ثابت کیا ہے کہ حضور انور ﷺ پر تکمیل اسلام ہوئی جو بڑی نعمت عظیم الشان ہے۔ اب اگر طول عمر یا رفعت سماوی بھی نعمت ہوتی تو حضور ﷺ کو ایسی نعمت عظمیٰ سے کیوں خالی رکھا گیا تھا؟ پانچویں آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح قانون فطرت کے خلاف ہے اور خدا تعالیٰ اپنی سنت تبدیل نہیں کرتے۔ چھٹی آیت سے ثابت کیا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کو خلو و فی الدنیا نصیب نہیں ہوا۔ اس لئے حیات مسیح کا قول غلط ہے۔ ساتویں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی تمام جماعت گزر چکی ہے تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام ابھی تک کیوں باقی رہ گئے ہیں۔ آٹھویں آیت میں خدا تعالیٰ نے ہم کو امت وسط بنایا ہے اور نزول مسیح سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کی امت (نصاری) یہ خطاب پا کر خیر الامم بن جائے۔ کیونکہ اب تو وہی اخر الامم ہوگی۔ نویں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس واحدہ سے حضرت مسیح بھی پیدا ہوئے تھے تو تمام بنی نوع سے اشتراک ضروری تھا۔ تو پھر کیوں ابھی تک آپ کو زندہ تصور کیا جاتا ہے اور دسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سہ مرنے والے ہیں تو پھر حضرت مسیح کیوں نہیں مرے۔ ان سب کا جواب مختصر طور پر یوں ہے کہ دفات مسیح سے ایک آیت بھی وابستہ نہیں ہے۔ ان میں عام حالات بیان کئے گئے ہیں کہ جن کا ہر فرد انسان میں اور ہر وقت پایا جانا

ضروری نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستانیوں کو کالے آدمی کہا جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے کشمیری ایسے گورے ہوتے ہیں کہ مغربی انسان ان کے ہم پلہ گورے نہیں ہوتے۔ اس لئے ایسے اصول کو علوم متعارفہ کہتے ہیں۔ ان کو اصول کلیہ نہیں کہا جاسکتا۔ ورنہ ضروری ہے کہ پہلی آیت کے رو سے کوئی انسان بھی ایسا نہ پایا جائے کہ جس کو طاقت کے بعد کمزوری لاحق نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی بچے اور جوان بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں تو پھر یہ آیت ان پر کیسے شامل ہو سکتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ ان کو ابھی تک کمزوری لاحق نہیں ہوئی۔ دوسری آیت سے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ موت و حیات کا سلسلہ ہم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر ایک سے ایسے سلسلہ کا تعلق یکساں اور ایک خاص مدت تک ہوتا ہے۔ اس واسطے حضرت مسیح سے بھی اس سلسلہ کا تعلق ہو جائے گا۔ اگرچہ کچھ دیر بعد ہو۔ کیونکہ آخر آپ دفن آسمان پر نہیں ہوں گے۔ زمین پر ہی آ کر وفات پائیں گے۔ تیسری آیت میں کفار کے ایک عام اشتباہ کا جواب دیا گیا ہے کہ رسول اور نبی کی شان نہیں ہے کہ بازاروں میں پھرے، کھائے پیئے اور بول و براز کرے۔ ورنہ ہم میں اور اس میں فرق ہی کیا ہوا۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ نبی بھی چونکہ انسان ہوتا ہے۔ اس لئے کھانا پینا اس کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے۔ ہاں اگر نبی فرشتے ہوتے تو پھر ان کو خوراک سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔ لیکن خوراک ضروری ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر وقت کھاتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ عند الضرورت کھاتے پیتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی کھاتے پیتے رہے ہیں۔ اب چونکہ عارضی طور پر ایسی آب و ہوا میں ہیں کہ جہاں اس خوراک کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے پھر وہ جب زمین پر آئیں گے تو عند الضرورت کھانا کھائیں گے۔ اس لئے حیات مسیح کا قول اس آیت کے خلاف نہ ہوا۔ چوتھی آیت میں صرف تکمیل اسلام کا ذکر ہے۔ باقی انعامات کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ ”تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض“ کا ارشاد بتا رہا ہے کہ بعض انبیاء میں خاص خاص انعام پائے گئے ہیں تو حضور ﷺ میں طول عمر کا انعام نہ پایا جانا تکمیل اسلام کے خلاف ثابت نہیں ہوا اور یہ جہالت کا سوال ہے کہ حضور ﷺ میں انبیاء سابقین کی مخصوص نعمتیں کیوں نہیں پائی جاتیں۔ ورنہ حضور ﷺ بھی بغیر باپ کے پیدا ہوتے اور آپ کی والدہ محترمہ کا ذکر بھی ایک لمبی سورۃ میں درج ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ میں طول عمر کا نہ پایا جانا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ حیات مسیح کا قول کرنا غلط ہے۔ پانچویں آیت کا تعلق اکرام المؤمنین اور تعذیب الکفار سے ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے پہلے چند آیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ تمام امور الہیہ سے

اس آیت کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شب و روز انقلاب ہوتا رہتا ہے اور سلسلہ تولید و موات میں قسم قسم کی نیرنگیاں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ سردی، گرمی، بارش، قحط، مرض اور عافیت بھی ایک اصول پر نہیں ہے۔ اب اگر حیات مسیح کا مسئلہ ایسے انقلابات کے ماتحت تسلیم کیا جائے تو کون سا ظلم ہوگا۔ چھٹی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی انسان کو ہمیشہ کے لئے دنیا میں رہنا نصیب نہیں ہے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح بھی آخر فوت ہو کر دفن ہوں گے تو پھر اس آیت کے خلاف کیسے ہوگا۔ ساتویں آیت میں ذکر ہے کہ رسول اپنا منصب تبلیغ خالی کر کے چلے گئے ہیں۔ جن میں سے کچھ وفات پا چکے ہیں اور کچھ زندہ ہیں۔ ایسی بات کو ملحوظ رکھ کر ماتت کا لفظ اختیار نہیں کیا۔ تاکہ انبیاء کی دونوں قسموں پر یہ آیت شامل ہو جائے۔ آٹھویں آیت میں ہم کو امتہ وسط کا خطاب دیا گیا ہے۔ جس میں خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کوئی الگ امت تجویز کریں گے یا اپنی امت سابقہ کو بڑھائیں گے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسلام کی خدمت میں یہود و نصاریٰ کے مذہب کو مٹا کر دنیا میں چالیس سال تک اسلام ہی اسلام کر ڈالیں گے۔ اس لئے حیات مسیح کا مسئلہ آیت ہذا کے خلاف نہ رہا۔ نویں آیت میں پھر ایک اصول متعارفہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور معترض نے اس کو اصل کلیہ سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے حیات مسیح کو اس آیت کے خلاف سمجھنے کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوتی ہے۔ ہم اس کے جوابدہ نہیں ہیں۔ دسویں آیت میں بھی وقوع موت کو اصول متعارفہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بنی نوع انسان کے موجود ہوتے ہی موت کا وقوع ہو جاتا ہے۔ بلکہ موت کا بھی خاص موقعہ ہے کہ جس سے انسان پس و پیش نہیں ہو سکتا۔ علی ہذا القیاس حضرت مسیح بھی اپنے وقت پر موت کا شکار ہوں گے۔ آپ بھی نہیں بچیں گے۔ اس لئے ہمارا عقیدہ اس آیت کے خلاف بھی نہ ہوا۔ ہاں محرف کے عقیدہ کے خلاف ضرور ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ اسے دعویٰ تو قرآن دانی کا بڑا ہے۔ مگر دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ مغز قرآن سے ناواقف ہے اور اس کو اتنی تمیز نہیں کہ اصول متعارفہ اور اصول کلیہ میں تمیز کر سکے۔ شاید یہی قوم اس آیت میں بطور قاعدہ کلیہ مخاطب ہے۔ ”انکم قوم تجهلون“ تحریفات نمبر چہارم اور (رقی)

”اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (روم) کل من علیہا فان (رحمن) اینما تکنونا یدرکم الموت (نساء) والذین یدعون من دونہ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون • اموات غیر احياء (نحل) قال شرکاؤکم ما کنتم ایانا تاعبدون • وان کنا عن عبادتکم لغفلین (یونس) انکم وما

تعبدون حسب جهنم انتم لها واردون • الا الذين سبقتم لهم الحسنی اولئک عنها مبعدون او تر قے فی السماء (بنی اسرائیل) انما مثل الحیوة الدنیا کما انزلنه من السماء فاختلط به نبات الارض (یونس) الم تر ان الله انزلہ من السماء ماء (زمر) انما الحیوة الدنیا لہو ولعب وزینۃ (جدید)

ان آیات میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں انسانی زندگی کے چار درجات بیان ہوئے ہیں۔ خلق، رزق، حیات اور موت۔ دوسری آیت میں ہر ایک چیز کو فانی کہا گیا ہے۔ اب اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اب تک زندہ بحکم عصری مانا جائے تو ان دو آیتوں کے خلاف ہوگا۔ وہ اب تک باقی ہیں فانی نہیں ہوئے اور حیات کے بعد موت نہیں آئی۔ تیسری آیت میں ہے کہ موت تم کو ہر جگہ پاسکتی ہے۔ مگر بڑا تعجب ہے کہ اب تک حضرت مسیح علیہ السلام کو نہیں پاسکی۔ چوتھی آیت میں تمام معبودان باطل کو مردہ کہا گیا ہے اور جب عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں تو وہ کیوں مردہ نہ بنے۔ پانچویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ معبودان باطلہ کو معلوم نہیں ہے کہ ان کی عبادت ہوتی بھی ہے یا نہیں ہے۔ اگر پھر حضرت مسیح کو دوبارہ نازل ہو کر حکمران سمجھا جائے تو آپ کو اپنی پرستش کا ضرور علم ہو جائے گا۔ اب قیامت کو کیسے کہہ سکیں گے کہ ہمیں اپنی پرستش کا علم نہیں ہے۔ اس لئے حیات مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ خلاف قرآن ہے۔ چھٹی آیت میں بتایا گیا ہے کہ تمام معبودان باطلہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ مگر وہ معبود مستثنیٰ ہیں کہ جن کے متعلق خدائی فیصلہ بہتری میں ہو چکا ہے۔ جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں۔ پھر بتایا گیا ہے کہ نزول آیت کے وقت ایسے مقدس اشان دوزخ سے الگ رکھے گئے ہیں۔ اب اگر حضرت مسیح مرے نہیں ہیں تو ان کا یہ فیصلہ کس طرح ہو گیا کہ دوزخ سے الگ ہیں۔ ساتویں آیت اس امر کا بیان ہے کہ حضور انور ﷺ سے کفار مکہ نے یہ درخواست کی تھی کہ آپ اگر نبی ہیں تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھلائیں تو چونکہ آسمان پر انسان کا چڑھنا ناممکن تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ ان کے جواب میں یوں کہیں کہ میں فرشتہ نہیں ہوں کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاؤں۔ میں تو انسان و رسول ہوں۔ اس لئے نہیں چڑھ سکتا۔ حضور ﷺ کے انکار سے ثابت ہوا کہ جب خاتم المرسلین آسمان پر نہیں جاسکتے تو حضرت مسیح علیہ السلام کیسے آج تک زندہ ہیں۔ آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی نباتات کے مانند ہے۔ نباتات تازہ ہو کر بعد میں زرد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی میں تغیر ہو جاتا ہے۔ مگر حیات مسیح اس آیت کے خلاف اب تک متغیر نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ عقیدہ خلاف قرآن ہوا۔ نویں آیت میں بارش کی مثال دے

کرتغیر حیات کا تصور دلایا گیا ہے اور غیر متغیر حیات کو خلاف قرآن قرار دیا گیا ہے۔ دسویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ دنیاوی زندگی میں زینت اور تفاخر وغیرہ داخل ہیں اور یہ نہیں بتایا گیا کہ دنیاوی زندگی میں آسمان پر بھی چلا جانا متصور ہے۔ اس لئے ان دس حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننا خلاف قرآن ہے۔

اس تحریف کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں سے ایک آیت بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق نہیں ہے۔ جو کچھ کہ محرفین نے ضمنی اشارات سے سمجھا ہے وہ چونکہ اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس لئے ان ضمنی اشاروں سے کوئی اسلامی مسئلہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ ضمنی اشارے بھی کسی دلیل پر مبنی نہیں ہیں۔ مثلاً پہلی آیت سے یہ اصول سمجھنا کہ انسانی زندگی کے چار حصے ہیں۔ خلق، رزق، حیات اور موت اور اس سے نتیجہ یہ نکالنا کہ ان میں طول عمر یا سعودالی السماء مذکور نہیں ہوا۔ یہ سب کچھ خوش فہمی کا اثر ہے۔ کیونکہ یہ آیت اپنے موقعہ پر شان الہی ذکر کرتی ہوئی بندوں سے خراج عبادت لینا چاہتی ہے اور آپ ہیں کہ خلاف موضوع انسانی زندگی کا تقسیم اوقات نکالنے بیٹھ گئے ہیں۔ خود ہی سوچیں کہ اگر یہ نکتہ آفرینی صحیح ہے تو لوٹ کر اسی آیت کو پھر غور سے دیکھ لیجئے کہ آپ کے مقصد کے خلاف ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس میں ترتیب حالات یوں دی گئی ہے کہ خلق، رزق، ممات اور حیات اگر آپ کے بالمقابل کوئی عیسائی اجتہاد کرنے بیٹھ گیا تو بآسانی کہہ سکے گا کہ اس میں حضرت مسیح کے حالات درج ہیں۔ کیونکہ آپ مرکز زندہ ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں تمام حالات درج نہیں اور نہ ہی یہ درج ہے کہ حیات کے بعد موت کب آئے گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اگر ہمیشہ کے لئے زندہ مانا جاتا تو پھر یہ آیت تردید کر سکتی تھی۔ مگر اب تو محرفین کی لیاقت ظاہر کر رہی ہے کہ وہ ایسے خوش فہم ہیں کہ اگر ان سے یوں پوچھا جائے کہ: ”انتم لا تعلمون“ سے کیا مراد ہے تو صاف کہہ دیں گے کہ انسان ظلوم و جہول کی جہالت مراد ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ: ”علم“ خدا کی صفت ہے۔ انسان اس میں شریک نہیں ہے۔ اس لئے اور نہ سہی کم از کم یہ ثابت ہوگا کہ مرزائی علم سے عاری ہیں۔ دوسری آیت میں ہر چیز کو فانی بنایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح پر بھی فنا آنے والی ہے۔ ”یا اُتٰی علیہ الفناء“ تیسری آیت میں موت کا تعاقب مذکور ہے۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام بھی نہیں بچیں گے۔ چوتھی آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو محرفین نے معبودان باطلہ میں داخل کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کے رو سے ان میں آپ داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ معبود غیر خالق ہیں اور حضرت مسیح بحکم آیت: ”انّی اخلق لکم من الطین الّٰیہ“ خالق تھے اور اگر ان میں



شامل کر لیا جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ان معبودوں کی عین عبادت کے وقت ان کو موت آگئی ہو۔ بلکہ فرعون، ہامان وغیرہ کی مدتوں عبادت ہوئی اور دیر بعد ان کو وفات دی گئی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دیر بعد وفات پانے والے ہیں اور آئندہ جس کی بھی عبادت ہوگی وہ بھی آئندہ ہی مرے گا۔ اب مرا ہوا نہیں ہے۔ پانچویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ معبود اپنے عبادت گزاروں کی عبادت سے بے خبری ظاہر کریں گے۔ تو جس طرح اس آیت سے خود اپنی عبادت کرنے والا فرعون، ہامان وغیرہ خارج ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس سے خارج ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام معبودان باطلہ کو شامل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی شمولیت صرف بتوں تک جا کر ٹھہر جاتی ہے۔ ورنہ انسان پرستی کے متعلق یہ آیت بحث نہیں کرتی۔ ورنہ آپ ہی بتائیں کہ فرعون خود اپنی عبادت کراتا رہا ہے تو قیامت کو وہ کیسے انکار کر سکے گا؟ چھٹی آیت میں معبودان باطلہ کو حکم آیت: ”وقودھا الناس والحجارة“ دوزخ کا ایندھن قرار دیا گیا ہے۔ جن میں سے ابھی کئی ایک پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اس لئے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ فلاں فلاں معبود شخصی طور ایندھن نہیں ہے۔ بلکہ ایک اصول کے ماتحت قیامت کو یہ فیصلہ ہوگا۔ اس لئے یحجدون کا ترجمہ یوں کیا جائے گا کہ ایسے لوگ دور رکھے جائیں گے تاکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آئندہ موجود ہونے والے معبود اور راست گو بھی اس راستگاری میں شامل ہو سکیں۔ اگر انصاف سے دیکھیں تو اس آیت میں کچھ اشتباہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب علم ہوتا تھا تو آپ روک دیتے تھے۔ اسی طرح نزول کے بعد بھی جس کو ایسا دیکھیں گے مار ڈالیں گے۔ اب اگر کوئی آپ کی عبادت کرے گا تو نہ آپ کو اس کا علم ہوگا اور نہ رضامندی، اس لئے آپ کا انکار قیامت کو صحیح ٹھہرے گا۔ ساتویں آیت میں ہے کہ کفار مکہ نے حضور ﷺ سے ناممکن امر کی درخواست کی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ آسمان پر چڑھنے کا سوال ممکن تھا۔ ورنہ اس سوال کو یوں نہ بدلتے کہ: ”لن نؤمن لرقیک الا یہ“ ہم آپ کے آسمان پر چلے جانے کو نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ خدا کی طرف سے ہمارے نام پر ایک چھٹی بھی نہ لاؤ اور اس تبدیلی کی وجہ بھی خاص تھی۔ کیونکہ ان کے ماحول میں یہود و نصاریٰ آباد تھے اور سال بسال حج کے موسم پر تبادلہ خیالات کا موقعہ بھی ملتا رہتا تھا۔ اس لئے یہ بہت قرین قیاس ہے کہ ان کے نزدیک چونکہ آسمان پر انبیاء کا جانا یقینی تھا۔ کفار نے اسے ممکن سمجھ کر ایک کڑی شرط لگا کر ناممکن بنا دیا تھا۔ محرفین نے اس موقعہ پر غور نہیں کیا۔ ورنہ استدلال ان کو واپس لینا پڑتا۔ آٹھویں آیت کا جواب دیا گیا ہے کہ انسانی زندگی کو نباتات کے بقا و فنا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر وقت کی تعین نہیں کی گئی۔ اس لئے بقاء



وفاء میں تقدیم و تاخیر واقع ہو رہی ہے اور آپ کی زندگی بھی معرض فناء میں ہے۔ نویں آیت میں بھی یہی مضمون ہے اور دسویں آیت میں دنیاوی زندگی کو ناپائیدار بتایا گیا ہے جو آج نہیں تو چند سال یا چند صدیوں کے بعد ضرور نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس لئے یہ آیت بھی ”یأتی علیہ الفناء“ کی مؤید ثابت ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر آیات پیش کی گئی ہیں۔ محرفین نے خواہ مخواہ ان کو حیات مسیح کے خلاف بنا لیا ہے اور نہ اس کی سب مؤید ہیں۔

تحریفات نمبر پنجم اور ختم نبوت

”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب) فاستلوا اهل الذکر انکنتم لا تعلمون (انبیاء) یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة (فجر) ان المتقین فی جنات ونہر . فی مقعد صدق عند ملک مقتدر (قمر) وما ہم عنہا بمخرجین (حج) ما تاکم الرسول فخذوه (حشر) اطیعوا الله واطیعوا الرسول (نساء) لم نجعل الارض کفاتا احياء وامواتا (مرسلات) وانه لعلم الساعة (زخرف) یوم ندعو کل اناس بامامهم (بنی اسرائیل)“

آیت اول کا یہ مطلب ہے کہ حضور انور ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت سب سے آخری نبوت ہے اور آپ ﷺ نے سب کے اخیر پر ربہ رسالت حاصل کیا۔ حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا۔ مگر محرفین نے یہ سمجھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی زندہ نہیں اور یہ مفہوم غلط ہے۔ کیونکہ رسالت حاصل کرنا اور بات ہے اور رسالت حاصل کردہ کے ساتھ زندہ رہنا اور بات ہے۔ اس کی مثال یوں دیا کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے بچے مختلف ہوں۔ سب سے آخری بیٹا اگر مر جائے اور درمیانی یا سب سے بڑا بیٹا ابھی تک زندہ ہو تو وہ آخری بیٹا نہیں بنے گا۔ علیٰ ہذا القیاس آخری نبی ہمارے حضور انور ﷺ ہی ہوں گے۔ اگرچہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہوں۔ مگر آپ علیہ السلام آخری نبی کا خطاب نہیں پاسکتے۔ دوسری آیت کا مطلب یوں ہے کہ کفار مکہ سے کہا گیا تھا کہ یہ تمہارا کہنا غلط ہے کہ اگر خدا کو ہماری طرف احکام بھیجنا مطلوب تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتا۔ کیونکہ جس قدر پہلے رسول آئے ہیں وہ تمام بشر تھے۔ ایک بھی ان میں سے فرشتہ نہ تھا۔ جو نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں۔ تم کو شک ہے تو یہودیوں سے دریافت کر لو کہ وہ آدمی تھے یا کہ فرشتے۔ مرزائیوں نے خواہ مخواہ اپنے ذہن میں اس آیت کا مطلب بدل کر کہا کہ: ”اگر تم کو وفات مسیح میں شک ہے تو یہودیوں سے جا کر پوچھ لو۔“

مگر یہ نہیں خیال کیا کہ اگر یہودیوں سے پوچھا جائے گا تو وہ زور سے کہہ دیں گے کہ آپ مقتول بالصلیب ہو چکے تھے۔ کیا مرزائی مان لیں گے؟ شاید ہمارے مقابلہ میں مان لیں۔ کیونکہ وہ بھی مماتی اور یہ بھی مماتی ہیں۔ اس آیت میں اتنا بھی خیال نہیں کیا کہ پوچھنے کو تب کہا گیا ہے کہ اگر ہمیں علم نہ ہو۔ ورنہ علم کی صورت میں ہمیں ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تیسری آیت میں یہ ذکر ہے کہ نزع کے وقت اہل ایمان سے کہا جاتا ہے کہ چلو اپنے رب کے پاس جنت میں داخل ہو جاؤ اور خوشی خوشی عباد اللہ المقربین اور فرشتوں میں شامل ہو جاؤ۔ مرزائیوں نے اس کو وفات مسیح سے یوں وابستہ کیا ہے کہ حضرت مسیح کو رفعت الی اللہ حاصل ہو گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ اس لئے اب مردوں میں شامل ہو کر داخل جنت ہو گئے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ اصول ہے کہ جو بھی خدا کے پاس جاتا ہے وہ مرا ہوا ہی جاتا ہے۔ زندہ نہیں جاسکتا۔ مگر اتنا خیال نہیں کیا۔ خود فرشتے زندہ ہیں۔ وہ کیسے خدا کے پاس موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ وہ کیسے زندہ تھے۔ حضور انور ﷺ شب معراج میں دیدار الہی سے مشرف تھے اور قاب قوسین کا قرب حاصل تھا تو حضور ﷺ کو کس طرح زندہ تصور کیا گیا تھا۔ مرزا قادیانی نے جب خود خدا بن کر زمین و آسمان پیدا کیا تھا۔ کیوں نہ مر گئے؟

چوتھی آیت میں مذکور ہے کہ متقین جنت میں خدا کے پاس ہوں گے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ جب خدا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے پاس لیا ہے تو ضرور اس کے پاس اب موجود ہیں اور جنت میں داخل ہیں۔ اس لئے آپ کی وفات ثابت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہی معنی صحیح سمجھا جائے تو اس سے وفات مسیح کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی متقی ہے اس وقت جنت میں داخل ہو چکا ہے اور دنیا میں کوئی متقی نہیں رہا۔ اب ہمیں تو یہیں رہنے دیجئے۔ اپنے مرزا قادیانی کی خیر منائیے۔ وہ اپنی زندگی میں متقین کی صف سے جب نکل گئے تو نبی کیسے بنے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ احمدیوں کو قرآن شریف نہیں آتا۔ پانچویں آیت میں یہ مذکور ہے کہ جب اہل جنت، بہشت میں داخل ہوں گے تو ان کو کوئی نکال نہیں سکے گا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پابزنجیر ہو کر قید ہیں۔ نکل نہیں سکتے۔ کیونکہ سورہ صافات میں خود خدا نے کہا ہے کہ اہل جنت نکل کر دوزخیوں سے بات چیت کریں گے۔ حضور انور ﷺ کا بیان ہے کہ آپ شب معراج میں جنت کی سیر کر آئے تھے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ شہداء کی روحمیں پرندوں کی طرح جہاں چاہیں اڑ کر چلی جاتی ہیں۔ مرزا قادیانی مانتے ہیں کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی روح کو عیسائیوں کی شرارت کا پتہ لگا تو قادیان میں غلام احمد بن کر ظاہر ہوئی۔ اب مرزائی بتائیں کہ کیا قادیان بھی جنت میں داخل ہے۔

یایوں کہنا غلط ہے کہ اہل جنت اپنے ارادہ سے باہر جانے کے مجاز نہیں ہیں؟ اب اس آیت سے وفات مسیح ثابت کرنا غلط ہوگا۔ کیونکہ وہ اگر بالفرض مرکز ہی جنت میں گئے تو بقول مرزائیاں پنجاب میں نکل بھی آئے ہیں اور اگر یہ مانا جائے کہ آپ ابھی زندہ ہیں تو آپ کا ابھی تک جنت میں مستقل طور پر داخلہ نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ بھی ملائکہ مقربین میں رہتے ہیں۔ چھٹی آیت میں مذکور ہے کہ حضور انور ﷺ جو کچھ تم کو کہیں اس پر عمل کرو۔ مثلاً آپ نے صاف فرمادیا ہے کہ بخدا عیسیٰ بن مریم ارے یہودیو تمہیں آ کر ٹھیک کرے گا اور ہم مسلمان بھی اس کو تسلیم کرتے ہوئے حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ورنہ محرفین نے جو کچھ سمجھا ہے کہ رسول (مرزا قادیانی) نے جب تم کو وفات مسیح کا مسئلہ بتادیا ہے تو تم اس کو مان لو۔ بالکل غلط ہے کیونکہ اولاً یہ حکم مرزائی بننے کے بعد جاری ہو سکتا ہے۔ ورنہ جب ہم مرزا قادیانی کو رسول ہی نہیں مانتے تو ہماری طرف اس کلام کا روئے سخن کیسے ہو سکے گا۔ ثانیاً یہ ماننا پڑتا ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ آیت بغیر تعمیل کے ہی پڑی رہی تھی۔ مرزا قادیانی آئے تو اس پر عمل ہونا شروع ہوا ہے۔ حالانکہ یہ دو وجہ سے غلط ہے۔ اول یہ کہ مرزا قادیانی سے پہلے وفات مسیح کا مسئلہ سرسید نے شائع کیا تھا اور اس سے پہلے فلاسفر اور کچھ معتزلہ بھی وفات ہی کو مانتے چلے آئے ہیں۔ مرزا قادیانی کا معاملہ تو کے آدمی و کے پیر شدی کے مشابہ تھا۔ بات تو آپ نے بھی وہی کہی تھی۔ مگر ذرہ الہام کی دم لگالی تھی۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ: ”المعتزلة واليهود والنصارى الذين ينكرون الرفع الجسماني“

(فتوحات ب ۳۶۹)

معتزلہ یہودی اور کچھ نصاریٰ بھی رفع جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ مرزائی یہودی ہیں یا معتزلہ اور یا ایک قسم کے عیسائی کہ رات دن حیات مسیح کی تردید میں ڈٹے رہتے ہیں۔ دوم یہ کہ لفظ ماعربی زبان میں جو کچھ کا معنی دیتا ہے۔ مرزا قادیانی نے تو صرف وفات مسیح کا مسئلہ ہمیں بتایا ہے۔ جس کو ہم صرف ایک مسئلہ کہہ سکتے ہیں۔ ساتویں آیت میں حکم ہوا ہے کہ: ”اولی الامر“ کی اطاعت کرو۔ جس سے مراد سلطان وقت لیا جاتا ہے یا مذہبی پیشوا اور آئمہ ہدے مراد ہیں۔ اور جس کو ہم جو کچھ نہیں کہہ سکتے اور مرزا قادیانی ان میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ نہ آپ بادشاہ تھے اور نہ کسی مذہبی پیشوا یا امام وقت نے وفات مسیح کا مسئلہ شائع کیا تھا۔ اس لئے محرفین کا یوں کہنا غلط ہے کہ مرزا قادیانی اولی الامر تھے۔ جمع کا صیغہ ہے جس سے جماعت مراد ہے۔ ہمیں تو اولی الامر میں سے ایک بھی وفات مسیح کا قائل نہیں ملتا۔ آپ ایک جماعت پیش کرتے ہیں اور بلا ثبوت ہمیں کیسے باور ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا کہنا واجب التعمیل ہے۔

لاہوری پارٹی حضرت مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے نہیں مانتی اور مرزا قادیانی آپ کو بغیر باپ کے مانتے ہیں۔ البتہ یہ آیت اگر ان کو سنائی جائے تو شاید کچھ کارآمد ہو سکے۔ مگر وہ بھی ایسے گستاخ واقع ہوئے ہیں کہ مرزا قادیانی کو بعض دفعہ اجتہادی مسائل میں غلط گو بھی کہہ دیا کرتے ہیں اور ہم بھی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ غلط گو ہی تھے۔ اس لئے اس آیت کو ہمارے سامنے پیش کر کے وفات مسیح منوانے کی توقع رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔ آٹھویں آیت میں بتایا گیا ہے کہ زمین ہڈیوں کو جمع کرنے والی ہے۔ خواہ ان لوگوں کی ہڈیاں ہوں جو ابھی زندہ ہیں یا مردوں کی اور یا ان لوگوں کی ہڈیاں ہوں جو ابھی تک پیدا ہو کر مرے بھی نہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زمین زندہ اور مردوں کو جمع کرنے والی ہے اور ان کو بھی جو پیدا ہوں گے۔ اب اس سے وفات مسیح ثابت کرنا کمال بے وقوفی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں جب آئندہ نسلیں بھی داخل ہیں۔ جو ابھی تک پیدا ہو کر نہیں مریں اور وہ بھی داخل ہیں۔ جو ابھی زندہ ہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا انکار کیوں کیا جاسکتا ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ آپ عارضی طور پر زمین کی سطح پر نہیں رہتے تو آپ ہی بتائیں کہ کون اس کی سطح سے ہر وقت لپٹا رہتا ہے؟ اس لئے اس حکم سے حضرت مسیح علیہ السلام بھی باہر نہیں ہیں۔ کیونکہ آخر آپ بھی دفن ہو کر پوند زمین بن جائیں گے۔ نویں آیت میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح کا ظہور قیامت کا ایک زبردست نشان ہے۔ محرفین کہتے ہیں کہ اس کے بعد یوں بھی آیا ہے کہ: ”وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ“ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے پاس ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاس زندہ بھی رہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جگہ عندہ سے مراد مفسرین کے نزدیک مقام ملائکہ مراد ہے۔ (دیکھو تفسیر کشاف وغیرہ) ہمیں ان کی شوخی طبع سے خوف ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ علم خدا کا وصف ہے۔ جو خدا سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام بحیثیت علم ہونے کے خدا کی صفت تھے اور غیر محسوس بھی تھے۔ اگر یوں کہہ دیں تو تثلیث کا ثبوت قرآن سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قرآن شریف کے متعلق یوں ہدایت ہے کہ: ”قُلْ فِيهِ مِثَاقُ الشَّعْثِ“ جو مرضی ہو کہتے جاؤ۔ دسویں آیت میں حکم ہے کہ قیامت کو ہر ایک امت اپنے اپنے نبی کے نام پکاری جائے گی۔ یا ان کو اپنے اپنے اعمال نامے دے کر اٹھایا جائے گا۔ (موضح) محرفین کہتے ہیں کہ ظہور مسیح کے بعد جو مسلمان مریں گے کیا حضرت مسیح کے نام سے پکارے جائیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ مرزائی اپنی فکر کریں کہ وہ کس نبی کی امت بن کر پکارے جائیں گے۔ قادیانیوں کو سخت مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ ان کے نزدیک افضل المرسلین مرزا قادیانی ہیں۔ اب ان کو چھوڑ کر حضور انور ﷺ کی امت بننا کیسے گوارا کریں گے؟ اس لئے اب بھی ان کو لازم ہے کہ

اعلان کر دیں کہ ہمارا امام اور نبی غلام احمد قادیانی ہے، نہ کہ حضور علیہ السلام۔ تاکہ جو بات کل قیامت کو کھلتی ہے آج ہی کھل جائے۔ لوہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا امام اور پیغمبر حق احمد مجتبیٰ آخر الزمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہم اسی کے نام سے انھیں گے اور جو لوگ ظہور عیسیٰ ابن مریم کے وقت ہوں گے وہ بھی حضور ﷺ کے نام پر ہی انھیں گے۔ کیونکہ بحکم حدیث: ”لَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا لَمَّا وَسَّعَهُ الْاِتِّبَاعِي“ جب حضرت مسیح علیہ السلام خود حضور ﷺ کے تابعدار ہو کر امت محمدیہ میں انھیں گے تو آپ کے تابعدار اہل اسلام کس طرح امت محمدیہ میں داخل ہو کر حضور علیہ السلام کے نام پر نہ انھیں گے؟

تحریفات نمبر ششم اور ربوہ

”لکل درجات مما عملوا (انعام) امنوا بالله ورسله ولا يفرق بين احد منهم (بقرة) وما اوتى موسى وعيسى (بقرة) واخرين منهم لما يلحقوا بهم (جمعة) وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم (نساء) واوينهما الى ربوة (مؤمنون) اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون (يسين) ورسولا الى بنى اسرائيل (آل عمران) واذ قتلتم نفسا فادارتم فيها (بقرة) امه صديقه“

گیارہ آیات کو وفات مسیح علیہ السلام پر یوں چسپاں کرتے ہیں کہ آیت اول میں ہر ایک کے اعمال مقرر ہیں۔ اب عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو کیا کام کیا کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہی کام کرتے ہیں جو تمہارے نزدیک ۸۷ سال روپوش ہو کر کشمیر میں کرتے رہے تھے۔ کیا وہاں کوئی تبلیغی نشان آپ دکھا سکتے ہیں؟ ہمارے نزدیک فرشتوں میں داخل ہو کر تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اپنی نبوت کا کام ختم کر چکے ہوئے ہیں۔ دوسری آیت میں بتاتے ہیں کہ مسلمان وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی حیات و ممات کو یکساں تسلیم کریں۔ تو پھر کیوں حضرت مسیح کو اب تک زندہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا کوئی اور نبی بھی زندہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کو منجانب اللہ ہونے میں سب کو یکساں مانتے ہیں۔ ورنہ حالات زندگی میں ان کو یکساں نہیں مان سکتے۔ کیونکہ ہر ایک کی سوانح حیات الگ الگ تھے۔ اب صرف سانحہ موت ہی کو لیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کھڑے ہوئے آئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ۱۴۰ سال کے بعد آئی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں آئی تھی۔ خضر و الیاس علیہم السلام بھی تک زندہ ہیں۔ اب خود ہی بتائیے کہ سانحہ وفات سب کا کیسے یکساں ہوا اور یہاں پر یہ وہم کرنا کہ ہم وفات مسیح کے قائل نہیں ہیں تو ہم آپ کو ہمیشہ کے لئے زندہ سمجھتے ہیں، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک

قیامت سے پہلے آپ بھی وفات پائیں گے۔ تیسری آیت میں وفات مسیح پر کوئی دلیل مذکور نہیں ہے اور اگر یہ وہم ہے کہ اس میں خلت کا لفظ آیا ہے تو اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔ چوتھی آیت میں وفات مسیح کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضور انور ﷺ ان آئندہ نسلوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ جو ابھی تک امتین میں شامل نہیں ہوئیں۔ اگر یہ وہم ہے کہ اگر نزول مسیح حق ہوتا تو آخرین کے متعلق خدا تعالیٰ یوں بیان کرتا کہ وہ حضرت مسیح کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ تو اس کا جواب یوں ہے کہ اگر اس میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے تو حدوث مسیح قادیانی کا بھی ذکر نہیں ہے تو جس طریق سے مرزائی یہاں پر اپنے مسیح کو داخل کر سکتے ہیں۔ ہم بھی اسی طریق سے اپنے مسیح علیہ السلام کو داخل کر لیں گے۔ کیونکہ یہ اپنی اپنی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ آیت مضمون پیش کردہ میں سے کسی ایک کی بھی متحمل نہیں ہے۔ پانچویں آیت میں وفات مسیح کو یوں ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بنی اسرائیل میں جب تک موجود رہے ہیں تو آپ کو ان کی شرارتوں کا علم تھا اور اگر نازل ہوں گے تو پھر آپ کو ان کی تثلیث کا علم ضرور ہی ہوگا۔ لیکن جب قیامت کو تثلیث کے متعلق سوال ہوگا تو آپ لا علمی ظاہر کر دیں گے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو علم نہیں ہے اور نازل بھی نہ ہوں گے۔ ورنہ کیا معاذ اللہ خلاف واقع بیان دیں گے؟ اس کا جواب دو طریق پر ہے۔ اول یہ کہ شہید کا معنی مشاہدہ کرنے والا یہاں مراد نہیں ہے۔ بلکہ رقیب یا مخبر کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہے۔ جیسا کہ: ”لتكونوا شهداء عليهم“ میں امت محمدیہ کو امم سابقہ پر شہید علیہم کہا گیا ہے۔ جس کا معنی صرف یہی ہے کہ ہم ان کے خلاف مخبر ہو کر ان کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی نہیں آئے۔ بلکہ ضرور آئے ہیں اور ہم اس امر کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کو اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام تثلیث کے متعلق اپنے آپ کو بالکل الگ رکھ کر غیر جانبدار رہنا پسند کریں گے۔ کیونکہ جب آپ کو تثلیث کا علم ہوتا تھا تو آپ لوگوں کو منع کرتے تھے۔ رفع کے بعد حواریوں کے ذریعہ تثلیث کا عقیدہ محکم ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوگی۔ اب آپ کا جواب درست ہوگا کہ تثلیث کا مسئلہ میری ذمہ داری سے باہر ہے۔ ہاں اگر میں نے کہا ہوتا یا میں معلوم کر کے ان کو نہ روکتا تو میری ذمہ داری مخدوش ہو سکتی تھی۔ دوسرا طریق جواب یہ ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں ۸۷ سال روپوش رہے ہیں اور کشمیری اقوام بھی ان کے نزدیک یہودی ہیں اور مسیح کی بھیڑیں ہیں۔ جن کو آپ سمجھانے آئے تھے تو آپ ایک سو بیس سال بنی اسرائیل میں ہی رہے۔ اب اگر شہید کا معنی ”عالم بالا حوال“

کیا جائے تو پھر بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ جب تک میں ان میں رہا تو ان سے باخبر رہا۔ کیونکہ ۸۷ سال ان کی بے خبری اور روپوشی کا زمانہ ہے۔ اب اگر حیات مسیح علیہ السلام مان کر یہ جواب صحیح نہیں بن سکتا تو وفات مسیح مان کر بھی صحیح نہیں بن سکتا۔ چھٹی آیت میں ربوہ کا معنی کشمیر لے کر وفات مسیح ثابت کی گئی ہے کہ ماں بیٹا دونوں کشمیر میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک حسب تحقیق تو تاریخ اسلام ربوہ سے مراد مصر کا وہ گاؤں ہے کہ جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور ہیردوس اکبر کے ظلم سے بھاگ کر پناہ گزین ہوئے تھے اور کشمیر کو جائے پناہ بنانا تو تاریخ اسلامی کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ کی والدہ مریم جلیل میں رہی ہے اور اگر ربوہ سے مراد کشمیر ہی ہے تو اوینا سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ”ماوی و ملجا“ انسان کے لئے وہ جگہ ہوتی ہے کہ جہاں خطرات سے بچ کر پناہ لے۔ اب اگر کشمیر کو بالفرض آپ کی جائے پناہ سمجھا جائے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ماں بیٹا وہاں بچ کر نکل آئے تھے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہاں مر بھی گئے تھے۔ مرنے کے وقوعہ کو یہاں پر شامل کر لینا خلاف قرآن یا قرآن پر زیادتی ہوگی۔ اس لئے اس آیت سے وفات مسیح کو ثابت کرنا غلط ہوگا۔ ساتویں آیت میں ایجاد امر کا ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو کن کہہ کر پیدا کر لیتے ہیں۔ ورنہ حیات و وفات مسیح کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ مرزا قادیانی نے یہ مسئلہ ایجاد کیا ہے اور یہ خدا کے حکم سے ہوا ہے تو ہم یوں کہیں گے کہ حیات مسیح کا مسئلہ اس سے پہلے ایجاد ہو چکا ہوا ہے۔ اس لئے ”لا تبدیل لخلق اللہ“ کے رو سے یہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور مرزا قادیانی کو دھوکہ لگا ہوا ہے کہ خدا کے حکم سے وفات مسیح کا مسئلہ ایجاد ہوا ہے۔ کیونکہ خدا کے احکام میں اختلاف نہیں ہوا کرتا۔ انھوں نے آیت میں یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح یہودیوں کی طرف رسول ہو کر آئے تھے۔ محرفین کا خیال ہے کہ نزول مسیح اگر صحیح ہو تو یوں کہنا پڑتا ہے کہ آپ امت محمدیہ کی طرف بھی رسول ہو کر آئیں گے؟ اور یہ خلاف قرآن ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ اس وقت رسول نہیں ہوں گے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کی رسالت کیوں جاتی رہے گی؟ مگر اہل اسلام اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہی آیت ثابت کر رہی ہے کہ آپ نے تبلیغ رسالت کا کام صرف یہودیوں سے متعلق رکھا تھا۔ آپ انہی کے رسول ہیں۔ پھر انہی کی طرف بحکم احادیث ظاہر ہو کر آئیں گے۔ مگر چونکہ اس وقت آپ کی شریعت منسوخ ہو چکی ہوگی۔ اس لئے شریعت محمدیہ کے ماتحت تبلیغ تو حید کریں گے اور یہ تبلیغ بحیثیت امت محمدیہ میں داخل ہونے کے ہوگی۔ جیسا کہ پہلے بار بار مذکور ہو چکا ہے۔ نویں آیت میں محرفین نے یہ مفہوم گھڑا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں سے کہا تھا کہ ارے یہودیو! تم نے حضرت مسیح کو



مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا تو تمہارا آپس میں جھگڑا پڑ گیا تھا۔ کیونکہ تم اسے نہیں مار سکتے تھے اور وہ نیم مردہ ہو کر تم کو مقتول نظر آیا تھا اور لوگوں نے اسے اتار کر اسے اچھا کر لیا تھا اور کشمیر کو بھاگ گیا تھا اور تم کو یقین ہو گیا تھا کہ تم اس کو نہیں مار سکتے۔ مگر تم دیدہ دانستہ اس واقعہ کو چھپاتے تھے تاکہ تم اپنے آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب ظاہر کر سکو۔ لیکن خدا کو منظور تھا کہ اس راز کو طشت از بام کر دے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی زبان سے اس کی ساری کلی کھول دی گئی۔ ”واللہ مخرج ما کنتم تکتمون“ کا اشارہ اسی طرف ہے۔ چنانچہ آپ نے بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حکم قہری کے ذریعہ سے یہود کو حکم دیا تھا کہ تم حضرت مسیح کو صلیب پر پورا قتل نہ کرو۔ بلکہ کچھ قتل کر کے چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہو گئے۔ ”فقلنا اضربوه ببعضها“ کا اشارہ اسی طرف ہے۔ ”کذالك يحيى الله الموتى“ میں اشارہ ہے کہ اسی طرح کی حکمت عملیوں سے خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو موت سے بچایا کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تحریف قرآنی یہودیوں سے بھی بڑھ کر ہے اور ہمارے لئے کافی ثبوت ہے کہ مرزائی اپنے خیالات کے ماتحت قرآن کی تحریف میں منہمک رہتے ہیں اور عملاً اسلامی روایات کو ملیا میٹ کر دیا کرتے ہیں۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی عقائد، اسلامی روایات، اسلامی تصریحات اور اسلامی مسلمات کو مٹا کر ایک نیا مذہب گھڑا جائے کہ جس کا نام تو اسلام ہی ہو۔ مگر اس کی روح ازالہ اوہام اور براہین احمدیہ کے الہابات ہوں اور بقول شخصے ان کا قرآن براہین احمدیہ ہے اور ازالۃ الاوہام یا توضیح المرام اور دوسری کتب احادیث رسول ہیں۔ اربعین کے چاروں نمبران کی بائبل ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان کا تعلق اسلام سے لفظی ہے اور ہمارے نبی کو امام نہیں مانتے۔ جس طرح کہ اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو نبی تو مانتے ہیں۔ مگر اپنا امام نہیں مانتے۔ اسی طرح ان کا امام مرزا قادیانی ہیں۔ ان کی شریعت ہی ان کا دستور العمل ہے۔ ورنہ ہمارے نبی کی شریعت شرائع قدیمہ منسوخہ میں درج ہو چکی ہے۔ اس واسطے مرزا قادیانی ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ رسمی مسلمان کا لقب دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں اسلام کا نشان موجود ہے۔ ورنہ خود اسلام موجود نہیں ہے۔

چہ دلا ورت دزدے کہ بکف چراغ دارد  
دسویں آیت اور گیارہویں آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بازاروں میں پھرتے تھے اور آپ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور ضرور مر بھی گئے ہوں گے۔ ورنہ بتاؤ کہ جو ایسا ہوا بھی تک نہیں مرا۔ جواب میں گزارش ہے کہ یہ دونوں آیتیں



”ماقبل وما بعد“ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ اہل مکہ یوں کہتے تھے کہ خدا کا رسول فرشتہ ہونا چاہئے نہ یہ کہ ہماری طرح عوارض انسانی میں مبتلا ہو تو اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ انبیاء سابقین تمام بشر تھے۔ ان میں سے کوئی بھی فرشتہ نہ تھا اور عوارض انسانی مبتلا تھے۔ موت و حیات کا سلسلہ بھی ان سے بھی وابستہ تھا۔ چنانچہ جس طرح وہ اپنے اپنے وقت میں پیدا ہوئے۔ اسی طرح اپنے اپنے وقت مقررہ پر وفات پائیں گے۔ یہ مطلب چھوڑ کر مرزائیوں نے حیات و ممات مسیح کا مضمون یہاں پر چھیڑ دیا ہے اور ذہن میں یہ خیال جما رکھا ہے کہ حیات مسیح کا یہ معنی ہے کہ آپ کی وفات واقع نہ ہوگی اور آپ قیامت تک بھی نہ مریں گے اور یہی غلط خیال پھیلا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ورنہ اگر تبلیغ کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کرتے کہ اسلام میں نزول کے بعد وفات مسیح کو تسلیم کیا گیا ہے تو سارا جھگڑا ہی جاتا رہتا۔ مگر ایسے استاد کاروں سے کب امید ہو سکتی ہے کہ اسلامی رواداری میں ایک لفظ بھی کہیں۔

### تحریفات نمبر ہفتم اور بہائی

قرآن شریف کے معانی اختراع کرنے میں مرزائیوں نے بابی مذہب کی پیروی اختیار کی ہے۔ ابوالبرکات بابی اپنی کتاب التوضیح میں لکھتے ہیں کہ پیشین گوئی کا اصل مطلب امام آخر الزمان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور علمائے ظاہری سے ان کا اصل مقصد پوشیدہ رکھا گیا ہے اور قرآن شریف میں یہ مضمون صاف لکھا ہوا ہے کہ امام آخر الزمان کی شریعت سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ: ”اذا السماء انشقت“ کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ احکام و ارکان اسلامیہ قدیمہ ایسے بے اثر ہو جائیں گے کہ ان سے نور ایمان حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی ان سے دیانتداری اور خلوص نیت پیدا ہوں گے۔ ”النجوم انكدرت“ آئمہ اسلام کے وعظ اور بیانات غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ کیونکہ امام آخر الزمان سے بیگانگی پیدا ہو جائے گی۔ ”فلا اقسم بالخنس الجوار الكنس“ سے مراد امام الزمان ہیں جو غائب ہو کر ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ہدایت پاتے ہیں اور کچھ لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ”یوم ینادی المنا، من مکان قریب“ امام آخر الزمان جبل کرمل سے اعلان نبوت کریں گے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ علی ہذا القیاس مرزائی مفسر بھی قرآن شریف کے وہ معانی متبر اور یقینی سمجھتے ہیں جو ان کے امام الزمان مرزا قادیانی نے بیان کئے ہوں۔ یا آپ کی رائے سے اتفاق رکھتے ہوں۔ جیسا کہ: ”اذا زلزلت الارض زلزالها“ دنیا میں ایک زلزلہ آئے گا۔ ”واخرجت الارض اثقالها“ زمین سے معدنیات کو نکلے وغیرہ نکال دے گی۔ ”یومئذ تحدث اخبارها“ مطیع

کے ذریعہ اخبارات جاری ہوں گے اور فون کے ذریعہ جمادات باتیں کریں گے۔ ”والوزن  
یومئذ الحق“ اور امتحانات میں اعمال کا وزن ہوگا۔ جیسا کہ: ”ومن يعمل مثقال  
الآیہ“ سے معلوم ہوتا ہے۔ ”اذا السماء انفطرت“ آسمان کو غیر مجسم مانا جائے گا۔  
”واذا الکواکب انتثرت“ ستارے پھٹ کر منتشر ہو جائیں گے۔ ”واذا البحار سجرت“  
محکمہ انہار جاری ہوگا۔ ”واذا القبور لعبثرت“ پرانی قبروں کی کھدائی مصر وغیرہ میں شروع ہو  
جائے گی۔ ”اذا العشار عطلت“ ریل گاڑی کی وجہ سے اونٹ لادنے کی ضرورت نہ رہے گی۔  
”واذا الوحوش حشرت“ چڑیا گھر بن جائیں گے۔ ”واذا النفوس زوجت“ مشرقی  
اور مغربی مخلوقات مخلوط ہو جائیں گی۔ ”اذا الموءودة سئلت“ دختر کشی بند ہو جائے گی اور اس پر  
مقدمہ چلا جائے گا۔ ”اذا الصحف نشرت“ اخبارات شائع ہوں گے۔ ”اذا السماء  
كشطت“ آسمانی موجودات کو خوب تحقیق کیا جائے گا۔ ”واذا الجحیم سعرت“ آگ سے  
کارخانے چلیں گے۔ ”اذا الجنة ازلفت“ امام الزمان کی بیعت کا زمانہ مراد ہے۔ ”علمت  
نفس ما قدمت واخرت“ نتائج امتحانی مراد ہیں۔ ”الخنس الجوار الكنس“ آبدوز  
کشتیاں مراد ہیں۔ ”واللیل اذا عسعس“ جہالت چلی جائے گی۔ ”والصبح اذا تنفس“  
نئی روشنی ظاہر ہوگی تو رسول کریم مرزا قادیانی کا ظہور ہوگا۔ ”وبالآخرة هم یوقنون“ آخری  
وجہ پر یقین رکھنے والے اور مرزا قادیانی کو آخر الانبیاء ماننے والے ہی ایماندار ہیں۔

یہ چند تحریری نمونے اس لئے پیش کئے گئے ہیں تاکہ بہائی اور مرزائی کا مذہب معلوم ہو  
جائے کہ ہر ایک اسلامی خیالات اور اسلامی تحقیقات چھوڑ کر اپنے اپنے بانی مذہب کو قرآنی پیشین  
گوئیوں کے مطابق کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اسلام چھوڑ کر گھڑ لی ہیں اور بڑے دھڑلے سے  
کہتے ہیں کہ حالات اسلام میں بہشت کے متعلق پیش کئے گئے ہیں۔ ان سے مراد زمانہ حال کا  
تقیس ہے اور اسی میں قرآن کی صداقت کا راز مضمحل سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک جنت و نار کی  
حقیقت صرف دنیاوی رنج و راحت ہے اور زمانہ حال جس قدر مذہب چھوڑ کر وحشیت کی طرف  
آ رہا ہے۔ اسی قدر مرزائی اور بہائی خوش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے امام کی صداقت کا نشان قرار  
دیتے ہیں۔ ان قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے امام ترک مذہب، تقییس، ناجائز محبت، غیر  
موزوں اتحاد اور نامناسب مساوات ہی سکھلانے آئے تھے۔ اس لئے مسلمانان زمانہ حال کو  
اپنے اسلام پر قائم رہنا چاہئے اور ایسے تارکین اسلام سے پرہیز واجب ہے۔

(ازالہ ص ۱۰۰، ۱۳۵، خزائن ج ۳ ص ۱۵۵، ۱۵۶) سورۃ القدر کی تحریف کی ہے کہ خدائی کام

لیلتہ القدر میں ہی ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو نبوت بھی اسی رات ملی تھی اور اسی عظیم الشان رات میں نبی نزول فرماتا ہے۔ ”تنزل الروح“ اس کے بعد سورۃ بینہ میں اس کی مثال بیان کی ہے کہ اہل کتاب سخت بلاؤں میں مبتلا تھے۔ نجات دینے کو فرشتوں کے ساتھ حضور ﷺ نازل ہوئے۔ اس کے بعد سورہ زلزال نازل کی۔ جس میں مسیح قادیانی کے نزول کا بیان یوں ہے کہ دماغی زمین سخت جوش کھائے گی۔ ”اذا زلزلت“ اور جو خیالات ملکیہ یا بیہمیہ ان میں بھرے پڑے ہیں سب نکل آئیں گے اور دلی خیالات ظاہر ہوں گے۔ ”اخرجت“ اور جب اچھے برے خیالات انتہاء تک پہنچ جائیں گے تو خدا رسیدہ لوگ کہیں گے کہ یہ انسانی کام نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہی کا ظہور ہو رہا ہے۔ ”اوحی“ اب لوگ دو گروہ مرزائی اور غیر مرزائی ہو جائیں گے۔ غیر مرزائی دنیا پرست اپنے نتائج بد اعمال سے پائیں گے اور مرزائی خدا پرست اپنے نیک اعمال کا بدلہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں گے۔ ”نباء عظیم“ کے مطابق یہی تفسیر ہے اور جو تشریح مفسرین اسلام نے لکھی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ یہ مرزا قادیانی کا ایمان ہے۔ حالانکہ جو تفسیر اسلام نے کی ہے تو ابن جریر اور ابن کثیر نے اس کی سند حضور انور ﷺ تک پہنچائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تفسیر خود حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی تفسیر ہے اور یہ دیکھئے مرزا قادیانی ہیں کہ اپنے آقا کی تفسیر کو مسترد اور غلط کرتے ہیں اور ساتھ ہی غلام آبق کا دعویٰ بھی ہے۔

### تحریفات نمبر ہشتم اور دجال معہ یا جوج ماجوج

قرآن شریف میں جو تحریفات انہوں نے کی ہیں۔ اس باب میں اور اس سے پہلے بابوں میں پیش کئے گئے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ اسلام کو اندر ہی اندر سے کس طرح یہ لوگ چوہوں کی طرح کتر گئے ہیں۔ مرزا قادیانی بھی ان سے نالاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے (ازالہ ص ۶، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰) میں لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا کہ علماء نے میرے گھر کو بدل دیا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش گاہ میں ان کی ٹھوٹھیاں پیالیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح احادیث نبوی کو کتر رہے ہیں۔ مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک ایسے لوگ غیر احمدی ہیں۔ مگر اہل تحقیق واقعات پر نظر ڈال کر مرزا قادیانی کو معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اپنے الہام سمجھنے میں اجتہادی غلطی لگی تھی اور چونکہ غیر احمدی علماء کا داخلہ مرزا قادیانی کے معبد اور گھر میں کبھی نہیں ہوا۔ اس لئے ان سے مراد احسن امروہی، حکیم نور الدین، روشن علی وغیرہ ہیں کہ جنہوں نے تمام تحریفات کا بیڑہ اپنے سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ ان کی کتابیں مسک عارف، شمس بازغہ اور نور الدین یا تفسیری نوٹ اصول مذہب قرار دی گئی ہیں اور ان کا خلاصہ

مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام وغیرہ میں الہامی رنگ میں ظاہر کیا ہے اور ان کے مقبضین نے ان الہاموں پر استدلالی رنگ پر چڑھا کر اسلام جدید کی بنیاد کو پختہ کر دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی تعلیم کو بدلے یا قرآن مجید کے ایک حرف کو بھی ناقابل عمل سمجھے وہ کافر ہے۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ ان منافقوں نے اسلام سارا ہی بدل ڈالا ہے اور پھر اسلام کو نہیں چھوڑتے۔ دیکھئے کیا کہتے ہیں۔ دابتہ الارض طاعونی کیڑے ہیں جو مرزا قادیانی کی تائید کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یا جوج ماجوج انگریز اور روس ہیں۔ کیونکہ انچ آگ کو کہتے ہیں اور یہ لوگ آگ سے کارخانے چلاتے ہیں۔ (اب مرزائی بھی چلاتے) ہیں کہ وہ بھی یا جوج ماجوج ہو گئے ہیں اور تاریخ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان اقوام کے آباؤ اجداد کے نام یا جوج ماجوج ہیں اور پہاڑی علاقوں سے نکل کر بڑی سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ مگر جہاں پھلنا لکھا ہے وہاں کی مسیح کی دعاء سے ان کی موت بھی بہت جلد لکھی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ مدعی مسیحیت خاک ہو گیا اور یا جوج ماجوج نہیں مرے۔ شاید طفل تسلی دینے کے لئے یوں کہہ دیں گے کہ روحانی طور پر مر چکے ہیں۔ اصحاب اکہف بھی انگریز ہیں جو (کوٹھی) کہف میں رہتے ہیں۔ جس میں دھوپ اندر نہیں آ سکتی ہے۔ کتابھی دروازے پر بیٹھا رہتا ہے اور خواب خرگوش ہوتے ہیں اور نیند میں بھی ان کی آنکھ بند نہیں ہوتی۔ یا یوں کہو کہ تم ان کو ہادی خلق سمجھتے ہو۔ حالانکہ یہ گمراہ قوم ہے۔ تین سو سال تک جو لوگ غار میں پڑے تھے ان کے متعلق تحقیق جدید نے فیصلہ کیا ہے کہ جب وہ بھاگ کر غار میں داخل ہوئے تھے تو سلطان عصر نے غار کے دھانہ پر دیوار چنوا دی تھی اور آغاز اسلام میں ان کی ہڈیاں یورپ پہنچ چکی تھیں۔ دجال سے مراد قوم انگریز ہے۔ کیونکہ لغت میں اس کے معنی الرجال الیکٹرون لکھا ہے۔ (غلام احمد) بھی لغت کے رو سے حضور انور ﷺ کا تابع دار ہوتا ہے۔ اس لئے تمام مسلمان مسیح بن گئے ہیں۔ ریل گاڑی اس قسم کا گدھا ہے کہ جس میں ساٹھ تک گاڑیاں ہوتی ہیں اور دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کے فاصلہ سے مراد یہی چالیس گاڑیاں ہیں۔ (سپیشل ٹرین چھوٹی ہوتی ہے اور مال گاڑی کے ڈبے سو تک بھی ہوتے ہیں۔ اب یہ چھوٹے گدھے اور لمبے گدھے کس کے لئے ہیں۔ یہ سب کچھ مانا مگر کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح بھی اسی خرد دجال پر سواری کرے گا؟ یا ساری دنیا اس پر سواری کرے گی۔ اگر لکھا ہے تو ساری دنیا عموماً اور مرزائی خصوصاً دجال ہوں گے) طوال الاذان یا جوج ماجوج کی صفت ہے۔ اس سے مراد تار برقی اور فون ہے۔ جس کے ذریعہ سے دور دراز کی باتیں سنی جاسکتی ہیں۔ مگر سنتے کون ہیں۔ اگر یہ خیال کیا جاوے تو مرزائی بھی با جوج ماجوج ہیں۔

یہ دجال خوب ہے کہ یا جوج ماجوج بھی خود ہی بن جاتا ہے اور اصحاب کہف بھی خود بن جاتا ہے۔ اب اس دجال نے دور دراز سے دیکھنے کا آلہ بھی تیار کر لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ دجال نہیں ہے۔ ورنہ اس کی تیز نگاہ کا بھی ذکر ضرور ہوتا ہے۔ ایک اصحابی نے دجال اور جساسہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے لفظ میں رايت کذا و کذا جس سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایک خواب آتا تھا۔ (اب جہاں رايت ہوگا وہاں خواب ہی مراد ہوگا) انگریزی ٹوپی کا بیرونی دائرہ ک ف ر سے بنتا ہے جو دجال کی پیشانی پر رکھی گئی ہے اور ہر ایک خواندہ ناخواندہ اس علامت سے دجال کی شناخت کر سکتا ہے۔ (مگر یہ ٹوپی زمانہ وحشیت یورپ سے نکلی ہوئی ہے) اور آج مرزائی بھی پہنتے ہیں۔ اس لئے وہ دجال اور کافر ہیں۔ عین طائفہ انگریزوں کی مادی آنکھ ہے اور عین مسوحوہ ان کی وہ بھی روحانی آنکھ ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ بھی ہوگا۔ شاید اس کی خاص رعیت مرزائی ہوں گے کہ جن میں بالخصوص وفات مسیح کا عقیدہ گھڑا گیا ہے۔

الایام القصار ریل کے اور جہاز کے ذریعہ سال کا راستہ ماہ میں اور ماہ کا راستہ ہفتہ میں اور ہفتہ کا راستہ ایک دن کا راستہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکتا ہے۔

### تحریقات نمبر نہم اور نزول عیسیٰ علیہ السلام

”ینزل عیسیٰ بن مریم“ مرزا قادیانی پیدا ہوں گے۔ کیونکہ نزول باراں سے مراد وجود بارش ہوتا ہے۔ عیسیٰ نجات دینے والے کو کہتے ہیں اور بیعت مرزا موجب نجات ہے۔ مریم کے معنی عابدہ ہے۔ آپ کی والدہ نہایت صالح عبادت گزار تھی اور چونکہ آپ کا روحانی باپ مرشد کوئی نہ تھا۔ اس لئے بھی آپ ابن مریم بن گئے تھے۔ (اس عقدہ کشائی سے ہم بھی عیسیٰ بن مریم بن سکتے ہیں) ”حکماً“ مرزا قادیانی کو اختیار ہے کہ جس مسئلہ کو چاہیں لیں اور جسے چاہیں نہ لیں۔ (مگر پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم شریعت جدیدہ ناسخ نہیں لائے) ”عدلاً“ اعتدال کی راہ (تعلیم مرزائی) نکالے گا۔ ”یقتل الدجال“ انگریزوں کے دجل و فریب سے لوگوں کو مطلع کرے گا۔ (کانگریس اس کام میں بازی جیت گئی ہے) ”یکسر الصلیب“ صلیبی مذہب کو مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ لکھ کر شکست دی ہے۔ (مگر جنگ مقدس میں آپ لا جواب ہو کر بددعاؤں کے کھوٹے ہتھیاروں پر اترے۔ فے اور بددعاء بھی پوری نہ ہوئی۔ براہین پر ناز تھا وہ بھی بعد کی تحریرات سے منسوخ ہوگئی) ”یقتل الشنیزیر“ خنزیر صفت والوں کو مرزا قادیانی نے روحانی طور پر مار ڈالا ہے۔ (یہ خوب بہانہ ہے۔ ورنہ ولایت میں مرزائی بھی ان میں شامل ہوتے جاتے ہیں) ”یذوب الدجال“ مرزائیوں کو دیکھ کر انگریزی قوم خود بخود بھسم ہو جاتی ہے۔ لیکن

مرزا قادیانی ہمیشہ شکر گزار رہے کہ خدا نے ان کو انگریزی عملداری میں پیدا کیا ہے۔ ”دمہ فسی حربتہ“ انجام آتھم وغیرہ میں پادریوں کا خون ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ”ینزل“ شرقی دمشق قادیان میں پیدا ہوگا۔ کیونکہ دمشق کا معنی جماعت کثیر ہے اور قادیان ہی ایک بڑا قصبہ ہے اور مرزا قادیانی کا گھر قادیان کے مشرقی جانب ہے اور ویسے ہی دمشق شہر سے قادیان مشرق میں واقع ہے۔ ”المنارة البيضاء“ مرزا قادیانی نے پیدا ہو کر اپنی مسجد میں ایک لمبا مینار بنا ڈالا ہے یا یہ معنی ہے کہ منارہ (نورانی جگہ) خود قادیان ہے۔ ”بین مہر و ذتین“ مرزا قادیانی دو بیماریوں (مراق اور ذیابیطس) میں مبتلا تھا۔ (تجب ہے کہ کشف کو بھی خواب سمجھ کر دوزرد چادروں کو بیماریاں بنا ڈالا ہے) ”واضعایدیہ علی اجنحة ملکین“ حکیم امروہی اور حکیم بھیروی مرزا قادیانی کے تگہ گاہ تھے۔ ان کے سہارے آپ نے مذہبی چالیں چلی تھیں۔ ”طاطا راس قطر“ مرزا قادیانی کی تصویر میں قلعے ٹپکتے نظر آتے ہیں۔ (سوال یہ ہے کہ بوقت نزول یعنی پیدائش سر سے قطرے ٹپکتے تھے یا نہیں۔ اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی) ”یقتل الدجال بباب لد“ لدھیانہ میں مرزا قادیانی نے عیسائی مذہب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ (مولوی ثناء اللہ صاحب سے خطرہ ہے کہ کہیں اپنے اوپر یہ لفظ وارد نہ کر لیں) ”یحرز عباد اللہ الی الطور“ قادیان میں مرزائیوں کو حیات و ممات میں مرزا قادیانی نے جمع کر لیا ہے۔ (جمع کرنے والے مرگئے اور قوم ابھی تک ساری جمع نہ ہوئی) ”تضع الحرب اوزارها“ مرزا قادیانی نے مذہبی لڑائی (جہاد) کے منسوخ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ (اور ساتھ یہ دعویٰ ہے کہ میری شریعت جدیدہ اور ناسخ نہیں ہے) ”یحیی المال فلا یقبلہ احد“ انعامی اشتہار مرزا قادیانی نے شائع کئے اور کسی نے انعام حاصل نہ کیا۔ ”یضع الجزیة“ آپ نے جزیہ کا مسئلہ بھی منسوخ کر دیا ہے۔ ”یجعل الملل ملة واحدة“ آپ نے تمام مذاہب کے اصلی مسائل کو اسلام ہی ثابت کیا ہے اور ناسخ کرشن رام اور زردشت وغیرہ کو ”مرسل من اللہ“ ثابت کیا ہے۔ ”یتروک الصدقة“ آپ نے زکوٰۃ موقوف کر دی ہے اور اس کی بجائے ماہواری چندہ مقرر کر دیا ہے۔ جو چالیسویں حصہ کی بجائے دسویں حصہ تک وصول کیا جاتا ہے۔

”تنزع حمة کل ذات حمة“ ایسی دوائیں نکل آئی ہیں کہ بچھو، سانپ لوگ ہاتھ میں لے کر کھیلتے رہتے ہیں۔ ”تقع الامانة علی الارض“ دنیا میں ہر طرح سے امن ہوگا اور انگریزوں کی عملداری میں ان سے سفر کیا جاتا ہے۔ ”توقع الاسود مع الابل والنہار مع البقر والذناب مع الغنم“ سرکس میں شیر بکری ایک جگہ دکھائے جاتے ہیں۔ انگریزوں کی

حکومت میں سرکاری مہرین شیر بکری سے بنتی ہیں اور ویسے بھی مالدار اور مفلس کی پرورش یکساں ہوتی ہے۔ (اب یہ امر مشتبہ ہو گیا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک یہ دجال کے اوصاف ہیں یا مسیح کے؟) ”یتوفی ویصلی علیہ المسلمون“ مرزا قادیانی مر گئے اور صرف مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور ثابت ہوا کہ اسلام مرزائیوں میں ہی ہے۔ باقی غیر احمدی سب کافر ہیں (اور وہ مرزائی بھی کافر ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور یا ان کو شرکت نماز جنازہ حاصل نہ ہوئی تھی) ”یرتفع التباعد“ بہائی تو کہتے ہیں کہ یورپ میں تو کمال اتحاد ہو رہا ہے۔ زن و مرد کمال خوشی سے ایک جگہ رہنے لگ گئے ہیں اور رفتہ رفتہ ساری دنیا میں اتحاد ہی اتحاد ہو جائے گا۔ مگر مرزائی کہتے ہیں کہ مرزائی آپس میں اتحاد قائم رکھتے ہیں اور غیر سے افتراق پیدا کرتے ہیں۔ (تاہم لاہوری اور قادیانی اختلاف تکفیر تک پہنچ کر بھی نہیں اٹھا)

### تحریفات نمبر دہم اور معراج نبی ﷺ

معراج نبوی کے متعلق اختلاف پہلے ہی موجود ہے کہ آیا وہ بیداری میں ہوا تھا یا خواب میں؟ مگر آگے چل کر اس بات پر دونوں فریق متفق ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے وہ حقیقی طور پر دیکھا ہے۔ لیکن مرزائی کہتے ہیں کہ آپ نے کوئی اصلی چیز نہیں دیکھی۔ صرف خیالی تصورات کا نقشہ آپ کے پیش ہوا تھا۔ اس واسطے حدیث معراج میں تحریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بروے قواعد تعبیر خواب بیت المقدس براق جبرئیل اور میکائیل کو دیکھنے سے مراد علی الترتیب عزت بزرگی فتح اور تبلیغ اسلام ہے۔ اسی طرح پہلے آسمان سے مراد کی عمر ہے۔ دوسرے سے علم و حکمت، تیسرے سے غزو جاہ، چوتھے سے سلطنت، پانچویں سے قتال بالکفار، چھٹے سے عزت اور آبرو اور ہفتم سے کامل فتح یابی۔ رؤیت الہی سے قوت دین فتح باب السماء سے قبولیت دعاء نزول رب سے نصرت و مغفرت عرش سے عزت و جاہ کرسی سے علم لدنی، لوح محفوظ سے قبولیت کلام، سدرۃ المنتہی سے ایفاء وعدہ، شرح صدر سے علوم الہیہ، انہار سے ترقی دولت و اقبال، جنت سے بشارت الہیہ، طوبیٰ سے حصول مراد، شراب سے ذکر الہی، شہد سے علم و دانش، دودھ سے فطرت، مروارید سے حکمت قلب کو چیرنے سے مراد فہم و ادراک ہے۔ اسی طرح امامت انبیاء کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے ماتحت نبی آئیں گے۔ جن میں سے ایک مسیح قادیانی بھی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اہل جنت کی باتیں سنی تھیں۔ اس سے مراد ہے کہ عظیم الشان بڑے بڑے لوگ آپ کے ماتحت ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ملاقات آدم علیہ السلام کی تعبیر بزرگی اور عظمت ہے۔ ملاقات عیسیٰ سے حکمت و لیاقت کی طرف اشارہ ہے۔ ملاقات یحییٰ سے مراد توفیق



ایزدی ہے اور زیارت یوسف سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قریبی رشتہ دار آپ سے مخالفت کریں گے اور کسی الزام میں پھنسا لیں گے۔ مگر آپ اس تہمت سے بری الذمہ ہوں گے۔ ملاقات اور لیس سے مراد رفعت درجات ہے۔ ملاقات موسیٰ سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اہل و عیال کے مصائب برداشت کرنے پڑیں گے اور ملاقات ملائکہ سے مراد یہ ہے کہ آپ کو ایسی سلطنت نصیب ہوگی۔ جس کے کارکنان داخلی و خارجی نہایت دیانتداری سے کام کریں گے۔ اگر مرزائی صوم و صلوة کی تعبیر بھی پابندی اور مٹر گشت سے کر دیتے تو آج تمام دلدارگان تمدن یورپ ان کے زیر احسان ہو جاتے۔

### اتہامات مرزائیہ

مرزائیوں کے نزدیک شاید یہ بھی کارثواب ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں کبھی کسی مصنف کی عبارت کا اختصار اس طرح کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ واقعی مرزائیوں کا کہنا سچ ہے۔ کبھی ایسی تاویل کرتے ہیں کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مصنف یا امام مذہب مخالف اہل السنۃ والجماعت ہو کر مؤید مرزائیت ہے۔ کبھی یوں ہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ لو جماع اصحابہ یا اجماع امت ہو گیا ہے۔ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ (مصرعہ) آنچہ پنہم بہ بیدارست یارب یا بخواب؟ اس موضوع کے متعلق ان کی استاد یوں کے چند نمونے دکھلائے جاتے ہیں کہ ناظرین کسی دوسرے موقعہ پر ان کے فریب سے بچ سکیں۔

### اتہام اول اور خطبہ صدیقیہ

مرزائی وفات مسیح کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کی جب وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے وفات سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا جس میں باتفاق رائے صحابہؓ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مسیح کی وفات ہو چکی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ نے وفات مسیح پر اجماع نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ نے وفات مسیح کو وفات حضور ﷺ کے لئے سند کے طور پر پیش کیا تھا۔ مواہب لدنیہ باب وفات النبی ﷺ میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ عمر مائی تھی کہ جب حضور اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو صدیق اکبرؓ سے تشریف لائے۔ (مدینہ کے پاس) ایک بستی تھی کہ جس میں صدیق اکبرؓ کا سکونت مکان تھا تو آپ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا کہ: ”بابی انت وامی لا یجمع اللہ علیک موتیتن“ میرے والدین آپ پر فدا ہوں۔ آپ پر دو موتیں خدا جمع نہ کرے گا۔ اس فقرہ سے مطلب یہ تھا کہ آپ کو ایک دفعہ وفات آ چکی ہے اور جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ دوبارہ دنیا میں آ کر مخالفین سے لڑیں گے غلط ہے۔ کیونکہ



خدا تعالیٰ آپ کو ان لوگوں کی طرف دو دفعہ وفات نہیں دینا چاہتا۔ جو طاعون سے ڈر کر باہر غیر ممالک میں چلے گئے تھے یا اس نبی کی طرح جو جو بیت المقدس پر گذرا تھا تو ان کو موت آگئی تھی اور پھر زندہ ہو گئے تھے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ حضور ﷺ کی وفات سے لوگ سخت بے چین ہو گئے تھے اور روتے روتے ان کے اوسان خطاء ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان کی زبان بند ہو گئی تھی اور ایسے نڈھال ہو گئے تھے کہ لوگ پکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس میں مطلق حس و حرکت کی طاقت نہیں رہی تھی اور اسی غم میں مر گئے تھے اور حضرت بلالؓ دیوانہ ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ دیکھ کر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی ہے اور منافقوں نے آپ کی وفات کی خبر اڑادی ہے۔ اس لئے آپ جوش میں آ کر تلواریں ہاتھ میں لے کر پھرتے تھے کہ جو شخص حضور ﷺ کی وفات کا قول کرے گا میں اسے مار ڈالوں گا۔ خدا کی قسم جب تک منافقوں کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے۔ آپ وفات نہیں پائیں گے۔ حضرت سالمؓ سے لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ سے کہو کہ آپ کو سمجھائیں۔ کیونکہ آپ کے حواس قائم تھے۔ تو آپؓ نے مسجد میں خطبہ دیا جس میں آپؓ نے آیت پڑھی: ”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَلْدَ“ پھر فرمایا کہ جو شخص حضور ﷺ کو خدا سمجھ رہا ہے اور کہا کہ مجھے ان آیات کا مفہوم پیش نظر تھا۔ دوسرے زور جب صدیق اکبرؓ کی بیعت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کل جو کچھ میں نے کہا تھا غلط تھا۔ میرا خیال تھا کہ رسول خدا ﷺ ہم سب کے بعد وفات پائیں گے۔ مگر مجھے اس کا ثبوت قول خداوندی اور قول رسول ﷺ میں نہیں ملا۔ اب نصیر فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ پر وفات نہیں آئی۔ (صرف غشی طاری ہے) اور کبھی نہیں وفات پائیں گے۔ یہاں تک کہ اسلام کو تکمیل تک نہیں پہنچائیں گے اور منافقوں کا خاتمہ نہیں کریں گے۔ ازالۃ الخفاء میں ہے کہ حضرت عمرؓ یوں فرماتے تھے کہ: ”اِنَّ مُحَمَّدًا رَفَعَ كَمَا رَفَعَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ وَسَيَعُودُ الْيَنَّا حَيًّا“ حضور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مرفوع ہو گئے ہیں اور ہماری طرف دوسری بار زندہ ہو کر آئیں گے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ بات قرین قیاس معلوم نہ ہوئی کہ حضور ﷺ تکمیل اسلام سے پہلے ہی دنیا میں رخصت ہو جائیں گے۔ یا آپؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ کی شان خدا تعالیٰ نے اس قدر بلندی کی ہے کہ موت کا آنا ممکن نہیں ہے۔ ان دونوں سے یہ ثابت ہوا کہ حیات مسیح کا عقیدہ صحابہ میں تسلیم شدہ اور یقینی تھا اور یہ بھی مانتے تھے کہ آپ مرفوع الی السماء ہیں اور یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی غلط فہمی دور

کرنے میں آیات مذکورہ کے ساتھ یہ شبہ اٹھایا ہے کہ ایک رفیع الشان نبی کو موت نہیں آ سکتی یا یہ کہ حضور ﷺ سب کے آخر وفات پائیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ اس غلط فہمی کو دور کرنے میں حضرت صدیق اکبرؓ نے صرف یہ پیش کیا ہے کہ انبیاء سابقین پر وفات واقع ہوئی تھی اور یہ پیش نہیں کیا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے تھے۔ اس لئے حضور ﷺ بھی وفات پا چکے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ حضور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ ہو کر واپس تشریف لائیں گے۔

### اتہام دوم اور حضرت ابن عباسؓ

وفات مسیح پر استدلال پیش کرتے ہوئے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ وفات مسیح کے قائل تھے۔ کیونکہ آپؓ نے ”متوفیک“ کا معنی ”ممیتک“ سے کیا ہے۔ تفسیر عباسی میں آپؓ سے وفات کا قول ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپؓ نے ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ میں اہل کتاب کو ”موتہ“ کا مرجع بتایا ہے اور چونکہ آپؓ افقہ الناس تھے۔ اس لئے آپؓ کا قول وفات مسیح میں پختہ سند ہوگا۔ اس کا ثبوت یوں دیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی (ازالہ ص ۶۰۱، خزائن ج ۳ ص ۶۰۶) میں لکھتے ہیں کہ: ”رافعک“ کو ”ممیتک“ سے پہلے سمجھنا تحریف قرآنی اور ترتیب قرآنی کو بگاڑتا ہے اور ”فلانما توفیتنی“ سے مراد رفع لینا الحاد اور تحریف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں اول سے اخیر تک بلکہ صحاح ستہ میں تو فی بمعنی موت کا التزام کیا گیا ہے۔ پھر (ازالہ ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴) میں لکھا ہے کہ یہ کہنا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے کہ مسیح علیہ السلام جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اسی جسم خاکی کے ساتھ اتریں گے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کم از کم سو صحابہ کے نام پیش کرو کہ جنہوں نے اس معنی پر اجماع کیا ہو۔ ایک دو کا نام مفید نہ ہوگا۔ (ازالہ ص ۲۵۲، خزائن ج ۳ ص ۲۹۱، فہم) پر لکھا ہے کہ مفسرین نے ”لیؤمنن به“ کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ جو اہل کتاب نزول سے پہلے مر چکے ہوں گے وہ کیسے آپؓ پر ایمان لائیں گے۔ بلکہ صحیح معنی یوں ہے کہ ہر ایک اہل کتاب ایمان رکھتا ہے کہ ہم قتل مسیح میں متردد ہیں اور ایمان اہل کتاب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی موت طبعی ماننے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور یہوقوف مولویوں نے یہ بات نہیں سمجھی چھ مہینے بطریق الہام میکشف ہوئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی امان درازی کی یہ غلطی ہے کہ ایک جگہ تو حضرت ابن عباسؓ کو افقہ الناس کا خطاب دے کر یاد کرتے ہیں اور جب آپؓ کا حوالہ پیش کیا جاتا

ہے تو دوسری جگہ محرف اور لحد کا خطاب دے کر لغو گو بھی کہہ جاتے ہیں۔ ہاں سچ ہے کہ جب مرزا قادیانی کی بدزبانی سے حضرت مسیح جیسی پاک ہستی نہ بچ سکی تو ان کے مقابلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور مفسرین یا مولوی غلط گویا بیوقوف ضرور ہی ٹھہریں گے۔

وکم من غائب قولاً صحیحاً وافقہ من الفہم السقیم  
 دماغ اپنا صحیح نہیں ہے۔ بیوقوف لوگ ہو گئے۔ مرزا قادیانی اگر اسلامی کتب کا مطالعہ کرتے تو امید تھی۔ کبھی اس جہل مرکب میں نہ پھنس جاتے۔ دیکھئے مفسر ابن جریر اپنی تحقیق میں یوں لکھتے ہیں کہ: ”قبل موتہ“ کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ موت عیسیٰ سے پہلے عہد عیسیٰ کے اہل کتاب سب کے سب آپ کی تصدیق کریں گے اور کوئی بھی بغیر تصدیق کے نہیں رہے گا اور یہ روایت کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے قرآن یا حضور ﷺ کی تصدیق کرتا ہے اور مرتے وقت فوراً صداقت اسلام منکشف ہو جاتی ہے۔ اگرچہ تلوار سے اس کا سر کٹ جائے۔ یہ گو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا مذہب وفات مسیح تھا یا یہ کہ دوسری روایت آپ سے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ تحقیق شدہ بات یوں ہے کہ ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے) مگر ساتھ ہی حضرت ابن عباسؓ کا یہ بھی خیال ہے کہ موتہ کا مرجع اہل کتاب بھی بن سکتا ہے نہ یہ کہ اہل کتاب ہی اس کا مرجع ہیں۔ (حضرت مسیح مرجع نہیں ہیں) اس قسم کی روایات کو مفادضات یومیہ کہتے ہیں اور ان سے مراد صرف توسیع خیالات ہوتی ہے۔ تعین مذہب مراد نہیں ہوتی۔ اگر آپ نے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب دیکھنا ہو تو یہ دیکھئے۔

۱..... بروایت ابی نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر شادی کر کے صاحب اولاد ہوں گے۔ آپ کی شادی قوم شعیب میں ہوگی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سرال ہیں۔ ان کو بنی جذام کہتے ہیں (مرزا قادیانی مسیح ہونے کے بعد شادی نہیں کر سکے اور جن سے شادی کا ارادہ کیا وہ بھی چکیز خانی مغل تھے)

۲..... بروایت امام جلال الدین سیوطیؒ درمنثور میں مذکور ہے کہ: ”ان تعذبہم فسانہم عبادک“ کی تشریح یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کو یوں عرض کریں گے کہ یا اللہ اگر تو اہل کتاب کو عذاب دینا چاہتا ہے تو ان کو کوئی عذر نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے شرک کیا تھا اور اگر تو ان میں سے ان لوگوں کو بخش دے جو میرے عہد میں شرک چھوڑ کر میری درازئی عمر اور نزول من السماء الی الارض پر ایمان لے آئے ہیں تو مستحق مغفرت ہیں۔ کیونکہ تو غفور رحیم ہے۔

۳..... بروایت ابن کثیر ”انه لعلم للساعة“ میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ

السلام ہیں۔ کیونکہ ”ما قبل وما بعد“ میں آپ ہی کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابو العالیہؓ، ابن مالکؓ، عکرمہؓ، حسنؓ، قتادہؓ اور ضحاکؓ وغیرہم نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قیامت سے پہلے نزول فرمائیں گے۔ ان تصریحات نے فیصلہ کر دیا کہ ابن عباسؓ کی اصلی رائے یہی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور جو کچھ توفی کے متعلق موت وغیرہ کا معنی کیا ہے وہ آپ کا مذہب نہیں ہے۔ صرف احتمال عقلی کے طور پر آپ نے بیان کیا ہے کہ یہ بھی معنی ہو سکتا ہے اور دوسرے معنی کی نفی نہیں کی۔ باقی رہا تقدیم و تاخیر کا مسئلہ۔ سو وہ بھی اسلام میں تسلیم شدہ امر ہے۔ جس سے مرزا قادیانی خود غافل تھے۔ کیونکہ اگر قرآن شریف کو آپ غور سے مطالعہ کرتے تو آپ کو کئی جگہ پر تقدیم و تاخیر کا پتہ لگ جاتا۔ اسی طرح اگر آپ اتقان فی علوم القرآن ہی اٹھا کر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کس کس جگہ قرآن شریف میں تقدیم و تاخیر لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ”قالوا اننا لله جهرة فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما يريد الله ليعذبهم في الحياة الدنيا . انزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا قيما“ میں ابن عباسؓ نے ”جھرة“ کا تعلق ”قالوا“ کے ساتھ بتایا ہے۔ ”في الحياة الدنيا“ کا تعلق ”لا تعجبك“ سے اور ”قيما“ کا تعلق ”عوجا الكتاب“ سے۔ اسی طرح قتادہؓ سے مروی ہے کہ: ”انسي متوفيك ورافعك“ میں اصل یوں ہے۔ ”انسي رافعك ومتوفيك“ اور ”لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب“ میں اصل ”يوم الحساب بما نسوا“ ہے اور اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں کمزوری ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ انسانی دماغ کو اصل مفہوم سمجھنے کے لئے یوں نقشہ جمانا پڑتا ہے۔ تاکہ اصل مطلب میں شبہ نہ پڑے۔ کیونکہ ”فصحاء“ کا کلام عوام الناس کی طرز تحریر سے بالاتر ہوتا ہے۔ پس اگر ابن عباسؓ سے تقدیم و تاخیر مروی ہے تو کون سی بڑی بات ہوگی۔ تفسیر درمنثور میں یہی ملحوظ رکھ کر یوں تشریح کی گئی ہے کہ: ”اخرج ابن اسحق ابن بشير وابن عساكر من طريق جوهر عن الضحاك عن ابن عباسؓ رافعك ثم متوفيك في آخر الزمان“ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ صحیح ہے اور ”و“ حرف عطف میں چونکہ یہ جائز ہوتا ہے کہ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم بیان کیا جائے۔ اس لئے قرآنی موجودہ ترتیب بھی درست رہی اور حیات مسیح کا مسئلہ بھی صحیح ہو گیا اور قول بالتقدیم والتاخیر سے یہ سمجھنا کہ قرآنی ترتیب الفاظ میں تحریف ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ”و“ حرف عطف کے موقع پر

قرآن شریف میں متعدد جگہ میں ایسا ہوا ہے اور محاورات کے رو سے صحیح ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت سے ابن عباسؓ کا قول پیش کرنا مخدوش ہے۔ کیونکہ قسطلانی کا قول ہے کہ علی اور ابن عباسؓ کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ تقریب میں ہے کہ یہ شہر حمص میں رہتا تھا۔ اس نے ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا۔ گو صادق ہے مگر کبھی غلطی کر جاتا ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ امام احمد کا قول ہے کہ وہ منکرات روایت کرتا تھا۔ رحیم کا قول ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے تفسیر نہیں سنی۔ اب اگر ان عبارات کا خیال کیا جائے تو ابن عباسؓ سے توفی بمعنی موت کا ثبوت مشکل ہو جائے گا۔

اتہام سوم اور حضرت عائشہؓ و ابن عمرؓ

حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ جس سال حضور ﷺ وفات پاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام اس سے پہلے سال میں ایک دفعہ قرآن شریف کا تکرار کرتے تھے۔ اب کی دفعہ دو دفعہ تکرار کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں ساٹھ سال کے بعد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ کیونکہ جو نبی آیا ہے اس نے پہلے نبی سے نصف عمر پائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال زندہ رہے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ ورنہ اصول پیش کردہ کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے اور حدیث طبرانی اور مستدرک نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ: ”رجالہ ثقات ولہ طرق“ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اولاً اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اگر نبی تھے تو آپ کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ۶۶ سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں اور اس معیار کے مطابق نبی ثابت نہیں ہو سکے۔ ثانیاً اس معیار کو جب اوپر سلسلہ انبیاء میں جاری کیا جائے تو کسی سلسلہ نبوت میں بھی یہ معیار عمر جاری نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر سب سے لمبی ہونی چاہئے تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چھوٹی ہوتی۔ تاکہ تناسب قائم رہتا۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۱۴۵۰ سال ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ سال ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں لفظ عاش مذکور ہوا ہے۔ جس کے معنی صرف زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ ابھی کچھ عمر حضرت مسیح علیہ السلام کی باقی ہو۔ کیونکہ یہ عمر واقعہ صلیب سے پہلے کی ہے۔ اس کے بعد مات مذکور نہیں ہوا۔ رابعاً ممکن ہے کہ اس روایت میں آپ کی تمام عمر قبل رفع اور بعد نزول کو جمع کیا گیا ہو۔ کیونکہ دوسری روایات میں آپ کی عمر عند الرفع اسی سال یا اس کے قریب معلوم ہوتی ہے اور نزول کے بعد کی عمر چالیس مذکور ہوئی ہے اور سب ملا کر ۱۲۰ سال ہوتے ہیں۔ خامساً اس حدیث میں یوں وارد ہوا ہے کہ: ”ان عیسیٰ عاش

عشرین ومائۃ سنۃ“ اور اصول نحویہ اور فصاحت کے مطابق چھوٹا اسم عدد بعد میں آنا چاہئے تھا۔ تاکہ عبارت یوں ہوتی کہ: ”ان عیسیٰ عیاش مائۃ وعشرین سنۃ“ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کمزور فقرہ حضور ﷺ کی زبان فصیح سے نہیں نکلا۔ سادسایہ حدیث دوسری روایات صحیحہ کے خلاف اور معارض ہے۔ کیونکہ اسی طبرانی کی روایت علامہ سیوطی نے بدور سافرہ میں یوں نقل کی ہے کہ جب اہل جنت بہشت میں داخل ہوں گے تو ان کا قد و قامت حضرت آدم علیہ السلام کے برابر ہوگا۔ حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے برابر، عمر میلاد مسیح یعنی ۳۳ کے برابر ہوگی اور ان کی زبان عربی (لسان محمد) ہوگی۔ (حبیبہ الغافلین، فتاویٰ، حدیثیہ، ص ۵ مشارق الانوار ص ۱۷۰، حاوی الارواح ج ۱ ص ۱۳۵، ابن کثیر ج ۹ ص ۱۳۵، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۶) میں مذکور ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عندالرفع آپ کی عمر ساڑھے بیس سال تھی اور آپ صرف چند ماہ نبی رہے۔ ”وقد رفع اللہ مع الجسم وهو حی الی اللہ ویرجع الی الدنیا فیصیر ملکاً ثم یموت“ تاریخ (ابن جریر ج ۲ ص ۱۷۰) میں آپ کی عمر عندالرفع ابن عباسؓ کے نزدیک ۳۲ سال لکھی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ: ”وقد رفع اللہ مع جسم وهو حی الان“ حافظ ابن کثیر اپنی (تفسیر ج ۳ ص ۲۳۵) میں فیصلہ کرتے ہیں۔ ”انہ رفع ولہ ثلاث وثلاثون سنۃ فی الصحیح“ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۳۸۵) میں بھی یہی مذکور ہے۔

سابعاً مرزائیوں کا کوئی حق نہیں ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال بتائیں۔ کیونکہ ان کے نبی اس سے کم و بیش عمر بتا کر ثابت کر گئے ہیں کہ یہ عمر قطعی اور یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے تحفہ ندوہ میں لکھا ہے کہ اوری شلمیم میں بطرس کی ایک دستخطی دستاویز سریانی زبان میں دریافت ہوئی ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد پچاس سال کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں اور واقعہ صلیب کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ یہ تحریر گو ہمارے نزدیک قابل اعتبار نہ ہو۔ مگر مرزائی اس کے منکر نہیں ہو سکتے کہ کل عمر مسیح ۸۳ سال تھی اور یہ بھی لکھا ہے کہ بطرس کی عمر اس وقت تقریباً ۴۰ سال تھی۔ مرزا قادیانی راز حقیقت میں لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر ۲۰ سال تھی اور یہی صحیح ہے۔ پھر آپ کی رائے تبدیل ہو گئی اور اپنی کتاب مسیح ہندوستان کے ص ۷۳ پر لکھ دیا کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۵ سال تھی۔ پھر اس کی تائید ریویو آف ریلیجنسز ۱۹۰۳ء کے ص ۳۳۵ پر بھی کی گئی ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی کو عمر مسیح میں سخت تردد تھا۔ ٹامنا مرزائیوں کے محقق بھی اس تردد میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ فاروق ص ۱۶ میں لکھا ہے کہ ولادت ۱۲۷۵ء، صلیب ۱۳۱۵ء، کل عمر ۱۱۷ اور واقعہ صلیب آپ کو چالیسویں سال میں پیش آیا ہے۔ مؤرخ معراج الدین براہین احمدیہ کے اخیر

میں لکھتا ہے کہ ۹۰ میں آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ مولوی جلال الدین سکھوانی تشہید الاذہان اگست ۱۹۲۰ء میں لکھتے ہیں کہ مسیح کی عمر عند الوفات ۱۳۰ سال تھی۔ تذکرۃ الشہادتین ص ۱۲۷ اور ریویو ۱۹۰۳ء ج ۲ ص ۳۲۹ میں لکھا ہے کہ: ”اوینہما الی ربوہ ذات قرار ومعین“ سے مراد کشمیر ہے۔ کیونکہ وہاں جا کر آپ نے ۱۲۰ سال کے بعد وفات پائی تھی۔ اب اگر ان کو الگ الگ عمریں سمجھی جائیں تو مسیح کی کل عمر ۱۵۳ سال بن جاتی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی عمر مسیح عند الصلب ۳۳ سال تسلیم کر چکے ہیں۔ بہر حال نہ مرزا قادیانی کو یقین تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال ہے اور نہ آپ کے حواری ایک خاص مقدار عمر پر قائم ہیں۔ پس اندریں صورت یہ فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ مرزائی حدیث مذکور الصدر کے وفات مسیح ثابت کرنے میں حق بجانب ہیں تا سبباً جب حضرت عائشہؓ اور ابن عمر حیات مسیح کے قائل ہیں تو ان کی روایت کو وفات مسیح پر محمول کرنا کمال بددیانتی ہوگی۔

### اتہام چہارم اور امام بخاری

امام بخاری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے وفات مسیح کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ: ”متوفیک بمعنی ممیتک“ یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کو جب میرے کچھ تابعدار دوزخ کو روانہ کئے جائیں گے تو میں کہوں گا۔ ”اصیحابی اصیحابی“ یہ تو میرے تابعدار ہیں۔ ان کو کہاں لے جاتے ہو تو مجھے جواب ملے گا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کی مفارقت کے بعد کیا کیا کام کئے تھے تو اس وقت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح کہوں گا۔ ”ان تعذبہم فانہم عبادک“ مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد قوم مرتد ہو گئی تھی۔ اسی طرح حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ جس کا اشارہ ”فاقول کما قال اخی“ میں ہے اور یوں بھی روایت کیا ہے کہ: ”کیف انتقم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم“ تمہارا امام ابن مریم تم میں سے ہی پیدا ہوگا۔ بعض روایات میں ”امکم“ بھی وارد ہے کہ جب اتر کر تمہارا امام بنے گا اس کے علاوہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کا حلیہ حضور ﷺ کی زبانی معراج میں یوں بیان کیا ہے کہ: ”احمر جعد عظیم الصدر“ آپ کا سر رخ رگ، گھنگرالے بال اور سینہ چوڑا تھا اور آپ کا خواب یوں بیان کیا ہے کہ آدم سبط الشرا، پکارنگ، گرم گوان اور بال سیدھے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تاحصری کا حلیہ وہ ہے ج پہلے بیان کیا ہے اور مسیح محمدی کا وہ حلیہ ہے جو بعد میں بیان کیا ہے اور دو مسیحوں کا تو اس بات کا پختہ



ثبوت ہے کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اور مسیح محمدی بعد میں پیدا ہوگا۔ جیسا کہ دونوں کے فوٹو دیکھ کر ناظرین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ ابن عباسؓ کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور جس روایت کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ اتہام دوم میں گذر چکا ہے اور متعدد مقامات پر مختلف طریق سے آپ کے مذہب کی تخریج ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ جن بزرگوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر عند الرفع ۱۲۰ سال تھی۔ انہوں نے ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کا مذہب حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی نقل کیا ہے۔ چنانچہ مصنف حج الکرامۃ، طبرانی اور ابن عساکر ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہو کر چالیس سال زندہ رہیں گے اور ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ابن جریر اور ابن حبان کہتے ہیں کہ پھر وفات پا کر مقبرہ نبویہ میں دفن ہوں گے۔ حضرت عائشہؓ عمر ماتی ہیں کہ دجال کو قتل کر کے چالیس سال زندہ رہیں گے۔ ممکن ہے کہ یہی صحیح ہو۔ کیونکہ کم مدت بتانے میں کبھی کسر خیال نہیں کیا جاتا۔ مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک صرف سات سال زندہ رہیں گے۔ نعیم بن حماد کی روایت میں آیا ہے کہ ۱۹ سال زندہ رہیں گے۔ ان اختلافات کو مطابقت کی صورت میں لانے کے لئے یوں کہا گیا ہے کہ: ”عند الرفع الى السماء“ آپ کی عمر ۳۳ سال تھی اور نزول کے بعد سات سال زندہ رہ کر چالیس سال پورا کریں گے۔ احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ۳۳ سال عند الرفع کا قول نصاریٰ کا مذہب ہے۔ جیسا کہ وہب بن منہ نے کہا ہے۔ مگر جو احادیث نبویہ میں ثابت ہوا ہے۔ وہ یہی ہے کہ: ”عند الرفع الى السماء“ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ جیسا کہ طبرانی اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مرض موت میں فرمایا کہ: ”ان جبرئیل کان يعارضنى القرآن فى كل عام مرة وانه عارضنى بالقرآن العام مرتين واخبرنى انه لم يكن بنى الاعاش نصف الذى قبله واخبرنى ان عيسى ابن مريم عاش عشرين ومائة سنة والا ارانى الا ذاهبا على رأس ستين ورجاله ثقات وله طرق“ شرح مواہب میں علامہ زرقانی مالکیؒ لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مجھے ابن عمرؓ کا قول (کہ آپ چالیس سال بعد نزول زندہ رہیں گے) مخالف معلوم ہوتا تھا اور یہ خیال تھا کہ روایت مشہورہ کے ساتھ (کہ عند الرفع آپ کی عمر ۳۳ سال تھی) اس کو ملا کر چالیس سال کا قول کروں۔ اس کے بعد مرقاة الصعود میں فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ چالیس سال زندہ رہیں گے اور جس روایت کو امام مسلم



نے ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ: ”ثم يمكث الناس بعده سبع سنين“ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ قتل دجال کے بعد لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماتحت سات سال رہیں گے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ کی موت کے بعد سات سال لوگ آرام میں رہیں گے۔ اب میرے نزدیک یہ فیصلہ بچند وجوہ پختہ معلوم ہوتا ہے۔

اول یہ کہ حدیث مسلم (قول عمر) میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود قتل دجال کے بعد سات سال زندہ رہیں گے۔ جیسا کہ: ”يمكث الناس بعده“ میں گزر چکا ہے۔ مگر حدیث ابو داؤد میں یہ تصریح موجود ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زندہ رہیں گے۔

دوم یہ کہ روایت ابن عمرؓ میں ثم کا لفظ موجود ہے۔ جس میں اشارہ ہے کہ: ”يمكث الناس“ کا وقوع کسی واقع کے بعد ہوگا اور یہاں وہ واقعہ حکومت عیسیٰ ہے۔ اب مطلب یوں ہوا کہ حکومت کے بعد لوگ سات سال آرام میں رہیں گے۔

سوم یہ کہ بعدہ کا مرجع ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لینا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ قتل دجال کو اس کا مرجع بنایا جائے۔

چہارم یہ کہ اس مشکوک قول کی تائید میں کوئی اور حدیث مروی نہیں ہوئی۔ بلکہ جس قدر صحیح روایات آئی ہیں وہ چالیس سال یا پینتالیس سال حکومت عیسیٰ کو ثابت کرتی ہیں۔ اس لئے یہی صحیح ہے کہ قول ابن عمرؓ کو اس خیال پر محمول کیا جائے کہ آپ کا خیال تھا کہ حکومت عیسیٰ کے بعد لوگ سات سال آرام میں رہیں گے۔

طبرانی ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ: ”يمكث في الناس اربعين سنة، احمد“ آ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ: ”يلبث عيسى في الارض اربعين سنة“ امام طبرانی نے بھی ابن مسعودؓ سے یہی لفظ نقل کئے ہیں۔ اس لئے قول واحد احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد قول ابن عمرؓ کی مخالفت میں لکھتے ہیں کہ اس کی بنیاد قول نصاریٰ پر ہے کہ: ”عند الرفع“ آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ یہی قول نصاریٰ امام حاکم و ہب بن مینہ سے روایت کر کے فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی عبد المنعم بن ادریس بھی ہے۔ مگر محدثین نے اس کی تکذیب کی ہے اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو حضور ﷺ کا فرمان نہیں ہے۔ بلکہ زعم نصاریٰ ہے اور جو صحیح احادیث نبویہ میں وارد ہوا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کی عمر عند الرفع

۱۲۰ سال تھی۔ اب مرزائی نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ کا مذہب وفات مسیح کا تھا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ۱۲۰ سال کی روایت وفات مسیح کی دلیل ہے۔ کیونکہ محدثین نے اس کو حیات مسیح پر ثبوت پیش کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ: ”اذ ظُرف“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ماضی اس جگہ بمعنی مضارع ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کو سوال ہوگا کہ کیا تم نے تثلیث پھیلائی ہے تو آپ کہیں گے کہ نہیں، میں یہی کہتا رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کو ایک جانو۔ اب اسی مقولہ کو رسول خدا ﷺ بھی نقل کریں گے کہ میں بھی وہی بات کہوں گا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میرے بعد معلوم نہیں کہ یہ لوگ کیا کچھ کرتے رہے۔ پس اس جگہ دو قول کی مماثلت صرف بعدیت میں ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بطور رفع ہوئی اور حضور انور ﷺ میں بطور وفات ہوئی۔ کیونکہ ان کی حدیث میں یہ لفظ ہے کہ: ”مذ فارقتمہم“ جب آپ ان سے الگ ہوئے یہ لفظ نہیں ہے۔ حتمہ جب سے آپ کی وفات ہوئی اور امام بخاری نے چونکہ یہ بھی حدیث نقل کی ہے۔ ”کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم“ اور شرح بخاریؒ لکھتے ہیں کہ: ”والحال ان امامکم المہدی موجود فیکم من قبل نزوله“ تو اس صورت میں یہ کہنا غلط ہوگا کہ امام بخاری وفات مسیح کے قائل تھے۔ اس کے علاوہ صرف روایت کرنا بخاری کے مذہب کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عام طور پر مصنفین وہ روایت بھی نقل کر دیتے ہیں کہ جس میں ان کا مذہب مروی نہیں ہوتا۔ باقی رہا اختلاف حلیہ کا مسئلہ سو وہ بھی اس طرح پر ہے کہ جعد سے مراد شارحین بخاری نے قوی الجسم اور طاقتور مراد لیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جسم کے موٹے اور پھولے ہوئے نہیں ہیں اور احمر کا لفظ بھی انہوں نے آدم کے مرادف سمجھا ہے۔ اب ایک طرف بخاری کے شارحین دور روایتوں سے صرف مسیح ناصری سمجھتے ہیں اور ایک طرف مرزائی دو مسیح ثابت کرتے ہیں۔ ناظرین خود ہی سوچ لیں کہ آیا شارحین کا قول معتبر ہے کہ جن کو مراد بخاری پر زیادہ اطلاع تھی یا مرزائیوں کا قول، جو نہ تو بخاری کے ہم عصر تھے اور نہ انہوں نے شارحین کا زمانہ پایا ہے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ صاحب ”الدار ادریٰ بما فیہا“ صاحب خانہ کو اپنے گھر کی زیادہ خبر ہوتی ہے۔ غیر کو کیا معلوم کہ دخل در معقولات کا مرتکب ہو۔ اس لئے محدثین کا قول اس مقام پر معتبر ہوگا اور مرزائی کا خانہ زاد قول تحریف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس قول کی تائید کسی نقلی شہادت سے آج تک نہیں ملی اور نہ ملنے کی امید ہو سکتی ہے اور اگر صرف لفظی اختلاف پر دو مسیح کا قول کیا جاتا ہے تو مرزائیوں کو لازم ہے کہ دو موسیٰ کا قول بھی کریں۔ کیونکہ

برایت مسلم آپ کا حلیہ یوں ہے کہ رجل ضرب جعد آپ ہلکے پھلکے طاقتور جسم رکھتے تھے اور سیرۃ ابن ہشام جلد دوم میں بروایت ابن اسحاق یوں مذکور ہے کہ: ”رجل ادم طویل اقنی“ آپ گندم گون طویل القامت بلند بینی ہیں۔ اب اگر جعد اور طویل کا مقالہ کیا جائے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ ایک موسیٰ تو پست قامت تھے اور دوسرے موسیٰ دراز قامت تھے اور اگر تاویل کر کے دونوں لفظوں کو یوں ایک مفہوم پر لایا جائے کہ جعد سے مراد صرف جسمانی طاقت ہے۔ اس لئے آپ طاقتور دراز قامت ثابت ہو کر ایک ہی موسیٰ ثابت ہوتے تھے تو اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک ہی ثابت کئے گئے ہیں کہ: ”جعد الجسم سبط الشعر بین الادمۃ والحمرة“ آپ طاقتور سیدھے بالوں والے کچھ سرخی مائل گندم گون تھے۔ اس کے علاوہ بیرونی شہادت بھی اس امر کی تائید کرتی ہے کہ اہل شام جہاں آپ پیدا ہوئے تھے یا اہل مصر جہاں آپ نے پرورش پائی تھی۔ ان کا حلیہ بھی عموماً یہی ہوتا ہے۔ ہاں آج کل کے فوٹو بے شک آپ کے چونکہ یورپ سے شائع ہوتے ہیں۔ آپ کو یورپین وضع قطع کے بنا کر سرخ رنگ ثابت کرتے ہیں۔ مگر یہ صرف صفائی ہے۔ ورنہ اصل فوٹو جو اہل شام کی وضع قطع ظاہر کرے۔ اس میں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے وقت کوئی عیسائی موجود نہ تھا اور نہ اس سے پہلے کسی نے آپ کا فوٹو اتارا تھا۔ اس لئے ان فرضی فوٹوؤں سے سرخ رنگ ثابت کرنا بالکل غلط ہوگا۔ اس موقع پر مرزا قادیانی کا فوٹو لے لیجئے۔ اس میں سپید رنگ دکھلایا گیا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ مسیح محمدی گندم گون ہوگا۔ تو جس تاویل سے مرزا قادیانی کو گندم گون ثابت کیا جاسکتا ہے۔ وہی تاویل حضرت مسیح کے حلیہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو عظیم الصدر بھی کہا گیا ہے۔ مگر ان فرضی فوٹوؤں میں نمایاں طور پر آپ کا سینہ معمول سے نہیں دکھایا گیا۔ اس لئے بھی یہ ناقابل اعتبار ہے۔ زیادہ تحقیق کرنا ہو تو باب حیاۃ اسحٰد دھراؤ۔

اتہام تجم اور امام مالک یا ابن حزم

امام مالک اور ابن حزم کے متعلق بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔ دھوکہ دینے کے لئے یوں کہا جاتا ہے کہ: ”قال مالک مات (مجمع البحار ص ۸۶) قال ابن حزم مات (جمل حاشیہ جلالین) ثم قال رائی النبی علیہ السلام روحاً روحاً ومن کذب بهذا فقد انسلخ عن الاسلام بلا شک (الفصل ج ۱ ص ۷۹)“ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مرزائی پوری عبارت نقل نہیں کرتے اور نہ ہی وہ مقام پیش کرتے ہیں۔ جہاں انہوں نے اپنی تحقیق لکھی ہے یا اپنی تحقیق کی بناء پر کوئی مسئلہ بیان کیا ہے۔ صرف قطع

و برید کر کے چوہوں کی طرح (بقول مسیح قادیانی) احادیث کو کتر کر پیش کرتے ہیں۔ اس سے صرف ان کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ الزامی طور پر ہمیں لا جواب کر دیں۔ ورنہ ان کو ان بزرگوں کی تحقیق پر ذرہ بھر بھی اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اسلام کو ڈبودیا ہے اور جب ان بزرگوں کی تحقیق پیش کی جاتی ہے تو صاف منکر ہو کر کہتے ہیں کہ یہ حوالہ جات اگر غلط ہوں تو ہمیں کیا۔ چونکہ یہاں سے یوں ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے ان کو پیش کیا گیا تھا۔ اس لئے یہ اگر صحیح ہوں یا غلط ہوں ہمارے نزدیک یکساں ہیں۔

مگر ہم ناظرین اہل اسلام کے رفع اشتباہ کے لئے ذرہ تفصیل سے کام لیتے ہیں کہ ابن حزم اپنی کتاب (فصل ص ۷۷) پر صاف لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور امام مالکؒ کے متعلق یوں کہا گیا ہے کہ مجمع البحار میں آپ کا قول نقل کر کے اخیر میں تاویل بھی کی ہے۔ پوری عبارت یوں ہے کہ: ”قال مالك مات لعله اراد رفعه على السماء او حقيقة ويجي اخر الزمان لتواتر خبر النزول“ مگر مرزائی تعلیم نے اس تاویل کو نقل نہیں کیا اور جو عبارت عتیہ میں نقل ہوئی ہے۔ ابی وغیرہ نے شرح مسلم میں اس کو موافق عقیدہ اسلام کے ہی نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں اگر آپ کا مذہب وفات مسیح ہوتا تو علامہ زرقانی مالکیؒ آپ کے تابعدار ہو کر حیات مسیح کو زوردار الفاظ میں نہ لکھتے۔ ”واذ انزل سيدنا عيسى عليه السلام فانه يحكم بشرية نبينا بالهام او باطلاع على الروح المحمدى او بما شاء الله من استنباط لها من الكتاب والسنة ونحو ذلك . واختلف في موته قبل رفعه بظاهر قوله تعالى انى متوفيك . قال الحافظ وعليه اذ انزل الى الارض للمدة المقدره له يموت ثانياً . وقيل معنى متوفيك رافعك من الارض فعلى هذا لا يموت الا فى آخر الزمان قال فى موضع اخر رفع عيسى وهو حى على الصحيح ولم يثبت رفع ادریس وهو حى بطرق مرفوعة (شرح مواهب لدينه)“ اتہام چہارم میں مسیح کے متعلق جو کچھ علامہ مذکور نے بیان کیا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ مرزائی تعلیم کی تردید کرتا ہے۔

اتہام پنجم اور امام شعرانی یا شیخ ابن عربیؒ

شیخ اکبر کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی (تفسیر ج ۱ ص ۱۶۲) میں یوں لکھتے ہیں کہ: ”اتصل روحه عند المفارقة عن العالم السفلى بالعالم العلوى“ اور امام شعرانی (طبقات ج ۲ ص ۲۴) میں لکھتے ہیں کہ: ”رفع على كما رفع عيسى عليه السلام“ اور

یواقیت میں لکھتے ہیں کہ: ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین“ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک وفات مسیح صحیح ہے۔

جواب یوں دیا گیا ہے کہ تفسیر ابن عربی کے متعلق ابھی تک اشتباہ ہے کہ آیا آپ کی تصنیف ہے یا آپ کے ذمہ لگائی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ اکبر کو بدنام کرنے کے لئے لوگوں نے عقائد ملحدہ لکھ کر ذمہ لگا دیئے تھے۔ جن کی تردید امام شعرانی نے یواقیت میں کی ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے وہاں اپنا مذہب بیان کیا ہے۔ اسی طرح یواقیت میں علی الخواص کا قول مذکور ہوا ہے۔ امام نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا۔ البتہ مرزائیوں کے مذہب میں چونکہ قطع و برید اور خیانت فی النفل کا رثواب ہے اور دجل و فریب یا افتراء و اتہام فرض اولین ہے۔ اس لئے امت دجال نے صفت و جالیت کا ظہور پیدا کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے۔ مگر اہل اسلام نے فوراً دودھ کا دودھ پانی کا پانی دکھا کر اصل واقعہ پیش کر دیا ہے کہ ہر دو امام حیات مسیح کے قائل ہیں قادیانیوں کو صلواتیں سناتے ہیں۔ کیونکہ (یواقیت ج ۲ ص ۳۹) میں درج ہے کہ سید علی الخواص کہا کرتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی طرح رفع جسمانی سے مرفوع الی السماء ہو گئے ہیں۔ جس طرح کہ عیسیٰ بن مریم مرفوع الی السماء ہوئے تھے اور اسی طرح زمین پر دوبارہ اتریں گے۔ جس طرح کہ حضرت مسیح آسمان سے نزول فرمائیں گے اور (یواقیت ج ۲ ص ۲۹۰) کہ بحث ۶۵ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل دجال کے بعد مریں گے۔ (فتوحات مکی باب ۳۶۹) میں مذکور ہے کہ: ”ما الدلیل علی نزول عیسیٰ ابن مریم؟ ہو قوله تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته۔“ فالمعتزلة والفلاسفة والیهود والنصارى الذین ینکرون الرفع الجسمانی یؤمنون به۔“ والدلیل الثانی قوله تعالیٰ وانه لعلم للساعة والظاهر ان الضمیر لعیسیٰ ابن مریم اذا المذکور هو لا غیر وفی الحدیث اذا المسلمون فی الصلوة اذا بعیسیٰ ینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق وعلیه بردان ویداه علی الملکین۔“ فالحق ان عیسیٰ ابن مریم رفع الی السماء بالجسم العنصری والايمان به واجب لقوله تعالیٰ بل رفعه الله الیه وعن ابی طاهر القزوينی ان کیفیة الرفع والنزول ثم کیفیة المکث فی السماء بلا اکل وشرب کلها مفوض الی الله تعالیٰ“ اس کے بعد آپ نے اعتراضات کا دفع کیا ہے کہ: ”ما جعلناهم جسد الا یاکلون الطعام“ سے مراد دنیاوی زندگی ہے۔ کیونکہ اس

میں مواد تحلیل ہوتے رہتے ہیں۔ ورنہ آسمانی زندگی اس نقص سے پاک ہے۔ چنانچہ فرشتے وہاں تسبیح کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں اور تحلیل سے اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں۔ علاوہ بریں پاک ہستی دنیا میں بھی بغیر آب و دانہ کے زندہ رہ سکتی ہے۔ مثلاً حضور انور ﷺ متواتر روزے رکھتے تھے اور خوراک نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور تم میں سے میرے جیسا کون ہے کہ صوم وصال رکھے اور خدا تعالیٰ اس کی غذا تسبیح و تحلیل بنائے دوم آپ نے فرمایا ہے کہ جب دجال کے وقت کمال قحط ہوگا تو مؤمنین کی خوراک تسبیح و تحلیل ہوگی۔ سوم ابوطاہرہ کا قول ہے کہ شہر ابہر (ممالک مشرقیہ) میں ایک شخص مسی خلیفہ فراط دیکھا گیا تھا کہ جس نے بائیس سال تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ صرف عبادت الہی میں مشغول رہتا تھا اور وہی اس کی خوراک تھی اور تعجب ہے کہ بدن میں کمزوری کی علامات ظاہر نہیں تھے۔ مرزا قادیانی بھی جب مسلمانوں کے ہم عقیدہ تھے بدر ۱۹۰۵ء اپریل میں تسلیم کرتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی بغیر خوراک کے تین سو سال تک زندہ رہے اور جب جاگ اٹھے تو ان کو خوراک کی ضرورت پڑی۔ اب ان نظائر سے یہ شبہ دور ہو سکتا ہے کہ انسان بغیر خوراک کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ باقی رہی حدیث: ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ“ تو اس کا جواب آگے آتا ہے۔

اتہام ششم اور ابن قیم

مرزا قادیانی کی سرالخلافت میں ہے کہ حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب زاد المعاد (ذکر بحث النبی ﷺ ص ۱۹) میں لکھا کہ: ”واما ما یذکر عن المسیح انه رفع الی السماء وله ۳۳ سنة فهو قول النصارى“ اور ص ۳۶ میں ہے: ”الانبياء انما استقرات رواہم هناك مفارقة بعد البدن“ اور مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ: ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی“ ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ابن قیم حیات مسیح کے قائل نہ تھے۔ جواب یہ ہے کہ زاد المعاد میں پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بحث انبیاء چالیس سال کو ہوا کرتی ہے اور جو یہ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس سال کے تھے کہ آپ کو نبوت ملی اور ۳۳ سال کو رفع ہوا۔ یہ روایت نصاریٰ نے کی ہے۔ ورنہ احادیث مرفوعہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ مرزائیوں نے الٹی سمجھ سے اس مطلب کو وفات مسیح پر خواہ مخواہ چسپاں کر کے عوام الناس کو حیران کر دیا ہے کہ لوجی! ابن قیم اور ابن تیمیہ دونوں بزرگ وفات مسیح کے قائل تھے۔ اسی طرح مفارقة الارواح کا مطلب بھی وفات مسیح سے تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ ایک عام اصول بیان ہوا ہے۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ مدارج السالکین کی عبارت

میں موسیٰ کے بعد عیسیٰ کا ذکر کرنا صرف اس لئے ہے کہ اگر آج زمین پر موسیٰ عیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی حضور ﷺ کی اطاعت کرتے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی رسالت عام ہے اور قیامت تک ہے۔ مرزا قادیانی نے اصل مطلب بگاڑ کر لوگوں کے پیش کیا اور اصل عبارت پورے طور پر نقل نہیں کی۔ تاکہ دھوکہ دہی میں فرق نہ آنے پائے۔ دیکھئے اصل عبارت یوں ہے کہ: ”و محمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالته عامة لجميع الجن والانس فی کل زمان ولو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لکانا من اتباعه“ واذ انزل عیسیٰ ابن مریم فانما یحکم بشریعتہ محمد ﷺ فمن ادعی انه مع محمد کالخضر مع موسیٰ اوجوز ذلك لاحد من الامة فلیجدد اسلامه ولیشهد انه مفارق لدين الاسلام بالکلیة فضلا عن ان یکون من خاصة اولیاء الله وانما هو من اولیاء الشیطان“ (قلت ان هذه العبارة نص فی ان المرزائیة کذابون) دیکھئے اس عبارت میں نزول مسیح کا صاف اقرار موجود ہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ یہ دونوں بزرگ وفات مسیح کے قائل تھے۔

اتہام ہفتم قبر کشمیر

مرزا قادیانی نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ مسیح کی قبر جلیل میں ہے۔ (جو بیت المقدس سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے) (ازالہ ص ۴۷۳، خزائن ج ۳ ص ۳۵۳) یوں بھی لکھا ہے کہ مسیح کی قبر بیت المقدس میں ہے اور اس پر ایک بڑا گرجا بھی بنا ہوا ہے۔ (اتمام الحجہ ص ۱۹، خزائن ج ۸ ص ۲۹۹)

یہ بھی لکھا ہے کہ کشمیر میں ہے۔ (راز حقیقت ص ۲۰، خزائن ج ۱۳ ص ۱۷۲) اور (مسل معنی ص ۳۵۳) میں لکھا ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں اب تک موجود ہے۔ مرزا بشیر احمد (حاشیہ ریویو آف ریلیجز جولائی ۱۹۱۷ء) میں لکھتے ہیں کہ یہ دوسری قبر شیخ نصیر الدین کی ہے اور ازالہ نمبر چہارم میں فرماتے ہیں کہ اخویم مولوی نور الدین کہتے ہیں کہ ہم چودہ سال ریاست جموں کشمیر میں ملازم رہے۔ یسوع کی قبر کشمیر محلہ خانیاں میں معلوم ہوئی تھی اور تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ یسوع کی قبر کشمیر میں ہی ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی تعلیم میں یسوع کی قبر کے متعلق آج تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا کہ کہاں ہے؟ یا ہے بھی یا نہیں؟ باپ، بیٹا، حواری تینوں مختلف بیان دیتے ہیں۔ غیر جانبدار کو کیسے یقین آ سکتا ہے کہ واقعی جو قبر کشمیر میں ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی ہے۔



کیونکہ ان کے نزدیک یسوع اور ہے اور عیسیٰ اور۔ جیسا کہ توہین عیسیٰ میں مرزائی عذر کیا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے یسوع کو گالیاں دی ہیں۔ مسیح یا عیسیٰ کو گالیاں نہیں دیں۔ مرزا قادیانی (ست بچن حاشیہ ص ۹) میں لکھتے ہیں کہ: ”یسوع کی خبر قرآن شریف میں نہیں دی کہ یہ کون تھا؟“ اس لئے مرزا قادیانی نے دل کھول کر توہین مسیح میں سارا اندرونی بخار نکال لیا تھا۔

(ست بچن ص ۱۵۹، خزائن ج ۱۰ ص ۲۸۳) میں لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح ۳۲ سال کی عمر پا کر اس دار الفناء سے گذر گیا۔ رسالہ (نور القرآن ص ۳۱، خزائن ج ۹ ص ۳۶۰) میں لکھتے ہیں کہ: ”عیسائی اس بد تہذیبی سے تکذیب کرتے ہیں کہ خدائی تو بھلا کون مانے۔ اس غریب کو نبوت سے بھی جواب دے دیتے ہیں۔“ اب اگر یہی خیال کیا جائے کہ یسوع کی خبر قرآن شریف میں نہیں ہے تو مرزائی کس لئے یسوع کی قبر کشمیر میں ثابت کرتے ہیں؟ اور کس طرح وفات مسیح ثابت ہوگی کہ: ”اوینا ہما الی ربوۃ ذات قرار ومعین“ میں قبر یسوع مسیح کی طرف اشارہ ہے۔ کیا اب اس کا ذکر قرآن میں آ گیا ہے؟ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں اب تک ثابت نہیں ہوئی۔ اگر اثبات قبر میں یسوع اور مسیح کو ایک تسلیم کیا جائے تو ہم سوال کریں گے کہ توہین مسیح میں یسوع اور مسیح کو ایک کیوں نہیں تسلیم کیا گیا۔ دراصل مرزا قادیانی کو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بات کا یقین نہ تھا کہ یسوع اور مسیح ایک ہیں یا دو! نیچی نے جیسا کہا وہ کہتے گئے تعجب یہ ہے کہ کئی ایک مقام پر اقرار بھی کر گئے ہیں کہ یسوع اور مسیح ایک ہیں اور پھر جب ہوش سنبھالتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ: ”ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے کہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے انبیاء کو چور اور بشار کہا۔“ (انجام آقلم ص ۱۳، خزائن ج ۱۱ ص ۱۵۸)

دونوں کو ایک مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”مسیح کا بیان کہ میں خدا ہوں۔ خدا کا بیٹا ہوں۔ میری خود کشی سے نجات پائیں گے۔ کوئی آدمی اس کو دانا اور راست باز نہیں کہہ سکتا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ابن مریم پر یہ سب جھوٹے الزامات ہیں۔“ (نور القرآن ص ۴۲، خزائن ج ۹ ص ۳۷۱) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے جوش مراق میں حضرت مسیح کی توہین تو کر دی۔ مگر بعد میں خیال پیدا ہوا کہ لوگ کافر کہیں گے۔ اس لئے عذر اور بہانے بنائے کہ یسوع اور ہے اور مسیح اور۔ مگر جب یہ بات پرانی ہو گئی اور قبر مسیح کا ذکر شروع ہو گیا تو یسوع کی قبر ثابت کر کے حضرت مسیح کی قبر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اگر مرزا قادیانی کو مراق نہ ہوتا تو ہم ضرور کہہ دیتے کہ آپ نے یہ جان بوجھ کر دجل مخادعت اور فریب کیا ہے۔ مگر یہ بھی خیال آتا ہے کہ شاید توہین مسیح کے وقت آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یسوع کی لفظی تحقیق کیا ہے۔ شاید اس نادانگی کی وجہ



سے انہوں نے دو شخص تسلیم کئے ہوں گے۔ لیکن ہم ناظرین کے سامنے ذیل کی چند سطور پیش کرتے ہیں کہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہیں دو نہیں ہیں۔

(لغات عبرانی ص ۱۶۲) میں مذکور ہے کہ: ”یسوع اصل میں یسوع ہے۔ جس کا معنی نجات دینے والا ہے۔ یونانی زبان میں اس کو حسب تحقیق کنش ڈکشنری ص ۱۳۷ ای۔ اے سوس بنایا گیا تھا۔ جس کو عربی میں عیسیٰ کی صورت میں تبدیل کیا گیا ہے اور انگریزی میں جے سس کہتے ہیں۔“ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ کے آخری ورق پر انگریزی اشتہار شائع کیا تھا۔ جس میں جی سس کر سٹ لکھ کر یہ ثابت کیا تھا کہ میں اسی کے مشابہ اور مثیل ہوں اور اردو میں اس کا ترجمہ مسیح ابن مریم لکھوایا تھا۔ حنہ حق کے حاشیہ ص ۴۶ میں خود آپ نے جی سس کرائسٹ کا ترجمہ عیسیٰ ابن مریم لکھا ہے۔ تمام اناجیل اور کتب معتبرہ اس بات کی شاہد ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم کو ہی یسوع یا جی سس کرائسٹ کہا گیا ہے۔ پس اندریں حالات یہ فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے کہ گو پہلے نا واقفیت کی وجہ سے آپ نے دو شخص سمجھے ہوں گے۔ مگر بعد میں آپ نے ایک سمجھ کر بھی اپنے کہے سے رجوع نہیں کیا۔ بالفرض محولہ بالا عبارات میں مرزائی کچھ تاویل کر سکتے ہیں تو یہ ان کا طرز عمل کہ یسوع کی قبر کشمیر میں ہے۔ اس امر پر زبردست دلیل ہے کہ مرزا قادیانی نے یسوع اور مسیح کو ایک شخص ہی تصور کیا تھا اور باقی سب بہانے تھے جو پیش کئے گئے تھے اور افسوس ہے کہ ایسے بہانہ جو آدمی کو افضل المرسلین کا خطاب دیا جاتا ہے۔ کتنی بڑی جہالت ہے۔ نئی روشنی کی سیاہی میں چھننے والے اگر یہی واقعہ سوچ لیں تو آج ہی بیعت مرزائیہ سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر جو آرام اس مذہب میں ہے۔ اسلام میں کب نصیب ہو۔ اس لئے ان سے توقع بہت کم ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ مراسلات درج کرتے ہیں جو تحقیق قبر مسیح میں اہل کشمیر کی طرف روانہ کئے گئے اور جن کا جواب خلاف عقیدہ مرزائیہ دیا گیا۔

..... جواب چٹھی قاضی فضل احمد معرفت خواجہ غلام محی الدین، میونسپل کمشنر لدھیانہ۔

”میں نے تحقیق کی ہے کہ مقبرہ روضہ بل جامع مسجد سے واپس آتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ مگر تاریخ کشمیر کو سامنے رکھ کر یوں کہنا پڑتا ہے کہ وہ مقبرہ سید نصیر الدین صاحب کا ہے نہ کہ یوز آصف کا مقبرہ۔ جامع مسجد سے آتے ہوئے دائیں طرف انزمرہ اور روضہ بل میں کوچہ یار خان اور نالہ مار بھی واقعہ ہیں۔“

خواجہ شید محمد اعظم شاہ تاریخ کشمیر اعظمی میں لکھتے ہیں کہ: ”حضرت سید نصیر الدین خان یاری از سادات عالی شان ست در زمرہ مستورین بود۔ بتقریب ظہور نمود، مقبرہ میر قدس سرہ در محلہ

خانیاں مہبط، فیوض الہی است، درجوارایشان سنگ قبرے واقعہ شدہ درعوام مشہورست کہ آنجا پیغمبرے اسودست کہ درزمان سابقہ درکشیرمبعوث شدہ بود، ایں مکان بمقام آن پیغمبرمعروف است درکتاہے ازتاریخ دیدہ ام کہ بعد ازقصیہ دور دراز حکایتے سے نویسد کہ یکے ازسلاطین زادہ ہا براہ زہد تقویٰ آمدہ ریاضت وعبادت بسیار کرد برسات دوم کشیرمبعوث شدہ درکشیرآمدہ بدعوت خلایق مشغول شد بعد از رحلت در محلہ انزمرہ آسودو آن کتاب نام آن پیغمبر یوز آصف نوشت انزمرہ و خانیاں متصل واقعہ ست از ملاحظہ ایں عبارت صاف عیاں ست کہ یوز آصف در محلہ انزمرہ مدفون ست درکوچہ خانیاں مدفون نیست و ایں یوز آصف از سلاطین زادہا بودہ ست و ایں عبارت تواریخ مخالف و مناقض ارادہ، حضرت میرزا است زیرا کہ یسوع خود را یکے از سلاطین وغیرہ انتخاب نکرده اند فقط والسلام“ راقم خواجہ سعد الدین فرزند خواجہ ثناء اللہ مرحوم از کوشی خواجہ ثناء اللہ، غلام حسن از کشیر ۱۵ رذی الحجہ ۱۳۱۲ھ“

۲..... اطلاع بادچوں ارقام کردہ بود کہ درشہر سری نگر در ضلع خانیاں پیغمبر آسودہ ست موسوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن، آن درشہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ کہ بیشتر از دو صد سال شاعرے معتبر و صاحب کشف بودہ ست نام آن خواجہ اعظم دیدہ مری داشتہ یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ کہ دریں شہر بسیار معتبر ست و راں ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خانیاں در کلہ روضہ بل میگویند کہ پیغمبرے آسودہ ست یوز آصف نام داشتہ و قبرے دوم درانجا اولاد زین العابدین، سید نصیر الدین خانیاں ست و قدم رسول ہم درانجا موجود است، اکنون درانجا بسیار مرجع اہل تہجدہ دارد۔ ”بہر حال سوائے تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندے صحیح ندارد“ کتبہ سید حسن شاہ از کشیر ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

اب مرزا قادیانی کی یہ تاویل کہ یسوع کا یوز بن گیا ہے اور چونکہ آپ افسوس کرتے ہوئے غمگین رہا کرتے تھے۔ اس لئے ان کو آسف کہا گیا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہ لفظ آصف ہے آسف نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ یسوع غمگین رہتے تھے۔ کیونکہ مقاصد الصالحین ص ۱۸ مطبوعہ نظامی میں لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ سے آپ نے فرمایا کہ تم ہمیشہ غمگین کیوں رہتے ہو۔ ”اٹیسست من رحمۃ اللہ“ تو آپ نے یسوع سے کہا کہ تم ہمیشہ خوش کیوں رہتے ہو؟ ”امن من مکر اللہ“ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فیصلہ کیا کہ خدا کی جناب میں انسان کو اپنے کئے پر نادم ہو کر غمگین رہنا بہتر ہے اور لوگوں کے سامنے خدا کے فضل کا امیدوار رہ کر خوش رہنا چاہئے۔

۳..... خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب قبلہ اپنی کتاب (سیف چشتیائی ص ۱۶۵) میں لکھتے ہیں کہ مخلصی عزیز جو کشمیری جو ایک بڑا نامی متدین آدمی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ کشمیر میں مرزا قادیانی کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک متبرک مزار کے مجاوروں کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم اباعن جد سنتے ہیں کہ یہ مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ ان کو بے عزت کر کے نکالا۔ یہ شہادت دیکھ کر راز حقیقت کا تمام اصلی راز منکشف ہو جاتا ہے اور ایام صلح کی تمام مصالحت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

اتہام ہشتم اور اکمال الدین

مرزا قادیانی (روضۃ الصفاق ص ۱۳۳) میں لکھتے ہیں کہ یہودی آپ کے عہد میں بارہ قبائل تھے۔ جن میں سے نو قبائل کو بخت نصر نے تبت، کشمیر، ہند اور افغانستان کو جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شہروں یا بستیوں کے نام وہی ہیں جو ملک شام میں تھے۔ مثلاً بابل، گلگت، طور، صور، صیدا، بابل، تخت سلیمان، نیوئی وغیرہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کو آئے اور وہاں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خبر لی اور ۸۷ سال بعد وفات پا گئے اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے اپنی معشوقہ مریم کو خدا کے سپرد کیا اور وہاں سے کوہ جلیل میں آئے جو بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور دشمنوں سے خوف کھا کر اس پر چڑھ گئے۔ اس وقت پہاڑ پر ابر چھایا ہوا تھا تو لوگوں نے خیال کیا کہ آپ آسمان کو چڑھ گئے ہیں۔ حواریوں نے بھی یہی خیال کر لیا تھا۔ یا یوں اصل واقعہ پر پردہ ڈالتے ہوئے رفع سماوی کا قول ظاہر کیا۔ مگر آپ نے شہر نصیبین پہنچ کر سلطان اڑلیہ کو خط لکھا کہ میں اب آسمان کو جاؤں گا اور تمہاری طرف چند حواری بھیجتا ہوں۔ کتاب کروسی فلشن میں ہے کہ جب کا نفس کا ہنوں کے سردار کو معلوم ہوا کہ آپ صلیب نہیں دیئے گئے تو اس نے قیصر روم کو شکایتی خط لکھا کہ پیلاطوس نے یوسف اور حواریوں سے سازش کی بناء پر مسیح کو صلیب سے ہچالیا ہے تو پیلاطوس کو عتاب نامہ پہنچا۔ جس سے اس نے غصہ کھا کر یوسف کو قید کر لیا اور ایک رسالہ حضرت مسیح کی تلاش میں روانہ کیا کہ وہ آپ کو پکڑ کر واپس لائیں۔ مگر چونکہ آپ کشمیر پہنچ چکے تھے۔ وہاں تک کوئی نہ پہنچا۔ کشمیریوں نے یسوع کے نام کو کچھ تبدیل کر کے یوں کہنا شروع کر دیا تھا۔ یوز آصف، یوز آسف، پھر ارض سولابت میں آئے اور وہاں تبلیغ وحدانیت کی۔ وہاں سے نکل کر بہت شہروں میں وعظ کیا اور کشمیر کو واپس آئے اور وہیں قیام کیا اور وہیں ۸۷ برس بعد واقعہ صلیب فوت ہو گئے۔ (اکمال الدین و اتمام النعمۃ للتمی)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے خواہ مخواہ یوز آصف کی سوانحی کو یسوع کی زندگی پر چسپاں کیا

ہے۔ ورنہ اصل کتاب دیکھنے پر یہ تحریر ہر طرح سے مخالف ہے۔ کیونکہ اس میں یہ تحریر نہیں ہے کہ اس قبر کا مالک کبھی بھی بیت المقدس سے جان بچا کر زندگی بسر کرنے کو یہاں آیا تھا۔ کیونکہ اکمال الدین کی عبارت اصل تحریر کے مطابق یوں ہے کہ رجب جنسیر ملک صولا بت (سولا بت) کا باشندہ تھا۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام اس نے یوز آصف رکھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو حکیم منوہر لکا سے اس کے پاس آیا۔ رجب نے اس کی عزت و آبرو سے تواضع کی اور اپنے بیٹے یوز آصف کا اتالیق مقرر کیا۔ شہزادہ نے اس سے مذہبی تعلیم حاصل کی اور دنیا سے بے تعلق رکھنے کی تعلیم نے اس کا دل بادشاہت سے برداشتہ کر دیا اور حکیم منوہر اس کا تعلیمی نصاب مکمل کر کے وہاں سے چلا گیا تو ایک دفعہ شہزادہ کو فرشتہ نظر آیا۔ اس نے خدا کی رحمت کی اس کو بشارت دی اور کچھ راز بتایا۔ جس پر وہ عمل پیرا رہا۔ پھر فرشتہ نے اسے حکم دیا کہ سفر کے لئے تیاری کرے تاکہ میں تیرے ہمراہ یہاں سے نکل جاؤں۔ اس کے بعد شہزادہ ہجرت کرتے ہوئے اپنے ملک سے نکل گیا تو اس نے ایک صحراء میں پانی کے پاس ایک درخت دیکھا جہاں اس نے کچھ دن قیام کیا اور وہاں اس کو وہی فرشتہ نظر آیا۔ پھر اس نے بستیوں میں وعظ کہنا شروع کیا تو کچھ مدت کے بعد اپنے اصلی وطن صولا بت کو واپس چلا گیا اور والدین نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا اور شہزادہ نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ کچھ مدت کے بعد شہزادہ کشمیر میں آیا اور وہاں کے باشندے اس سے مستفید ہوئے اور اس نے ان کو بھی توحید کی دعوت دی۔ چنانچہ یہ یہیں رہنے لگا اور جب مرنے لگا تو اپنے چیلے یا بد کو توحید ہی کی وصیت کی اور جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اب اس عبارت کو حضرت مسیح علیہ السلام پر منطبق کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ صولا بت کا معنی بیت المقدس کیا جائے اور حکیم منوہر سے مراد روح القدس لیا جائے۔ اسی طرح والدین سے مراد یوسف اور مریم ہوں اور ان کو کسی علاقہ کا بادشاہ بھی تصور کیا جائے اور جب تک یہ امور ثابت نہ ہوں حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح سے اس عبارت کا تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انجیل روسی بھی مرزا قادیانی کے مخالف پہلو کو ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں اگرچہ مسیح کا ذکر ہے۔ لیکن اس میں اس بات سے صاف انکار ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد کشمیر وغیرہ کا سفر کیا تھا۔ کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ ایک بچہ پیدا ہوا جس میں خدا بولتا تھا۔ اس نے توحید کی دعوت دی اور اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ جب وہ تیرہ سال کا ہوا تو سودا گروں کے ہمراہ ملک سندھ کو نکل گیا اور بنارس و جگن ناتھ کے مضافات میں چھ سال تک اپنے کام میں مشغول رہا اور بتایا کہ وید خدا کا کلام نہیں ہیں اور یہ بھی کہا کہ بت پرستی چھوڑ دو کیوں کہ وہ نہیں سنتے۔ اس پر براہمنوں نے اس کو مار ڈالنے کی ٹھان لی۔ کیونکہ عام لوگ اس کے تابع ہو گئے تھے۔ یسوع کو اس ارادہ کی خبر

لگ گئی تو رات ہی رات جگن ناتھ سے نکل کر نیپال کو چلا گیا۔ پھر کوہ ہمالیہ کو عبور کرتا ہوا راجپوتانہ آ پہنچا اور وہاں سے فارس پہنچ کر تبلیغ شروع کی۔ تو وہاں کے بت پرستوں نے اس کو وعظ تو حید سے روک دیا تو ملک شام میں آ گیا اور اس وقت اس کی عمر ۲۹ سال تھی۔ اب جا بجا وعظ کرنا شروع کیا اور ہزاروں لوگ تابع ہو گئے۔ چند حکام نے بادشاہ پلاطوس جا کر شکایت کی کہ عیسیٰ نامی ایک واعظ اس ملک میں وارد ہوا ہے۔ جو اپنی سلطنت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے خلاف لوگوں میں جوش پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تابع بھی ہو گئے ہیں۔ پلاطوس نے اسے گرفتار کر کے مواہذ (مذہبی سرداروں) کے پیش کیا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب یروشلم آئے تو لوگوں نے بڑے اعزاز سے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے فرمایا کہ بہت جلد تم لوگ ظالموں سے رہائی پا کر ایک قوم بن جاؤ گے اور تمہارا دشمن بہت جلد تباہ ہو جائے گا۔ جو خدا سے خوف نہیں کرتا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل سے ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ میرے بھائی اور بہنیں ظالموں کے ہاتھ گرفتار ہیں۔ اس کے بعد آپ نے جا بجا شہر بشہر وعظ کہنا شروع کیا اور عبرانیوں سے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ بہت جلد تم نجات پاؤ گے۔ تب جاسوسوں نے پوچھا کہ کیا ہم قیصر روم کے ماتحت رہ کر اپنے بادشاہ پلاطوس کا حکم مانتے رہیں یا اپنی نجات کا انتظار کریں تو آپ نے جواب دیا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم قیصر روم سے نجات پاؤ گے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہت جلد گناہوں سے نجات پاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر توحید کا وعظ تین سال تک کیا اور آپ کی عمر ۳۲ سال تک پہنچ گئی۔ جاسوسوں نے اپنا کام شروع رکھا اور پلاطوس کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ لوگ کہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو سچ مچ ہی بادشاہ نہ تسلیم کر لیں۔ اب آپ کے ذمہ بغاوت کا جرم لگا کر آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کیا گیا اور مجبور کیا کہ آپ بغاوت کا اقبال کریں۔ مگر آپ نے نہ کیا اور تکالیف برداشت کرتے رہے اور جب دربار میں آپ پیش کئے گئے تو پلاطوس نے پوچھا کہ کیا تم نے یوں نہیں کہا کہ مسیح کو خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں میں بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بن جائے؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ جب تم صلیب پر قتل کر سکتے ہو تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں سے اس جزم کا اقبال کرایا جائے۔ اس روکھے جواب پر پلاطوس نے غصہ کھا کر آپ کو صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا اور باقی مجرموں کو رہا کر دیا۔ تو سپاہیوں نے آپ کو بمعہ اور دو چوروں کے صلیب دیا تو سارا دن لاش صلیب پر رہی۔ سپاہیوں کا پہرا تھا۔ تابعدار لوگ دیکھ دیکھ کر روتے تھے اور ان کو اپنی جان کا خوف بھی لگ رہا تھا۔ شام کے قریب مسیح کی روح خدا کے پاس چلی گئی۔ اب پلاطوس کو ندامت

آئی کہ اس نے برا کیا ہے۔ اس لئے اس نے آپ کی لاش آپ کے رشتہ داروں کے سپرد کی۔ جس کو انہوں نے صلیب خانہ کے پاس ہی دفن کر دیا اور لوگ اس قبر کی زیارت کرنے لگے (اور دیکھو انجیل سیاح رومی مسٹر کلونس نو کروچ) جس سے مرزا قادیانی نے مسیح کا سفر ہندوستان میں ثابت کیا ہے اور واقعات کو پس و پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان آئے تھے اور یہاں سے کشمیر جا کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ناظرین خود سوچ سکتے ہیں کہ جب بانی مذہب کا یہ حال ہوگا تو تابعدار کیوں نہ بات کا بٹنگٹر بنائیں گے؟

### اتہام نمبر ۹ اور ایلیا

ملا کی نبی کی کتاب میں یوں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہولناک دن کے آنے کے پیشتر ایلیا نبی تمہارے پاس بھیجوں گا۔ (آیت ۵) اور جب خدا نے چاہا کہ ایلیا کو آسمان پر لے جائے تب ایلیا السبع کے ساتھ جلجال سے چلا۔ (سلاطین ۲۱) اور جب دونوں جاتے تھے تو ایک آتش رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان میں آ کر دونوں کو الگ الگ کر دیا اور ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر چلا گیا اور ایلیا کے جانے کے وقت ایلیا کی چادر گر پڑی جو السبع نے اٹھالی۔ (سلاطین ۱۲، ۱) اس پیشین گوئی کے مطابق یہودی منتظر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیشتر الیاس آسمان سے اتریں گے۔ مگر کوئی نہ اتر۔ جیسا کہ متی میں مذکور ہے کہ شاگردوں نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیا کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ الیاس ضرور پہلے آوے گا اور بندوبست کرے گا۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا۔ لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا۔ بلکہ جو چاہا اس سے کیا اس طرح ابن مریم بھی اس سے دکھ اٹھائے گا۔ تب شاگردوں نے سمجھا کہ ایلیا سے مراد یوحنا بپتی علیہ السلام ہیں۔

اور (متی ب ۱۲، ۱۱) میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا جو الیاس آنے والا تھا یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ (مرقس ب ۱۲، ۹) میں بھی یونہی مذکور ہے۔ اب یہاں نزول ایلیا سے مراد یحییٰ علیہ السلام کا ظہور ہے جو حضرت الیاس سے کمال مشابہت رکھتے تھے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصطلاح نبوت میں جس نبی کے نزول کی بابت لکھا جاتا ہے کہ وہ ضرور آئے گا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ایسا شخص پیدا ہوگا۔ جو پہلے کے مشابہ ہوگا۔ اسی طرح نزول مسیح سے بھی مراد ظہور مثیل ہے اور جب ختم نبوت دوسرے نبی کے آنے سے روکتی ہے تو اس لئے بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں اور خود نہیں آئیں گے۔ بلکہ آپ کا مثیل پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر یہ مانا جائے کہ ایک اسرائیلی نبی تکمیل اسلام کے لئے آئے گا تو اس امت کی اس میں سخت توہین بھی

ہوتی ہے کیا اس میں کوئی ایسا قابل آدمی نہیں ہے جو اسلام کی خدمت کرے اور یہودیوں کے نبی کی محتاج ہے؟ تو پھر علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل اور کلمت خیر امت کی فضیلت کیا رہی؟

اہل اسلام نے اس مقام پر یوں تحقیق کی ہے کہ حضور ﷺ کی پیشین گوئی کتب سابقہ سماویہ میں موجود ہے اور آپ کے نام مختلف طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک نام ایلیاء بھی ہے۔ اب ایلیاء سے مراد الیاس لینا یا تو عیسائیوں کی تحقیق ہے یا مرزائیوں کا عقیدہ ہے۔ ورنہ اہل اسلام اس سے محترز ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی عبارات سے بالکل واضح ہے۔

.....۱ حافظ ابن قیم ہدایہ الہیاز سے دلیل نمبر ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ انجیل متی میں مذکور ہے کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قید کیا گیا تو آپ نے شاگردوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ پوچھیں کہ ایل آپ ہیں یا کوئی اور ہے تاہم اس کا انتظار رکھیں تو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ تو روایت اور کتب انبیاء ایک دوسرے کے مؤید ہو کر موجود ہیں۔ اب تمہاری خواہش ہے تو مان لو۔ ایل بالکل تیار ہے کہ آجائے۔ اب جس کے کان ہیں سن لے۔ اب ایل عبرانی زبانی میں خدا کو کہتے ہیں اور خدا کا آنا اصطلاح کتب سماویہ میں نبی کا آنا مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ تو روایت میں مذکور ہے کہ خدا طور سینا سے آیا۔

.....۲ علامہ قرانی اپنی کتاب الاجوبۃ الفاخرہ میں لکھتے ہیں کہ انجیل میں حضور ﷺ کی پندرہویں پیشین گوئی یہ ہے کہ متی کی انجیل میں یں مذکور ہے کہ شاگردوں نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ اے معلم! کتابوں میں آیا ہے کہ ایلیاء آئے گا تو آپ نے فرمایا کہ ایلیاء آئے گا اور تم کو ہر چیز سکھلائے گا اور میں تم کو کہتا ہوں کہ ایلیاء آگیا۔ مگر لوگوں نے اسے نہ پہچانا اور جوجی میں آیا اس کے ساتھ کیا۔ اب عیسائیوں نے یہ سمجھا کہ ایلیاء سے مراد حضرت نے اپنی ذات مراد لی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایلیاء آگیا اور انہوں نے پہلا فقرہ چھوڑ دیا ہے کہ ایلیاء آئے گا۔ جس سے مراد ہمارے نبی آخر الزمان ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عیسائیوں کی طرح مرزائیوں نے بھی ایلیاء سے مراد حضرت مسیح لیا ہے اور دوسرا فقرہ چھوڑ دیا ہے اور اہل اسلام کے خلاف چلے ہیں۔

.....۳ (فارق ص ۷۵) میں ہے کہ متی کا قول کہ ”جو ایلیاء آئے گا وہ یہی ہے۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام ہے۔“ خود حضرت یحییٰ علیہ السلام اس کی تردید کرتے ہیں۔ جیسا کہ یوحنا نقل کرتا ہے کہ: ”حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ایلیاء ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایلیاء نہیں ہوں۔“ مرزائی اور عیسائی دونوں غور کریں کہ جس کی تائید میں آپ زور لگا رہے ہیں۔ وہ خود منکر ہے۔ مدعی سست گواہ چست کا معاملہ ہے۔



۴..... سفر ملاخیا میں ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تمہارے پاس ایلیا نبی بھیجوں گا۔ یوم الرب سے پیشتر کہ عظیم الشان اور خوفناک دن ہے۔ اس عبارت میں صاف مذکور ہے کہ ایلیا سے مراد حضور انور ﷺ ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔

۵..... (ذیل الفارق ص ۳۵) میں ہے کہ ایلیا اور احمد کے اعداد ۵۳ مساوی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایلیا سے مراد یہود کے نزدیک ظہور احمدی مراد ہو۔ کیونکہ وہ اعداد سے بھی دلیل قائم کیا کرتے ہیں۔ ایک محقق کا قول ہے کہ: ”ماء دماء ۵“ کے اعداد بھی احمد کے مساوی ہیں۔ جس کے معنی صحف متقدمہ میں عظیم عظیم ہیں اور ایلیا کا معنی بھی عظیم نزد خدا ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی پیشین گوئی مختلف عنوان میں قدیم زمانہ سے چلی آئی ہے۔

۶..... حسب ذیل اقتباسات بھی ظاہر کرتے ہیں کہ صحف متقدمہ میں حضور انور ﷺ کی پیشین گوئی کی تھی۔ حضرت الیاس کے ظہور ثانی کی پیشین گوئی نہ تھی۔ کیونکہ بائبل میں مذکور ہے کہ حضرت ہاجرہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو آپ نے اس کا نام اسماعیل رکھا۔ فرشتوں نے کہا کہ بنی اسحاق کے مقابلہ میں زندہ رہے گا۔ (پیدائش: ۱۰۱) ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اقوام کثیرہ کا باپ بناؤں گا اور سارہ سے اسحاق پیدا کروں گا۔ جسے برکت دوں گا اور اسماعیل کو بھی برکت دوں گا۔ اب دونوں پیبیاں سلوک سے نہ رہتی تھیں۔ اس لئے حضرت ابراہیم ہاجرہ کو مکہ چھوڑ گئے تو ہاجرہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اسماعیل کو بھی کئی اقوام کا باپ بنائے گا۔ اب ابراہیم ۷۵ سال تک زندہ رہے اور اسماعیل واسحاق دونوں نے آپ کو وفات کے بعد مزرع عفرون میں دفن کیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے فرمایا کہ میں بنی اسماعیل کی طرف تیرے جیسا نبی بھیجوں گا۔ (استثناء: ۱۸) یہ بھی مذکور ہے کہ خدا سینا سے آیا۔ سعیر سے طلوع کیا اور فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت ہے۔ (استثناء: ۳۳) چونکہ اسماعیل علیہ السلام کوہ فاران میں رہتے تھے۔ اس لئے اس میں اشارہ حضور انور ﷺ کی طرف ہوا۔ یوں بھی لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ہی وہ آخر الزمان نبی ہیں۔ تو آپ نے انکار کیا (یوحنا: ۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسحاق تمہارے بھائیوں میں خدا تعالیٰ میرے جیسا نبی مبعوث کرے گا۔ (اعمال: ۳) اور مسیح کا قول ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے پھینک دیا تھا وہی آخری پتھر بنا۔ (متی: ۲۱) یہ مفہوم حدیث لبہ کے موافق ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں خدا کے پاس نہ جاؤں گا تمہارا معین نہیں آئے گا۔ جو تمہیں راہ ہدایت بتائے گا۔ (یوحنا: ۱۶) اس میں بھی حضور ﷺ کی ہی پیشین گوئی ہے۔ یعقوب علیہ السلام



نے آپ کا نام شیلون بتایا۔ جس کے معنی عبرانی میں جگ داتا ہے۔ (ذیل الفارق: ۷۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک آپ کا لقب ارکون العالم ہے۔ یعنی سید العالمین۔ (یوحنا)

۷..... عبارات مذکورۃ الصدر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایل (بزرگ) خدا کا نام ہے اور ایلیا (بزرگ ہستی) اسم صفت ہے جو ہر ایک نبی پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت الیاس علیہ السلام کو بھی ایلیا کہا گیا اور حضرت خاتم المرسلین ﷺ کو بھی ایلیا کہہ کر پکارا گیا۔ بروایت انجیل حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر ”ایلی ایلی لما سبقتنی“ پکارا تھا تو لوگوں نے یوں سمجھا تھا کہ آپ یحییٰ علیہ السلام کو پکارتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کے ظہور کی دھوم دھام تھی۔ وہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ظہور نہ تھا۔ بلکہ حضرت نبی آخر الزمان ﷺ کا ظہور تھا۔ ورنہ خود حضرت یحییٰ علیہ السلام ظہور ایلیا کا مصداق خود بن جاتے۔ لیکن عیسائیوں اور مرزائیوں نے موجودہ تراجم کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ظہور ایلیا سے مراد ظہور یحییٰ تھا۔ مگر تصریحات اسلام اور محققین اسلام کے نزدیک یہ خیال شروع سے آج تک غلط چلا آیا ہے۔ اس لئے مرزائیوں کا یہ وہم دلاتا کہ شروع میں ظہور ایلیا سے مراد نزول الیاس تھا۔ بالکل غلط ہے۔ جس کی تائید سوائے عیسائیوں کے اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ ہاں ہم عیسائیوں کا قول بھی ماننے کو تیار ہیں۔ مگر آئے دن تراجم کی ترمیم و تسیخ نے ان کے اقوال کو غیر معتبر بنا دیا ہے۔ بالخصوص ایسے مسائل ہیں تو وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مخالف مطلب پیدا کرتے ہیں جو اسلام کی تائید میں ہو۔ مگر افسوس ہے کہ مرزائی عیسائیوں کی پناہ لیتے ہیں اور اسلام کی تحقیقات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ یہ بھی عیسائی ہیں۔

۸..... ذیل میں عربی اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ جو ایک محقق عالم اسلامی کے قلم

سے نکلے ہوئے ہیں۔

بینة توراتکم والاناجیل وہم فی جحودہ شرکاء

ان یقولوا بینة فما زالت بها عن قلوبہم عشوآء

من هو الفارقلیط والمنحمننا وبالحق تشهد الخصماء

اخبرتکم جبال فاران عنه مثل ما اخبرتکم سیناء

واتاکم من المہیمن قدیس وکم اخبرت بہ الانبیاء

وصفت ارضہ بنبوۃ شعیبا فاسمعوا ما یقولہ شعیبا

او نور الالہ تطفئہ الافواہ وهو الذی بہ یستضاء

۹..... ہمیں افسوس ہے کہ آج تک جو پیشین گوئیاں اسلام نے حضور ﷺ پر منطبق کی تھیں آج ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ تو مسیح ایران اپنے اوپر منطبق کرتا ہے اور رہی سہی مرزا قادیانی سنبھال لیتے ہیں اور حضور ﷺ کے حق میں ایک پیشین گوئی بھی نہیں رہنے دیتے۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے غارتگروں سے پرہیز رکھیں۔

### اتہام نمبر ۱۰: او محمد بن جریر طبری

ابن سلیم انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے نذر مانی ہوئی تھی کہ راس الجماء پر جاوے گی۔ (جو مدینہ شریف کے پاس وادی عقیق کا ایک پہاڑ ہے) تو میں بھی اس کے ساتھ گیا۔ وہاں جا کر ایک قبر دیکھی جس کے سر اور پاؤں پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ میں وہ دونوں اٹھا کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک تو میں نے پھینک دیا۔ کیونکہ میں تھک دیا تھا اور دوسرا ایک عالم سریانی سے پڑھوایا۔ وہ نہ پڑھ سکا۔ پھر میں نے یمن کے عالم زبور کے پیش کیا جو خط مسند لکھا کرتا تھا۔ وہ بھی نہ پڑھ سکا تو میں نے وہ پھر اپنے صندوق کے نیچے رکھ دیا۔ چند سال بعد موضع ماہ کے باشندے فارسی النسل تجارت کے لئے آئے۔ انہوں نے وہ پڑھ کر سنایا کہ یہ قبر رسول اللہ عیسیٰ بن مریم کی ہے جو ان ممالک کی طرف بھیجے گئے تھے وہ لوگ جب آباد تھے تو حضرت مسیح ان کے پاس آئے اور یہیں دفن ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت میں عربی کے یہ الفاظ ہیں کہ: ”ہذا قبر رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم الیٰ هذا البلاد“ جن کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان ممالک کی طرف مبعوث ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی شاگرد ان ممالک کی طرف بھیجا گیا تھا نہ یہ کہ آپ خود یہاں آئے تھے۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ نہ اس قوم کی طرف جو مدینہ کے پاس اس وقت آباد تھی اور جس کا نام نہیں بتایا گیا کہ وہ کون تھی؟ ہاں اس عبارت میں کچھ سقم موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اللہ کا لفظ یہاں سہو کا تب سے لکھا گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ: ”ہذا قبر رسول عیسیٰ ابن مریم“ یہ قبر ہے عیسیٰ بن مریم کے ایک شاگرد کی اور یا لفظ اللہ مضاف الیہ میں فاصلہ واقع ہو گیا ہے اور یا رسول کا لفظ شروع عبارت سے فرو گذاشت ہو چکا ہے اور اصل عبارت یوں ہے کہ: ”ہذا قبر رسولہ رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم“ یہ قبر ہے رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم کے شاگرد کی۔ اگر ”الیٰ هذا البلاد“ کا فقرہ عبارت میں نہ ہوتا تو اس تاویل کی ضرورت نہ پڑتی۔ کیونکہ یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا کوئی شاگرد مراد ہے اور یہ صحیح قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب یورپ میں طبع ہوئی ہے اور ہر ایک صفحہ میں اس کی عبارات کی

تصحیح ساتھ ساتھ کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحح سے یہ فقرہ فروگزاشت ہو گیا ہے۔ کتاب میں اسی طرح کے سقم ابھی تک کئی ایک موجود ہیں۔ جو مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں اور ہماری اس تصحیح کی تائید دوسری کتابوں سے ثابت ہوتی ہے کہ جنہوں نے بعینہ یہی واقعہ بیان کیا ہے۔ دیکھئے کتاب الوفاء باب سوم میں یہی واقعہ لکھ کر شاگرد کا نام بھی بتایا ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں۔ ”فاخرجت اليهما الحجر فقرأه فاذا فيه انا عبد الله الاسود رسول رسول الله عيسى ابن مريم الى اهل قري عرينة (عن ابن زباله)“ اس کے بعد ساتویں باب میں بروایت زیر لکھتے ہیں کہ اس جماء ام خالد پر ایک آدمی کی قبر پائی گئی۔ جس پر یوں مرقوم تھا کہ: ”انا اسود بن سواده رسول رسول الله عيسى ابن مريم الى هذه القرية“ اور بروایت ابن شہاب کہتے ہیں کہ: ”وجد قبر على جماء امر خالد اربعون ذراعاً في اربعين ذراعاً مكتوب في حجر فيه انا عبد الله من اهل نينوى رسول رسول الله عيسى ابن مريم عليهما السلام اني ارسلت الى اهل هذه القرية فادركني الموت فاوصيت ان ادفن في جماء ام خالد“ جماء ام خالد پر ایک ۴۰\*۴۰ قبر پائی گئی اور وہاں ایک کتبہ ملا جس میں یہ مرقوم تھا کہ میں نینوی کا باشندہ ہوں۔ حضرت مسیح کا مبلغ بن کر یہاں آیا تو میری اجل آ گئی۔ میں نے وصیت کی کہ کوہ جماء میں مجھے دفن کیا جائے۔ اب ان تصریحات کے موجود ہوتے ہوئے کون مسلمان ایماندار یقین کر سکتا ہے کہ محمد بن جریر جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی تاریخ میں جسم غصری سے آسمان پر زندہ مانتا ہے۔ ایسی روایت بھی درج کرے گا جو وفات مسیح کی مثبت ہو اور اگر بالفرض ایسی روایت ذکر بھی کرتا تو اس کا فرض تھا کہ حسب معمول اس کی تنقید بھی کرتا۔ جیسا کہ اپنی کتاب میں ذبح اسماعیل اور عہد بخت نصر میں اس کی تنقید کی ہے۔ اس لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابن جریر نے بھی اپنی کتاب میں رسول رسول اللہ لکھا ہوگا۔ مگر چھپنے میں غلط چھپ گیا ہے اور مرزائیوں کو موقع مل گیا ہے کہ وفات مسیح کا اتہام ابن جریر پر لگائیں۔ آخر وہی بات نکلی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔

### اتہام نمبر ۱۱ اور ابن کثیر وضاحت کشاف

وفاتی فرقہ یوں بھی کہا کرتا ہے کہ کشاف میں متوفیک کا ترجمہ میچک خف اتھہ کیا ہے اور ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ احیین لما وسها ال اتباعی“ یہ حدیث ابن کثیر روایت ترجمان القرآن وغیرہ کتابوں میں درج ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک وفات مسیح کا مسئلہ صحیح ہے۔ مگر اس کی روایت رفوع نہیں بتا سکتے کہ کس اصحابی کی روایت ہے اور

جس کتاب سے بھی روایت کرتے ہیں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ: ”ف۔ بعض الروایات ۱۰ روی جاء“ وغیرہ اس لئے اس غیر مستند حدیث کا احادیث مرآۃ کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اتہام نمبر ۶ میں گزر چکا ہے کہ حافظ ابن قیم نے مدارج السالکین میں حضور انور ﷺ کی روایت عامہ بیان کرتے ہوئے یہ لفظ لکھ دیئے ہیں اور اپنی طرف سے حدیث ”لو کان موسیٰ“ میں عیسیٰ کو بھی درج کر دیا ہے۔ جس کو ناظرین نے حدیث نبوی سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ بالکل غلط ہے۔ اولاً اس وجہ سے کہ حافظ ابن قیم نے اس فقرہ کو روایت نہیں لکھا۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس فقرہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ لکھ دیا ہے۔ اگر وفات مسیح کا استدلال اس قول سے قائم ہو سکتا تو حافظ صاحب ساتھ ہی قول حیات مسیح نہ کرتے۔ ثالثاً اس وجہ سے کہ اس قول کے ماقبل و مابعد کا مطالعہ کرنے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اگر عہد رسالت نبویہ میں دنیا میں یہ دونوں پیغمبر بلکہ ان کے سوا کوئی اور بھی رسول ہوتے تو ان کو بھی اطاعت رسول آخر الزمان واجب ہوتی۔ رابعاً اس وجہ سے کہ راوی جاء وغیرہ ایسے لفظ اقوال الرجال پر بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس جگہ بھی مراد قول ابن قیم ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ یہ قول رسول ہے۔ اب قول الرجال سے قول النبی کو مسترد کرنا بے ایمانی ہوگی۔ خامساً اس وجہ سے کہ یوایت میں گو لفظ عیسیٰ درج ہے۔ مگر امام شعرانی نے اس موقع پر فتوحات کا حوالہ دیا ہے اور یہی مقام جب فتوحات سے دیکھا گیا ہے تو اس میں لفظ عیسیٰ درج نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے کسی مصحح نے طباعت کے وقت درج کر دیا ہے یا کسی دوسرے مہربان نے یہ زیادتی کی ہے۔ کیونکہ بقول مصنف عقیدہ اسلام اس کے قلمی نسخہ میں صرف موسیٰ کا لفظ ہے۔ عیسیٰ کا لفظ وہاں موجود نہیں ہے۔ بہر حال ایسے مشتبہ قول سے ابن کثیر، امام شعرانی، شیخ اکبر اور نواب صدیق الحسن خان وغیرہ کو متہم کرنا انصاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے حیات مسیح کے اثبات میں دوسرے مقامات پر بڑے زور سے کام لیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان چالبا زوں سے بچائے جو اسلام میں رخنہ اندازی کے درپے ہو کر لوگوں کو سامنے جھوٹ کو سچ کر دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ کشاف کی بھی پوری عبارت نہیں لکھی تاکہ دھوکہ دہی میں کس باقی نہ رہے۔ دیکھئے اصل عبارت یوں ہے۔

”انی متوفیک اے مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان تقتلک الکفار ومؤخرک الی کتبتہ لک وممتیک حتف انفک لا قتلا بایدیہم ورافعک الی سمائی ومقر ملائکتی“

## اتہام نمبر ۱۲ اور حسن بن علیؑ

وفاقی فرقہ نے ایک دفعہ یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ جب ۲۷ رمضان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات ہوئی تو امام حسنؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا کہ: ”قد قبض الليلة رجل لم يسبقه الا ولون . لقد قبض في الليلة التي عرج فيها بروح عيسى ابن مريم عليهما السلام“ وہ وہ رات ہے کہ جس میں حضرت عیسیٰ کی روح قبض ہوئی اور یہ خطبہ صحابہؓ کے سامنے دیا گیا تھا جو سب نے تسلیم کیا کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اقوال الرجال کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اس لئے یہ روایت قابل عمل نہیں ہے۔ علاوہ بریں یہ روایت طبقات الکبریٰ اے لکھنؤ سے لی گئی ہے۔ جو یورپ میں چھپی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اصل عبارت یوں ہو کہ: ”عرج فيها بروح الله عيسى ابن مريم عليه السلام“ اور یہ تاویل قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت علیؑ کے لئے قبض کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت عیسیٰ کے لئے لفظ عروج کا۔ اب اس تفسیر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عروج بالروح سے مراد رفع جسمانی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب کے جلد اول ص ۲۶ پر حضرت ابن عباسؓ کا قول درج ہے کہ: ”وانه رفع بجسده وانه حي الان وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس (الى آخره)“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کتاب ہذا کا مذہب وفات مسیحؑ نہیں ہے اور نہ صحابہ کا اجماع وفات مسیحؑ پر ہوا اور نہ ہی عروج بروح عیسیٰ سے انہوں نے وفات مسیحؑ کا مفہوم سمجھا۔ سب سے بڑی بات جو اس روایت کو صحیح معنی پر لے جاتی ہے یہ ہے کہ اسی روایت میں درمنثور نے یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ: ”ليلة اسرى بعيسى“ جس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے جایا گیا اور یہ بھی روایت کی ہے کہ لیلۃ قبض موسیٰ حضرت علیؑ کی وفات اسی رات ہوئی کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ اب ان اختلافات نے تمام استدلالات کی تشریح کر دی کہ عروج عیسیٰ سے مراد رفع جسمانی ہے وفات نہیں ہے۔

## اتہام نمبر ۱۳ اور حاطبؓ

مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ کو حضور ﷺ نے مقوقس حاکم اسکندریہ کے ہیں۔ بغرض تبلیغ روانہ فرمایا تھا تو اس نے آپؐ پر اعتراض کیا کہ تمہارے نبی کو ہجرت کرنے کی کیا ضرورت پڑی۔ کیوں نہ آپؐ نے کفار مکہ کے حق میں بددعاء کی کہ وہ سب ہلاک ہو جاتے تو آپؐ نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہودیوں نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا تھا تو

انہوں نے ان کے خلاف بددعا کیوں نہ کی تھی۔ مقوقس لا جواب ہو گیا۔ اس روایت کے رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہی مذہب مصنف مدارج النبوة کا ہی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزائیوں نے صحیح عبارت نقل نہیں کی۔ اس لئے اپنے ارادہ میں ناکام رہے ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۷، خصائص کبریٰ ص ۱۱۲، استیعاب ج ۱ ص ۱۳۳) میں اصل عبارت یوں ہے کہ: ”ان حاطب بن ابی بلتعہ قال لمقوقس حين اعترض عليه انك تشهد ان المسيح نبی فماله اذا ارادوا صلبه لم يدع عليهم ان يهلكهم الله حتى رفعه الله تعالى في السماء الدنيا فلما سمع مقوقس هذا الكلام قال انك لحكيم جئت من حكيم“ حاطب نے مقوقس کو جواب دیا تھا کہ آپ بھی تو حضرت مسیح علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔ مگر جب یہودیوں نے آپ کو صلیب دینے کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے کیوں نہ ان کو بددعا دی۔ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔ اب اس روایت سے ثابت ہوا کہ مرزائیوں نے عبارت نقل کرنے میں خیانت کی ہے اور خواہ مخواہ حاطب جیسی ہستی کو بدنام کیا ہے۔

اتہام نمبر ۱۱۴ اور محمد شین

عام طور پر وفات مسیح کا ثبوت دیتے ہوئے محمد شین کو بدنام کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے یہ روایتیں نقل کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک وفات مسیح کا مسئلہ صحیح تھا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ: ”لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجدا“ ”یہود و نصاریٰ کو خدا تعالیٰ لعنت کرے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا۔ عیسائیوں کی قبر پرستی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تسلیم کی جائے اور آپ کی وفات واقع ہو چکی ہو۔ جواب میں یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی معلوم نہیں تھی تو یہودی کس کی قبر کو مسجد بنا کر پرستش کرتے ہوں گے۔ صرف حضور ﷺ نے نشان دیا تھا کہ بیت المقدس کے پاس ہے۔ مگر آج تک یہود نے اس پر قبضہ نہیں بنایا۔ اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر بھی ابھی تک دنیا میں صحیح طور پر موجود نہیں ہے۔ انیس سو سال بعد جو کشمیر میں قبر بتائی جاتی ہے وہ بھی یسوع یا یوز آصف کی قبر بتائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح کی قبر نہیں بتائی جاتی۔ کیونکہ مرزائی یسوع اور مسیح الگ الگ دو ہستیاں تسلیم کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ قبر حضرت مسیح کی ہی تصور کی جائے تو پھر بھی اس حدیث شریف سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ قبر واقعی طور پر ہوتی تو عیسائی اس کی پرستش ضرور کرتے۔ لیکن پرستش تو کجا عیسائی اسے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اب اس حدیث سے پرستش قبر کے عنوان سے وفات مسیح کو کیسے تسلیم کیا

جاسکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔ صرف قبر پرستی کا ذکر ہے۔ یہود و نصاریٰ نے باقی بنی اسرائیل کی پرستش گاہ بنالیا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے اتار کر تین دن کے لئے دفن کئے گئے تھے۔ وہی جگہ قبر قرار پا چکی تھی۔ جس کی پرستش ہوتی ہے یا حضرت مسیح کی مورتی اور نقل قبر ان کے ہاں بنائی جاتی ہے۔ جس کو گر جاؤں میں پوجتے ہیں۔ بہر حال اس حدیث میں ایسے مجسمات یا فرضی قبریں یا دوسرے انبیاء کی قبریں مراد ہو سکتی ہیں۔ جن کی پرستش کرتے ہیں اور حالات خارجی اس امر کے متقاضی نہیں ہیں کہ اس حدیث میں جب تک قبر مسیح اور اس کی پرستش تسلیم نہ کی جائے۔ اس کا صحیح مفہوم پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح تسلیم کرنے سے یہ حدیث بالکل خیالی رہ جاتی ہے اور اہل اسلام کے ذمہ بڑا بہتان بن جاتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے ہوتے ہوئے قبر مسیح اور اس کی قبر پرستی کو ظاہر نہیں کیا۔ حالانکہ ہمارے بزرگوں نے قبر پرستی کی تاریخ حضرت مسیح علیہ السلام سے چلائی ہے۔ نواب صدیق الحسن خان (دین خالص ج ۲ ص ۳۵۶) میں فرماتے ہیں کہ:

”قد روينا ابتداء عبادة الاصنام كانت هي تعظيم الاموات باتخاذهم الهة و اتمسح بهم والصلوة عندها“ (تاریخ کلیسا ص ۱۸۰) میں درج ہے کہ قبر مسیح پر دو سو سال بعد عرس قائم کیا گیا۔ اب یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کی قبر پرستی کشمیر میں نہیں ہوئی اور نہ اب ہو رہی ہے اور جس قبر کی پرستش ہوتی ہے وہ بیت المقدس میں ہے اور پرستش کرنے والے آپ کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح صرف تین دن اس میں رہے تھے۔ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اس لئے مرزائیوں کا یہ مطلب بالکل ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اب زندہ نہیں ہیں اور آپ کی قبر کی پرستش کشمیر میں ہو رہی ہے۔

احادیث ذیل کو بھی مرزائیوں نے مطلب بگاڑ کر وفات مسیح کی دلیل بنائی ہیں کہ:

”۱..... انه وجد في السموات ادم وادريس وموسى وعسى (شیخان) ۲..... لو ان اخى عيسى ابن مريم كان يمشى ولوزاد يقينا لمشى في الهواء (الحكيم عن زافر بن سليم) ۳..... ولو ان اخى عيسى ابن مريم كان احسن يقينا مما كان لمشى في الهواء وصلى على الماء (الدیلمی عن معاذ) ۴..... اعماء امتی ما بین الستین الى سبعین (ترمذی) ۵..... ما منکم من نفس منفوسة تأتی علیها مائة سنة وهی حية يومئذ، ۶..... کان فیما خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانية الاف ثم کان عیسیٰ ابن مريم ثم کنت انا بعده (الحاکم والترمذی)



۷..... ابوبکر خیر الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین، ۸..... اول  
 الرسل ادم و اخرهم محمد (حاکم) ۹..... بعثت الی الناس عامة (رواه احمد  
 والنسائی) ۱۰..... انا اکثر الانبیاء تبعاً یوم القيمة (مسلم) ۱۱..... ما بعث نبی  
 الا شاباً (ابن مردویه) ۱۲..... ما بعث الله نبیا فی قوم ثم یقبض الا جعل بعده  
 فرة وملا جهنم من تلك الفترة (طبرانی عن ابن عباس) ۱۳..... قال الله لعیسیٰ  
 ابن مریم انی باعث بعدک امة ان اصابهم ما یحبون حمدوا وان اصابهم ما  
 یکرهون صبروا (طبرانی) ۱۴..... ان لكل امة اجلا وان لا متی مایة سنة فاذا  
 مرت لا متی مایة سنة اتاها ما وعد الله بها (طبرانی) ۱۵..... لم یبعث الله نبیا  
 الا بلسان قومه، ۱۶..... بی ختم النبیین، ۱۷..... لوکان بعدی نبی لکان  
 عمر، ۱۸..... علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، ۱۹..... اقول کما قال العبد  
 الصالح، ۲۰..... مسجدی اخر المساجد، ۲۱..... انا اخر الانبیاء، ۲۲..... انا  
 تلك اللبنة، هذه الاحادیث تدل علی ان للمسیح ابن مریم لیس بحیی وانه  
 لیس بنازل من السماء“

جواباً گذارش ہے کہ حدیث اول میں حضور ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر  
 دیکھا تھا اور دوسرے انبیاء بھی اگرچہ زمین میں دفن تھے ان کو بھی آسمان پر دیکھا تھا۔ اب دفن شدہ  
 جب آسمان پر چلے گئے تو زندہ کو چلے جانے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ خود زندہ تھے اور  
 احياء واموات دونوں سے ملاقات کر رہے تھے۔ دوسری اور تیسری حدیث میں حضرت مسیح علیہ  
 السلام کا ہوا میں چلنا اور پانی پر دوڑنا اس صورت میں مذکور ہے کہ آپ کی قوت ایمانیہ انتہائی طاقت  
 کو پہنچ گئی ہوتی اور قبل الرفع اس کا وقوع نہیں ہوا اور عند الرفع بھی آپ اپنی ذاتی قابلیت سے نہیں  
 اٹھائے گئے۔ بلکہ آپ کا اٹھایا جانا اس وعدہ کے ماتحت تھا جو خدا نے ”انسی متوفیک  
 ورافعک“ میں دیا تھا۔ چوتھی اور پانچویں حدیث میں امت محمدیہ کی عمر مذکور ہے اور حضرت مسیح  
 علیہ السلام بھی جب آپ کی امت میں نازل ہو کر داخل احکام شرع ہوں گے تو آپ چالیس کے  
 قریب ہی عمر پا کر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ حدیث نمبر ۶ میں حضور ﷺ نے بعثت بیان  
 فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد میری بعثت ہوئی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلا نبی  
 دوسرے کے بعد زندہ بھی نہیں رہ سکتا یا دوسری ایک وقت میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ حدیث نمبر ۷ میں  
 حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں انبیاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ پس اگر استثناء

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں نبی کوئی نہیں آئے گا تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ پہلے بھی نبی کوئی نہیں آیا۔ حدیث نمبر ۸ میں حضور ﷺ کو آخری نبی بتایا گیا ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت غلط ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول صحیح ہوا۔ کیونکہ آپ کی بعثت پہلے ہو چکی تھی۔ اس کی مثال یوں دیا کرتے ہیں کہ مثلاً زید کے چار بیٹے ہیں۔ سب سے بڑا زندہ رہا اور باقی مر گئے۔ تو کیا وہ پہلا آخری بیٹا بن جائے گا؟ نہیں آخری وہ ہی چوتھا بیٹا تھا جو زندہ رہ کر مر چکا ہے۔ کیونکہ یہ کتنی پیدائش کے رو سے شروع ہوئی ہے۔ موت کے لحاظ سے شروع نہیں ہوئی۔ نویں حدیث میں حضور ﷺ کی بعثت عامہ کا ذکر ہے اور اسی کے ماتحت حضرت مسیح علیہ السلام بھی اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ حدیث نمبر ۱۰ میں کثرت تابعداروں کی مذکور ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تابعدار بھی نزول کے بعد آپ ہی کے تابعدار شمار ہوں گے۔ حدیث نمبر ۱۱ میں عموماً بعثت کا ذکر ہے کہ شباب میں ہوتی ہے اور حضرت مسیح بھی تیس چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے اور عند النزول بھی آپ کا شباب قائم ہوگا۔ کیونکہ آپ نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔ حدیث نمبر ۱۲ میں فترۃ کا ذکر ہے اور حضور ﷺ کے بعد بھی فترۃ کا زمانہ شروع ہو چکا ہے۔ جس میں اہل النار بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اگرچہ تبلیغ بدستور جاری ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بھی تبلیغ اسلامی میں کوشش فرمائیں گے۔ حدیث نمبر ۱۳ میں امت محمدیہ کا ذکر ہے۔ جس میں آپ خود داخل ہوں گے اور امت محمدیہ ہی کی خدمت میں چالیس سالہ حکومت کریں گے۔ ورنہ احکام نصرانیت جاری کر کے امت محمدیہ کو نصاریٰ نہیں بنائیں گے۔ حدیث نمبر ۱۴ میں آرام کی عمر بتائی گئی ہے کہ سو سال بعد اس میں پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت مسیح کے وقت بھی امن قائم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت میں بھی آپ کو مخالفین سے برسر پیکار ہونا پڑے گا۔ حدیث نمبر ۱۵ میں مذکور ہے کہ نبی کو اپنی قوم کے زبان میں احکام نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کو عربی میں قرآن شریف نازل ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پر عبرانی میں انجیل اتری تھی اور جب آپ نازل ہوں گے تو تفہیم آلہیہ سے عربی بھی سمجھ لیں گے۔ کیونکہ آپ کے عہد میں عربی اور عبرانی دو زبانیں قریب قریب علاقوں میں بولی جاتی تھیں۔ اس لئے دونوں تقریباً ایک ہی سمجھی جاتی ہیں۔ اب بھی یہودی عربی اور عبرانی دونوں بول سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرزائیوں کے نزدیک جب آپ کو کشمیر، مصر، ہندوستان اور دور دراز ممالک میں سفر کرنا پڑا تھا تو ظاہر ہے کہ آپ صرف عربی ہی نہیں سیکھ چکے تھے بلکہ تمام زبانیں سیکھ چکے تھے۔ جو اشیاء میں بولی جاتی تھیں۔ مگر تاہم آپ پر انجیل اتری تو صرف عبرانی میں اتری تھی۔ حضور علیہ السلام کے وقت میں بھی قرب

وجوار میں فارسی، عبرانی، حبشی اور مصری وغیرہ بولیاں بولی جاتی تھیں۔ مگر قرآن شریف اتر اتو صرف عربی زمان میں اتر۔ لیکن افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کو الہام ہوتے ہیں اور وحی آتی ہے تو پنجابی، فارسی، عربی، عبرانی اور انگریزی میں آتی ہے۔ حالانکہ آپ کی قوم کی زبان صرف پنجابی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس معیار کے مطابق نبی نہ تھے۔ حدیث نمبر ۱۶ سے میں تک یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی بعثت آخری ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ زندگی کے لحاظ سے بھی آپ آخری نبی ہیں۔ کیونکہ اسلام نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے بعد سو سال تک یقیناً زندہ رہے تھے۔ اختلاف صرف اتنا ہے کہ سو سال بعد بھی اب تک آپ زندہ ہیں یا نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی بعثت کے لحاظ سے پہلے ہیں اور اختتام اور زندگی کے رو سے حضور ﷺ کے بعد ہیں اور حضرت خضر، الیاس اور حضرت ادریس علیہم السلام بھی روایات کے رو سے جب زندہ ہیں اور ان کا اختتام عمر حضرت مسیح سے بھی بعد میں ہوگا۔ کیونکہ وہ ملکوتی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس زندگی کا اختتام قیامت کو ہوگا۔

### اتہام نمبر ۱۵ اور مفسرین

عام طور پر یوں بھی کہتے ہیں کہ مفسرین بھی وفات مسیح کے قائل ہیں اور ان کی عبارتیں جو کسی دوسرے مقام پر ہوتی ہیں۔ نقل کر کے حیران کر دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلی عبارتیں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نقل کی جائیں۔

”الستم تعلمون ان ربنا حی و ان عیسیٰ یأتی علیہ الفناء (ابن جریر)“ مرزائیوں نے یوں تحریف کی ہے۔ ”لقد اتی علیہ الفناء“ حالانکہ یہ کوئی موقعہ مضارع کو ماضی میں لینے کا نہیں ہے اور کوئی لغوی سند بھی پیش نہیں کی۔ ”عن ابن عباس رفعہ جبریل الی السماء من الکوة (روح المعانی تحت آية ومکروا) ورفعہ منہ الی السماء (روح المعانی تحت آية انا قتلنا) عن ضحاک ان فی الایة تقدیما وتاخیرا والمعنی انی متوفیک بعد انزالک من السماء (معالم وعن قتادة ابن کثیر۔ مجمع البحار جلد ثالث مدارک، تفسیر کبیر، خازن، ابوالسعود، کشاف، بحر محیط، فتح البیان) انه علم للساعة ای امارۃ دلیل علی وقوع الساعة (معالم، کشاف، مدارک، تفسیر کبیر، جمل، وجیز، جلالین، خازن، جامع البیان، روح المعانی، ابوسعود، بیضاوی، قنوی، درمنثور ومحیط.....) وفيها عهد الی ربی ان

الدجال خارج ومعى قضيبان (ابن كثير) ان عيسى لم يموت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة (ابن كثير) فلو سلم انا المسيح اثنان ناصري وقادياني فالناصرى يقول انى نازل من السماء واما القاديانى فلم يقل شيئاً فافهم وتدبر قول الحسن فى متوفيك وفاة المنام فرفعه الله وهو نائم (ابن كثير) فسقط ما قيل ان الميت ليس براجع لقول تعالى انهم لا يرجعون لان الموت مرادف المنام ههنا لا اترككم يتامى وانا اتيكم عن قليل وانا حى (مستدرك احمد) ليهبطن عيسى ابن مريم وليقفن على قبرى ويسلمن على ولاردن عليه (ابوهريرة ابن عساكر) يوشك من عاش منكم كانه اشار الى خضر ان يلقى عيسى ابن مريم (احمد) ينزل عيسى ابن مريم مصداقاً بمحمد على ملته (كنز) الا انه خليفة فى امتى (ابوداؤد) لن تهلك امة انا اولها وعيسى اخرها والمهدى اوسطها "مرزائی اس روایت کو یوں بگاڑتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے پہلے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اور اخیر میں عیسیٰ بن گئے تھے، یہ خاص تحریف ہے۔ کیونکہ وہ تو مریم بھی بن گئے تھے۔ ایک دفعہ ان کو حیض بھی آیا تھا۔ پھر ایک دفعہ خدا بھی بنے تھے۔ یہ سب کچھ بنتے تھے۔ آدمی کہاں تک مانتا جائے گا۔ یمنزل کا معنی پیدائش کرتے ہیں۔ مگر یہ بطن میں یہ تحریف نہیں چل سکی۔" لیوشک ان یمنزل فیکم ابن مريم عليه السلام (رواہ البخاری) فینزل عيسى ابن مريم فيقول الامير تعال صل بنا فيقول لا (رواہ مسلم فى صحيحه) "مرزائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم ہی امام ہوں گے، امام مہدی کا وجود نہیں ہے۔ مگر اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ یہ دو شخص ہیں اور آپ اس وقت امامت صلوٰۃ کا انکار فرمادیں گے۔ کیونکہ امام صاحب نے شروع کی ہوگی۔ ورنہ امامت کبریٰ یعنی حکومت اسلامی اور خلافت محمدی سے انکار نہیں کریں گے۔" یدفن مع رسول الله ﷺ فيكون قبره رابعا (تاریخ بخاری) لیهلن بفتح الروحاء (مسلم عن ابی ہریرۃ) یتزوج ویولد (مشکوٰۃ عن عبد الله بن عمر فلو سلما ان القاديانى هو الموعود فاين ابرنس على راسه ؟)"

### اتہام نمبر ۱۶ اور اقوال الرجال

مرزائی فرقہ نام لے لے کر لوگوں کو بدنام کرتا رہتا ہے کہ اہل سنت میں سے چند ایک وفات مسیح کے بھی قائل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ ذیل کی تحریرات اس کی تائید کرتی رہتی ہیں۔ "قبل موته ای قبل موت عيسى (ترجمہ شاہ ولی اللہ) عن ابی ہریرۃ

والذى نفس بيده لينزلن عيسى ابن مريم واقرؤان شتتم وان من اهل الكتب  
(ابن حجر عسقلانى) اولى بالصحة هو انه لا يبقى من اهل الكتب بعد نزول  
عيسى الا امن قبل موته (ابن كثير) اما الذى قال ليؤمنن بمحمد قبل موت  
الكتابى مما لا وجه له لانه اشد فسادا مما قيل ليؤمنن قبل موت الكتابى لانه  
خلاف السياق والحديث فلا يقوم حجة بمحض الخيال فالمعنى ليؤمنن  
بعيسى قبل موت عيسى (ابن جرير) فاندفع ما قيل ان عيسى قد مات وصلب  
فى قول النصارى واما الرواية عن ابن عباس قبل موتهم فضعيف لان رواية  
على بن طلحة لم يثبت سماعه عن ابن عباس واما نجيع عن مجاهد عن ابن  
عباس لو ضربت عنقه لم تخرج نفسه حتى يؤمن بعيسى فهو مدلس لم  
يسمع التفسير كله عن مجاهد عن قاسم بن ابي بزة وربماء دنس وهو من  
السادسة (ميزان وتقريب) واما محمد بن حميد قال حدثنا ابن ميملة يحيى  
بن واضح ناحسين بن واقد عن يزيد النحوى عن عكرمة عن ابن عباس لا  
يموت اليهودى حتى يشهد ان عيسى عبدالله ورسوله ونو عجل عليه  
بالسلاح قال الذهبى محمد بن حنيف ضعيف كثير المناكير (ابن ابى شعبة)  
فيه نظر (بخارى) اشهد انه كذاب (كوسخ) كنانتهم ما رايت اجرا على الله  
منه كان يقلب الحديث (صالح، ميزان ج ٣) متوفيك انى متمم عمرك ورافعك  
الى سمائى واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك (رازى) مستوفى اجلك  
(كشف) لما خطر فى بعضهم ان الله رفع روحه لاجسده ذكر انه رفعه بتمامه  
اذ تأيد بقوله لا يضرونك من شئى (رازى) لما زعم النصارى ان الله رفع  
روح عيسى وبقى فى الارض ناسوته رد الله عليهم برفعه بجسده وروحه  
جميعا الى السماء (خازن) اخذك وافيا بروحك وبدنك فيكون ورافعك  
كالمفسر له (روح المعانى) متوفيك يدل على جنس التوفى اصعادا او موتا  
ورافعك تعيين له لم يكن تكرارا اجعلك كالمتوفى فى انقطاع الخبر (رازى)  
انى متوفيك عن شهواتك وحفظ نفسك فصار حاله كحال الملائكة فى  
رزالها (مفتاح الغيب) متوفى عمك فبشره الله تعالى بقول طاعته واعماله  
(رازى) عن الربيع مينمك ما على حد قوله يتوفكم بالليل (معالم درمنثور) وما

قيل في الدر المنثور عن وهب او ابن اسحاق ان الله توفاه سبع ساعات  
 او ساعات ثلث من نهار ثم رفعه الله افتراء وبهتان ليس الازعم النصاري  
 (روح المعاني) عن ابن عباس مميتك قال ابن رحيم لم يسمع على بن طلحة  
 التفسير عن ابن عباس وله اشياء منكرات (ميزان) بين على وابن عباس  
 مجاهد لم يسمعه منه (تهذيب التهذيب) ارسل على عن ابن عباس ولم يره  
 (تقريب) قال البخاري ما دخلت في كتابي الا ما صح المراد منه الاحاديث  
 المسندة دون التعاليق والاثار الموقوفة على الصحابة ومن بعدهم  
 والاحاديث المترجم بها ونحو ذلك (فتح المغيث) قال القرطبي ان الله رفعه  
 من غير وفات ولا نوم وهو اختيار الطبري وابن عباس (روح المعاني) فرد ما  
 قيل ان الكرماني قال مميتك عند ابن عباس (عمدة القاري ج ٨ ص ٥٣)  
 الصحيح رفع عيسى الى السماء من غير وفات كما رجه اكثر المفسرين  
 واختاره ابن جرير (ابو السعود) اتفق اصحاب الاخبار والتفسير على رفعه  
 ببذنه حيا انما اختلفوا في انه مات قبل الرفع او نام (تلخيص الخبير) قد  
 تواترت الاخبار بنزول عيسى حيا جسما اوضح ذلك الشوكاني في مؤلف  
 مستقل صحح هذا القول الطبري (فتح البيان) اجمع الامة على ماتضمنه  
 الحديث المتواتر من ان عيسى في السماء وانه ينزل في اخر الزمان (بحر  
 محيط) الاجماع على انه حي في السماء (وجيز) الدليل على نزول عيسى  
 قوله تعالى وان من اهل الكتب (يواقيت) القول الصحيح بانه رفع وهو حي  
 (ارشاد الساري) ان الله رفعه وهو حي في السماء الرابعة (فتوحات مكية)  
 فلما توفيتني ورفعتني الى السماء واخذتني وافيا وما قيل انه رفعه بعد  
 الوفاة فليس بشئ (فتح البيان) قبضتني بالرفع الى السماء كما يقال توفيت  
 مناله اذا قبضته روى هذا عن الحسن وعليه الجمهور وعن الجبائي امتني  
 وادعى انه رفعه بعد موته وعليه النصاري (روح المعاني) فلما رفعتني  
 فالمراد به وفاة الرفع (خازن) توفيتني بالرفع الى السماء كقوله اني متوفيك  
 ورافك فان التوفى اخذ الشئ وافيا (اباسعود) المراد وفاة الرفع الى السماء  
 (رازي) ذهب الجمهور فلما توفيتني اذا كان يوم القيمة وقيل هذا القول عند

رفعه الى السماء الاولى والاوول اولى (فتح البيان) فما قال المرزا في ازالته انهم لا يستحيون اذ يجعلون الماضى بمعنى المضارع مع اذا اذ يجعله مختصا بالماضى فمردود اذ اذ قد يفيد الظرفية كقوله تعالى ولو ترى اذ وقفوا على ربهم وقال ابن كثير روى ابن عساكر عن موسى الاشعري قال قال رسول الله ﷺ اذا كان يوم القيمة يدعى بعيسى عليه السلام فيذكره نعمة ثم يقول ، انت قلت للناس الآية حكه ابن اسحاق عن قتاده عن الحسن ان الضمير فى قول انه علم للساعة لعيسى فان السياق فى ذكره كذا عن مجاهد وابى هريرة وابن عباس وابى العالية وابى مالك وعكرمة والحسن وقتاده وضحاك وغيرهم (ابن كثير) وانه اى خروج عيسى قبل القيمة خرج الحاكم وابن مردويه عن على وابى هريرة مرفوعا (فتح البيان، معالم، كشف، وغيرهم من التفاسير) ومن المقربين بشارة الى انه رفعه الى السماء (ابوسعود) فيه تنبيه على علو مرتبة وانه رفعه على السماء (فتح البيان) كونه من المقربين رفع الى السماء وصحبة الملائكة (كشف) كان اختصاصه عن سائر البشر باو لاسة عن غير اب وبالعلم بالمغيبات وبالرفع الى السماء (رازى) قد اجتمعت الامة على نزوله ولم يخالفه احد من اهله الشريعة سوى الفلاسفة الملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وليس ينزل بشريعة مستقلة عن النزول وانكانت النبوة قائمة به (سفارينى) من قال ان بعد محمد نبيا غير عيسى فانه لا يختلف اثنان فى تكفيره فاندفع ما قيل ان ابن حزم قائل بوفاته (حاشيه جلالين) ورد ما فهم من قوله ان النبى واهل الانبياء روحا روحا ليله المعراج (فصل ج ١ ص ٧٨) بينا الناس قياما يستمعون لاقامة الصلوة فتغشاهم غمامة فاذا عيسى فذنزل (الامام مالك فى العتبية) فرد ما قيل انه قال بموته (مجمع البحار) وكذلك رفع الروح عيسى المرتضى حقا عليه حا فى القرآن (ابن قيم) فرد ما قيل انه قائل بوفاته اذ قال انما استمرت ارواحهم بعد مفارقة البدن (زاد المعاد) وقال اما ما يذكر عن المسيح انه رفع وله بيعة فهو قول النصارى (زاد المعاد) الاحاديث الواردة فى نزوله متواترة (كتاب الاذاعة للشوكانى) لو كان موسى وعيسى حيين (اى فى الارض) لكانا من



اتباعه واذا نزل عيسى فانما يحكم بشرية محمدؐ (مدارج السالكين لا بن قيم)  
 وجاعل الذين اتبعوك سيظهر غلبة المسلمين على النصارى عند نزول  
 المسيح (الجواب الصحيح لا بن تيمية) عن كعب اذ سمعوا صوتا فى الغلس اذا  
 بعيسى عليه السلام وتقام الصلوة فيرجع الامام ويقول له عيسى تقدم فلك  
 اقميت الصلوة ثم يكون امام المسلمين بعد (مرقاة) فلما توفيتنى التوفى هو  
 الرفع (تفسير مظهرى) ان عيسى يأتى عليه الفناء (ابن هشام) نصارى مصر  
 والشام لا يقولون بصلبه بل يقولون رفعه بجسده وان نزوله من اشراط  
 الساعة (الجواب) نصارى سوريا اقربهم الى العلم بالصلب واهل مصر  
 فشهادتهم لحق بالقبول ، وانكر معهم تسع فرق منهم (الفاروق) ان بطريق  
 القسطنطينية فوطس نقل عن كتاب سير الحواريين ان عيسى لم يصلب بل  
 انما صلب مكانه اخر (جراغ على) انما الصلب من مخترعات بولس واتباعه  
 الذين لم يروا المسيح (دى يونس) كان اصل العبارة فى سفر دانيال ان  
 المسيح يقع السعى فى قتل ولا يقيح فخر فوها ان المسيح يقتل (عقيدة  
 الاسلام) عاش عيسى خمسا وعشرين سنة ومائة اى قبل الرفع (ماثبات  
 بالسنة) ومن قال ان عيسى ينزل بروز او هو مردود (اقتباس الانوار)

نواب صدیق الحسن خان صاحب کے ذمہ وفات مسیح کا قول لگایا گیا ہے۔ کیونکہ آپ  
 نے حدیث ”عاش مائة وعشرين سنة“ نقل کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے اس حدیث کو عند  
 الرنح عمر عیسیٰ پر دلیل بیان کیا ہے اور اپنی کتاب حج الکرامۃ میں نزول مسیح کا مستقل ذکر کیا ہے اور  
 ترجمان القرآن تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ ہے۔ اس میں ”مات الانبياء کلهم“ اگر مذکور ہے تو  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس میں نام نہیں ہے۔ علی الجویری معروف داتا گنج بخش کے ذمہ بہتان  
 لگایا گیا ہے کہ آپ نے کشف المحجوب میں وفات مسیح کا قول کیا ہے۔ حالانکہ اس میں صرف اتنا  
 مذکور ہے کہ حضور شب معراج میں حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء کی صف میں ملے تھے۔ اب اتنی  
 بات سے یہ سمجھ لینا کہ دوسروں کی طرح وہ بھی وفات پا چکے تھے کمال خوش فہمی ہوگی۔ تفسیر محمدی  
 منزل اول میں یہ لفظ مذکور ہیں۔ ”موت عیسیٰ نوں ہوئی“ مگر اس نے کسی کا قول نقل کیا ہے۔ اپنا  
 مذہب بیان نہیں کیا۔ لطائف القرآن میں مذکور ہے۔ ”وجب نزوله ببدن“ اخواں سے مراد  
 نہیں ہے کہ تاسخ کے طریق مرزا قادیانی میں حضرت مسیح جنم لیں گے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ ان کا

نزول جسم ملکوتی میں ہوگا اور یہ قول خلاف عقیدہ اسلام ہے۔ امام قسطلانی نے عاش اربعین سعتہ روایت کیا ہے۔ زرقانی نے قول نصاریٰ ۳۳ سال عمر بیان کی ہے اصابہ مستدرک اور حاشیہ جلالین میں ۱۲۰ سال کی عمر مذکور ہوئی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی یوں منقول ہے۔ مگر یہ تمام اختلافات عمر عند الرفع میں ہیں۔ آپ کی تمام عمر کسی نے نہیں بتائی۔ تفسیر التوضیح المجید میں اگر لفظ توفی کا معنی موت کیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس مفسر نے وفات مسیح کا قول بھی کتاب اللہ سے کیا ہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا نے اگر حدیث ”لو کان موسیٰ وعیسیٰ“ ذکر کی ہے تو ان کو دھوکا لگا ہوا ہے۔ ورنہ یہ ابن قیم کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ ”کما مر“ خاقانی نے کہا ہے کہ: ”کجا عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ میکر دے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اب دنیا میں نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان پر بھی زندہ نہیں ہے۔ میڈی شارح دیوان کا قول ہے کہ: ”روح عیسیٰ ومہدی بروز کند و نزول عیسیٰ مراد از ہمیں بروز است“ یہ عبارت مرزائیوں کو سخت مشکلات میں ڈالتی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے دعاوی میں ”لا مہدی الا عیسیٰ“ کہہ کر مہدی کا انکار کیا ہے اور اس عبارت میں عیسیٰ کا انکار کیا ہے۔ ورنہ ہمارے نزدیک یہ قول مردود ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ احمد مقری مالکی کا قول ہے کہ: ”انما کان الامام مقلہ لا یخالف قولہ علیہ السلام لا نبی بعدی (نفخ الطیّب ج ۲ ص ۱۵۶)“ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مہدی امت محمدیہ میں پیدا ہوں گے اور نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے مہدی ہو کر مسیحیت کے پیرایہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ فقیہ ابواللیث سمرقندی نے بستان ص ۳۳۵ میں آپ کی عمر ۳۳ روایت کی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ آپ نے یہ ساری عمر گزاری بھی ہے۔ اس لئے اس قول سے وفات مسیح پر استدلال قائم کرنا صحیح نہیں ہے۔ سید مظہر حسن سہارنپوری الجہذیب المبین میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کی روئیں دیکھیں تھیں۔ مگر یہ نہیں تصریح کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی روحانی حالت میں دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ تو پہلے ہی روح کہلاتے تھے۔ اس لئے وفات کا الزام سید صاحب پر نہیں لگ سکتا۔ مولوی غلام حیدر اور علمی نے خطاب الجمعہ میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہاروں کہاں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ کہاں کیا اس سے وفات مسیح ثابت ہوگی؟

مولوی محمد جان لکھتے ہیں۔ سنو یار و جویں اگلے سد ہارے۔ نہ مڑ کے ول ساڈے مڑ کے آئے۔ یعنی جو مر گئے ہیں وہ نہیں مڑے۔ مگر حضرت مسیح نہیں مرے۔ مولوی غلام رسول کا قول ہے۔ گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر دانا و نادان ہے۔ فقیر اللہ صحاف کا قول ہے کہ از اولیا و اتقیا

وازا صفا و انبیاء۔ رفعت ازیں دار الفناء انا الیہ راجعون۔ خطبات حنفیہ میں ہے۔ آدم سے اب تک جس قدر پیدا ہوئے دخت و پدر۔ جب کر چکے عمریں بسر ہو کر فنا جاتے رہے۔ ان اقوال کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر یہی حال ہے کہ لوگ مر گئے ہیں۔ سرسید نے اگرچہ وفات مسیح کا قول کیا ہے تو وہ مرزائیوں کا دوا ہے۔ ورنہ اہل سنت والجماعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قاضی غلام محی الدین امام بٹلہ نے مسیح کی عمر اگر ۱۳۰ سال لکھی ہے تو عند الرفع مراد ہوگی۔ ورنہ اس کا قول حجت شرعی نہیں ہے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی بے فائدہ ہے کہ مولوی انشاء اللہ ایڈیٹر وطن نے متوفیک کا معنی ممیت کیا ہے یا سید رشید رضا نے رسالہ منار میں لکھا ہے کہ: ”التوفی معناه الموت حقيقة اذ هو المتبادر“ یا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے لکھا ہے کہ مسیح نے موت کا پیالہ پی لیا ہے۔ یا ایڈیٹر المنیر غلام حسین کا قول ہے کہ تمام انبیاء مر گئے ہیں۔ یا شجاع اللہ ایڈیٹر رسالہ الملتہ میں لکھا ہے کہ وفات الانبیاء کلہم حق یا ابوالکلام نے کہا ہے کہ وفات مسیح کا قول حق ہے۔ (پیغام صلح ۱۹۲۳ء) یا مولوی چراغ علی و خرم علی نے کہا ہے کہ وفات مسیح ہو چکی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے اقوال ہیں کہ جو اسلامی حیثیت سے حجت شرعی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ صراحۃ اجماع امت۔ قرآن و حدیث اور تحقیق اسلام کے خلاف ہیں۔ اسی طرح اگر مولوی عبد السمیع رام پوری نے انوار ساطعہ میں لکھا ہے کہ روح عیسیٰ اور روح ادریس نے آسمان پر دو ہزار سال کی مسافت طے کی ہے تو اس کا مطلب یوں ہے کہ وہ دونوں ابھی تک زندہ ہیں۔ ورنہ مردوں کی رگوں کی رفتار کا ذکر کبھی کسی نے نہیں کیا۔ مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے (براہین قاطعہ ص ۲۰۰) میں لکھا ہے کہ: ”ثبت اجتماع ارواح الانبیاء فی البیت المقدس و ایضا قال انزلت ارواح الانبیاء الی البیت المقدس لیلة المعراج“ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود روح تھے تو پھر یہ قول حیات مسیح کے خلاف نہ ہوا۔ مصنف التاویل الحکم شرح تشابہ فیصوص الحکم میں مذکور ہے کہ: ”فالمسیح میت کما فی التواتر“ مگر یہ مذکور نہیں ہے کہ: ”المسیح مات“ اسی طرح ”اسبغول کچھ نہ پھول“ کے مطابق باقی اقوال بھی رہنے دو، ان سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اخیر میں مرزا قادیانی کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جس میں انہیں نے جب وہ مسلمان تھے اقرار کیا ہے کہ حیات مسیح کا قول صحیح ہے اور خلیفہ نور الدین۔ زکی اس کی تائید کرتا ہے۔ ”اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک“ خدا نے فرمایا ہے کہ اے عیسیٰ میں لیے، والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔ (تعمدتی براہین احمدیہ ص ۸، از طرف نور الدین بھیروی)

”انی متوفیک“ میں تجھے پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔

(براہین ص ۵۲۰ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۲۰)

اور پھر (براہین ص ۵۵۷، خزائن ج ۱ ص ۵۵۶) میں ہے۔ ”اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔“ پھر (براہین ص ۳۶۱، خزائن ج ۱ ص ۴۳۱) میں لکھتے ہیں کہ: ”حضرت مسیح نے کہا تھا کہ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے۔ وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہنچا دے گا۔ سو حضرت مسیح انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمان میں جا بیٹھے۔“

(براہین ص ۳۶۹، خزائن ج ۱ ص ۴۳۱) میں ہے کہ مسیح ایسے ایسے دکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا اور (براہین ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) میں لکھتے ہیں کہ: ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی“ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اطراف و آفاق میں پھیل جائے گا۔ (توضیح المرام ص ۳، خزائن ج ۳ ص ۵۲) میں لکھا ہے کہ: ”اب ہم صفائی کے ساتھ بیان کرنے کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود غرضی کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں۔ ایک یوحنا جن کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے اور دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔“

اب مرزائی بتائیں کہ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے وفات مسیح کا قول کیوں کیا جاتا ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ مرزا قادیانی نے عقیدہ بدل دیا تھا۔ اس لئے کہ یہ تحقیق اسلامی تصریحات کے خلاف تھی؟ نہیں بلکہ اس لئے کہ مرزا قادیانی اور خلیفہ نور الدین نے اسلام چھوڑ دیا تھا اور اپنے آپ کو فلاسفہ ملاحدہ میں شامل کر کے ایک نئے اسلام کی بنیاد ڈالی تھی جو کسی طرح بھی اہل اسلام کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

۱۹..... مباحثات مرزا سیہ..... تونی

..... تونی کا لفظ قرآن شریف میں ہر جگہ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بالخصوص جب کہ اس کا فاعل خدا ہو۔ مفعول انسان اور باب تفعل جو اس اصول سے متوفیک کا معنی ممتیک ہوا۔

جواب: اپنی طرف سے ایسے قیود لگانا لغت کے رو سے ناجائز ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جہاں کہیں کسی لفظ کی سند محاورات عرب سے پیش کی جاتی ہے۔ وہاں فاعل، مفعول یا

باب کی تخصیص نہیں کی جاتی۔ ابھی ہم دکھائیں گے کہ صلب کے معنی میں مرزائی محاورات پیش کرتے ہیں تو کسی قسم کی ایسی خصوصیت پیش نہیں کرتے۔ ورنہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ رفع کا لفظ توفی کے بعد یا تو خود توفی کا لفظ رفع سے پہلے ضرور زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر مرزائی اپنے دعویٰ پر انعام کا اشتہار دیتے ہیں تو ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر ہماری شرائط کے ماتحت توفی یا رفع کا معنی موت یا رفع مراتب کے معنی کہیں دکھایا جائے تو ہم بھی جو چاہیں انعام دینے کو تیار ہیں اور اگر ایسی خصوصیات سے آزاد ہو کر تحقیق کرنا مقصود ہے تو یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توفی کا اصل وفاء ہے۔ موت نہیں جس کا مفہوم ”قبض الشیئہ وافیاً“ پورا پورا لینے کے ہیں۔ جیسے توفیت مالہ میں نے اس کا مال وصول کر لیا توفیت عدد القول میں نے اس کی پوری پوری مردم شماری کر ڈالی۔

ان بنی الادرد لیسوا من احد

ولا توفاهم قریش فی العدد

بنی اور دو کوئی ہستی نہیں رکھتے اور نہ ہی قریش نے ان کو اپنی مردم شماری میں لیا ہے یا اس کا مفہوم نیند وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے ”قال ابونواس شعراء فلما توفاه رسول الکری ودیت العینان فی الجفن“ جب نیند کا قاصداً گیا اور آنکھوں نے پلکوں کے نیچے چلنا شروع کیا۔ ”قال الزجاج فی قوله تعالیٰ حتیٰ اذا جاء تهم رسلنا یتوفونهم“ کہ جب ہمارے فرشتے کفار کو عذاب دینے آتے ہیں۔ ”وقیل بمعنی یسأ لونهم“ اور یا ان سے سوال کرتے ہیں۔ اب ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ توفی کا معنی سوال، وصول، نیند، مردم شماری، وصولیت اور عذاب دینا بھی ہے۔ اب ہم مرزائی شرائط کے ماتحت بھی توفی کا معنی غیر موت دکھاتے ہیں۔

اول..... ”اللہ یتوفی الانفس حین موتها“ کہ اللہ تعالیٰ نفوس کو موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور یہ معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ ان کو موت کے وقت مار ڈالتا ہے۔ کیونکہ روح اور جسم میں مفارقت کا نام موت ہے۔ اب خود ایک دفعہ جدا ہونے کے وقت دوبارہ جدائی کیسے ہوگی؟

دوم..... ”یتوفکم باللیل“ رات کو خدا تم کو نیند دیتا ہے۔ نہ یہ کہ مار ڈالتا ہے۔ ورنہ ہر روز صبح لوگوں کی جائیداد و رشہ میں تقسیم ہو جایا کرے اور بیوی دوسرے کے گھر چلی جائے۔

سوم..... تاج العروس میں ہے: ”توفاه اللہ ادرکہ الموت“ یعنی اس کو موت آگئی۔ یہ معنی نہیں کہ وہ مر گیا اور ان دو معنوں میں فرق ہے۔

چہارم..... صحاح میں ہے کہ قبض روحہ خدا نے اس کی جان کو قبض کر لیا۔ نہ یہ کہ اس کو مار ڈالا۔ کیونکہ یہ مفہوم بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسے ”کسرتہ فانکسر“ میں نے اسے توڑا اور توڑنے کے بعد وہ ٹوٹ گیا۔

پنجم..... مرزا قادیانی نے (براہین ص ۵۱۹، خزائن ج ۱ ص ۶۲۰) پر اپنے الہام لکھے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ: ”انسی متوفیک ورافعک“ پھر اس کا اردو میں خود ہی ترجمہ بھی کیا ہے کہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ (اور مرزائیوں) اہل اسلام پر غلبہ دوں گا۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ یہ الہام پورا ہوا یا نہیں۔ تم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس الہام میں متکلم خدا تعالیٰ ہے اور مخاطب مرزا قادیانی ہے اور خدا نے آپ پر توفی کا لفظ حسب شرائط مرزائیہ استعمال کیا ہے اور مخاطب مرزا قادیانی نے اپنے الہام کا خود ہی تکمیل نعمت سے ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ حسب شرائط مرزائیہ بھی توفی کا معنی ہر جگہ موت یا قبض تام یا قبض ناقص نہیں ہے۔ اب اگر یہ عذر کیا جائے کہ براہین کے وقت مرزا قادیانی حیات مسیح کے قائل تھے اور اس خیال کے دباؤ سے آپ نے یہ معنی کر لیا تھا تو ہم کہیں گے کہ اس الہام میں حضرت مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف مرزا قادیانی سے باتیں ہو رہی ہیں اور آپ کو مسیح بنایا جا رہا ہے اور طرح طرح کی انگلیں پیدا کی جا رہی ہیں کہ تمہیں رفعت ہوگی اور مرزائی غیروں پر فوقیت پائیں گے۔ انہی امید افزائیوں کے مطابق توفی کا ترجمہ بھی تکمیل نعمت کے سوا کہ مرزا قادیانی نے پسند نہیں کیا تھا اور انہی امیدوں کی انگ میں آپ کے قلم سے تکمیل نعمت کا وعدہ لکھا گیا۔ نہ اس دباؤ سے کہ اس وقت مرزا قادیانی حیات مسیح کے قائل تھے۔ سوچو اور خوب غور کرو کہ مرزا قادیانی کو وعدہ موت کے وعدہ دینے میں کچھ خوبی ہی پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ادھر ادھر تو غلبہ اور کامیابی کا وعدہ دیا گیا تھا اور اگر بیچ میں موت کا وعدہ بھی کیا جاتا تو سارا لطف جاتا رہتا اور کلام بے جوڑ بن جاتا۔ اخیر میں ہم یوں بھی لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض عقیدہ تبدیل ہو چکا تھا تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ الہامی زبان بھی غلط ہو گئی ہے۔ کیا جو کتاب منسوخ ہو جاتی ہے وہ محاورات کے رو سے غلط بھی ہو جاتی ہے؟ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ تنسیخ اور چیز ہے اور تعلیظ اور ہے۔ اب اگر نسخ اور غلط کو ہم معنی تصور کیا جائے تو اس الہامی عبارت میں ماننا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کا ملہم اس وقت عربی الفاظ بیجا اور غلط طور پر استعمال کرتا تھا۔ اگر اس کو معلوم ہو جاتا کہ توفی سے موت کا مفہوم ہی مراد لیا جاتا ہے تو کبھی مرزا قادیانی کو توفی کا وعدہ نہ دیتا۔ بلکہ اس

جگہ صاف یوں کہتا کہ: ”یا احمدی انی مکمل نعمتی علیک“ میں تجھ پر اپنی نعمت مکمل کرنے والا ہوں۔ اگرچہ تو فی اپنے اصلی مفہوم (موضوع) میں موت کا ہم معنی نہیں ہے۔ کیونکہ موت نفس اور جسم کے باہمی تعلق کو توڑنے کا نام ہے۔ مگر عام محاورہ میں قرآن شریف موت کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ تو آیت زیر بحث میں وہی معنی کیوں نہ لیا جائے گا؟ لفظ تو فی کی نظیر لفظ یقین ہے۔ عام محاورات میں اس کا معنی پختہ اعتبار کا ہے۔ جیسا عین الیقین اور حق الیقین مذکور ہے۔ مگر صرف ایک جگہ میں موت کا معنی بھی لیا گیا ہے کہ: ”واعبد ربک حتی یاتیک الیقین“ تادم مرگ خدا کی عبادت کرو۔ اسی طرح تو فی کا لفظ قرآن کے ماتحت گو موت کا معنی دیتا ہے۔ مگر صرف ایک جگہ متوفیک میں چونکہ رافعک کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔ اپنے اصلی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے نظائر اور بھی بہت ہیں۔ دیکھئے موت کے معنی میں یہ فقرے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ انتقال ہو گیا، وصال ہو گیا، صعود ہوا، خدا کی طرف گیا، رخصت ہو گیا، مضی لسبیلہ، قضی نحبه انتقل الی رحمة اللہ وغیرہ۔ اب یہ لفظ اپنے اپنے اصلی معنی کے رو سے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہو سکتے۔ مگر لازمی معنی عام محاورات میں مردہ کے بارے میں اس کا معنی موت ہی لیا جاتا ہے۔ مگر جب کسی خاص موقعہ میں زندہ پر استعمال کئے جائیں تو وہاں موت کا معنی سمجھنا بیوقوفی ہوگا۔ مثلاً ہم اپنے مہمان کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ یہاں سے رخصت ہو گیا۔ دوست ملے تو کہیں گے کہ وصال یا وصل محبوب ہو گیا ہے۔ پٹواری تبدیل ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ منتقل ہو گیا ہے۔ انتقال اراضی میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔ بہر حال ایسے مشتبہ الفاظ کے استعمال میں پہلے فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ آیا وہ انسان زندہ ہے یا مرچکا ہے۔ اس کے بعد تو فی وغیرہ کا استعمال صحیح ہوگا۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو تو فی وغیرہ کے لفظ سے نہ زندگی ثابت ہو سکتی ہے اور نہ موت۔ اس کی نظیر کشف عن ساق ہے۔ اس کا معنی پنڈلی سے کپڑا ہٹانا مراد ہوگا کہ جب کسی نے واقعی پاؤں ننگے کئے ہوں گے اور کمال ہوشیاری یا کمال تشدد کا مفہوم سمجھا جائے گا۔ جب کہ کسی نے محنت سے یا تشدد سے کام لینا شروع کیا ہو اور اس وقت پاؤں کا رنگا کرنا یا ڈھانپنے رکھنا ملحوظ نہیں ہوتا اور جب تک کسی خاص موقعہ کی تعیین نہ ہو لے۔ کشف ساق کا استعمال جائز نہیں ہے۔ ورنہ یہ لفظ اپنے معنی میں مشتبہ رہے گا۔ ایسے الفاظ کے لفظی معنی یا موضوع لہ مطابقی کو حقیقت کہتے ہیں اور دوسرے معنی کو محاورہ یا مجازی یا کنایہ کہتے ہیں۔ حقیقت اور کنایہ کا ایک ہی طرح استعمال کرنا غلط ہوگا۔



۲..... یقین کا معنی آیت پیش کردہ میں بھی پختہ علم کے ہو سکتے ہیں اور معنی یوں ہو سکتا ہے کہ خدا کی عبادت یہاں تک کرو کہ درجہ غیب سے اور مرتبہ شک سے نکل کر درجہ یقین اور مشاہدہ تک پہنچ جاؤ۔

جواب: ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں یقین کا معنی موت ہی استعمال ہوا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ یقین بمعنی موت عموماً لیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک معنی مراد لینا دوسرے کی نفی نہیں ہوا کرتا۔ بہر حال لفظ توفی سے وفات مسیح ثابت کرنا خلاف محاورہ ہے۔

۳..... متوفیک اس میں اگر وفات مراد نہ ہو تو اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت سے پہلے ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ احادیث کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد حکومت میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ کوئی دوسرا مذہب دنیا میں نہ رہے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے۔ ”الْقِيَامَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ ہم نے قیامت تک یہود و نصاریٰ کے درمیان بغض و عداوت ڈال رکھی ہے اور جب انکار وجود ہی نہ رہے گا تو ان کا بغض اور عداوت قیامت تک کیسے متصور ہو سکتی ہے؟

جواب: یہود و نصاریٰ قومی نام ہیں۔ جس طرح بنی اوں اور بنی خزرج قومی نام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی عہد مسیح میں وہ یہود و نصاریٰ ہی کہلائیں گے اور ان میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کی طرح قیامت تک بغض و عناد قائم رہے گا۔ اگر یہ نام مذہبی تصور کئے جائیں تو پھر یوں مطلب ہوگا کہ یہود و نصاریٰ میں عداوت و بغض کی شقاوت قیامت تک قائم رہے گی۔ اگرچہ اسلام قبول کرنے سے وہ مسلمان ہی کہلائیں گے۔

۴..... اسلام میں تو محبت اور الفت کی تعلیم ہے تو پھر بغض و عناد کیسا؟

جواب: لاہوری اور قادیانی دونوں مسلمان تو بنتے ہیں مگر آپس میں یہود و نصاریٰ کی طرح اندر ہی اندر چھریاں چلتی رہتی ہیں۔ موجودہ اقوام اسلام میں بھی جس اتفاق و اتحاد کی توقع کی جا رہی ہے وہ کہیں نہیں ملتا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو کمال اسلام کے وقت یہ نقص رفع ہو جائے۔ مگر ناقص الایمان مسلمانوں میں ایسے نقائص کا موجود رہنا ناممکن نہیں ہے۔ برادران یوسف ایک مذہب کے پیرو تھے۔ مگر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے جو کچھ کیا خود ظاہر ہے۔ ایک مرزائی کی تحقیق ہے کہ: ”الْیَوْمَ يْبْعَثُونَ“ وغیرہ الفاظ سے یہ مراد ہوا کرتا ہے کہ یہ معاملہ دیر تک رہے گا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا بغض بھی دیر تک رہنا مراد ہے۔

بالخصوص قیامت تک رہنا مطلوب نہیں ہے یا بقول بعض المختصین یہ مراد ہے کہ گویہود و نصاریٰ برائے نام حکومت عیسوی میں مسلمان تو ہو جائیں گے مگر چند اہل کتاب پھر بھی اپنے مذہب پر وقت کی حالت میں قائم رہیں گے تو بحکم ”للاکثر حکم الکمل“ یوں کہا گیا ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام رہے گا اور باقی مذہب مٹ جائیں گے۔

۵..... یہ دعویٰ کیسے ہو سکتا ہے کہ عند النزول سب یہود و نصاریٰ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ احادیث کی رو سے دجال (یہودی) کے ماتحت ستر ہزار یہودی مسلح لشکر جرار بن کر حضرت مسیح علیہ السلام سے برسر پیکار ہو جائیں گے۔

جواب: اسے رہنے دیجئے۔ پہلے آپ مرزا قادیانی کی ناکامی سن لیجئے۔ (سیرت مسیح ص ۵۵) پر لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کا ارادہ تھا کہ ہر ایک ملک میں عربی زبان مروجہ ملکی زبان کی طرح ہو جائے اور یہ وہ ارادہ تھا کہ جس کے پورے ہونے کے بغیر اسلام اپنی جڑوں پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ”مگر مرزا قادیانی مر گئے اسلام کو قائم نہ کیا۔ (ازلہ الادہام ص ۷۳، خزائن ج ۳ ص ۵۱۸) میں لکھتے ہیں کہ: ”میں صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رک سکتا کہ تفسیر شائع کرنا میرا کام ہے۔ دوسرے سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔“ اب مرزا قادیانی کی کوئی مطبوعہ تفسیر موجود نہیں۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے جا بجا تحریفی اقوال اپنی تصانیف میں بقول مرزا قادیانی طاعون کے سیاہ پودوں کی طرح پھیلا دیئے ہوں۔ ورنہ مرزا محمود بھی اس ارادہ کو پورا نہیں کر سکے۔ لاہوریوں نے گالیوں اور تحریفات سے بھری ہوئی تفسیر شائع کی ہے۔ جس کے متعلق کچھ مرزائی کہتے ہیں کہ جب یہ بنی اسرائیل دمشق قادیان سے نکلے تھے تو ان کے سامری نے مرزا قادیانی کے زیورات تفسیری چورائے تھے۔ جن کو بعد میں تفسیری عجل کی صورت میں گویا کر دکھایا تھا۔ اخبار بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی نے شائع کیا تھا کہ: ”میرا کام کہ جس کے لئے میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں۔ حضور کی جلالت دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے۔ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے وہ کام کر دکھلایا جو مسیح یا مہدی نے کرنا تھا تو میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔“ اس پیشین گوئی کا ایک حرف بھی واقعات کی رو سے سچا نہیں نکلا۔ مگر الفضل نے ۱۹۲۹ء میں اس کو سینما کی تصویری تماشا گاہ میں یوں جلوہ گر بنایا ہے کہ آپ کی باطل

شکن صدا نے گمراہی کے قلعوں کو سہار کر دیا ہے۔ کفر اپنے ساز و سامان کے ساتھ زندہ درگور ہو گیا ہے۔ مگر حقیقت شناس نگاہیں کب ایسی لفاظی سے مرزائی نبوت کی تصدیق کرنے میں دھوکا کھا سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ کو پورا نہیں کر سکے۔ بھلا دوسرے ارادے کب پورے ہو سکتے تھے۔ مگر مریدوں کی چالاکی قابل تحسین ہے کہ اس سرمایہ حقانیت کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد حکومت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ستر ہزار یہودی اور دجال تو یہودی ہی رہ کر مارے جائیں گے اور اتنا نہیں سوچتے کہ جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے۔ وہیں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ یہود کو تہ تیغ بھی کریں گے۔ اب آیت وحدیث کو ملا کر ایماندار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ پہلے لڑائی مسلمانوں سے چھڑی ہوئی ہوگی۔ جس کا خاتمہ حضرت مسیح کریں گے اور اپنے عہد حکومت میں ”لایقبل الا الاسلام“ اسلام ہی کو منظور فرماویں گے۔ جزیہ یا تاوان وغیرہ اہل کتاب سے منظور نہ کریں گے۔ تب تمام اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے اور تمام ایمان اہل کتاب کا وقوع وفات مسیح سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ آغاز حکومت کے وقت ضروری نہیں ہے۔ قبل موت کا مکرر مطالعہ کیجئے گا اور یہ بھی مطالعہ کیجئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جواہل کتاب اب مرتے ہیں ان سے عند النزع جبراً ایمان قبول کرایا جاتا ہے۔

۵..... ”متوفیک ورافعک“ میں رفعت منزلت مراد ہے۔ رفعت جسمانی مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ: ”رفعته الی السلطان“ میں نے اس کو بادشاہ کا مقرب بنا دیا۔ ”یرفعک اللہ یاعم (کنز ج ۷) اذا تواضع العبد یرفعہ اللہ الی السماء السابعة (کنز ج ۲) ان اللہ یرفع بهذا القرآن اقواما ویضع اخرین (کنز ج ۲) التواضع لا یزید السعید الارفعة فتواضعوا یرفعکم اللہ (کنز ج ۲)“ اور یوں بھی دعاء پڑھی جاتی ہے کہ: ”اللہم ارحمنی واحدنی وارزقنی وارفعنی“ لسان العرب میں ہے کہ: ”الرفع عند الوضع ومن اسماء اللہ تعالیٰ الرافع الذی یرفع المؤمن بالاسعاد واولیاء بالتقریب“ اور قرآن شریف میں ہے: ”یرفع اللہ الذین آمنوا (مجادلہ) خافضہ رافعة اذن اللہ ان ترفع (نور)“

جواب: رفع کا لفظ جسم کے متعلق بھی قرآن شریف میں مذکور ہے۔ جیسے ”رفع الویہ

علی العرش (یوسف) سرر مرفوعة (غاشیہ) رفعنه مکانا علیا (مریم) رفع

النبي عليه السلام وامته الى السماء (بخاری، مشکوٰۃ ص ۱۷۶) من رفع حجر امن الطريق كتبت له حسنة (طبرانی) رفعت زينب الصبي الى رسول الله "علامہ سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ آسمان پر بحکمِ عنصری اٹھائے گئے ہیں۔ ان کے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ: "امام یافعی کفایۃ المعتقدین" میں شیخ عمر بن الفارض سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ایک ولی کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور جب ہم جنازہ پڑھ کر نکلے تو فضائے آسمانی سبز پرندوں سے بھر گیا اور ایک بڑے پرندے نے لاش کو منہ میں لے کر اوپر کو پرواز کیا۔ پھر ایک آدمی ہوا سے نازل ہو کر کہنے لگا کہ کچھ تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ شہداء کی روحوں سبز پرندوں کے مواصل میں ہوا کرتی ہیں۔ دوسری روایت ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم سے کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک کنارہ کش فقیر تھا۔ قحط کے وقت لوگ اس سے امداد اور اعانت طلب کرتے تھے۔ جب وہ مر گیا تو اس کی تجھیز و تکفین کی گئی تو آسمان سے ایک تخت اتر ا۔ جس پر ایک آدمی نے اس کو رکھ دیا اور تخت آسمان پر اڑ گیا اور دیکھتے ہی غائب ہو گیا۔ تیسری روایت یوں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہ مقام بیر معونہ پر شہید ہوئے۔ اس موقع پر عمرو بن امیہ ضمری کہتا ہے کہ ان کی لاش آسمان کو چلی گئی۔ جس کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی مسلمان ہو گیا اور حضور ﷺ کی طرف یہ واقعہ لکھ کر روانہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اس کا جسم ڈھانپ لیا تھا اور ملأ اعلیٰ (جنت) میں اٹھالے گئے تھے۔ (رواہ ابونعیم والبیہقی فی دلائل النبوة وابن سعد والحاکم) چوتھی روایت یوں ہے کہ حضرت طلحہؓ کو جب احد کی لڑائی میں انگلی کے زخم سے تکلیف ہوئی تو آپ نے کہا ہائے (حس) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بسم اللہ کہتے تو تم کو خدا تعالیٰ آسمان پر اٹھا لیتا۔ لوگ دیکھتے اور تم عین وسط آسمان پہنچ جاتے۔ (رواہ نسائی والبیہقی والطبرانی عن جابر وغیرہ) پانچویں روایت یوں ہے کہ ابونعیم مجدد وقت نے رفع جسمانی کے متعلق یوں لکھا ہے کہ اگر سوال کیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کیسے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر مرفوع کئے گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امت محمدیہ میں چند ایک ایسے بھی ہیں جو آسمان پر بحکمِ عنصری اٹھائے گئے ہیں تو پھر خود حضور ﷺ جسم عنصری کے ساتھ کیسے نہ جاسکے تھے؟ پھر ان کے نام لکھے ہیں۔ عامر بن فہیرہ، حبیب بن عدی اور علاء بن الحضرمی وغیرہ۔ ان روایات کے علاوہ مطلق رفع جسمانی کا ثبوت رفع یدین کا مسئلہ بھی ہے کہ جس میں رفعت و منزلت مراد نہیں ہے۔ بلکہ خود جسمانی ہاتھ کو جسمانی کان تک اٹھانا مراد ہے۔ اب یہ کہنا کہ رفع سے مراد رفع منزلت ہی ہوا کرتا ہے۔ غلط ہے بلکہ صحیح یوں ہے کہ اپنے

اپنے موقعہ پر دونوں استعمال صحیح ہیں اور جس استعمال کے قرآن موجود ہوں گے وہی معنی مراد ہوگا۔ جیسے کہ توفی اور رفع کا ایک جگہ عطف کے ساتھ خاص طرز پر بیان ہونا ایک دوسرے کو استعمال میں لا رہا ہے کہ توفی سے مراد قبض جسمانی ہے اور رفع سے مراد رفع جسمانی۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح علیہ السلام کو تور رفع منزلت، اور تقرب الہی پہلے ہی حاصل تھا تو پھر اس آیت میں وعدہ دینا کہ آپ کو رفع منزلت اور تقرب عنایت ہوگا۔ کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا آپ پہلے رفع المنزلة عند اللہ نہ تھے۔ یا آپ کو تقرب الہی اللہ حاصل نہ تھا؟ اور اگر یہ مراد ہو کہ لوگوں کے سامنے آپ کو تقرب اور رفع منزلت حاصل ہوگا اور وہ بدنامی جو یہودی دے رہے تھے اس سے نجات ہوگی تو واقعات اس کی تائید نہیں کرتے۔ کیونکہ نزول قرآن تک اور بعد میں بھی یہودی آپ کو مقرب الی اللہ اور رفع الدرجہ نہیں سمجھتے اور واقعہ صلیب کے وقت بھی یہی لوگ حاضر تھے اور یقین کرتے تھے کہ انہوں نے صلیب پر مجرمانہ حیثیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور کسی قسم کی رفعت و منزلت ان کے دلوں میں حاصل نہ ہوئی تھی اور اگر اس سے مراد یوں ہو کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک رفعت منزلت ہو گئی تھی تو اس کو وعدہ کے پیرایہ میں ظاہر کرنا بے فائدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس امر مخفی پر جب لوگوں کو اطلاع ہی نہیں تھی تو ایسے رفعت سے بظاہر کیا فائدہ ہوا۔ اب ہم حیات الانبیاء کی وہ تصریحات لکھتے ہیں جو مرزائیوں کو بھی تسلیم ہیں۔

اول..... (البیواقیت والجواہر ص ۱۸۹) میں مذکور ہے کہ الیاس اور خضر علیہم السلام حضور ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بعد النزول شریعت محمدی کے تابع ہوں گے۔

دوم..... (مجمع البحار ج ۱ ص ۳۵۰) میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام ایلیا ہے اور کنیت ابوالعباس، کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ ”وہو حیوی موجود الیوم علی الاکثر“ وہ اکثر اہل اسلام کے نزدیک زندہ اور اب بھی موجود ہیں اور صوفیائے کرام اور صلحائے امت کا اس پر اتفاق ہے اور آپ سے ان کی ملاقات کی حکایت بھی مروی اور مشہور ہے۔

سوم..... (توضیح المرام ص ۲، ج ۳ ص ۵۱) میں مذکور ہے کہ: ”اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا صرف دونیوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ ایک اور یس علیہ السلام اور دوسرے حضرت مسیح علیہ السلام۔“

چہارم ..... (ازلۃ الاولیاء ص ۵۲۸، خزائن ج ۳ ص ۶۲۸) میں حکیم نور الدین کا خط لکھا ہوا ہے۔ جس میں آپ یوں رقمطراز ہیں کہ: ”جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انا اعلم (میں بڑا عالم ہوں) کہا تب خدا نے حضرت خضر علیہ السلام کا پتہ دیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کو جا ملے تو آپ کو ان کے سچے علوم تک رسائی نہ ہوئی۔ تب حضرت نے فرمایا کہ لن تستطیع معی صبراً“

پنجم ..... بحوالہ مذکور یوں بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالقادر قلائد الجواہر میں فرماتے ہیں کہ: ”جاء فی ابوالعباس الخضر علیہ السلام“

ششم ..... (فتوحات مکیہ ب ۵۷۵) میں لکھا ہے کہ شب معراج میں جب حضور ﷺ آسمان پر گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ کو جسمانی طور پر ملے۔ کیونکہ ابھی تک نہیں مرے۔ بلکہ آسمان پر خدا نے ان کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ وہی ہمارا شیخ اول ہے اور آپ کی عنایت ہم پر ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ ہم سے کبھی غفلت نہیں کرتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عند النزول میں آپ کو ملوں گا۔ (کیا مرزا قادیانی سے ملاقات کرنے کو آپ چاہتے تھے؟)

ہفتم ..... (فتوحات مکیہ ب ۷۳) میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد تین نبی خدا کے فضل سے اب تک زندہ ہیں۔ اول ادریس علیہ السلام ”بقی حیا بجسده واسکنه اللہ فی السماء الرابعة“ دوم حضرت الیاس علیہ السلام۔ سوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ”وکلاهما من المرسلین“

صلب

۶ ..... ”ما صلیبہ“ کا معنی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے کے بعد آپ کی ریڑھ کی ہڈی نہیں توڑی تھی۔ کیونکہ قاموس میں ہے کہ: ”صلب العظام استخرج ودکھا“ اس نے ہڈیوں سے چربی نکالی۔ حدیث میں ہے کہ: ”لما اتی المدینۃ اتاہ اصحاب الصلب“ جب حضور علیہ السلام مدینہ شریف تشریف لائے تو اصحاب صلب حاضر ہوئے۔ ”ای الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکھا ویاتدمون بہ“ یعنی وہ لوگ جو ہڈیاں جمع کر کے ان کا مغز نکال کر شور بایکاتے تھے۔ اب ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیحؑ نیم مردہ ہو گئے تھے اور لاش کو حواریوں نے لے کر علاج کیا تو آپ اچھے ہو کر کشمیر چلے گئے تھے۔

جواب: ”ماصلبوه“ کا مفعول بہ اگر عظم یا عظام کا لفظ ہو تو بیشک چربی نکالنے کا معنی ہوگا۔ مگر یہاں تو مفعول بہ حضرت مسیح کو بنایا گیا ہے اور یہ معنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے صلیب پر نہیں کھینچا تھا۔ سولی کھینچنے کو فارسی میں کہتے ہیں بردار کشیدن اور عربی میں کہتے ہیں صلب۔ جس کا ترجمہ عربی میں اہل لغت نے القتلۃ المعروفۃ کیا ہے۔ یعنی وہی طریق قتل جو مشہور ہے کہ ایک چوکھٹ لے کر چاروں طرف مجرم کے ہاتھ پاؤں رکھ کر میخیں لگا دیتے ہیں اور وہ سسک سسک کر مر جاتا ہے۔ مگر اسلام نے ہدایت کی ہے کہ فوراً مجرم خونى ڈاکو کا پیٹ چاک کر دیا جائے۔ بہر حال چار میخیں لگانا اور چوکھٹ کو کسی بلند جگہ پر لٹکانا صلب کہتے ہیں۔ فرعون نے بھی یہی دھمکی دی تھی کہ: ”لا وصلبنکم فی جذوع النخل“ میں تم کو چار میخ کر کے کھجوروں کے تنہ پر لٹکا دوں گا۔ خونى ڈاکوؤں کے متعلق بھی قرآن شریف میں بھی حکم ہے کہ: ”اوصلبوا“ ان کو صلیب پر لٹکایا جائے اور یہ معنی نہیں ہے کہ ان کی ہڈیوں سے مغز نکال کر شور باپکایا جائے۔ یوسف علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا کہ: ”واما الاخر فیصلب فی الکل الطیر من رأسہ“ دوسرے کو صلب دیا جائے گا اور اس کا سر پرندے کھائیں گے یہ نہیں کہا کہ صلیب پر اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑی جائے گی اور شور بانٹا لایا جائے گا۔ تاکہ نیم مردہ کی حالت میں نہ اتار لیا جائے۔ اس کے علاوہ ہزاروں شخص مصلوب ہوئے۔ مگر کسی تاریخ معتبر نے یہ نہیں بتایا کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی سے چربی نکالی گئی تھی اور اگر طبی نکتہ خیال سے دیکھا جائے تو ریڑھ کی ہڈی میں سرے سے چربی ہی نہیں ہوتی تو پھر اس کا نکالنا کیسے ہوگا۔ معمولی طالب علم، علم تشریح کے جاننے والے بھی آپ کو سمجھا سکتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈیوں میں چربی یا مغز بھرا ہوا نہیں ہوتا۔ کیونکہ سب ٹھوس ہوتی ہیں۔ ہاں ان کے ملنے سے اعصاب دماغی کے ادھر ادھر جانے کے لئے ایک راستہ ضرور بن جاتا ہے۔ اب اگر کوئی ریڑھ کو توڑ کر چربی نکالنے کی توقع رکھتا ہے اور یا دماغی پٹھے اس کی نظر میں غ یا مغز نظر آتے ہیں تو وہ بلا شک ایک بے نظیر جاہل اور لامثانی بیوقوف ہوگا۔ اگر ماصلبہ کا معنی یوں کیا جائے۔ ”ماکسر واعظامہ“ تو ہم کہیں گے کہ اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی شامل کر لینا ضروری ہے کہ: ”لیاتد مواہا“ اس کی ہڈیوں کا شور بانٹا لیں تاکہ حدیث پیش کردہ اور قاموس کا حوالہ پیش کردہ پورے طور پر صادق آجائے۔ کیونکہ عربی زبان میں صرف کسر عظام کا محاورہ نہیں ملتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اناجیل مروجہ واقعہ صلیب کو ثابت کرتی ہیں اور قرآن شریف میں واقعہ صلیب سے انکار ہے۔ جیسا کہ اناجیل غیر مروجہ اور تواریخ قدیمہ میں بھی مذکور ہے۔ مگر



جن لوگوں نے موجودہ اناجیل اربعہ کو معتبر سمجھ رکھا ہے ان پر یہ اعتراض واقعہ ہوتا ہے کہ جب قرآن شریف مصدق انجیل ہے تو پھر یہ انکار کیونکر صحیح ہوگا۔ اس کے جواب میں عیسائیوں کے خوشامدیوں نے یوں ایک نظریہ قائم کیا ہوا ہے کہ قرآن شریف بھی واقعہ صلیب سے منکر نہیں ہے۔ بلکہ ان کے مطابق قرآنی فقرہ کا معنی بھی یہی ہے کہ مسیح کو صلیب پر تو کھینچا گیا تھا۔ مگر اس کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔ لیکن اس معنی تراشی میں انہوں نے تمام اہل اسلام کا خلاف کیا ہے۔ لغت کی کچھ پرواہ نہیں کی اور مسلمات اسلامیہ کو بدل ڈالا۔ بجائے اس کے کہ اناجیل کو غیر معتبر ثابت کرتے خود قرآن میں تحریف کرنی شروع کر دی ہے اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقعہ دیا ہے کہ اگر بائبل کے تراجم میں تحریف معنوی ہوئی ہے تو قرآن شریف بھی اس تحریف سے بچا ہوا نہیں ثابت ہوتا۔ غضب تو یہ ہے کہ اس معنی تراشی پر اس قدر ناز کیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں مفسرین اسلام، محدثین اسلام اور ائمہ اسلام کو اس موقعہ پر غلط گو کہا جاتا ہے اور صاف کہا جاتا ہے کہ وہ اصل مفہوم سے بے خبر تھے۔ صرف چودھویں صدی کے اجتہاد نے یہ عقدہ حل کیا ہے۔ مگر کس نے حل کیا؟ پنجاب کے چند باشندوں نے کہ جنہوں نے نہ عربی میں پوری دسترس حاصل کی تھی۔ نہ اہل زبان سے اس معنی کی تحقیق کی۔ نہ محاورات قدیمہ کا لحاظ رکھا اور نہ خود خلاف ورزی اسلام کا خوف ان کے دل میں آیا تھا۔ خیال آیا تھا تو صرف یہی کہ اناجیل کی تصدیق ضرور ہونی چاہئے۔ جس سے شہرت بھی ہو جائے گی اور عیسائی بھی خوش ہو جائیں گے۔ افسوس کہ اتنا خیال نہیں کیا کہ اناجیل مروجہ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور نہ ہی خود محققین یورپ ان کو کلام الہی سمجھتے ہیں تو پھر اندریں حالات کس کام پر جرات کر رہی ہیں اور آئندہ کس کس اختلاف کی تصدیق میں تحریف کا ارتکاب کریں گے۔ اور تعجب یہ ہے کہ موجودہ تحریف بھی کسی پختہ دلیل پر قائم نہیں۔ کیونکہ۔

اول..... اس صورت میں یہ آیت یوں ہونی چاہئے تھی کہ: ”ارکبواہ علی الصلیب وما قتلواہ وما صلبواہ“ صلیب پر چڑھا تو دیا تھا۔ مگر نہ اسے قتل کیا تھا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی تھیں۔

دوم..... محرفین نے صلب کا معنی یوں کیا ہے کہ صلیب پر چڑھانے کے بعد ہڈیاں توڑنا۔ تو اس کی سند کیوں نہ پیش کی؟ کہ جس میں انسان مفعول بہ ہوا اور فعل بصورت ماضی معروف ہو۔ جیسا کہ توفی میں شرائط لگا کر اپنا بچاؤ کی صورت پیدا کی ہے۔

سوم..... جس لفظ سے اناجیل کی تصدیق تصور کی گئی ہے وہ تو بہر صورت مخدوش ہی رہا ہے کہ جس پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

چہارم..... یہ اگر کوئی ایسے محرفین سے سوال کرے کہ صلیب دینے کا ترجمہ عربی زبان میں کس فقرہ سے کیا جائے گا تو اس کا جواب کچھ سوا نہیں ہے کہ صلب سے ہوگا۔ کیونکہ خود محرفین اپنی تصانیف میں مصلوب کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اور اس کی ہڈیاں نہ توڑی گئی ہوں۔

پنجم..... حسب تحقیق ماہرین لغت اصل لفظ چلیپا تھا۔ جس کو عربی میں صلیب بنایا گیا ہے اور اس سے صلب مصدر پیدا کر کے گردان صلب۔ صلب پیدا ہوئی ہے اور یوں بھی آیا ہے کہ ثوب مصلوب و فیہ تصالیب دوسرا لفظ خالص عربی صلب بھی موجود ہے کہ جس سے صلب العظام وغیرہ محاورات پیدا ہوئے ہیں۔ محرفین نے اس تحقیق کو پس پشت ڈال کر نصاریٰ پرستی میں اپنا نام تو پیدا کر لیا ہے۔ مگر اہل اسلام میں افتراق اور اختلاف رائے سے بدنام ضرور ہو گئے ہیں اور ان کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ سچ ہے کہ: ”لعن اخر هذه الامة اولها“

ششم..... آج کل شق کی جگہ بھی صلب استعمال ہوتا ہے۔ اگر آج کی تحقیق ہی معتبر ہے تو محرفین کا فرض ہوگا کہ مصلوبہ کا معنی ماضیہ کریم کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا گلا بھی نہ گھونٹا تھا۔ خود مرزا قادیانی آتھم کے مقابلہ میں یوں رقمطراز ہیں کہ: ”اگر میں جھوٹا ثابت ہوا تو میرے گلے میں رسی ڈالی جائے اور سولی چڑھایا جائے۔“ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آتھم جب معیار مقرر پر نہیں مرا تو عیسائی رسی لے کر مرزا قادیانی کے در دولت پر سولی دینے کو حاضر ہو گئے تھے۔ مگر آپ حرم سرائے سے باہر نہیں نکلے تھے۔

شبه لهم

۷..... حضرت مسیح علیہ السلام کو مشبہ بالمصلوب کر دیا تھا۔

جواب: اگر آپ کو صلیب پر کھینچ کر یہودی اور مرزائیوں کے خیال میں نیم مردہ کر دیا تھا تو آپ کو مصلوب کہا جائے گا۔ مشبہ بالمصلوب نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا گلا گھونٹا جائے تو اسے بھی مشوق یا حقوق کہتے ہیں۔ مشبہ بالحق نہیں کہتے۔ کیونکہ فعل شوق، حق اور صلب واقعہ ہو چکے ہیں۔ اب تشبیہ کے کیا معنی ہیں۔ تشبیہ اس موقع پر ہوتی ہے کہ یہ فعل صادر نہ ہوں اور ان کی بجائے کوئی اور فعل وارد ہوا ہو کہ جس کو ان فعلوں سے مشابہت پیدا ہو سکے۔ تاکہ تشبیہ اور

طرفین تشبیہ (مشبہ اور مشبہ بہ) الگ الگ پیدا ہو سکیں۔ کیونکہ ایک فعل یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس میں تشبیہ جاری ہو سکے۔ ضرب کو ہی دیکھ لیجئے۔ اگر کسی کو معمولی چوٹیں آئیں اور دوسرے کو بہت چوٹیں آئیں تو ان میں قدر مشترک ضرب مساوی طور پر متحقق ہوگی نہ یہ کہ پہلے کو دوسرے سے تشبیہ دے کر کہا جائے گا کہ قلیل الضرب، کثیر الضرب سے مشابہ ہے۔ بالخصوص ان افعال میں جو کلی متواظی کی طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں قلت و کثرت یا ضعف و شدت کا خیال کرنا خام خیالی ہوگی۔ صلب کا مفہوم بھی ایسا ہے کہ صلیب پر لٹکانے سے متحقق ہو جاتا ہے۔ اس میں کمی بیشی یا شدت و ضعف کا امکان نہیں ہوتا۔ انگریزی قانون میں بھی پھانسی کا مفہوم رسی سے لٹکانا لیا گیا ہے اور اس میں جاں بحق ہونا لازم ذاتی تصور کیا گیا تھا۔ مگر اس خیال سے کہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ جاں بحق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے قانون مذکور میں یہ لفظ بڑھادیئے گئے ہیں کہ مجرم کو رسی سے لٹکایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ یہ ایزادی جب تک نہیں ہوئی تھی۔ عام محاورات کی رو سے رسی سے لٹکانا اور مرجانا لازم و ملزوم تصور کئے گئے تھے۔ اسی طرح صلب کا لفظ بھی ہمیشہ سے اپنے لازم موت کے ساتھ ہی استعمال ہوتا رہا ہے اور مصلوب کو مردہ ہی تصور کیا جاتا تھا اور حضرت مسیح کے سوا مرزائی بھی کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتے کہ جس میں مصلوب نہ مرا ہو اور انا جیل اربعہ کو جن کی تصدیق مرزائیوں کو ملحوظ ہے وہ بھی مصلوب کو میت ہی مانتی ہیں۔ چنانچہ ان میں یوں لکھا ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا اور دفن ہونے کے بعد تین دن قبر میں پڑا رہا۔ پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ اس کی تصدیق خود قرآن شریف سے بھی حاصل کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ: ”والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاً“ اب مرزائیوں کا نظریہ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔ نہ اسلام اس کی تائید کرتا ہے اور نہ عیسائیت اس کو مان سکتی ہے۔ اس لئے مرزائیوں کی تحقیق قابل التفات نہیں ہے۔

۸..... شبہ لہم میں اگر تشبیہ نہیں ہے تو پھر کیا معنی ہوگا؟

جواب: اسلام نے اس موقع پر اس لفظ کے دو معنی کئے ہیں۔

اول..... ”اوقع الشبهة لہم“ یہودیوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا تھا۔ جیسا کہ انجیل برنباس نے تصریح کی ہے کہ حضرت مسیح کے عوض یہود مقتول ہوا تھا اور چونکہ اس کی شکل و شبہات پورے طور پر حضرت مسیح کی مانند ہی ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ اسے مسیح ہی سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنے خیال میں حضرت مسیح ہی کو صلیب پر لٹکایا تھا۔ تب ہی تو قرآن شریف میں ان کا مقولہ یوں

درج ہوا ہے کہ: ”انا قتلنا المسیح ابن مریم“ ہم نے ضرور حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا تھا۔ بہر حال اس معنی کی تائید ایک اصول کے ماتحت بھی ہوتی ہے کہ جب فعل بغیر فاعل کے مذکور ہو تو اس وقت اس کا تعلق اپنے مصدر سے ہو جاتا ہے۔ جیسے عام طور پر کہتے ہیں: ”لـدار اوتسلسل ای لوقع الدور اولو قع التسلسل“ اس مسئلہ کی زیادہ تشریح دیکھنا منظور ہو تو مطول میں نظر ڈالئے۔ آپ کو سب کچھ مکشف ہو جائے گا۔

دوم..... ”الذین حضروا الصلب من ائمة اليهود اوقعوا اتباعهم فی الاشتباه“ جن لیڈروں نے آپ کو صلیب پر لٹکایا تھا انہوں نے اپنے عقیدت مندوں میں یہ امر مشتبہ کر دیا تھا کہ آیا مسیح مصلوب ہوئے ہیں یا یہود امقتول ہوا ہے۔ کیونکہ تحقیق کرنے پر نہ مسیح علیہ السلام وہاں پائے جاتے تھے اور نہ یہود اموجود تھا۔ حالانکہ تھوڑی دیر پہلے دونوں وہاں موجود تھے۔ اسی اشتباہ کی وجہ سے بنی اسرائیل کے تین فرقے بن گئے تھے۔ اول یعقوبیہ کہ جنہوں نے یوں سمجھ رکھا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود خدا تھے۔ اس لئے آسمان پر چلے گئے ہیں۔ دوم نسطوریہ کہ جنہوں نے آپ کو ابن اللہ تصور کر لیا تھا کہ تکلیف کے وقت بیٹا اپنے باپ کے پاس چلا گیا ہے۔ سوم اہل حق کہ جنہوں نے آپ کو زندہ رسول مان کر یہ یقین کر لیا تھا کہ آپ نجم عصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور آپ کی جگہ کوئی دوسرا شخص مصلوب ہوا ہے۔ مگر اہل حق مغلوب رہے اور اہل باطل ان کو دبا تے رہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کا ظہور ہوا اور ان کی تائید میں قرآن شریف نازل ہوا۔ تب اہل حق غالب ہوئے اور اہل باطل مغلوب ہو گئے۔ (رواہ ابیسن ابی حاتم عن ابن عباس ثم رواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ)

۹..... شبہ کی ضمیر دوسری ضمیروں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اس لئے اس کا معنی یوں ہوا کہ آپ مشبہ بالمقتول بنائے گئے تھے۔

جواب: بالمقتول کا لفظ اپنی طرف سے لگایا گیا ہے۔ ورنہ صرف شبہ کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مشتبہ حالت میں رکھے گئے تھے اور اختلافی حالت پیش آ گئی تھی۔ چنانچہ قاتلین بھی گو بظاہر تو کہتے تھے کہ: ”انا قتلنا المسیح“ مگر اس قول کی بنیاد صرف ظن اور تخمین ہی تھی۔ ورنہ کوئی بیرونی ثبوت ان کے پاس موجود نہ تھا۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا: ”وما قتلوه یقیناً“ یعنی ”ما قتلوه عن یقین ای لیس لهم یقین وعلم بان الذی قتلوه هو المسیح بل لهم ظن فیہ وتخمین“ ان کو یہ پورے طور پر یقین نہ تھا کہ مقتول مسیح ہی تھا۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے ظنی اور اپنے خیال کے مطابق کہا تھا۔

۱۰..... ”ماقتلوه قتلاً یقیناً“ بھی بعض مفسروں نے بیان کیا ہے۔ جس کا یہ مفہوم ہے کہ مسیح پورے طور پر قتل نہیں ہوئے تھے۔

جواب: یہود کی عادت تھی کہ پہلے قتل کرتے پھر لاش کو صلیب پر لٹکا دیتے۔ اس لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اس لئے نہ صلیب پر لٹکانے سے پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا اور نہ صلیب پر آپ دیئے تھے۔ اس لئے قتل بہر دو وجہ واقع نہیں ہوا اور جو کچھ وہ کہتے ہیں صرف تخمین اور خیال ہے۔ قتل یقیناً جن مفسرین نے بیان کیا ہے ان میں سے کوئی بھی وفات مسیح کا قائل نہیں ہے۔ اس لئے ان کے قول کا یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ قتل نام نہیں ہوا تھا اور قتل ناقص واقع ہوا تھا۔ کیونکہ بعض مفسرین نے اس کو یوں سمجھا ہے کہ: ”قتلاً عن یقین“ اس قتل کا تعلق یقین سے نہیں ہے۔ بلکہ صرف خیال سے ہے۔ ”الحاصل انه منصوب ینزع الحافض لا مفعول مطلق حتی یوهم الخلاف“ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ ضمیر مقتول کی طرف جاتی ہے کہ جو مقتول ہوا تھا۔ اس کے متعلق ان کو خود اشتباہ تھا کہ آیا وہ مسیح ہے یا یہود ہے یا کوئی اور ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ مقتول کا نام بھی ”یسوع یا باربان“ تھا اور یا بارباس تھا اور ممکن ہے کہ یہ تین لفظ یہود کے لقب ہوں۔ جیسا کہ مورخ طبری اور مورخ رینان لکھتا ہے۔ بہر حال قول بالتشبیہ باطل ہے۔

۱۱..... ”بل رفعہ اللہ الیہ“ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے الفاظ سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مسیح کو نیم مقتول کرنے سے ذلت پیدا ہوئی تھی۔ اس لئے یہ سمجھایا گیا کہ نہیں خدا نے آپ کو رفعت قرب الہی بخشا ہے۔ کیونکہ تکلیف سے مراتب بڑھتے ہیں۔

جواب: آپ کی زندگی میں ہی آپ کو پہلا وعدہ دیا گیا تھا کہ میں آپ کو زندہ اٹھا لوں گا۔ ”متوفیک“ اور یہ مطلب نہ تھا کہ میں آپ کو مار ڈالوں گا۔ کیونکہ اس طرح کا وعدہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ دوسرا وعدہ یہ تھا کہ میں آپ کو آسمان پر زندہ اٹھا لوں گا۔ ”ورافـعک الی“ اور یہ معنی نہیں ہے کہ رفعت منزلت بوقت صلیب دوں گا۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ اس سے پہلے آپ رفیع المنزلت نہ تھے اور تکالیف سے انبیاء کو رفعت منزلت نہیں ہوتی۔ بلکہ ترقی درجات ہوتی ہے۔ جو رفیع منزلت کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے۔ اب یہ دونوں وعدے پورے ہو گئے اور خدا نے آپ کو زندہ اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا اور صلیب بھی دیا۔ اس کی تردید خدا نے کی کہ: ”ماقتلوه وماصلبوه“ پھر انہوں نے کہا کہ:

”انا قتلنا السميع“ ہم نے بیشک حضرت مسیح کو قتل کیا اور صلیب بھی دیا۔ اس کی تردید خدا نے کی کہ: ”ماقتلوہ وماصلبوہ“

۱۲..... یہودی حضرت مسیح علیہ السلام کو ذلیل سمجھتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ اس لئے رفعہ اللہ کہا گیا۔

جواب: حضور ﷺ کے زمانہ میں یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ذلیل ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ مقتول اور مصلوب بھی سمجھتے تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دو قول کی تردید مسلمانوں کو سمجھائی کہ: ”ماقتلوہ وماصلبوہ“ ان کا تیسرا قول کہ مقتول ملعون ہوتا ہے۔ اس کی تردید یوں فرمائی کہ ان کا دعویٰ یقینی طور پر غلط ہے کہ: ”ماقتلوہ یقیناً ای اقول لكم عن یقین“ میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اصل بات یوں تھی کہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ ”بل رفعہ اللہ الیہ“ عربی زبان میں بل کا لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ اول عاطفہ ہو کر مفردات میں۔ دوم استدراکیہ بن کر فقرات میں اور یہاں فقرات میں استعمال ہے۔ اس لئے وہ عاطفہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ابتدائیہ ہے اور اس کی غرض دعایت یہ ہوتی ہے کہ:

اول..... بقول شیخ رضی غلطی کے لئے لاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی یہاں ”ماقتلوہ یقیناً“ سے غلط طور پر قتل ناقص کا وقوع سمجھے تو اس کا دفعیہ کیا گیا کہ کسی قسم کا قتل نہیں ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا تھا اور عدم قتل اور رفع الی اللہ کا زمانہ قریب قریب ہے۔ ثانیاً بقول مصنف متن متین و منتہی الارب یہاں حرف ابتداء ہے۔ حرف عطف نہیں ہے اور دو طرح استعمال ہوا ہے۔ اول اضراب یعنی ابطال کلام ماقبل کے لئے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ ان آیات میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑے زور سے دعویٰ کیا تھا کہ حضرت مسیح کے قتل پر ان کو کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا تھا اور اس طرز استعمال سے یہ امر پایہ یقین کو پہنچ جاتا ہے کہ: ”بل ابطال الیہ“ کا ماقبل اور مابعد جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے قتل تام ہو یا ناقص ”رفع الی اللہ“ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ حضرت مسیح نیم مقتول ہو کر رفعت منزلت کے مستحق ہوئے تھے۔

دوم..... انتقال کے لئے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے کلام کو کافی سمجھ کر دوسرا کلام بل سے شروع کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر دوسرا کلام نہایت عظیم الشان اور قابل

توجہ ہے۔ پس اگر بل انتقالیہ مراد لیا جائے تو پھر بھی رفع جسمانی مہتمم بالشان اور قابل توجہ ہو سکتا ہے۔ صرف رفع منزلت یا رفع درجات مراد لینا قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ اولاً وہ امر مخفی ہے۔ سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ ثانیاً یہود کی تردید اسی میں ہو سکتی ہے کہ رفع جسمانی مراد لی جائے۔ کیونکہ یہ رفع خصوصیت سے دوسرے انبیاء میں نہیں پائی گئی۔ ثالثاً نزول قرآن کے عہد تک کسی نے رفعت منزلت کا قول نہیں کیا نہ یہودی اس کے قائل ہوئے اور نہ عیسائیوں نے اس واقعہ میں رفعت منزلت کا عقیدہ قائم کیا۔ اس لئے ہر طرح سے انکار رفع جسمانی خیال قادیانی ہے یا وسوسہ شیطانی ہے۔ ورنہ قول انسانی نہیں ہے۔

۱۳..... لکن حرف عطف استدراک کے لئے ہے۔ ”ولکن شبهہ لهم“ میں یہ شک رفع کیا گیا ہے کہ کوئی خیال کرے کہ حضرت مسیح بالکل خالی چھوٹ گئے تھے۔ لکن نے آکر بتایا کہ نہیں نیم مقتول ضرور ہوئے تھے۔

جواب: قتل اور صلب یہودی مذہب میں خصوصاً اور باقی مذاہب میں عموماً موجب تذلیل اور باعث لعنت ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں سزائیں سخت مجرموں کو دی جاتی ہیں۔ پس اگر نیم مقتول یا نیم مصلوب حضرت مسیح کو بزعم قادیانی خیال کیا جائے تو کم از کم یہ تو ماننا پڑتا ہے کہ پورے طور پر حضرت مسیح اس تذلیل و تلحین سے نہیں بچ سکے اور اتنا الزام بھی اس وقت ہے کہ ہم اس واقعہ میں اپنا پہلو قائم رکھیں۔ ورنہ اگر یہودیوں کا پہلو لیا جائے تو وہ بالکل کامیاب ہو چکے تھے۔ اس لئے یہاں لکن کا استعمال خلاف تصریحات اسلامیہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ صحیح وہی ہے جو اہل اسلام نے اس موقع پر لکھا ہے کہ لکن حرف عطف اس وقت ہوتا ہے۔ جب کہ مفردات میں استعمال ہو اور جب فقرات میں استعمال ہو تو بقول منتہی الارب یہ حرف ابتداء ہے جو صرف استدراک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور پھر استدراک کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ لکن کے بعد میں وہ فقرہ لایا جائے جو اس سے پہلے فقرہ کا بالکل مخالف ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ: ”ماقتلوہ وما صلبوہ ولكن شبهہ لهم“ یہودی آپ کو نہ قتل ہی کر سکے اور نہ ہی صلیب پر لٹکا سکے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہوئی ہے کہ حضرت مسیح ان کے لئے مشتبہ حالت میں رکھے گئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اگرچہ اپنے خیال میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مگر دراصل ایک مغالطہ میں پڑے رہے ہیں۔ دوم یہ کہ ماقبل عبارت سے کوئی شبہ پیدا ہو تو اس کا دفعیہ کیا جائے۔ چنانچہ اس موقع پر ماقتلوہ وما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت مسیح نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب ہوئے تو پھر



یہودیوں کا یہ کہنا کیسے واقع ہوا کہ ہم نے حضرت کو قتل کر دیا تھا تو اس کا جواب 'ولکن شبہہ لہم' میں دیا گیا ہے کہ ہاں انہوں نے بھی ایک مشتبہ شخص کو مار ڈالا تھا۔ اس لئے وہ اپنے خیال میں سچے ہیں۔ مگر فی الحقیقت وہ سچے نہیں ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ اسی مضمون کو ترقی دے کر آگے بیان کیا ہے کہ سب کو یقین بھی نہیں ہے بلکہ ماحول کے حالات دریافت کرنے والے یہودی خود مشکوک حالت میں ہیں۔ مگر چونکہ اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے ہیں تو سلاً بعد نسل اسی ظن اور خیال کی پیروی کرتے آئے ہیں۔ "مالہم بہ من علم الاتباع الظن" مگر ہمیں تعجب آتا ہے کہ قادیانی فرقہ بھی صرف ظن کا ہی تابع ہو کر مدت سے یہودی بنا ہوا ہے اور چالاکی سے اہل اسلام کو کہتے ہیں کہ یہ یہودی ہیں۔ ہاں یہودی خود ہیں اور بدنام ہم ہیں۔

چہ دلا درست دزدے کہ بکف چراغ دارد

## خلو

۱۲..... لغت میں خلا بمعنی مات آیا ہے۔ اس لئے قد خلت من قبلہ الرسل کا یہ معنی ہوا کہ: "ماتت الرسل قبلہ" اور استدلال کی شکل یوں ہوئی کہ: "محمد رسول" "وکل رسول قد خلا" اور نتیجہ یوں ہوا کہ محمد خلا اور اسی طریق استدلال سے حضرت صدیق اکبرؓ نے صحابہ کے سامنے حضور ﷺ کی وفات ثابت کی تھی اور جب تک حضرت مسیح کو میت نہ مانا جائے۔ اس دلیل کا دوسرا جزو (کبریٰ) پیدا نہیں ہو سکتا۔

جواب: طریق استدلال دو قسم ہوتا ہے۔ ایک اقترانی جو پیش کیا گیا ہے۔ دوم غیر اقترانی کہ جس میں تمثیل کے ذریعہ سے بھی نتیجہ حاصل کیا جاتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہاں قیاس تمثیلی استعمال کیا ہے۔ جس کی شکل یوں ہے کہ: "ان محمد اقد خلا خلوا رسل" حضور کا خلو دوسرے انبیاء کی طرح ہوا ہے اور خلو رسل کا مفہوم عام ہے کہ سب کا خلو ہو یا بعض کا اور اس طرح بھی عام ہے کہ خلو بمعنی موت ہو یا بمعنی فراغ عن الفرائض ہو۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان میں خلو بمعنی الفراغ ہوا ہے۔ بمعنی موت نہیں اور اس موقع پر جس شعر سے استدلال پیش کیا جاتا ہے کہ: "اذا سید منا خلا فام سید" جب ہمارا کوئی پریزیڈنٹ اپنی ڈیوٹی گزار چکتا ہے تو دور اکھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بھی خلو کا مفہوم فراغ عن الفرائض ہی لیا گیا ہے۔ کیونکہ شاعر کی قوم کے سردار قتل بھی ہوتے تھے اور قید بھی ہوتے تھے اور کچھ ویسے ہی تقاضائے عمر سے ریٹائر یا مستعفی ہو

جاتے تھے تو ان چاروں صورتوں میں اس شعر کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ورنہ اگر موت ہی مراد ہو تو باقی تین صورتوں میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ دوسرا شخص قائم مقام ہوا یا نہ ہوا اور جن لوگوں نے خلا کا معنی موت یہاں اس لئے لیا ہے کہ من حرف جار بعد میں آیا ہے تو ان کی نہایت زبردستی ہے۔ کیونکہ یہاں مناسید کی صفت ہے۔ خلا کا صلہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا اشارہ ہم نے ترجمہ میں کر دیا ہے کہ: ”ہمارا سردار“ ”ای السید الکائن منا“ کیونکہ اس وقت اس کا ترجمہ یوں ہوگا کہ جب کوئی سردار ہم سے بیزار ہو جاتا ہے تو دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب اگر شاعر کا مطلب بھی مان لیا جائے تو وفات مسیح کے لئے کبھی سند نہیں بن سکتا۔ کیونکہ عرب میں غلی اس آدمی کو کہتے ہیں جو فارغ ہو۔ خلا من الامر کا یہ معنی ہے کہ وہ اس کام سے بیزار ہو گیا ہے اور اس کا کوئی تعلق اس سے نہیں رہا۔ وفات کا معنی صرف ایک محاورہ میں لیا گیا ہے کہ: ”خلی مکانہ ای مات (منتہی الارب)“ مگر یہاں نہ آیت میں مکان کا لفظ موجود ہے اور نہ شعر میں۔ اس لئے وفات مسیح کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قیاس اقتراہی کا طریق بھی اس جگہ ایمان داری سے استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ قبلہ کا لفظ کبریٰ میں نہیں لیا گیا۔ ورنہ حد اوسط مکرر نہیں رہتی اور نتیجہ بھی غلط نکلتا ہے۔ جیسے ”محمد رسول وکل رسول قد خلا من قبلہ“ محمد قد خلا من قبلہ“ یہ بھی خیال رہے کہ یہی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے تو کیا وہاں بھی یوں کہا جاسکتا ہے کہ: ”عیسیٰ رسول وکل رسول قد خلا“ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر من قبل حذف کریں تو آیت کا مفہوم ناقص رہ جاتا ہے اور ملائیں تو حد اوسط مکرر نہیں رہتی۔ علاوہ بریں کلیتہ کبرے بھی متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس وقت حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اس حکم سے خارج رہ جاتے ہیں اور اگر من قبل، طرف لغو مفعول فیہ نہ سمجھی جائے تو الرسل کی صفت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہاں موصوف موخر ہے۔ عطف بیان کا اگر خیال ہو تو وہ بھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ ایک مخصوص اور مشہور لفظ ہوا کرتا ہے۔ جو کسی حد تک معطوف کا معنی خود ہی ادا کرتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ من قبلہ کا مفہوم اس نوعیت سے خارج ہے۔ کیونکہ من قبلہ سے الرسل کا مفہوم کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ خیال ہو کہ یہ اسم حالیہ ہوگا تو تقدیم حال کی وجہ بیان کرنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ تقدیم حال صرف اس وقت ہوتی ہے کہ ذوالحال اسم نکرہ ہو اور الا وغیرہ وہاں موجود نہ ہوں۔ جیسے ”جاء نسی را کبا رجل وما جاء نسی رجل الا را کبا“ ذوالحال اگر مجرور بالحرف ہو تو بعض کے نزدیک اس پر بھی تقدیم جائز ہے۔ جیسے ”فمطلبها کھلا علیہ شدیداً“ ”بوڑھا عورت کو مشکل سے طلب کر سکتا ہے اور

ان دونوں صورتوں کے سوا ذوالحال پر اسم حالیہ مقدم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ خیال بھی غلط ہوا کہ من قبل الرسل سے حال مقدم ہے۔ زیادہ تشریح دیکھنا ہو تو متن متین کا مطالعہ کرو۔

## دجال

۱۵..... لغت میں دجال کا معنی جماعت کثیر ہے۔ اس لئے اس سے مراد عیسائی

قوم ہے جو اپنی مردم شماری میں بہت زیادہ ہے۔

جواب: اسم علم میں معنی لغوی مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ اسی میں صرف مدلول علمی مراد ہوتا

ہے۔ اگرچہ لغوی مدلول اس میں نہ بھی پایا جائے۔ جیسے سلطان بہت سے آدمی اپنا نام رکھتے ہیں۔ مگر پیٹ سے بھوکے ہوتے ہیں۔ غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں یا زر خرید نوکر کو۔ مگر ہزاروں غلام آبق ایسے ہیں کہ ساٹھ سال تک غلام ہی کہلاتے ہیں اور کسی نے ان کو کوڑی سے بھی نہیں خرید کیا ہوتا۔ اسی طرح دجال بھی مسیح یہود کا اسلم علم ہے جو احادیث میں مذکور ہے۔ منتہی الارب میں ہے کہ دجال جھوٹے فریبی اور کلام کے تحریف کرنے والے کو کہتے ہیں اور مسیح کذاب کا بھی لقب ہے کہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ پھر اسی کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ اس کو اس لئے دجال کہا گیا ہے کہ وہ جھوٹ بولے گا اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچائی کی ایسی آب دے گا کہ وہ سچی معلوم ہوں گی۔ ”دجل بالذهب“ اور خزانے اس کے تابع ہوں گے۔ ”الدجال الذهب“ اور ایک گروہ عظیم اس کا پیرو ہوگا۔ ”الدجالۃ الرفقة العظيمة“ اور زمین کو ناپاک کر دے گا۔ ”الدجال السرحین“ اور بدسرشت اور بدخیال آدمی اس کے تابع ہوں گے۔ ”دجل الناس لقطاؤہم“ اب مخالفین اگر الٹ کر یہ ساری صفات مسیح قادیانی میں ثابت کر کے اسے دجال کہیں تو ہمارے خیال میں انگریزوں کو دجال کہنے کی نسبت ان کا یہ قول زیادہ قرین قیاس ہوگا۔

۱۶..... کنز العمال میں احادیث دجال میں رجال کا لفظ بھی آیا ہے۔ جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانہ میں عیسائی دنیا میں پھیل جائیں گے اور وہی دجال بھی ہیں۔

جواب: کنز العمال میں طباعت کی کئی غلطیاں رہ گئی ہیں اور یہاں بھی غلطی سے

دجال کی بجائے رجال کا لفظ لکھا گیا ہے اور جب دوسرے نسخوں سے مقابلہ کیا گیا تو وہاں بھی یہ لفظ دجال ہی نکلا۔ اس لئے غلط لفظ کو پیش کر کے اپنا مطلب ثابت کرنا غلط کاروں کا کام ہوگا۔ ورنہ دیانتدار آدمی ایسی چالاکی سے محترز رہتے ہیں۔ بالفرض اگر کسی حدیث میں رجال کا لفظ بھی آیا

ہے تو اس سے مراد انگریزوں کی بجائے مرزائی ہو سکتے ہیں جو مختلف ممالک میں تبلیغ مرزائیت کے لئے اپنے وطن سے دور دراز نکل گئے ہیں اور مرزا قادیانی نے بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ: ”میری جماعت اس قدر ہے کہ اگر ان کو ایک جگہ کھڑا کیا جائے تو بڑے سے بڑے لشکر بھی شمار میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔“ اور براہین کے الہامات میں ایک انگریزی الہام بھی مذکور ہے کہ: ”آئی ول گو یو۔ اے گریٹ پارٹی آف اسلام“ خدا نے کہا تھا کہ اے مرزا میں تم کو ایک بڑی جماعت دوں گا۔  
۱۷..... قرآن شریف میں ہے کہ کسی انسان کو خلد (ہمیشہ کی زندگی) نہیں دی گئی تو مسیح ابھی تک کیوں زندہ ہیں؟

جواب: خلود اور طول عمر میں فرق ہے۔ زمین و آسمان، عرش و کرسی، اجرام فلکیہ اور ملائکہ یا ارواح ہزاروں ایسی مخلوقات ہیں۔ جو باوجود فانی ہونے کے ابھی تک قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔ کتاب المعمورین لابی حاتم البستانی میں جن لوگوں کی عمریں تین سو سال سے زیادہ گزری ہیں مختصر فہرست دی گئی ہے۔ جس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ لقمان بن عادیاء، سطیح ولد فی زمن السیل العمر وعاش الی ملک ذی نواس، ربیع بن ضبع، مستو غر بن ربیعۃ، درید بن نهد اب حمۃ الدوسی اسمہ کعب او عمر، زھیر بن جناب، فضیل بن عبداللہ (وہو جد زھیر بن جناب)، یتم اللہ بن ثعلبۃ، زوجدن الحمیری، عبدالمسیح بن عمر، حارث بن مضاص، قس بن ساعده الایادی، ثعلبہ بن کعب بن زید، طی بن ادد، کعب بن رداہ، حارثہ بن عبیدہ، عباد بن سعید، ذوالاصبع عدوانی۔

یہ لوگ اسی زمانہ میں تھے۔ جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اب اگر حضرت مسیح کو زندہ مان لیا جائے تو سطح سے بھی زیادہ عمر کے نہ ہوں گے۔ کیونکہ اس کی عمر تین ہزار سال تھی۔ ”لان القرن علی الاصح مایۃ سنة لقوله علیہ السلام لغلام عش قرنا فعاش مایۃ سنة (منتہی الارب)“ فتوحات مکیہ اور ازالۃ الخفاء میں زریت بن برملا کی حکایت یوں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد میں حضرت سعدؓ کو قادیسیہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اور انہوں نے بحکم خلیفہ نھلہ بن معاویہ انصاری کو کوہ حلوان کی طرف عراق میں جہاد کرنے کو ۳۰۰ مجاہدین کی معیت میں روانہ کیا اور جب نھلہؓ وہ علاقہ فتح کر کے واپس آئے تو کوہ حلوان میں عصر کا وقت ہو گیا۔ نماز کے لئے اذان کہی تو پہاڑ سے ایک تصدیقی آواز آئی۔ پوچھا گیا تم

کون ہو؟ کہا میں زریت بن برٹملا ہوں۔ حضرت مسیح نے اپنے نزول من السماء تک یہاں ٹھہرنے کو کہا ہے۔ یہ شخص سپید ریش بزرگ سر تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو سلام کہلا بھیجا اور وصیت کی کہ اسلامی خدمات تندہی سے انجام دیں۔ کیونکہ نزول مسیح قریب آ رہا ہے۔ نعلہ نے اور بھی بہت سے سوال و جواب کئے۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ نعلہ نے سعد کو یہ واقعہ لکھا اور سعد نے حضرت عمرؓ کو لکھا تو حضرت عمرؓ نے سعد کو جواب میں لکھا کہ تم خود وہاں جاؤ اور میرا سلام عرض کرو۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مجاہدین کی معیت میں کوہ حلوان میں چالیس دن تک ٹھہرے رہے مگر وہ بزرگ پھر ظاہر نہ ہوا۔ یہ روایت کنز العمال میں بھی مذکور ہے اور لکھا ہے کہ من حیث الروایۃ صحیح نہیں ہے۔ مگر فتوحات مکہ میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اہل کشف کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ ان کو واقعات کی اصلیت شیشہ کی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس روایت کی رو سے زریت کی عمر حضرت عمرؓ کے عہد تک کم از کم سات سو سال ضرور تھی اور نزول مسیح تک معلوم نہیں کتنی ہو جائے گی؟

۱۸..... حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ معراج روحانی کے قائل ہیں تو اسی طرح پھر

حضرت مسیحؑ باتفاق اہل اسلام کیسے بحکم غصری آسمان پر اٹھائے گئے؟

جواب: یہ دونوں واقعات آپس میں لازم ملزوم نہیں ہیں۔ اس لئے یہ منطق غلط ٹھہرتی ہے کہ چونکہ معراج جسمانی میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے وفات مسیحؑ کا قول متفقہ طور پر صحیح ہے۔ مگر ہم اس مسئلہ کو دوسرے طرح بھی حل کر سکتے ہیں کہ مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو ۳۴ دفعہ معراج ہوا ہے۔ جس میں سے ایک جسمانی طور پر ہوا تھا۔ باقی روحانی طور پر ہوئے تھے اور جسمانی معراج کے وقت حضرت عائشہؓ بھی شیر خوار تھیں یا بالکل معصوم تھیں۔ کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کم از کم ایک سال وقوع پذیر ہوا ہے اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال اور حضور ﷺ کے حرم سرا میں حضرت عائشہؓ کو باریابی ہجرت کے بعد نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ شب معراج کو حضور ﷺ کا جسم مبارک غائب نہ ہوا تھا۔ صحیح روایت نہیں ہے بلکہ یا تو اس کا یوں مطلب لیا جاسکتا ہے کہ جسم بغیر روح کے غائب نہ ہوا تھا بلکہ دونوں (جسم مع الروح) کو سیر ہوئی تھی اور یا یوں کہ انہوں نے اپنا عندیہ بیان کیا تھا کہ اس رات آپ کہیں باہر نہیں گئے تھے۔ بلکہ ام ہانی کے گھر سوئے تھے۔ ساری رات کی حاضری کا قول نہیں کیا۔ اس لئے ممکن ہے کہ جس وقت حضور ﷺ معراج کو تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت عائشہؓ جو نو عمر تھیں سو

رہی ہوں۔ اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو کنز العمال میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ آپ اس رات حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے تو حضور ﷺ کو نہ پایا۔ عرض کیا کہ میں نے آپ کو ہر جگہ تلاش کیا مگر آپ نہیں تھے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آسمان پر گیا ہوا تھا۔ اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیشک اس رات تو تھے اپنے گھر ہی (بیت ام ہانی) مگر تھوڑی دیر کے لئے غائب ضرور ہو گئے تھے۔ جس کو بیٹی نے محسوس نہیں کیا تھا اور باپ نے دریافت کر لیا تھا۔ باقی رہا امیر معاویہؓ کا جھگڑا تو وہ روایت اس لئے قابل وثوق نہیں ہے کہ اس وقت امیر معاویہؓ بھی مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے تو پھر ان کو کمالیت اسلام کے متعلق روایات سے کیسے تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ نے ۸ ہجری میں اسلام قبول کرنے کے بعد یہ روایت کی ہے تو روایت در روایت کا شبہ پڑتا ہے۔ ورنہ عینی مشاہدہ کی بنیاد پر یہ روایت کبھی خیال نہیں کی جاسکتی۔ ہمیں اس موقع پر آج کل کے محققین پر سخت افسوس ہے کہ اگر حیات مسیح کے متعلق ذرہ بھر شبہ ہو تو روایات پر جرح کر کے فوراً وفات مسیح ثابت کر لیتے ہیں۔ مگر معراج جسمانی کے متعلق ایسی آنکھیں بند کی ہیں کہ اپنے سارے عقیدہ کی بنیاد صرف قول عائشہؓ و قول معاویہؓ پر رکھ ڈالی ہے جو کسی طرح بھی قابل وثوق نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں اقوال خود قول حضور ﷺ کے خلاف ہیں۔ صدیق اکبرؓ ان کی تکذیب کرتے ہیں اور قرآن شریف میں ”اسری بعبدہ لیلاً“ موجود ہے جو کبھی نیند کے موقعہ استعمال نہیں ہوا اور نہ فی المنام کا لفظ اس ساری آیت میں موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ: ”ولقد راہ نزلة اخرى عند سدرۃ المنتهى“ حضور ﷺ نے جناب باری تعالیٰ کو دوسری دفعہ سدرۃ المنتہی میں دیکھا تھا اور یہ بھی لکھا ہے۔ ”ما زاغ البصر وما طغی“ حضور ﷺ کی نظر میں نہ فتور آیا تھا اور نہ اس نے کوئی غلطی کی تھی۔ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ یہ خواب تھا یا کشفی حالت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ کو کشفی حالت یا خواب بیان کرنے کے لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ یوں فرمائے کہ: ”ما زاغ البصر وما طغی“ نہیں نہیں صرف ان لوگوں کا شبہ دور کرنا مطلوب تھا کہ جن کو یہ خیال گذر رہا تھا کہ شاید حضور کی نظر نے غلطی کھائی ہوگی یا انوار تجلیات سے آنکھ چندھا گئی ہوگی۔ اس لئے آپ کا بیان مشتبہ ہے اور سنئے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ: ”اوحی الی عبدہ ما اوحی“ جو کچھ خدا تعالیٰ نے وحی کرنا وحی کر دیا۔ اب خوابی فرقہ بتائے کہ کیا حضور ﷺ کی وحی سو کر ہوا کرتی تھی۔ قرآن شریف میں تو تین طرح کی وحیوں کا ذکر ہے۔ مگر وحی منامی کا ذکر نہیں ہے۔ اس

خیال کی تردید خود حضور ﷺ نے بھی فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنا دید قدرت میرے کاندھوں پر رکھا۔ جس کی سردی دیر تک محسوس کرتا رہا ہوں تو مجھے اس کی برکت سے ”علم الاولین و لاخیرین و ماکان و ما سیکون“ سب کچھ حاصل ہو گیا۔ خود مشرکین عرب نے بھی اس خیال کو صحیح نہیں سمجھا۔ ورنہ صبح کو آپؐ سے مشاہدات بیت المقدس کی تشریح نہ پوچھتے۔ کیا وہ ایسے ہی بیوقوف تھے کہ خوابوں کا آنا بھی قرین قیاس نہیں سمجھتے تھے اور اس رات جو قافلہ شام سے مکہ کو آ رہا تھا۔ وہ بھی اس واقعہ کو جسمانی قرار دیتا ہے کہ ہم آ رہے تھے کہ تو ہمارے اونٹ ڈر گئے تھے اور ہمارے مشکیزہ سے پانی خشک ہو گیا تھا کہ جس سے ہم نے معلوم کیا کہ کوئی سوار جا رہا ہے اور مشک سے اس نے نوش فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ دربان بیت المقدس کی شہادت بھی اس کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ اس رات وہ پھاٹک بند کرتا تھا۔ مگر وہ بند نہ ہوتا تھا تو وہ یوں ہی چھوڑ گیا تھا۔ صبح آتے ہی اس نے پاؤں کے نشان دیکھے تھے کہ ایک سواری آئی ہے اور پھر کل گئی ہے۔ ان تمام واقعات کی تشریح مدارج النبوت میں دیکھو۔

۱۹..... دیدار الہی شیعہ کے نزدیک ناممکن ہے۔ کیونکہ خدا الطیف و خبیر ہے اور ”لا

یدرکہ الابصار“ ہے۔

جواب: شیعہ گو دیدار الہی کے منکر ہوں۔ مگر حیات مسیح کے منکر نہیں ہیں اور جس نے ان دونوں مسئلوں کو لازم و ملزوم سمجھا ہے وہ بیوقوف ہے۔ علاوہ بریں رویت اور چیز ہے اور ادراک اور چیز ہے۔ ہم سورج کو دیکھتے ہیں۔ یہاں ہماری رویت ہے۔ مگر ادراک یعنی پورے طور پر گہری نظر سے دیکھنا نہیں ہے۔ اسی طرح ہم بھی رویت کے قائل ہیں۔ ادراک ذات الہیہ کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے بھی ادراک کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ رویت بصری کو نفی معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ معراج کا واقعہ آپؐ سے پوشیدہ رہا ہے۔

۲۰..... آیت مذکورہ میں بعض کے نزدیک دیدار جبرائیل مراد ہے تو پھر معراج

جسمانی کیسے ٹھہرا؟

جواب: جب صاف ذکر ہے کہ سدرۃ المنتہی کے نزدیک اس وقت آپؐ تھے تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضور ﷺ بیت المقدس تک جسمانی طور پر اسرائیلی عہدہ لیلہ کے ماتحت نشریف لے گئے تھے اور وہاں سے عرش معلیٰ تک ”ولقد راہ نزلة اخری“ کے رو سے پہنچ چکے تھے اور یہ رسائی قرآن کی رو سے ہر طرح ثابت ہے۔ خواہ دیدار الہی کا قول کیا جائے یا دیدار



جبرائیل کا دیدار جبرائیل کے متعلق بھی اصلی صورت کا دیدار مراد ہوگا۔ ورنہ معمولی صورت میں تو حضور ﷺ سے کئی دفعہ ملاقات کر چکے تھے۔

۲۱..... ”كنت انت الرقيب عليهم“ میں صاف مذکور ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کو دو اقرار کریں گے۔ اول یہ کہ مجھے اپنی قوم کی خبر توفی سے پہلے رہی ہے بعد میں نہیں رہی۔ دوم یہ کہ میری خبر گیری بنی اسرائیل میں موجود رہنے تک محدود تھی اور بعد میں مجھے اطلاع ان کے حالات کے متعلق نہ تھی تو دونوں صورتوں میں نزول مسیح علیہ السلام باطل ہو جاتا ہے۔ ورنہ یوں کہنا لازم تھا کہ میں دوبارہ نزول کے بعد بھی خبر گیر رہا ہوں۔ مگر آپ اس کی نفی کریں گے۔ کیا کذب بیانی کا ارتکاب کریں گے؟

جواب: کذب بیانی کا الزام تو مرزائی تعلیم کے مطابق بھی قائم رہتا ہے۔ کیونکہ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۶۸، خزائن ج ۵ ص ۵۱۸) میں مرزا قادیانی مانتے ہیں کہ نصاریٰ کی ابتری کا حال آسمان پر بھی آپ کو معلوم تھا۔ ورنہ کشمیر میں بھی جب تک بنی اسرائیل میں رہے ہیں اس ۸۷ سال کے عرصہ دراز میں بھی آپ کو اہل فلسطین اور اہل شام کی مطلقاً خبر نہ تھی تو باوجود موجود رہنے کے بھی آپ کو علم نہیں رہا۔ اب موجودگی اور علم کو لازم و ملزوم قرار دے کر یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ جب تک میں بنی اسرائیل میں رہا تب تک مجھے علم تھا۔ اس لئے یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ آپ کی موجودگی میں پیدا نہیں ہوا۔ واقعہ صلیب کے بعد متصل ہی پولوس یہودی نے نصرانیت میں تثلیث کا عقیدہ پھیلاتا شروع کر دیا تھا اور اس سے پہلے بھی حسب تصریح مورخین و حسب تصریح برنباس تثلیث کی بنیاد پڑ چکی تھی اور فساد قوم محقق ہو چکا تھا۔

۲۲..... چونکہ آپ کا بیان لاعلمی کے متعلق قرآن میں مذکور ہے۔ اس لئے بیرونی روایات کا اعتبار نہیں رہے گا۔

جواب: قرآن شریف میں لاعلمی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ بے سمجھی کی وجہ سے یہ نظریہ خواہ مخواہ قرآن کے ذمہ تھوپ دیا گیا ہے۔ ورنہ محققین اہل تفسیر نے جو کچھ بیان کیا ہے اصل میں وہی درست ہے کہ سرکاری گواہ جب عدالت کو خود مدعی دیکھتا ہے تو اپنی رپورٹ کو عدالت کے سپرد کر کے یوں کہہ سکتا ہے کہ: ”عدالت خود معاملہ زیر بحث کو خوب جانتی ہے۔ مجھے عدالت سے بڑھ کر کیا علم ہو سکتا ہے۔“ اس طرز کے جواب کو ”تفویض العلم الی الغیر“ کہتے ہیں۔ جو ہمیشہ بڑوں کے سامنے چھوٹے آدمی استعمال کرتے ہیں اور اسی طرز جواب کو تمام انبیاء علیہم السلام بھی

برتیں گے۔ آیت زیر بحث سے چند سطور پہلے دیکھتے یوں مذکور ہے کہ: ”یوم یجمع اللہ  
الرسل“ اس دن خدا تعالیٰ تمام انبیاء کو کہ جن میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی شامل ہوں گے جمع  
کر کے سوال کریں گے کہ بتاؤ تمہاری کامیابی کیسی رہی اور تمہاری اجابت یا قبولیت کس درجہ پر  
رہی؟ تو تمام انبیاء یک زبان ہو کر یوں کہیں گے۔ ”حضور ہمیں کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور  
خوب جانتے ہیں۔ حضور کی تحقیق کے مقابلہ میں ہمیں اصلی واقعات کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ لا علم  
لنا!“ باوجودیکہ ان کو اپنی امتوں کا حال معلوم ہوگا۔ مگر اپنی اطلاع وہی کو کمال وضوح کی وجہ سے  
باری تعالیٰ کے ذمہ ڈال دیں گے۔ ورنہ اگر ”تفویض العلم الی الغیر“ کا مسئلہ باطل سمجھا  
جائے تو نعوذ باللہ تمام انبیاء کے حق میں کذب بیانی کا الزام پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں  
کہ مرزا یوں کو اس مقام پر قرآن شریف کے اصلی مقاصد سمجھنے پر قدرت حاصل نہیں ہوئی۔ اس  
لئے خود بھی ٹھوکر کھائی ہے اور لوگوں کو بھی غلط راستہ بتا رہے ہیں۔ زیادہ تشریح دیکھنی ہو تو تفسیر کبیر  
اور تفسیر روح المعانی کا مطالعہ کریں۔

۲۳..... مرزا قادیانی مہدی تھے۔ اس لئے قادیان اصل میں کدعہ تھا اور چونکہ مسیح  
بھی تھے۔ اس لئے یہی شریعہ دمشق ہے۔

جواب: قادیان کی وجہ تسمیہ میں پہلے یوں کہا گیا ہے کہ قاضیاں تھا بگڑ کر قادیان بن  
گیا۔ مگر اس وقت مرزا قادیانی مدعی نہ تھے اور دعویٰ کے بعد اس کے دو نام بدل گئے ہیں اور یہ  
تبدیلی ظاہر کرتی ہے کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔ کیونکہ اسی علاقہ میں دو گاؤں اور بھی قادیان موجود  
ہیں اور ان کی وجہ تسمیہ میں مہدویت اور مسیحیت کا کچھ اثر نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس کی وجہ تسمیہ  
وہاں سے لے کر یوں کہتے ہیں کہ کادی ارائیں ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہی قوم آباد تھی۔ اس  
لئے یہ تین گاؤں ارائیوں کے نام پر مشہور ہیں اور قادیان دمشق سے مشرقی خط بھی واقع پر نہیں  
ہے۔ کیونکہ قادیان سے دو ہزار میل کے فاصلہ پر خط مشرق چلتا ہوا ترکستان کو نکل جاتا ہے۔ جیسا  
کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔

۲۴..... آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے۔ ۳۳ سال کو رفع ہوا۔ نزول کے بعد  
۸۷ سال زندہ چاہئے تھا۔ احادیث میں ۴۰ یا ۴۵ سال کا وعدہ ہے۔ یہ تعارض کیسے اٹھ سکتا ہے۔  
اس لئے یوں کہنا پڑتا ہے کہ بعد نزول از صلیب آپ کی عمر کشمیر میں ۸۷ سال گذری ہے۔  
جواب: جن روایات میں آپ کی عمر ۱۲۰ سال مذکور ہے علامہ زرقانی نے ثابت کیا

ہے کہ یہ عمر قبل از رفع کی ہے۔ عمر بعد النزول اس کے علاوہ اور کل عمر اس حساب سے ۱۶۰ یا ۱۶۵ بنتی ہے۔

.....۲۵ کسر صلیب سے مراد مباحث مذہبیہ ہے۔ ورنہ لکڑی کو تو ذکر حضرت مسیح کیا

کریں گے؟

جواب: آپ حکومت اسلامی قائم کریں گے اور گرے گا اگر صلیب پرستی دور کریں گے۔ قیامت کو بت پرستوں کے بتوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح عیسائیوں کو مغلوب کر کے ان کا بت اکبر (صلیب) بھی خاک میں ملا دیا جائے گا۔

.....۲۶ یہودیوں پر بحکم قرآن قیامت تک ذلت لکھی ہوئی ہے۔ وہ مسیح کے زمانہ کب لڑیں گے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے مراد مولوی ہیں۔ جو مرزا قادیانی سے لڑتے ہیں۔

جواب: مسیح دجال یہودیوں پر زبردستی حکومت کرے گا اور ان کو چاہے گا کہ مسلمانوں پر غالب کرے۔ مگر اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوگا۔ کیونکہ قیامت تک اسلام کے مقابلہ پر ان کو ذلت لکھی ہوئی ہے اور اگر علمائے اسلام یہودی ہیں تو مرزائی مولوی صاحبان بھی یہودیوں سے کم نہیں ہیں۔ کیونکہ یہودیوں کی طرح کلام الہی کو تحریف کے ذریعہ سے نیا لباس پہنا رہے ہیں۔ اعداد الفاظ سے استدلال قائم کرنا بھی یہودیوں کی طرح ان میں ہی موجود ہے اور وفات مسیح میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں تو مرزائی بھی ان سے کم نہیں ہیں۔

.....۲۷ ”لا یقبل الا الاسلام“ سے مراد تبلیغ ہے۔ ورنہ ”لا اکراه فی

الدین“ کے خلاف ہوگا۔

جواب: جب دجال مسلمانوں پر فوج کشی کرے گا تو اس وقت مسلمانوں پر جوابی حملہ فرض ہوگا۔ جس میں وہ مارا جائے گا اور نصاریٰ بھی چونکہ ان کے طرفدار ہوں گے۔ اس لئے ان سے بھی جہاد کرنا پڑے گا اور حکومت اسلامیہ قائم کرنے کے واسطے نہ کسی سے جزیہ لیا جائے گا اور نہ غیر سے معاہدہ کیا جائے گا۔ کیونکہ فتنہ ارتداد و زوروں پر ہوگا اور توحید و شرک کا فیصلہ جہاد کے سوانہ ہو سکے گا۔ ”قاتلوهم حتی لا تکنون فتنۃ“ کا مقام ہوگا۔

.....۲۸ ”لا یرکب علی فرس ابدآ“ مسیح کی علامت ہے تو پھر جہاد کیسے

و توغ پذیر ہوگا؟

جواب: قیام حکومت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی ضرورت نہ رہے گی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مسیح مطلقاً جہاد نہ کریں گے۔

۲۹..... ”یذوب الدجال کالمح“ کا وقوع یوں ہوا ہے کہ عیسائی مرزائیوں کے مقابلہ میں پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

جواب: صرف منہ سے کہنا آسان بات ہے۔ ورنہ جب سے مرزائی مذہب شروع ہوا ہے۔ عیسائیت کو وہ قبولیت ہو گئی ہے کہ اسلام ان کے مقابلہ میں پانی پانی ہو رہا ہے اور خود مرزائی مذہب کے پیرو عیسویت میں جذب ہو رہے ہیں اور عیسائیت قبول کر رہے ہیں۔ ذرہ آنکھ کھول کر تمدن اور معاشرت مرزائیہ پر نظر دوڑائیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح عیسائیت کی خاطر قرآن میں تحریف کر رہے ہیں۔

۳۰..... یاجوج ماجوج دو شخص تھے کہ جن کی اولاد اہل یورپ ہیں۔ ان کے ڈھانچے لندن (گلیڈ ہال) میں موجود ہیں اور چونکہ انہوں نے آگ سے بہت کام لیا ہے۔ اس لئے بھی ان کو یاجوج ماجوج کہا جاسکتا ہے۔ (کیونکہ ایچ آگ کو کہتے ہیں) دجال بھی یہی قوم ہے۔ مرزا قادیانی کے عہد میں مذہبی طور پر فتنہ ہو چکی ہیں۔

جواب: یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خروج یاجوج ماجوج حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں لکھا ہوا ہے اور اقوام یورپ مرزا قادیانی کے آباؤ اجداد سے بھی پہلے موجود ہیں۔ اسی طرح تمام انسان کم و بیش آگ سے کام لیتے ہیں اور آتش پرست تو عرصہ دراز تک آگ کی پرستش کرتے رہے ہیں تو پھر کیا یہ سب یاجوج ماجوج ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ احادیث کے دوسرے ایک قوم مخصوص کا اسم علم یاجوج ماجوج قرار پایا ہے۔ اس لئے اگر وضعی معنی کے طور پر مرزائی بھی یاجوج ماجوج بن جائیں تو اصل مقصد میں کچھ نقص پیدا نہ ہوگا۔ جیسا کہ مسیح کا لفظ بھی اشتراکی طور پر تین آدمی ظاہر کرتا ہے۔ دجال، قادیانی اور ابن مریم علیہ السلام

۳۱..... ”یجعلہ اللہ حکما“ سے مراد یہ ہے کہ مرزا قادیانی حق و باطل میں قطعی فیصلہ کریں گے۔

جواب: حضرت مسیح علیہ السلام تو واقعی حاکم اور فیصلہ ہوں گے۔ مگر مرزا قادیانی کی زندگی تو تحریف و تفسیح اسلام میں گزری ہے۔ اگر یہی حکومت مراد ہے تو مسیح ایرانی نمبر اول پر حکم عادل تصور ہوگا۔ کیونکہ اس نے سرے سے قرآن ہی کو منسوخ کر دیا ہے۔

۳۲..... ”یَمَكْتُ عِيسَىٰ اَرْبَعِيْنَ“ وارد ہوا ہے۔ معلوم نہیں کہ چالیس سال حضرت مسیح علیہ السلام حکومت کریں گے یا کم و بیش؟

جواب: خواہ آپ حکومت ایک دن ہی کریں مگر صداقت مرزا کا تعلق اس سے کیسے ہو سکتا ہے؟۔ اگر یہ مراد ہے کہ حضور ﷺ کو دجال، یا جوج ماجوج اور مسیح علیہ السلام کا علم نہیں دیا گیا تو مرزا قادیانی پر تین الزام قائم ہوتے ہیں۔ اول جہالت اسلامی، کیونکہ صحیح روایات میں چالیس سال آپ کی حکومت تحقیق کی گئی ہے۔ دوم توہین رسالت کہ مرزا کو تو ان تینوں کا علم ہے۔ مگر حضور ﷺ پر یہ تینوں مشتبہ تھے۔ اس الزام کے رو سے مرزا قادیانی کا فرد واجب القتل تھے۔ سوم دوران سر کیونکہ اپنی عمر اسی سال بتاتے تھے اور چالیس سال کے بعد دعویٰ کیا تھا اور چالیس سال کی عمر کا قول خود احادیث کو دیکھ کر کیا تھا اور یہاں آ کر بھول گئے تھے اور خدا نے بھی چالیس سال تک مسیح نہ رہنے دیا۔

۳۳..... ”فَلَا يَجِدُ الْكَافِرَ رِيحَ نَفْسِهِ الْاِمَاتِ“ مذکور ہے کہ کافر حضرت مسیح علیہ السلام کے دم سے مرجائیں گے۔ مرزا قادیانی کی تبلیغ ایسی ہی ہے۔

جواب: اس حدیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کا معجزہ بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ: ”شاهت الوجوه“ میں حضرت علیہ السلام کا معجزہ مذکور ہے کہ آپؑ نے نلکریاں پھینک کر تمام کو اندھا کر دیا تھا اور مرزا قادیانی کی تبلیغ سے ہزاروں مسلمان گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کے دل مرچکے ہیں۔ جن کو وہ کافر کہا کرتے ہیں۔ اگر صلاح الدین ایوبی یہ دعویٰ کرتا تو درست ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ۱۰۹۶ء میں بطرس ناسک چھ لاکھ عیسائی فوج لے کر مصر پر چڑھ آیا تھا اور اس نے جنگ صلیبی میں عیسائیوں کو شکست دی تھی۔

۳۴..... ”يَقْتُلُ الْخَنْزِيرَ“ میں اشارہ ہے کہ عیسائیوں کو لا جواب کر دے گا۔ جواب: نہیں قتل خنزیر کی رسم اور اس کا استعمال حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں بند ہو جائے گا۔ کیونکہ اہل کتاب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر مرزا قادیانی کے عہد پر یہ مضمون منطبق کیا جائے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ قتل خنزیر کی بجائے خود قتل ہو گئے ہیں۔ تحریف کتاب اللہ اور ترک احادیث رسول اللہ میں عیسائیوں کے مقابلے پر دم چھوڑ بیٹھے ہیں۔ جہاد موقوف کر دیا ہے اور عیسائیت کو ہی اپنا اسلام سمجھ لیا ہے اور تمدن یورپ میں جذب ہو رہے ہیں۔

۳۵..... ”يُضَعُ الْجَزِيَّةُ“ میں اشارہ ہے کہ مرزا قادیانی جہاد بند کر دیں گے۔

جواب: حکم الہی کو بند کرنا رسول کا اختیار نہیں ہوتا۔ اب اگر مرزا قادیانی نے جہاد اسلامی کو بند کرنے کا فتویٰ دیا ہے تو اگر بذریعہ وحی دیا ہے تو آپ کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ میں اسلام کا ناخ ہو کر نبی نہیں بنا اور اگر اجتہادی طور پر فتویٰ دیا ہے تو سراپا غلط ہے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں چونکہ کمال تبلیغ کے بعد حکومت اسلامی تسلیم ہو چکے گی۔ اس لئے جہاد کی ضرورت نہ رہے گی۔ ورنہ آپ بھی اس حکم میں ترمیم نہ کریں گے۔ کیونکہ نسخ شریعت کا ارتکاب سوائے مخالف اسلام کے کوئی نہیں کر سکتا۔

۳۶..... ”یہلک الملل کلہا“ میں اشارہ ہے کہ تمام ادیان کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی تعلیم غالب رہے گی۔ ورنہ ”لا اکراہ فی الدین“ اور ”لو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة“ وغیرہ کے خلاف ہے۔

جواب: بالکل غلط ہے۔ ورنہ بتائیں کتنے آریہ مغلوب ہوئے، کتنے عیسائی معترف ہوئے یا کتنے بابی مذہب کے پیرومرزائیت میں داخل ہوئے۔ بلکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ بابی مذہب نے ان کا ناک میں دم کر دیا ہوا ہے۔ عیسائیت زوروں پر ہے اور آریہ وغیرہ کی کوشش سے فتنہ ارتداد جاری ہے اور مرزائیت سے لوگ توبہ کر رہے ہیں۔ اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام ہوگا۔ جیسا کہ: ”لیظہرہ علی الدین کلہ“ میں مرزا قادیانی خود بھی مان چکے ہیں۔

۳۷..... ”یمکث اربعین“ میں اشارہ ہے کہ چالیس سال مرزا قادیانی اپنے مذہب کی تبلیغ کریں گے۔

جواب: واقعات نے اس کی تکذیب کی ہے۔ کیونکہ اسی سال کی عمر تک آپ نہیں پہنچ سکے۔ ساٹھ ستر کے درمیان ہی وفات پائی تھی اور پچیس فرشتہ نے جو کچھ بتایا تھا کہ مرزا قادیانی کی عمر اسی سال ہوگی غلط وحی تھی اور مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کی ایک تین دلیل ہے۔

۳۸..... ”یصلی علیہ المسلمون صلوٰۃ الجنازۃ“ میں اشارہ ہے کہ جنہوں نے مرزا قادیانی پر جنازہ پڑھا ہے وہی مسلمان ہیں باقی سب کافر ہیں۔

جواب: اس اصول سے تو مرزائی بننے کی یہ ایک شرط بھی معلوم ہوتی ہے کہ پہلے جنازہ پڑھا جائے اور اگر مرزا قادیانی پر جنازہ کی رسم جاری نہ رکھیں تو صرف وہی لوگ مسلمان رہ سکتے ہیں جو آپ کی لاش پر حاضر ہوئے تھے اور جو نہیں پہنچ سکے تھے وہ اس غیر حاضری کی وجہ سے بے ایمان

ہو چکے تھے۔ بہر حال یہ نظریہ اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ حدیث کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر مسلمان لوگ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ یوں ترجمہ غلط ہوگا کہ جو لوگ جنازہ پڑھیں وہی مسلمان ہوں گے۔ کیونکہ اس وقت یوں عبارت ہونی چاہئے تھی۔ ”الذین یصلون علیہ ہم المسلمون فی عہدہ“ بہر حال یہ نظریہ مرزائیوں کے اس دعویٰ کو بھی باطل کرتا ہے کہ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے۔ لوگ مسلمان (مرزا) کو کافر کہہ کر خود بخود کافر ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔ بظاہر اسلام سے اتنی محبت کہ کسی کو کافر کہنے کے روادار نہیں ہیں۔ مگر جنازہ کا ایسا حکم ہوا ہے کہ اس میں غیر حاضری کی وجہ سے اپنی جماعت بھی کافر ہو رہی ہے۔ حالانکہ اسلام میں نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ بعض کے ادا سے سب کا ادا ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں فرض عین قرار دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یا تو اسلامی ناواقفی ہے اور یا تحریف اور تفسیح اسلام جو مرزا قادیانی کی تعلیم کو ناخ شریعت اسلامیہ قرار دیتی ہے۔

۳۹..... حدیث معراج میں آیا ہے کہ: ”معی قضیبان“ اس سے خود مرزا قادیانی کی زبان اور قلم مراد ہیں۔

جواب: معراج بیداری میں واقعی جسمانی واقع ہوا تھا اور خواب نہ تھا کہ تعبیر کی ضرورت پڑے اور مرزا قادیانی نہ جسمانی طور پر وہاں موجود تھا اور نہ روحانی طور پر۔ کیونکہ ان کے نزدیک جسم کی گرمی سے روح پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس لئے قرآن وحدیث یاسیف وقلم خود مسیح علیہ السلام کی مراد ہیں۔

۴۰..... ”ان ربکم لیس باعور“ میں اشارہ ہے کہ انگریز مذہبی آنکھ سے کانے ہیں۔

جواب: مرزا قادیانی خود کانے ہیں۔ ہدایت کی آنکھ بند ہے جو سوچتی ہے۔ الٹی ہی سوچتی ہے اور تحریف وتفسیح اسلام کی آنکھ اس قدر روشن ہو رہی ہے کہ یہود ونصاری بھی ان کے سامنے پانی بھرتے ہیں۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ اسلام منسوخ نہیں۔ مگر اندر ہی اندر ایک مسئلہ بھی اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہنے دیا۔ اس مجادعت کا اجر خدا ہی آپ کو دے گا۔

۴۱..... خروج دجال کا مقام متعین نہیں ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ: ”لمتقی البحرین“ ہے دوسری میں ہے کہ مشرق ہے اور تیسری میں ہے کہ شام یا عراق ہے۔ اس لئے اس سے پادری لوگ مراد ہیں۔



جواب: کیسی بے تکلی بات ہے کہ چونکہ مقام معین ہے تو پادری مراد ہیں۔ خود مرزائی کیوں مراد نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ وجہ فرات کا مقام اتصال مدینہ شریف سے مشرقی سمت میں عراق و شام میں واقع ہے۔ مگر ایسی بات گھڑی ہے کہ احادیث کو بھی بے اعتبار کر دیا ہے۔ اب بتائیے کہ کیا پادری وہاں سے پیدا ہوئے ہیں کہ جہاں سے خروج دجال مذکور ہوا ہے یا مرزا قادیانی کے آباؤ اجداد سے بھی پہلے یورپ میں موجود تھے؟

۴۲..... ”مکتوب بین عینی الدجال ک ف رفیقہ کل من یعرف ومن لا یعرف“ کہ دجال کے سر پر انگریزی ٹوپی ہوگی۔

جواب: انگریزی ٹوپی تو خود مرزائیوں کے سر پر ہی ہوتی ہے۔ کیا یہ بھی دجال ہیں؟ ورنہ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ علم وجدانی سے ہر ایک عالم و جاہل اس تحریر کو پڑھے گا۔ جیسا کہ اپنا اعمال نامہ پڑھے گا۔ ”اقرأ کتابک“ قرآن شریف اس کی شہادت دے رہا ہے۔

۴۳..... حدیث میں آیا ہے کہ دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ پادری وہاں نہیں جاسکتے۔

جواب: یوں کہ مرزائی وہاں نہیں جاسکتے اور نہ ہی مرزا قادیانی کو وہاں جانا نصیب ہوا ہے۔ ابھی حال کا واقعہ ہے کہ جاوا سے ایک مرزائی مبلغ مکہ شریف میں پہنچا تھا تو ابن سعود نے کان سے پکڑ کر نکال دیا تھا۔ دیکھو اخبار ام القرئی مجریہ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔ بلکہ یوں کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مرزائیوں کے نبی نے حج منسوخ کر دیا ہے۔ اس کی بجائے قادیان کی حاضری بڑے دنوں میں سالانہ جلسہ کے موقع پر ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی ان کا کعبہ ہے اور یہیں ان کا روضہ نبوی جس پر درود پڑھتے رہتے ہیں اور چند سال سے قبر پرستی بھی شروع ہو گئی ہے اور خوب نذر و نیاز کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ یہی سلسلہ جاری رہا تو عیسائیوں کی طرح گھر گھر میں مرزا پرستی شروع ہو جائے گی۔

۴۴..... تقارب زمان کا مسئلہ مرزائی عہد میں پورا ہوا ہے کہ ریل نے سالوں کے سفر دنوں میں طے کر دیئے ہیں۔

جواب: ہوائی جہازوں نے اور بھی تقرب زمانی پیدا کر دیا ہے اور یہ ایجاد مرزا قادیانی کے بعد ہوئی ہے اور ریل کی ایجاد ۱۸۰۰ء سے پہلے کی ہے۔ جب کہ ابھی مرزا قادیانی کے آباؤ اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے نہ ریل نشان صداقت ہے اور نہ ہوائی جہاز۔ اس کے علاوہ مسیح ایرانی اس حدیث کا مطلب اختصار عبادات لیتا ہے۔ اس لئے اس نے صرف تین نمازیں شائع کی ہیں اور وہ بھی بے وضو پڑھی جاتی ہیں۔ اسلام کے نزدیک دونوں تاویل میں مردود

ہیں۔ کیونکہ اسلام میں دجال کے عہد میں دنوں کا لمبا ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ جس میں نمازیں تخمینہ لگا کر ادا کرنے کا حکم ہوگا اور قرب قیامت میں دنوں کی چھوٹائی مقرر ہے کہ جس کے بعد بہت جلد دنیا ختم ہو جائے گی۔

۳۵..... ”یتروک الصدقة“ میں اشارہ ہے کہ مرزا قادیانی زکوٰۃ نہیں لیں گے۔ کیونکہ ان کے عہد میں مال بکثرت ہوگا اور مرزائی مالدار ہوں گے۔

جواب: کئی مرزائی بھوکے مرتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور مانتی پڑتی ہے کہ اس جماعت میں اسلامی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کا مسئلہ ترمیم پا چکا ہے اور اس کی بجائے چندہ بیعت کی کمیٹیاں جا بجا قائم کر دی گئی ہیں اور اس فعل نے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے زکوٰۃ کو بھی منسوخ کر دیا تھا اور یہ جھوٹ کہا تھا کہ ناخ شریعت نہیں ہوں۔ تاریخی طور پر اگر دیکھا جائے تو مسلمانوں میں آج کل افلاس کمال تک پہنچ چکا ہے اور مرزا قادیانی کی پیدائش سے پہلے آسودہ حال تھے اور سلاطین اسلام کے وقت تو دنیا کے مالک تھے اور اس قدر مالدار تھے کہ عبدالرحمن بن عوف کا ترکہ جب تقسیم ہوا تھا تو آپ کی چار بیویوں کو آٹھواں حصہ ملا تھا۔ جس میں سے ایک کا حصہ چالیس ہزار درہم تھا۔ مگر اب یہ حال ہے کہ ہر جگہ سے عیسائیوں نے مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کر دیا ہے اور کسی جگہ بھی حکومت خود اختیاری ان کے پاس موجود نہیں رہی۔ اگر ان حالات پر نظر ڈالی جائے تو مرزا قادیانی کا ظہور وبال اسلام تھا۔ جس سے رہی سہی برکات بھی کافور ہو گئی تھیں۔

۳۲..... مرزا قادیانی کے عہد میں قحط واقع ہوا تھا جو ظہور مسیح کی علامت ہے۔ جواب: ہاں ظہور مسیح دجال کی علامت ہم بھی مانتے ہیں کہ پہلے قحط ہوگا۔ جس کے متصل خروج دجال ہوگا اور اس کے بعد متصل ہی نزول مسیح کا زمانہ ہے جو مسلسل طور پر یہ تینوں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گے۔ ناواقفی کی وجہ سے مرزا قادیانی نے یوں سمجھ رکھا ہے کہ نزول مسیح کے بعد قحط ہوگا۔ اتنا بھی نہیں سوچا کہ پادریوں کو آپ ہی دجال کہہ آئے ہیں۔ کیا ان کے آنے سے پہلے قحط تھا۔ بعد میں نہیں ہوا یا بعد میں ہوا پہلے نہیں ہوا۔ احادیث میں تو خروج دجال کی علامت امساک باراں لکھی ہے۔ اگر آپ منظور کرتے ہیں تو بسم اللہ۔

۳۷..... قحط دجال سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی دجال ہیں۔ کیونکہ اس میں عیسائیوں کا ہی ذکر ہے۔ (دجال کا نام تک نہیں لیا گیا)

جواب: عجیب کھیل دکھایا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک عیسائی حکومت، عیسائی افسر جو کٹھنیوں میں رہتے ہیں اور پادری تین قسم کے دجال تھے اور ان کے مقابلہ میں صرف ایک مسیح قادیانی کھڑا ہوا تھا۔ جس نے انگریزی حکومت اور انگریزی افسروں (دو قسم کے دجالوں) کے سامنے تو ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ مگر تیسرے قسم کے دجال (پادریوں) کو گھر بیٹھے ہی مغلوب کر لیا تھا اور یہ نظریہ بھی عجیب قسم کا ہے کہ جن آیات میں جس کا ذکر ہو اسی نوعیت کے ساتھ اس کی تاثیر وابستہ ہوتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اسی سورہ کہف میں ذوالقرنین کا بھی ذکر آیا ہے اور مرزا قادیانی اپنے الہام کے رو سے ذوالقرنین بھی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ذوالقرنین، دجال ہوگا۔ جس سے کہ وہ حضور نے خوف دلایا ہے اور جس کے دفعیہ میں سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ کیا مرزائی اس ذوالقرنین سے مراد دجال لے سکتے ہیں؟

۴۸..... ”يَقْتُلُ الدَّجَالَ بِبَابِ الدَّ“ میں اشارہ ہے کہ ایک مقدمہ باز حکومت کے عہد میں پادریوں کو مرزا قادیانی شکست دیں گے۔

جواب: باب سے مراد حکومت لینا اور لد سے مراد قوم لد لینا عجیب قسم کی نکتہ آفرینی ہے۔ پہلے خود کہہ چکے ہیں کہ حکومت نصاریٰ (قوم لد) بھی دجال ہے تو مفہوم یوں پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے دجال اول کی حکومت کی پناہ میں دجال دوم کو شکست دی ہے۔ اس سے بہتر تو ہمارے خیال میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے شہر لدھیانہ کے دروازہ کے پاس دجال صفت مرزائیوں کو شکست دی تھی اور تین سو روپے جیت لئے تھے۔

۴۹..... ”تَطْلُعُ الشَّمْسُ مِنَ الْمَغْرِبِ“ سے مراد مغربی اقوام کا اسلام قبول کرنا ہے۔ ورنہ ”وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا“ کے خلاف ہوگا۔

جواب: فرداً فرداً قبولیت اسلام کا وجود ممالک مغربیہ میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ ظہور مسیح قادیانی سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اس لئے اگر طلوع الشمس کی تحریف ہی کرنا ہے تو ایرانی مسیح کی تحریف زیادہ قرین قیاس ہے کہ ممالک مغربیہ کی مادی ترقی مراد ہے۔ اگر ہدایت مطلوب ہو تو بغیر تحریف کے ماننا پڑتا ہے کہ علامات قیامت سے ایک یہ بھی علامت ہے اور جس آیت سے یہ مفہوم مخالف سمجھا گیا ہے۔ اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ہمیشہ سورج یوں ہی چلتا رہے گا۔ بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ وہ چلتا ہے اور ان دو فقروں میں بالکل فرق ظاہر ہے۔

۵۰..... ”دَابَّةُ الْأَرْضِ“ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں ریل گاڑی ہے یا مخالف

علمائے سوء ہیں۔ جو اپنی مہر کو سلیمانی مہر تصور کرتے ہیں اور ایسی مہر تکفیر سے دلوں کو ختم کرتے رہتے ہیں۔

جواب: ”دابة الارض“ احادیث کے رو سے ایک نوعیت کا جانور ہوگا۔ جو حق و باطل کے لئے خدائی نشان ہوگا اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک بغیر تاویل کے مسلم ہے۔ مگر جو لوگ اہل بدعت ہیں۔ ان کے نزدیک ابھی تک اس کا مصداق معین نہیں ہوا کہ کیا شے ہے۔ بانی مذہب اہل قرآن عبد اللہ چکڑالوی کا عقیدہ تھا کہ: ”دابت الارض“ سے مراد ظہور مسیح علیہ السلام ہے۔ ایک محرف کا قول ہے کہ: ”دابة الارض“ گراموفون ہے جو اجزائے ارضیہ سے پیدا ہوا ہے اور لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ ایک حضرت لکھتے ہیں کہ: ”دابة الارض“ عیسائی اقوام ہیں جو سر بلع السیر ہونے کی وجہ سے تمام دنیا پر چھا گئی ہیں۔ خود مرزائیوں کے تین قول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ ریل گاڑی ہے اور اسی کو خرد جال کا لقب بھی دیا ہے۔ دوم یہ کہ طاعونی کیڑے ہیں جو مرزا قادیانی کی تصدیق کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ سوم یہ کہ مولوی صاحبان ہیں جو ان پر مہر تکفیر لگاتے ہیں۔ اب ان اختلافات کے ہوتے ہوئے ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ سوائے اس کے کہ ہم کہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خرد جال، دابة الارض، طلوع الشمس من المغرب اور دیگر اشراط الساعة پر ایمان نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلامی تعلیم میں ان کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اس لئے صاف انکار بھی نہیں کر سکتے اور تاویل میں کر کے اپنے انکار کو پوشیدہ کر رہے ہیں۔ ورنہ اس کی تہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ الزامی طور پر اسلامی علماء کو نچا دکھائیں اور مخالفین سے بھی یہ سن لیں کہ: ”دابة الارض“ اگر ریل گاڑی ہے تو مسیح قادیانی سے پہلے دو سو سال کیوں ایجاد ہوئی ہے؟ اور علمائے اہل اسلام کو علماء سوء کا خطاب مرزا قادیانی سے پہلے تمام ایسے لوگوں نے دیا ہوا ہے کہ جنہوں نے دعویٰ نبوت کیا اور ان کے فتویٰ سے اپنے کفر کو دار کو پہنچ گئے اور اگر وجہ تکفیر ہی علماء سوء کو دلہۃ الارض بتاتی ہے تو خود مرزا قادیانی دلہۃ الارض ہیں کہ جنہوں نے اپنے منکرین پر فتویٰ کفر لگایا تھا۔ اس کے بعد مرزائی جماعت ہے جو اپنے سوا کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتی اور جا بجا تحریف و تنسیخ اسلام سے اہل اسلام کے سینوں پر مونگ دیتی پھرتی ہے۔ بہر حال اگر دلہۃ الارض کی شخصیت سے انکار ہو تو ہم جسے چاہیں اسے دلہۃ الارض بنا سکیں گے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ مرزا قادیانی کی تاویل تو درست ہو اور ہماری تاویل غلط ہو جائے۔

۵۱..... ”مدفن عیسیٰ الارض مقدس“ یعنی قادیان ہے۔

جواب: حضور ﷺ نے جو صحیح طور پر فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آپ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے اور ارض مقدس کی روایت اگر ہے تو اس سے مراد قادیان نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تحریف و تنسیخ اسلام کی نجاست ہر وقت موجود رہتی ہے۔

۵۲..... حضرت عائشہؓ کے خواب میں تین چاند نے دکھائی دی تھی۔ جس کی تاویل حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور ﷺ کی وفات پر ”ہذا اول قمارك“ فرمایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر اُگر وہاں ہوتی تو آپ کو چار چاند نظر آتے۔ حضور، شیخین اور حضرت مسیح۔

جواب: حضرت عائشہؓ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھی قبر کی جگہ اپنے لئے تجویز کرتی تھیں۔ مگر بتایا گیا کہ یہ جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے ہے اور تین چاند کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ تین چاند شیخین اور حضرت مسیح علیہ السلام ہوں یا حضرت ابوبکرؓ نے تعبیر کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کو نظر انداز کر دیا ہو۔ کیونکہ ”اقمارك“ (تیرے چاند) کہنے میں یہ اشارہ تھا کہ جس سے حضرت عائشہؓ کو قرمی رشتہ تھا۔ ورنہ واقع میں حضور ﷺ سورج تھے اور باقی تین چاند تھے۔

۵۳..... کیا قبر پھاڑ کر یاروغہ نبویہ گرا کر حضرت مسیح علیہ السلام کو دفن کریں گے؟  
جواب: گنبد خضراء کی بنیاد بعد میں ۶۷۸ھ کو پڑی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک نہ رہے اور یا اس کی کوئی دوسری شکل ہو جائے۔ اس لئے اس واقعہ کو مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۴..... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہاں دفن ہونا یقینی ہوتا تو حضور ﷺ کی وفات کے وقت کیوں اختلاف ہوتا۔

جواب: انہی قرآن سے تو یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ آپ حجرہ میں ہی دفن ہوں گے۔ ورنہ پہلے اس امر کی تحقیق کی طرف کسی کو خیال تک بھی نہ تھا۔

۵۵..... ”واضعایدیہ علی کتفی ملکین“ سے مراد یہ ہے کہ مرزا قادیانی حکیم احسن امروہی اور حکیم نور الدین بھیروی کے سہارے پر عیسویت کا دعویٰ کریں گے۔ ورنہ نزول ملائکہ سے عذاب آنا یقینی ہے۔

جواب: اس میں کیا شک ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ اگر یہ دونوں بزرگ نہ ہوتے تو مرزا قادیانی مغلوب ہو چکے تھے اور نزول ملائکہ کبھی رحمت کے لئے بھی ہوا کرتا ہے۔ خود مرزا قادیانی کا ٹیپچی فرشتہ بارہار روپے دینے کو آیا تھا۔ (حقیقت الوحی ص ۳۳۲، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳۶) میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے خواب میں ٹیپچی فرشتہ دیکھا تھا کہ جس نے مرزا قادیانی کے دامن میں بہت سا روپیہ ڈال دیا تھا۔ نام پوچھا تو اس نے کہا میرا نام ٹیپچی ٹیپچی ہے۔ یعنی عین وقت ضرورت پر آنے والا۔ پھر مرزا قادیانی کو بہت روپیہ آنے لگا۔

۵۶..... یا جوج ماجوج یہی انگریز ہیں۔ کیونکہ تاریخی لہجے کا نوں کا کام دے رہی ہے۔

جواب: اس لہجے کا نوں سے تو مرزائی بھی یا جوج ماجوج بن سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۵۷..... مرزا قادیانی اگر اس صدی کے مجدد نہیں تو اور کون ہیں؟

جواب: مجدد کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ مگر یہاں بھی اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ مجدد کا کام احیاء سنن ہوتا ہے اور مرزا قادیانی ناسخ شریعت اور محرف کلام اللہ اور لاعب باحادیث رسول اللہ، مکفر امت محمدیہ، مرتکب تھلیل امت احمدیہ اور مدعی نبوت جدیدہ واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کو مجدد کہنا غلط ہوگا۔

۵۸..... ”لا نبی بعدی“ نزول مسیح کا معارض ہے۔

جواب: اگر اس کے معارض ہے تو نبوت مرزا کے بعد مخالف ہے اور اسلام نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ: ”لا نبی مبعوث بعدی“ اس لئے اس حدیث سے مرزا قادیانی کی نبوت باطل ٹھہرتی ہے۔

۵۹..... کیا اسلام ایک اسرائیلی نبی کا محتاج ہے؟

جواب: نزول مسیح بطور خدمت اسلامیہ واقع ہوگا۔ ورنہ ”انا لہ لحافظون“ کی وجہ سے یہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس لئے نہ وہ مسیح ناصری کا محتاج ہے اور نہ مسیح قادیانی کا زیر احسان ہے۔ بلکہ وجود مسیح قادیان اس کے لئے باعث بدنامی ہے۔

۶۰..... مسیح نازل ہوں گے تو بالکل بوڑھے ہوں گے۔

جواب: بوڑھے تب ہوتے کہ کرہ ارض پر رہتے اور آسمان پر رہنے والے بوڑھے نہیں ہوتے۔ کیا جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے وقت بوڑھے تھے؟

۶۱..... قرآن شریف عربی میں ہے۔ وہ آتے ہی اس کی تعلیم کی تبلیغ کیسے کریں گے؟

جواب: مرزا قادیانی قصیدہ اعجازیہ بناتے وقت بقول خود خدا سے تعلیم پائی تھی کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے ہی علم باطنی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ علم لدنی رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”انسا امة امیة“ ہم انبیاء ان پڑھ ہوتے ہیں۔ مگر علمہ البیان کے طور پر خدا کے زیر تعلیم ہو کر حالت طفولیت میں ہی کہہ دیتے ہیں۔ ”انسی عبد اللہ

اتانی الكتاب الایة“ اس معیار نبوت سے مرزائی نبوت بالکل کافور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ظاہری تعلیم حاصل کرنے میں بھی ایسے کند ذہن واقع ہوئے تھے کہ وکالت کے امتحان میں فیل ہو گئے تھے۔ کیا کوئی نبی فیل بھی ہوا ہے؟

۶۲..... آسمان کوئی چیز ٹھوس نہیں ہے کہ جس پر وہ گزارہ کرتے ہوں یا اگر وہ ٹھوس ہے تو کردی شکل ہے کہ جس پر ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔

جواب: مرزا قادیانی خود کردی زمین پر رہتے تھے اور جن لوگوں نے آسمان کو ایتھر کہا ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ستاروں میں مخلوقات آباد ہے تو ذرہ آپ کو بھی کسی ستارہ میں مقیم سمجھ لیں کیا ہرج ہے؟

۶۳..... حضرت مسیح اب تک حی قیوم ہیں یہ تو شرک ہوا؟

جواب: ہاں جبریل اور زمین و آسمان بھی قیوم ہیں۔ ابلیس بھی حی قیوم ہے۔ کیا یہ شرک نہیں ہے۔ اگر شیطان مر گیا ہے تو اس کی قبر دریافت کرو۔

۶۴..... کیا یہ ہتک نہیں ہے کہ رسول علیہ السلام تو زمین میں دفن ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر مانے جائیں؟

جواب: حضور ﷺ کے عہد میں جبرائیل علیہ السلام آسمان سے آتا تھا۔ کیا اس معیار سے اس کی شان بھی بڑھ گئی ہے۔ اگر یہ معیار ہے تو حضور ﷺ کی والدہ کی تعریف بھی قرآن سے استنباط کرو کیونکہ حضرت مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف موجود ہے اور یہ بھی ثابت کرو کہ حضور ﷺ بچپن سے ہی مدعی نبوت تھے۔ ورنہ یہ معیار غلط تسلیم کرو۔

۶۵..... حیات مسیح سے عیسائیت کی تائید ہوتی ہے۔

جواب: کیا اسلام مصدق نصرانیت نہیں ہے؟ اور کیا مرزائیت نے واقعہ صلیب کو تسلیم کر لینے میں عیسائیت کا ستون قائم نہیں کیا؟ اور کیا تحریف و تنسیخ اسلام کے ارتکاب میں غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں دیا کہ اسلام ترمیم ہو چکا ہے۔ اگر یہ واقعات صحیح ہیں (اور ضرور صحیح ہیں) تو تائید نصرانیت کا الزام اسلام پر عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ مرزائیت پر وارد ہوتا ہے۔

۶۶..... مسیح اب بیٹھے بیکار کیا کر رہے ہیں؟

جواب: جبرائیل علیہ السلام کیا کر رہے ہیں۔ نفخ صور سے پہلے اسرائیل کیا کر رہے ہیں؟ یہ ایسا جاہلانہ سوال ہے کہ خدا اپنی مخلوق پیدا کرنے کے بعد اب فارغ ہو کر کیا کر رہا ہے۔ بھلا حضرت مسیح علیہ السلام ۸۷ سال کشمیر میں بیکار اور روپوش ہو کر کیا کر رہے تھے۔ ان باتوں کا اگر کوئی جواب ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی بیکاری کا بھی جواب بن سکتا ہے کہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے ہیں۔



۶۷..... مرزا قادیانی ذوالقرنین تھے اور ان کی زندگی میں تین قسم کے سنہ پورے  
سیکڑے ہو گئے تھے۔ جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے۔ جس میں ہم عمر مرزا قادیانی کے ساتھ  
سنہ عیسوی کے مطابق صدیوں کا اختتام بھی دکھاتے ہیں۔

(۱) ۵۶۰۰، ۱۸۴۰ / یہود۔ (۴) ۹۰۰، ۱۸۴۳ / بروستر۔ (۸) ۲۶۰۰، ۱۸۴۸ /  
روی۔ (۹) ۹۰۰، ۱۸۴۸ / بکری۔ (۱۳) ۱۹۰۰، ۱۸۵۲ / عیسوی انطاکیہ۔ (۱۴) ۲۶۰۰،  
۱۸۵۳ / بنونظر۔ (۱۶) ۱۹۰۰، ۱۸۵۵ / عیسوی جولین۔ (۲۳) ۱۹۰۰، ۱۸۷۳ / اکتیسی۔  
(۳۶) ۲۰۰۰، ۱۸۷۵ / صوریہ۔ (۴۰) ۱۸۰۰، ۱۸۷۹ / تباہی یورٹلم۔ (۴۳) ۱۳۰۰، ۱۸۸۴ /  
ہجری۔ (۴۵) ۱۶۰۰، ۱۸۸۴ / ڈیپو کلیشن۔ (۴۶) ۳۹۰۰، ۱۸۸۵ / ابراہیمی۔ (۴۸) ۶۶۰۰،  
۱۸۸۷ / جولین۔ (۴۹) ۳۲۰۰، ۱۸۸۸ / مقدونی۔ (۵۱) ۲۰۰۰، ۱۸۹۰ / صدونیہ، ۳۰۰ / فصلی  
الہی۔ (۵۳) ۴۷۰۰، ۱۸۹۲ / قسطنطنیہ ملکی، ۱۳۰۰ / فصلی۔ (۵۴) ۱۳۰۰، ۱۸۹۳ / بنگلہ۔ (۵۵)  
۱۳۰۰، ۱۸۹۴ / فصلی۔ (۵۶) ۱۶۰۰، ۱۸۹۰ / صعودی۔ (۵۹) ۴۷۰۰، ۱۸۹۸ / سکندری۔  
(۶۱) ۸۵۳۰۰۰، ۱۹۶۰، ۱۹۰۰ء آریہ۔

اس نقشہ میں خطوط وحدانیہ کے درمیان مرزا قادیانی کی عمر کا سال لکھا گیا ہے اور اس  
کے بائیں طرف سنہ عیسوی کے اوپر وہ سنہ لکھا گیا ہے جو اپنی صدی کو پہنچ چکا ہے۔

جواب: مرزا قادیانی کے ہم عمر جس قدر بھی انسان گذرے ہیں سب ذوالقرنین کہے  
جاسکتے ہیں اور یہ اقتران ہر سو سال کے بعد شروع سے ہی چلا آیا ہے اور آئندہ بھی چلا جائے گا اور  
ہر سو سال کے بعد ذوالقرنین کا وجود ماننا پڑتا ہے۔ ماضی اور مستقبل میں بیشار آدمی ذوالقرنین  
ماننے پڑتے ہیں۔ مگر جن سالوں میں ایسا اقتران نہیں ہوا ان میں مرزا قادیانی کو ذوالقرنین نہیں  
بتایا گیا۔ مثلاً ۱۹۰۰ء کے بعد آٹھ سال تک مرزا قادیانی ذوالقرنین نہیں رہے۔ نیز اس نقشہ سے  
یہ دعویٰ بھی باطل ہو جاتا ہے کہ آپ نے جب دعویٰ کیا تھا تو اس وقت اس کی عمر چالیس سال تھی۔  
کیونکہ اس وقت آپ کی عمر ۴۳ سال دکھائی گئی ہے اور ان تمام صدیوں کا اختتام مرزا قادیانی کی عمر  
میں معتبر ہو تو آپ ذوالقرون ہیں ذوالقرنین نہیں ہیں۔

۲۰..... پاکٹ بک مرزا سیہ

۶۸..... ”توفی“ بمعنی غیر موت بشرائط پیش کردہ مرزا قادیانی نے ہزار روپیہ

پیش کیا ہے۔ آج تک کسی نے نہیں لیا۔

جواب: صرف زبانی باتیں ہیں۔ لوگ مانگتے ہیں ویسے ہی ٹال دیتے ہیں۔

۶۹..... یہ کیا وجہ ہے کہ: ”فلما توفیتنی“ جب حضور ﷺ فرمائیں گے تو اس جگہ موت مراد ہوگی؟

جواب: کیونکہ اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام مر چکے ہوں گے۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو توفیتی کا معنی مفارقت وہاں مراد ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے منقول ہے کہ جب تو نے مجھے بنی اسرائیل سے الگ کر دیا۔ (اور بقول مرزا ۸ سال کے لئے کشمیر میں روپوش کر دیا تھا) اسی طرح حضور ﷺ سے بھی کہا جائے گا کہ: ”لا تعلم ما احدثوا بعدك منذ فارقتهم“ کہ آپ کی مفارقت کے بعد آپ کو کیا معلوم کہ یہ لوگ کیا کرتے رہے ہیں تو اس وقت آپ یہ آیت بطور اقتباس پڑھیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی توفی سے مراد مفارقت ہی لیں گے۔ جو دونوں حضرات میں مشترک مفہوم پیدا ہو چکا ہے۔

۷۰..... ”فلما توفیتنی“ سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں موجودگی کے بعد متصل ہی توفی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس میں ف موجود ہے اور آپ توفی کے بعد لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر نزول مسیح مانا جائے تو نہ تو لاعلمی کا اظہار درست ہو سکتا ہے اور نہ موجودگی کے بعد متصل توفی آ سکتی ہے۔ بلکہ کئی سو سال بعد توفی ہو جاتی ہے۔ نیز وجود تثلیث بھی توفی کے پہلے ہو جاتا ہے۔ حالانکہ آپت میں مذکور ہے کہ توفی کے بعد تثلیث تھی۔

جواب: اگر ۸ سال کشمیر میں آپ کو روپوش زندہ تصور کیا جائے تو وجود تثلیث آپ کی زندگی میں ہی ماننا پڑتا ہے اور چونکہ حضرت مسیح دودفعہ دنیا میں تبلیغ کے لئے آچکے ہوں گے تو قیامت کے دن تبلیغ اول کے متعلق جو سوالات ہوں گے ان کا تعلق تبلیغ ثانی سے ہرگز نہ ہوگا۔ قادیانیوں نے خواہ مخواہ دونوں کو ایک جگہ زیر بحث لانے کی کوشش کی ہے۔ جو سراسر خوش فہمی ہے۔

۷۱..... ۲۱ جگہ قرآن شریف میں متعدد جگہ احادیث۔ لغت اور محاورات میں توفی

موت کے معنی میں ہے تو اس آیت میں یہ معنی کیوں نہیں لیا جاتا۔

جواب: اس مسئلہ میں ہم کو احادیث نبویہ نے مجبور کیا ہے کہ توفی کا معنی موت نہ لیا جائے۔ قرآنی آیات کا اقتضاء بھی یہی ہے۔ لغات میں بھی ہزاروں جوالے موجود ہیں۔ جن میں توفی بمعنی موت نہیں ہے۔ خود مرزا قادیانی کا الہام براہین میں موجود ہے کہ جس میں توفی کا معنی موت نہیں ہو سکتا۔

۷۲..... بخاری میں توفی بمعنی موت ہے۔ عموماً مفسرین بھی یہی معنی لیتے ہیں۔

جواب: غلط ہے۔

۷۳..... ”وصلنا لهم القول (قصص)“ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن شریف بالترتیب نازل ہوا ہے۔ اس لئے تقدیم و تاخیر کا قول خلاف قرآن ہے۔

جواب: اولاً یہ جملہ حضرت ابن عباسؓ پر ہے۔ ثانیاً جہالت مسائل پر دال ہے اور ”وصلنا“ کا یہ مطلب ہے کہ صحف آسمانی یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں اور یہ مطلب نہیں ہے کہ آیات میں لفظوں کی تقدیم و تاخیر بھی مراد نہیں ہے۔ ورنہ آپ ہی بتائیں کہ تمہارے ہاں ”قد خلت من قبله الرسل“ میں ”من قبله“ کو صفت مقدم کیوں بنایا جاتا ہے؟

۷۴..... خلا کے بعد من آئے تو موت کا معنی آتا ہے اور ”قد خلت من قبله الرسل“ میں ”من قبله“ صفت مقدم ہے۔

جواب: خلاصہ کا معنی ہے کہ اس نے دھوکہ دیا، موت کا معنی نہیں ہے۔

۷۵..... ”الى صراط العزيز الحميد الله الذي (ابراهيم) اتذرون . احسن الخالقين الله ربكم ورب اباءكم الاولين (صفت) واخبر عهد لنا موبق . غدير وجذع لها مقبل (حماسه باب الهجاء)“ یہ تین جگہ ہیں کہ جن میں صفت اپنے موصوف سے پہلے مذکور ہے۔

جواب: پہلے مذکور ہونے کا یہاں یہ مطلب ہے کہ ایک چیز کے حالات پہلے بیان کئے گئے ہیں اور بعد میں اس کا نام لیا گیا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ اصول نحو یہی کی رو سے بھی صفت اپنے موصوف سے پہلے آگئی ہے۔ مرزائیوں کو جن جگہ ٹھوکر لگی ہے۔ اس میں اللہ کے لفظ سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اور ہو مقدر مان کر نیا جملہ اسمیہ تسلیم کیا گیا ہے اور شعر میں بھی یہی انقطاع صفت مراد ہے۔ مرزا قادیانی توفی کی سند اپنی شرائط کے ماتحت مانگتے تھے۔ اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم اپنی شرائط کے ماتحت مرزائیوں سے سند طلب کریں کہ من قبلہ کا لفظ دکھاؤ جو کسی جگہ صفت مقدم بنا ہوا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ خلت اور الرسل کا لفظ بھی موجود ہو اور صفت موصوف فاعلی حالت میں ہوں۔ ان تین شرائط کے ماتحت کوئی مرزائی صفت کو مقدم نہیں رکھ سکتا۔

۷۶..... سورہ نحل میں ہے کہ معبودان باطلہ مخلوق ہیں اور مرچکے ہیں۔

جواب: آیت کا مفہوم غلط بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ جن لوگوں کی پرستش ہوئی ہے یا ہوگی وہ سب فانی ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی بھی پرستش ہوتی ہے تو وہ بھی فانی ہیں۔ ورنہ اس زمانہ میں جس انسان کی پرستش ہو رہی ہے یا آئندہ تسلیں پرستش کریں گی اس آیت سے خارج رہ جاتی ہیں۔

۷۷..... ”فیہا تَحیون“ میں بتایا گیا ہے کہ انسانی زندگی زمین پر ہی گذرتی ہے۔ پھر مسیح علیہ السلام آسمان پر کیوں زندہ ہیں؟

جواب: کیا ہوا میں بلند پروازی، سمندر میں جہاز رانی اور غباروں میں زندگی بسر کرنا مرزائیوں کی اس آیت کے خلاف نہیں؟ اور مسیح کی زندگی خلاف ہے۔ بہت خوب! یہ تو وہی بات ہوئی کہ کسی نے کہا تھا کہ قبر میں مردے زندہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ”فیہا تَحیون“ موجود ہے کہ تم زمین کے اندر زندہ ہو جاؤ گے یا زندہ ہوتے ہو اور زندگی گزارتے ہو۔

۷۸..... ”لایاتى مایة سنة وعلى الارض نفس منفوسة اليوم (مشکوۃ قرب ساعة)“

جواب: حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور حدیث کا تعلق زمین سے ہے۔ علاوہ بریں عمر، خضر اور عمر معمرین صحابہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ کتب احادیث میں مذکور ہے۔

۷۹..... رسول بشر ہوتے ہیں ان کا آسمان پر زندہ رہنا ناممکن ہے۔  
جواب: آج کل کا ارتقاء مرخ پر زندگی بسر کرنے کو تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے یہ نظریہ غلط ہے۔

۸۰..... معراج جسمانی ہوا تھا مگر وہ جسم برزخی تھا۔  
جواب: جسم برزخی موت کے بعد ہوتا ہے تو کیا حضور ﷺ وفات پا چکے تھے؟  
۸۱..... معراج کے واقعہ میں مذکور ہے کہ آپ جاگے تو مسجد حرام میں تھے۔  
جواب: معراج کے بعد پھر سو گئے تھے تو پھر جاگ اٹھے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ باوجود اتنی سیر کے پھر مسجد میں ہی تھے۔

۸۲..... ”والسلام علی“ میں آپ نے رفع جسمانی کا ذکر نہیں کیا۔  
جواب: ہاں اقامۃ کشمیر کا بھی ذکر نہیں کیا۔  
۸۳..... ”اوصانى بالصلوة“ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام عمر میں نماز پڑھتے رہیں گے۔

جواب: کیا اور کوئی کام نہ کریں گے؟ اگر یہ نکتہ آفرینی درست ہے تو ذرہ اوصانی پر بھی ہاتھ صاف کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مرتے وقت یہ وصیت کی تھی تو گویا خدا کے مرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔ اب اگر وصیت کا معنی معروف نہیں ہے تو صلوة کا مفہوم بھی صرف یاد الہی ہوگا۔

۸۴..... ”امہ صدیقہ کانایا کلان الطعام (مائتہ)“ میں ماں بیٹا دونوں اکٹھے معلوم ہوتے ہیں تو پھر حضرت مریم علیہا السلام کو زندہ کیوں نہیں مانا جاتا؟  
جواب: یہ آیت عیسائیوں کے مقابلہ میں ہے کہ خدا غذا کا محتاج نہیں اور یہ ماں بیٹا غذا کے محتاج تھے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت غذا ہی کھاتے رہتے تھے۔ یہ آپ لوگوں کی خوش فہمی ہے۔

۸۵..... ”وآوینہما الی ربوة (مؤمنون)“ میں ایواء مذکور ہے جو صلیب کے بعد ہوا تھا۔

جواب: حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو اس وقت شاہی حکم ہوا تھا کہ بچے مار ڈالے جائیں۔ اس لئے حضرت مریم علیہا السلام آپ کو لے کر مصر چلی آئیں تھیں۔ ایک اور مقام پر آپ کو پناہ ملی تھی۔ (دیکھو انجیل برنباس) اسلام میں واقعہ صلیب تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس لئے ”ایواء بعد الصلیب“ کا وجود نہیں ہے۔

۸۶..... ”ان کنا عن عبادتکم لغافلین“ میں مذکور ہے کہ جن کی پرستش ہوئی ہوگی۔ وہ غفلت کا عذر پیش کریں گے۔

جواب: کیا اگر کوئی مرزائی دیدہ دانستہ اپنی پرستش کروائے تو وہ بھی غفلت کا ذکر پیش کر سکے گا۔ سچ ہے کہ بقول شخصے مرزائیوں پر قرآن کا اصلی مقصد نہیں کھلا۔ ورنہ اس آیت میں ان خدا رسیدہ لوگوں کا ذکر ہے کہ جو انسان پرستی سے روکتے تھے۔ مگر لوگ ان کی پرستش سے غائبانہ طور پر باز نہیں رہتے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات پڑھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ اپنی لاعلمی ظاہر کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔

۸۷..... ”جعلنی مبارکاً“ کا ترجمہ ”نفاعاً“ لکھا ہے تو کیا حضرت مسیح علیہ السلام اب فرشتوں کو نفع دے رہے ہیں؟

جواب: پہلے آپ نے کہا ہے کہ وہ ہر وقت نمازی پڑھتے تھے۔ اب کہتے ہیں کہ آپ ہر وقت نفع دیتے تھے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ واقعہ صلیب کے پہلے جس طریق پر بروالدین، نفع، صلوة، زکوٰۃ وغیرہ جس طریق پر اور جن شرائط پر موقوف تھے۔ اب بھی ویسے ہی ہیں۔

۸۸..... جو معمر ہوتا ہے وہ بچہ سے بھی عقل و شعور میں کم ہو جاتا ہے۔  
جواب: انبیاء میں ”ارذل العمر“ کا تحقیق نہیں ہے۔ ورنہ کسی ایک کی زندگی باوجود معمر ہونے کے بغیر عقل و شعور کے پیش کرو۔

۸۹..... ”لکم فی الارض مستقر“ میں فی الارض مرقوم ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر ہی استقرار بنی آدم ہوتا ہے، آسمان پر نہیں ہوتا۔

جواب: مرزائی اگر اسی آیت میں فی پر غور کرتے تو زندہ ہی زمین کے پیٹ میں رہتے اور کسی وقت بھی اپنا اتصال زمین سے نہ چھوڑتے۔ اب بھی موقعہ ہے کہ مرزائی زندہ ہی زمین میں گھس کر رہا کریں۔

۹۰..... جن آیات سے نزول مسیح ثابت کیا جاتا ہے۔ کیا وہ آیات نزول مسیح کے بعد قرآن سے نکال دی جائیں گی تاکہ آئندہ کوئی دوسرا مدعی پیدا نہ ہو سکے۔

جواب: ”یأتی من بعدی اسمہ“ کی پیشین گوئی بقول مرزا قادیانی کے آنے سے پوری ہو چکی ہے تو کیا اب انہوں نے یہ آیت قرآن سے نکال دی ہے؟ اس کے علاوہ مرزائی تعلیم میں قرآن شریف کا اکثر حصہ مرزا قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ باب ”تحریفات مرزانیہ“ میں گزر چکا ہے۔ اب دیکھئے کہ ان کو قرآن سے نکال دیتے ہیں یا منسوخ سمجھتے ہیں۔

۹۱..... ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ احیین“ کی حدیث مشہور ہے۔ اگرچہ اس کی سند نہیں ہے۔ نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ مشہور حدیث کے لئے سند کی ضرورت نہیں۔

جواب: یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ ابن قیم کا قول ہے جو خود نزول مسیح کے قائل تھے۔

۹۲..... ”لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ الوالعزم پیغمبر نصف عمر پا کر فوت ہو چکے تھے۔ جیسے آدم علیہ السلام کی عمر ۹۲۰ تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۶۰، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۴۸۰، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ۲۴۰، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ اور حضرت علیہ السلام کی عمر ۶۰ سال تھی۔

جواب: یہ قاعدہ مرزائیوں کو سخت معزز پڑتا ہے۔ پہلے اس وجہ سے کہ حضرت آدم دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ مگر ازل العمر تک نہ پہنچے۔ دوم یہ کہ یہ تناسب عمر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ سوم یہ کہ مرزا قادیانی کو بروز اکمل اور افضل المرسلین ومطاع الانبیاء کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی عمر اس تناسب سے ۳۰ سال ہونی چاہئے تھی۔ اب یہ نظریہ غلط ہے اور یا مرزا قادیانی الوالعزم نبی نہ تھے اور نہ ہی وہ حقدار تھے کہ ان کو احمد جری اللہ کا لقب دیا جائے۔ زیادہ تشریح کے لئے دیکھو اتہام چہارم

۹۳..... شب معراج میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء کی ملاقات روحانی ہوئی تھی۔

جواب: اسی حدیث کی شرح میں محدثین نے حضرت مسیح علیہ السلام کی جسمانی ملاقات بھی لکھی ہے۔ اگر وہ حدیث مقبول ہے تو یہ تشریح بھی نظر انداز نہ ہوگی۔

۹۴..... خطبہ صدیقیہ اور اختلاف حلیہ بھی وفات مسیح کی دلیل ہیں۔

جواب: ان میں کوئی اشارہ نہیں ہیں۔

۹۵..... حضور ﷺ نے قصر رسالت میں اپنے آپ کو آخری اینٹ کہا ہے۔

جواب: بعثت کے رو سے حضرت مسیح علیہ السلام قصر رسالت میں درمیانی اینٹ ہیں۔

۹۶..... اگر نزول مسیح تسلیم ہو تو لازم آتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث نہ

رہیں اور حلت، غنیمت، روئے زمین کا سجدہ گاہ ہوتا اور بعثت عامہ وغیرہ خصوصیات نبویہ غلط ٹھہرتی ہیں۔

جواب: آپ کا نزول تبلیغ رسالت کے لئے نہیں ہوگا۔ بلکہ تبلیغ اسلام کے لئے ہوگا۔

اس لئے یہ خصوصیات نبویہ پر دستبردار نہیں ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی کا وجود بھی ناممکن ٹھہرتا ہے۔

۹۷..... تا بعد ازاں مسیح علیہ السلام زیادہ ہوں گے؟

جواب: نہیں۔ نزول کے بعد مسلمان حضور ﷺ ہی کے تا بعد ارکھلائیں گے۔ کیونکہ

خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی حضور ﷺ کے ہی تا بعد ار ہوں گے۔

۹۸..... حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ: ”رفع محمد کما رفع عیسیٰ“ حضرت

حسنؓ نے کہا تھا کہ: ”عرج فیہا بروح عیسیٰ بن مریم“

جواب: اس کا جواب اتہامات میں گذر چکا ہے۔

۹۹..... (کنز العمال ج ۲ ص ۳۴) میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مکان تبدیل

کرنے کا حکم ہوا تھا۔ تاکہ کشمیر میں محفوظ رہیں۔

جواب: انجیل برنباس میں صاف لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے پہلے آپ اپنے گھر سے

نکل کر ایک حواری کے گھر چلے گئے تھے۔

۱۰۰..... (کنز العمال ج ۴ ص ۵۱) میں مذکور ہے کہ خدا کو وہ غرباً بہت عزیز ہیں جو

دین کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چاہتے ہیں۔

جواب: مطلب غلط طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ صاف مطلب یوں ہے کہ نزول مسیح

کے وقت مسلمان نہایت اتر حالت میں ہوں گے اور آپ کی معیت میں دجال سے بھاگ کر

مذہبی لڑائی سے اپنی حفاظت کریں گے۔



۱۰۱..... ”اعوذ بك من فتنة المحيا والممات“ سے ثابت ہوتا ہے کہ حیات مسیح کا قول فتنہ ہے۔

جواب: پھر تو وفات مسیح کا قول بھی فتنہ ہوا۔ کیونکہ اس حدیث میں ممات کا لفظ موجود ہے۔  
۱۰۲..... (عراس البیان ج ۱ ص ۲۶۲) میں شیخ اکبر لکھتے ہیں کہ: ”وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقہ ببطن آخر“

جواب: شیخ اکبر حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں اور یہ قول صوفیاء کے نزدیک غلط ہے۔ جیسا کہ اقتباس الانوار کی عبارت سے ظاہر ہے اور نیز بقول مجدد صاحب اس موقعہ پر صوفیاء کا قول معتبر نہیں ہے۔ دیکھو باب مرزا قادیانی کے متعلق اسلامی نکتہ خیال۔

۱۰۳..... ”زاد المعاد . محلّ ابن حزم“ اور فتح البیان میں حیات مسیح سے انکار ثابت ہوتا ہے۔

جواب: غلط ہے۔ دیکھو باب اتہامات۔  
۱۰۴..... ”رفعه الله رفع روح مع الجسم“ ہے۔ یعنی دونوں کو خدا تعالیٰ نے رفعت دی تھی۔

جواب: اگر رفع الجسم مع الروح کہہ دیتے تو کیا ہی خوب تھا کہ احمدی اور محمدی مل بیٹھتے۔  
۱۰۵..... ”رفع“ کا فاعل اللہ ہو تو رفعت منزلت مراد ہوتی ہے۔  
جواب: یہ شرط کسی اہل لغت سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ رفعتناہ مکانا علیا میں رفعت مکانی مراد ہے۔

۱۰۶..... الیہ کا مرجع خدا تعالیٰ ہو تو اس سے مراد بھی رفعت منزلت ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نہ مکانی ہے نہ زمانی۔

جواب: ایسے موقعہ پر حذف مضاف ہوتا ہے۔ جیسے ”انسی مہاجر الی ربی ای الی بیت اللہ . الیہ یصعد ای محل کرامتہ“ اسی طرح ”رفعه الیہ ای الی سمائہ ما فسرہ اهل الاسلام“

۱۰۷..... صلب کا معنی ہے سولی پر مار ڈالنا۔  
جواب: سولی پر چڑھانا بھی لغت میں ہی لکھا ہے۔ صلبہ بردار کشید، منتهی الارب۔  
۱۰۸..... تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ بالتواتر کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت

مسیح علیہ السلام کو مصلوب و مقتول اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور مصلوب دیر تک زندہ بھی رہتا ہے۔ پس اگر مصلوب حضرت مسیح علیہ السلام کا شبیہ ہوتا تو صاف انکار کر دیتا۔

جواب: تفسیر کبیر میں اس قسم کے بہت اعتراض کر کے ساتھ ساتھ جواب بھی دیئے ہیں۔ مرزا یوں کی یہ چالاکی ہے کہ اعتراض تو تفسیر کبیر سے نقل کر دیتے ہیں۔ مگر جواب لکھنے کی جرأت نہیں کرتے اور تعجب ہے کہ یہ حوالہ اگر ہمیں معر ہے تو ان کو بھی مفید نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تصریح کی گئی ہے کہ: ”صلب کا معنی سولی پر چڑھانا بھی ہے نہ کہ سولی پر مارنا ہی مراد ہوتا ہے۔“ انجیل برنباس میں شبیہ مسیح کا حال بالتفصیل لکھا ہوا ہے کہ وہ (یہودا) چلا کر کہتا تھا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ مگر یہودی اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے تھے کہ اسے ماری ڈالیں۔

۱۰۹..... کیا خدا نے یہود سے فریب کھیلنا تھا؟ اور کیا اپنے پیارے کی شکل کی بے حرمتی کرانا اسے پسند تھا۔

جواب: یہ جاہلانہ سوال ہے۔ ”یفعل اللہ ما یشاء“ پر معترض ہونا حماقت ہے۔ معترض کو یہ خیال نہیں آیا کہ مرزا قادیانی کو شبیہ مسیح بنا کر بقول شخصے کسی طرح دجال، مفسد، کذاب، مغتری مشہور کرایا تھا۔ کیا محبت کا یہی تقاضا تھا؟

۱۱۰..... ”شبه“ میں حیات مسیح ماننے پر ضمیر کا مرجع نہیں ملتا۔

جواب: نہ ملے کیونکہ ”اوقع الشبهة لهم“ کا معنی میں ہے۔

۱۱۱..... روایات مختلف ہیں کہ کس پر القاء شبہ ہوا؟

جواب: پھر بھی قدر مشترک اتنا تو ثابت ہو گیا ہے کہ القاء شبہ ہو گیا ہے۔ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کے متعلق بھی اتنا تو ثابت ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ باقی رہا یہ کہ آپ کیسے نبی تھے؟ یہ اصل مقصد کے لئے معترض نہیں ہے۔

۱۱۲..... ”ان من اهل الكتاب“ میں یہی مذکور ہے کہ جو بھی یہودی ہے۔ اپنے مرنے سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہے کہ: ”انا قتلنا المسيح“ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا۔

جواب: اس آیت میں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جو اہل کتاب ہیں۔ عہد مسیح میں آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اپنی موت سے پہلے وہ ایمان لے آتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور نازل ہو کر حکومت کریں گے۔ اب ان دو احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ قتل مسیح پر ہی ایمان لاتے ہیں اور کسی چیز پر ایمان نہیں لاتے۔ ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“ دیکھو باب دلائل حیات مسیح۔

۱۱۳..... ہزاروں یہودی مرتے ہیں۔ ایمان کا ثبوت ان میں نہیں ہے۔

جواب: موت کے وقت ان کو پورا انکشاف ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ نزول فرمائیں گے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ زبان سے بھی کہیں جیسا کہ بقول مرزا سیہ موت کے وقت یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ وہ کہتے ہوں کہ ہم نے مسیح کو مار ڈالا تھا۔

۱۱۴..... دجال اور ستر ہزار یہودی اس کے پیرو آپ کے عہد میں ایمان

لائیں گے۔

جواب: مگر ان کو انکشاف اور مشاہدہ ضرور ہو جائے گا۔

۱۱۵..... ”القینا بینہم العداۃ والبغضاء الی یوم القیمة“ میں مذکور

ہے کہ یہودی قیامت تک بغض رکھیں گے تو پھر مسلمان کیسے ہوں گے؟

جواب: کچھ مارے جائیں گے کچھ اسلام قبول کریں گے اور باہمی بغض اسلام کے

خلاف نہیں ہے۔ لاہوری اور قادیانی مرزائی آپس میں بغض رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی ابتری میں کوشش کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ قادیانی نبی کے امت ہیں۔ انسانی پیدائش کو اول میں ہے۔ ”بعضکم لبعض عدو“ کا انعام ملا ہوا ہے۔ اس سے اسلام کی نفی نہیں ہو سکتی۔

۱۱۶..... ”لیؤمنن بہ“ کے ماقبل وما بعد یہودیوں کی شرارت کا ذکر ہے۔ اس

لئے یہ جملہ بھی شرارت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

جواب: جملہ معترضہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ان کی شرارتوں کا بدلہ ان کو دنیا میں

بھی مل جائے گا اور ان کی کذب بیانی ظاہر ہو جائے گی اور یہ طرز بیان قرآن شریف میں کئی جگہ درج ہے۔ مثال کے لئے دیکھو: ”حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطی“ اس کے ”ما قبل وما بعد“ میں معاملات کا ذکر ہے۔ مگر یہاں عبادات کا ذکر درمیان میں آ گیا ہے۔ دیکھو سورہ بقرہ: ۳۰

۱۱۷..... ”یوم القیمة یکون علیہم شہیدا“ میں مذکور ہے کہ قیامت کو ہی

آپ یہودیوں کے خلاف شاہد ہوں گے۔ لہذا نزول مسیح باطل ہوا؟

جواب: یہی معنی اگر لیا جائے تو واقعہ صلیب سے پہلے کی شہادت بھی منفی ہو جاتی ہے۔

۱۱۸..... اگر یہودی مان لیں گے تو برخلاف شہادت کیسی ہوگی؟

جواب: حدیث کی رو سے جنہوں نے اختیاری طریق پر نہیں مانا وہ قتل ہوں گے یا نزول سے پہلے مر چکے ہوں گے۔ ان کے خلاف شہادت ہوگی۔

۱۱۹..... آیت میں مذکور ہے کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے اور مسیح کی تصدیق کریں گے یا کرتے ہیں۔ حالانکہ مقتول یا بے خبر یہودی اس کلیہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

جواب: بقول مرزا یہ تمام یہودیوں کا ایمان بالقتل تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر واقعہ صلیب سے پہلے یہودی ضرور اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں اور یہ آیت تمام یہودیوں کے شامل نہ رہی۔ اس لئے خاص افراد مراد ہوں گے۔ تمام دنیا کے یہودی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پیدا ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام تک تھے مراد نہیں ہو سکتے۔

۱۲۰..... ”انہ لعلم للساعة“ میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قیامت کی علامت ہے۔

جواب: یہ معنی نہ نیچری مانتے ہیں اور نہ لاہوری۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ تھا۔ ہمارے نزدیک تو سرے سے یہ معنی غلط ہے۔ کیونکہ احادیث نبویہ اس کی تائید نہیں کرتیں۔

۱۲۱..... یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف قیامت کو جاننے والا ہے۔ یعنی اس کے پڑھنے سے قیامت کا یقین ہو جاتا ہے۔

جواب: علم کا معنی بنانے والا نہیں آتا۔

۱۲۲..... یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہودیوں کی بہ نسبت حضرت مسیح علیہ السلام کو قیامت کا زیادہ یقین تھا۔

جواب: یہ بلا ثبوت بات ہے اور یہاں ”اعلم للساعة“ مذکور نہیں ہوا۔ مناسب تھا کہ: ”اعلم بالساعة“ ہوتا۔ کیونکہ علم کے بعد قرآن شریف میں ب زیادہ ہوتی ہے۔

۱۲۳..... یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح یہودیوں کی تباہی کے وقت کو خوب

جانتے تھے۔

جواب: یہاں تباہی کا ذکر سیاق و سباق میں نہیں ہے اور نہ ان کی تباہی کا علم اس قابل

تھا کہ اس پر اتنا زور دیا جاتا اور علام للساعة کی تاویل کرنا قرآنی محاورہ نہیں ہے۔ بلکہ علام بالساعة چاہئے تھا جو یہاں نہیں بن سکتا۔

۱۲۴..... ”انه لعلم للساعة“ میں اشارہ ہے کہ: ”ان مثیل المسیح علامۃ للساعة وھلاک المخالفین“ مثیل مسیح کے وقت مخالفین برباد ہو جائیں گے۔ اس جگہ مثیل مراد ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ: ”ولقد اتینا موسیٰ الکتاب فلا تکن فی مریۃ من القائه“ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی ہے۔ آپ کو بھی اس کی مثل کتاب دی جائے گی۔

جواب: الکتاب میں ال کا لفظ مذکور ہے کہ جس سے مراد مطلق آسمانی کتاب ہے۔ خواہ قرآن ہو یا تورات اور معنی یوں ہے کہ آپ کو آسمانی کتاب دی جائے گی۔ یہاں مثل کا لفظ محذوف نہیں ہے۔ انہ میں خصوصیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہیں اور الکتاب میں عام اور کلی مفہوم مراد ہے۔ اس لئے جزئی مفہوم کو کلی مفہوم پر قیاس کرنا جہالت ہے۔ ”اور ثناھا بنی اسرائیل“ میں بھی مفہوم کلی ہے۔ ”خذ الدرھم ونصفه“ میں بھی مطلق درہم مراد ہے۔ کوئی خاص شخصیت مراد نہیں ہے۔

۱۲۵..... اگر حضرت مسیح علیہ السلام قیامت کی علامت تھے تو کفار مکہ کو اس سے کیا

فائدہ ہوا؟

جواب: تاریخ قرآن پر عبور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ یہودیوں سے باتیں سیکھ کر قرآن پر معترض ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر درمیان میں آ گیا تھا۔

۱۲۶..... ”انه“ کا مرجع صرف مسیح نہیں ہے بلکہ اس سے اور چیزیں بھی مراد

لی گئی ہیں۔

جواب: مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو مرجع بنانے سے انکار نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہمیں جائز ہوگا کہ اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام پر دلیل قائم کریں۔

۱۲۷..... یہاں علم مذکور ہے۔ علم مذکور نہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام علامت قیامت

کیسے ہوں گے؟

جواب: ”الیومنن“ کی جگہ ”لیومنن“ تائیدی طور پر مرزائی تسلیم کرتے ہیں اور یہاں دوسری قرأت علم کے لفظ سے منظور نہیں کرتے۔ یہ کمال بے انصافی ہے۔ اب علم للساعة سے مراد یہ ہے کہ آپ کا وجود نزول کے وقت قیام قیامت کی ایک پختہ دلیل ہوگی اور مجبوراً منکرین قیامت کو یقین کرنا پڑے گا۔

۱۲۸..... ”اذ کففت بنی اسرائیل عنک“ میں مذکور ہے کہ یہودی آپ کو موت تک نہیں پہنچا سکے۔

جواب: یہ خیالی معنی ہے۔ کوئی اسلامی تحریر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اسلام میں یہ مذکور ہے کہ گویہودیوں نے ایذا رسانی کی۔ مگر واقعہ صلیب میں یہودی ایذا رسانی سے بالکل روک دیئے گئے تھے۔ ”ماقتلوه و ماصلبوه“ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ یوں سمجھو کہ یہودی کہتے تھے کہ مسیح ہمارے قبضے میں آگئے تھے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ غلط ہے وہ قبضہ میں نہیں آئے تھے۔ یہود قبضہ میں آیا تھا جس کو مسیح سمجھ کر مار ڈالا تھا۔

۱۲۹..... بخاری کی حدیث ”کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم“ میں لفظ ”من السماء“ مذکور نہیں ہے اور یہی روایت بیہقی میں مذکور ہے۔ البتہ وہاں بحوالہ بخاری و مسلم من السماء کا لفظ لکھا ہے اور جب درمنثور میں علامہ سیوطی نے یہی روایت نقل کی ہے تو پھر اس میں من السماء کا لفظ موجود نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ بیہقی نے بھی روایت نہیں کیا۔ بلکہ جب ۱۳۱۳ھ میں یہ کتاب چھپی ہے تو اس میں یہ لفظ بڑھادیا گیا ہے۔

جواب: (کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸) میں یوں مروی ہے کہ: ”عن ابن عباس مرفوعاً یُنزل عیسیٰ ابن مریم من السماء علی جبل افیق اماماھا دیا و حکما عادلا علیہ برنس له من بوع الخلق اصلت سبط الشعر بیدہ حربۃ“ اور یہ روایت یقیناً اور ہے کہ جس میں من السماء کا لفظ صریحاً موجود ہے۔ امام بخاری کی تمام روایتیں صحیح بخاری میں منحصر نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کی اور کتابیں بھی ہیں کہ جن میں آپ نے صحیح احادیث بیان کی ہیں۔ بالفرض اگر بیہقی نے یہ لفظ تشریحی طور پر بڑھادیا ہو تو پھر بھی قابل وثوق ہے۔ کیونکہ بقول مؤلف غسل مصطفیٰ مرزائیوں کے نزدیک امام بیہقی مجدد وقت تھے۔

۱۳۰..... نزول کا لفظ دجال وغیرہ کے لئے بھی آیا ہے۔ کیا وہ بھی آسمان سے

اترے گا؟

جواب: جس شخص کے بارے میں تو فی اور رفع الی السماء کا یقیناً آچکا ہے۔ اس کے بارے میں نزول کا لفظ من السماء ہی مراد ہے اور یہ نزول من السماء اسلام میں ایسا مشہور ہے جیسا کہ مرزائیوں کے نزدیک ”لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین“ کی حدیث مشہور ہے۔

۱۳۱..... مسیح کے بارے میں خروج، بعث اور نزول تین لفظ ہیں اور موضع نزول

میں بھی اختلاف ہے۔

جواب: کچھ ہو مگر قادیان کو موضع نزول نہیں بتایا گیا اور نہ ہی نزول سے مراد تولد لیا گیا ہے۔ بالفرض اگر نازل عیسیٰ کا ترجمہ تولد فیکم کیا جائے تو دو وجہ سے غلط ہوگا۔ اول یہ کہ تولد انسانی کے لئے نزول من السماء استعمال نہیں ہوا۔ دوم یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صبح کے وقت دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھ کر اتریں گے اور امام مہدی کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور ان کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا۔ سر پر ٹوپی ہوگی۔ پیشانی کے بال جھڑ گئے ہوں گے۔ کیا مرزا قادیانی صبح کے وقت پیدا ہوتے ہی نماز صبح میں شریک ہوئے تھے۔ کیا آپ کے سر پر لمبی چوڑی کوئی ٹوپی بھی تھی؟ کیا آپ کے ہاتھ میں نیزہ بھی تھا؟ کیا آپ کی پیدائش مجمع کثیر میں لڑائی کے موقع پر ہوئی تھی؟

۱۳۲..... معراج الدین سیرت مسیح میں لکھتا ہے کہ: ”بقول شیخ محی الدین ابن عربی مسیح تو اُم (جوڑا) پیدا ہوگا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے بعد لڑکی پیدا ہو کر مر گئی تھی۔“ تو کیا نزول مسیح کے وقت کسی عورت کا نزول بھی لکھا ہے؟

جواب: کیوں شیخ اکبر کو یونہی بدنام کیا ہے۔ جب کہ بار بار فتوحات میں نزول مسیح بحکم عصری لکھ چکے ہیں۔ بقول شخصے مرزا قادیانی کی ہمیشہ دوسرے حمل سے پیدا ہوئی تھی۔ مطلب کے لئے دو حملوں سے پیدا ہونے والوں کو بھی تو اُم (جوڑا) لکھ دیا ہے۔ غالباً شیخ اکبر نے امام مہدی کی تولد میں تو اُم لکھا ہوگا۔ مگر مرزائیوں نے مسیح کا تولد بنالیا ہے۔ یہ خوب دجالیت ہے۔ بہر حال مرزائی یہ بتائیں کہ کیا مرزا قادیانی پیدا ہوتے ہی مہدی، مجدد، عیسیٰ اور افضل المرسلین بن گئے تھے؟ یا تادم مرگ یہ امر مشتبہ رہا ہے کہ آپ کیا سے کیا بننا چاہتے تھے۔ اگر نازل کا ترجمہ ”یدعی المسیحیۃ والمہدیۃ“ کیا جائے تو کوئی عربی محاورہ پیش کرنا ہوگا۔

۱۳۳..... ”وامامکم“ کا عطف عیسیٰ پر ہے تو اگر نزول سے مراد نزول من السماء ہو تو لازم آتا ہے کہ امام مہدی بھی آسمان سے نازل ہوں گے۔

جواب: یہ جملہ حالیہ ہے۔ ”وامامکم“ اور ”فامکم“ جملہ نزل پر عطف ہے۔ جس کا مطلب محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ نزول مسیح کے وقت امام المسلمین حضرت مہدی علیہ السلام پہلے موجود ہوں گے اور ان کے بعد حضرت مسیح امام المسلمین بن جائیں گے۔ ”امامکم“ مبتداء ہے۔ ”منکم“ خبر ہے۔ اگر ”وہو امامکم“ بنایا جائے تو ”منکم“ کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ ”امامکم“ کی اضافت منی ہی منکم کا کام دیتی ہے۔ اس لئے جو کچھ مرزائیوں نے سمجھا ہے غلط ہے۔

۱۳۴..... حاتم سے مراد سخی ہوتا ہے اور قارون سے مراد مالدار اسی طرح نزول عیسیٰ سے مراد مثیل عیسیٰ مراد ہوگا۔

جواب: حقیقت و مجاز اپنے اپنے موقع پر صحیح ہیں۔ مگر جس جگہ تو اتر اور اجماع اسلام سے حقیقت مراد ہو تو صرف خیالی گھوڑے دوڑا کر بغیر قرآن کے مجاز مراد لینا صحیح نہ ہوگا۔ ورنہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ غلام احمد قادیانی سے مراد کوئی ایسا شخص ہے جو خلاف اسلام مدعی نبوت بنا ہو ورنہ مرزا قادیانی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا یا نور دین کا وجود قادیان میں نہیں پایا گیا۔ بلکہ اس سے مراد خود (بقول مرزا سیہ) مرزا قادیانی ہی تھے۔ اسی طرح احسن امروہی کا وجود بھی قادیان میں نہیں پایا گیا۔ اس سے مراد خوبصورت یا پسندیدہ اخلاق مرزا قادیانی ہی ہیں اور محمد کا معنی ہے تعریف کیا گیا۔ مرزا قادیانی کی بھی تعریف خدا نے کی تھی۔ اس لئے قادیان میں مرزا قادیانی کا ہی وجود تھا۔ حکیم بھیروی و امروہی موجود نہ تھے۔ کیا آپ کو یہ منظور ہے؟

۱۳۵..... ”لتسلكن سنن من قبلکم“ میں حضور ﷺ نے امت محمدیہ کو مشابہ بالیہود کہا ہے۔ اسی طرح اس امت کا مصلح بھی مشابہ با مسیح ہوگا۔

جواب: اگر یہی بات ہے تو ”زید اسد“ میں زید کی دم بھی تلاش کرنی پڑے گی اور اس کو مفترس بھی کہنا پڑے گا۔ کیونکہ ایسی تشبیہ سوائے اشتراک فی النوعیہ کے صحیح نہیں ہو سکتی۔ ورنہ عام تشبیہ ذاتیات کے علاوہ ہوا کرتی ہے اور مثیل مسیح بھی ذاتیات مسیح سے خالی ہوگا۔

۱۳۶..... ”فانزل فاقتلہ“ ابن ماجہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ اس کا راوی ضعیف ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۷۲) اور یہ قول ابن مسعود کا ہے حضور ﷺ کا قول نہیں ہے۔

جواب: اگر یہ روایت ضعیف ہے تو دوسری روایات کے چونکہ موافق ہے۔ اس لئے معتبر ہوگی اور یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابن مسعود نے حضرت مسیح علیہ السلام سے شب معراج میں یہ نہیں سنا اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضور ﷺ سے سن کر یہ قول آپ نے کیا تھا اور یہ حدیث مرفوع ہے۔

۱۳۷..... ”فیدفن معی فی قبری (ابن نوری)“ یہ حدیث دوسری کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔

جواب: مشکوٰۃ میں مذکور ہے اور ملا علی قاری نے اپنی شرح میں اس کی تشریح کی ہے کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔



۱۳۸..... یہ حدیث حضرت عائشہؓ کے قول کے خلاف ہے کہ میں نے تین چاند دیکھے تھے کہ میرے گھر داخل ہوئے ہیں۔ جن سے مراد حضور ﷺ اور شیخین ہیں۔

جواب: یہ حدیث تاریخ طبرانی اور بخاری میں بھی مذکور ہے۔ درمنثور میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ آپ نے حضور ﷺ سے عرض کی تھی کہ میں آپ کے بعد ممکن ہے کہ زندہ رہوں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپ کے پاس دفن کی جاؤں تو آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں یہ جگہ تو حضرت صدیق اکبرؓ و عمرؓ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لئے مخصوص ہے۔ (دیکھو دلائل النبوة، ابن عساکر، کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸)

۱۳۹..... یہ حدیث اگر سچی تھی تو حضرت عمرؓ نے کیوں اجازت مانگی تھی؟ کہ میں یہاں دفن کیا جاؤں۔

جواب: اس حدیث کے فیصلہ پر ہی تو حضرت عائشہؓ نے اجازت دی تھی۔

۱۴۰..... تو پھر حضور کے دفن پر کیوں اختلاف ہوا تھا؟

جواب: اس وقت سے پہلے حضرت عائشہؓ کا فیصلہ معلوم نہ تھا اور حدیث الاقمار کے بعد حضور ﷺ نے فیصلہ کیا تھا۔ وہی قطعی قرار دیا گیا اور اس حدیث الاقمار کو ترک کیا گیا۔

۱۴۱..... ”فاقوم بین ابی بکرؓ و عمرؓ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وہاں دفن نہ ہوئے۔

جواب: شیخین کی قبریں نزدیک ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ذرہ دور ہے۔

۱۴۲..... ”یدفن فی الارض المقدسة (یعنی شرح بخاری ج ۷ ص ۴۵۳)“

جواب: یہ قول مرجوع ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے آپ کا دفن روضہ نبویہ مقرر کیا ہے۔

۱۴۳..... ”ینزل الی الارض“ سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان

سے اتریں گے۔ کیونکہ یوں وارد ہے۔ ”لینزلن طائفة من امتی ارضا یقال لها بصرة“

جواب: الی الارض کا لفظ یہاں نہیں اور الی کا لفظ من کا مقتضی ہے۔ جس کا مطلب یہ

ہے کہ: ”ینزل من السماء الی الارض“

۱۴۴..... بی۔ اے ایک ڈگری موجود ہے۔ اگر کوئی ذہین لڑکا مر جائے تو کہہ سکتے

ہیں کہ اگر وہ زندہ رہتا تو بی۔ اے پاس ہو جاتا۔ اسی طرح یہ حدیث بھی ہے کہ جو لفظ خاتم النبیین کے بعد وارد ہوئی ہے کہ: ”لوعاش ابراہیم لکان نبیا صدیقا (رواہ ابن ماجہ قال

شہاب الخفاف ج ۷ ص ۱۷۵) لا کلام فی صحته“

جواب: پہلے گزر چکا ہے کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے۔ اگر صحیح ہے تو کسی اصحابی قول ہے اور وہ بھی یوں کہ: ”لو کان بعدی نبی لعاش ابراہیم“ حضرت حسینؑ زندہ رہے مگر نبوت نہ ملی کیا یہ مستحق نہ تھے؟

۱۳۵..... خاتم النبیین کا معنی ہے ”زینۃ الانبیاء، مصدق الانبیاء“ اور ”آخر الانبیاء التشریعین“

جواب: ”لا نبی بعدی“ کا فرمان ثابت کرتا ہے کہ آپؐ ”آخر الانبیاء بعثۃ وزماناً“ ہیں۔ اس لئے تشریحی انبیاء مراد لینا خلاف مسلمات اسلام ہے۔

۱۳۶..... خاتم النبیین میں آل استغراقیہ نہیں ہے۔ جیسے ”یقتلون النبیین“ میں استغراقیہ نہیں ہوا۔

جواب: تو پھر ”قد خلت من قبلہ الرسل“ میں استغراقیہ کیوں مانا جاتا ہے؟ کیا رسول اور نبی دو چیزیں ہیں؟ صحیح یوں ہے کہ: ”قد خلت من قبلہ الرسل“ میں جنسی ہے؟ کیونکہ یہ آیت خود حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بھی اتری ہے اور خاتم النبیین میں ”آل استغراقی“ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے کسی نبی کے مبعوث ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ انقطاع نبوت پر مہر کر دی ہے کہ لانی بعدی مسیح علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے۔ مگر آپؐ کی بعثت پہلے ہو چکی تھی۔ کیا مرزا قادیانی بھی پہلے مبعوث ہو چکے تھے؟ ورنہ وہ مثیل مسیح نہ تھے۔

۱۳۷..... آپؐ نے فرمایا ہے کہ: ”انا آخر الانبیاء ومسجدی آخر المساجد“ پس جس طرح باقی مساجد مظہر مسجد نبوی ہیں۔ اسی طرح باقی انبیاء بھی آپؐ کے مظہر ہیں۔

جواب: مظہر کا لفظ بے جا استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی لفظ نے تو مرزائیوں کو گمراہ کر دیا ہے اور قادیان کو بیت المقدس، مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کا مظہر اور معلوم نہیں کس کس کا مظہر بنا رکھا ہے۔ مگر دیکھو تو وہاں سوائے مظہر پیرس کے کچھ نظر نہیں آتا اور کبھی مظہر اور بروز سے تاسخ کا معنی لیا جاتا ہے۔ اگر مساجد میں بھی مظہر کی گنجائش ہے تو قادیان کی مسجد حرام کو اپنا قبلہ کیوں نہیں بتایا جاتا اور جب وہاں حج ہو سکتا ہے تو قبلہ بنانے کو کیا مانع ہے۔ براہین میں ظہیر الدین مرزائی نے بڑے زور سے مشورہ دیا ہے کہ قادیان کو قبلہ بنایا جائے۔ مگر شاید اس لئے کامیابی نہیں ہو سکی کہ وہاں کی مسجد حرام میں بیت اللہ شریف کی عمارت کھڑی کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کا اصلی جواب مغالطات میں دیکھو۔

۱۴۸..... حضرت علیہ السلام نے حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین کہا ہے اور حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء اور خود حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ واقعات نے ثابت کیا ہے کہ اس جگہ ہجرت مکہ مراد ہے اور ولایت بلا واسطہ اسی طرح نبوت تشریح۔

جواب: خاتم المہاجرین کا جواب مغالطات میں دیکھو۔ خاتم الاولیاء کی روایت تفسیر صافی کی ہے۔ جس سے شیعہ کے نزدیک ولایت سے مراد خلافت ہے اور خاتم الانبیاء کا مفہوم اسلام میں تشریحی اور غیر تشریحی دونوں کو شامل کر دیا گیا ہے۔

۱۴۹..... حضور ﷺ کو سورج کہا گیا ہے۔ اس لئے کئی چاند آپ کا مظہر ہوں گے۔  
جواب: چاند کو سورج کا مظہر نہیں کہا جاتا۔ تمام کائنات روشنی حاصل کر رہی ہے۔ کیا سب کو مظہر قرار دے کر سورج کہا جائے گا؟ غور کرو تو اسی دلیل سے مرزا قادیانی کی نبوت باطل ٹھہرتی ہے۔

۱۵۰..... ”کما صلیت علی ابراہیم“ میں اشارہ ہے کہ آل ابراہیم میں نبوت تھی اور آل محمد بھی نبوت رہے گی۔

جواب: یہ دلیل بالکل غلط ہے۔ درود اسلام جاری رکھنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ آل محمد میں نبی مبعوث کیا کر۔ کیا نبوت کسی کے حق میں دعاء کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی کی نبوت چغتائیہ خاندان میں تھی۔ کیا چغتائی بھی آل رسول تھے؟ اس لئے یہ دلیل صرف مریدوں پر ہی اثر ڈال سکتی ہے۔ ورنہ غیر جانبدار کے نزدیک قطعات سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کیا غضب ہے کہ صریح حکم نبوی لائمی بعدی کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور وہ بھی تسویات نفسانیہ سے۔

۱۵۱..... حضور ﷺ کے وقت تکمیل دین تھی۔ مرزا قادیانی کے عہد میں تکمیل اشاعت تھی۔

جواب: تکمیل اشاعت اسلام کا دعویٰ غلط ہے۔ ہاں اگر تکفیر اہل اسلام کی اشاعت مراد ہے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں تکمیل اشاعت کیا خاک ہوئی۔ مرزا قادیانی کے بعد حرمین میں مرزائی مبلغ جاتے ہیں تو کان سے پکڑ پکڑ کر نکالے جاتے ہیں۔ کابل میں جاتے ہیں تو قتل کئے جاتے ہیں۔ کیا اسی کا نام غلبہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو باب دلائل حیاۃ اسحٰب زیر آیت ”ہو الذی ارسل رسولہ“

۱۵۲..... ”مصدقاً لما بين يدي من التوراية ومبشراً برسول يأتي من بعدى اسمه“ میں تورات کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام نے محمد کی تصدیق کی ہے اور مرزا قادیانی کی بشارت دی ہے۔

جواب: مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ حضور ﷺ کی بشارت انجیل میں موجود ہے۔ دیکھو بحث مغالطات۔ یہ امت عجیب ہے کہ اپنے نبی کی ہی تکذیب کرتی ہے۔ کیا تصدیق اور بشارت کا مفہوم ایک ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو حضور ﷺ کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام نے نہیں دی۔

۱۵۳..... مرزا قادیانی کے خاندان میں غلام قادر، غلام مرتضیٰ وغیرہ نام تھے۔ اس لئے اسم امتیازی طور پر احمد ہی تھا اور غلام کا لفظ مشترک تھا جو اسم علم میں داخل نہیں ہے۔

جواب: پھر تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس خاندان میں یہ نام ہوں۔ عبد الرحمن، عبد اللہ اور عبد الرحیم۔ وہ سب خدائی دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اصلی نام اللہ، رحمن اور رحیم ہیں اور عبد کا لفظ فالتو ہے۔

۱۵۴..... ”ثم بعثنا من بعدهم موسى (اعراف)“ میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اور درمیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔

جواب: ”من بعدى اسمه احمد“ میں بعدیت متصل ہے اور اس خیال کی تردید حضور ﷺ نے فرمادی ہوئی ہے۔ دیکھو بحث مغالطات۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد حضور ﷺ کا ہی آنا مقرر تھا۔

۱۵۵..... ”لما جاءهم“ میں ماضی بمعنی مضارع ہے۔

جواب: اس جگہ ماضی اپنی جگہ پر استعمال ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے آنے پر ہی لوگوں نے آپ کو ساحر اور قرآن کو سحر بین کہا ہے اور مرزا قادیانی کو لوگوں نے دجال، مفتری، کذاب یا مرقی کہا ہے اور شعر و شاعری کے رو سے غلط گو شعر در بندی اور غلط نویس کا خطاب دیا ہے۔

۱۵۶..... ”آخرين منهم لما يلحقوا بهم“ کا عطف اگر امین پر ہوتا تو مرزائی مراد ہیں اور اگر رسولاً پر ہوتا تو مرزا قادیانی اور آپ کی اولاد مراد ہوگی۔

جواب: پہلا عطف درست ہے اور آخرین سے مراد صحابہ کے بعد کے مسلمان ہیں۔ ورنہ یہ مطلب ہوگا کہ بعثت اول امین میں ہوئی ہے اور بعثت ثانیہ مرزائیوں میں ہوئی ہے اور

درمیانی تیرہ سو سال فترۃ کا زمانہ تھا۔ اس کی پوری بحث نبوت مرزا میں گذر چکی ہے اور دوسرا عطف درست نہیں ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ مرزا قادیانی کا سارا خاندان مدعی رسالت ہو اور یہ نہیں ہو سکتا کہ بعثت آخرین میں مرزا قادیانی تو فی بن جائیں اور باقی افراد نبی نہ بنیں۔ کیونکہ بعثت کا لفظ ایک فقرہ میں نبی اور غیر نبی کے لئے ایک جگہ استعمال ہونا قرین قیاس نہ ہوگا۔ اس لئے ممکن ہے کہ مرزا محمود کو بھی مرزائی نبی ہی مانتے ہوں اور جب تک یہ سلسلہ چلا جائے گا۔ نبی در نبی ہی پیدا ہوتے جائیں گے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ مرزا محمود نے شریعت احمدیہ میں ترمیم و تنسیخ شروع کر دی ہے اور اپنے آپ کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے۔ اس نظریہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک جو بھی خلیفہ ہوگا وہ نبی ہی ہوگا۔ مگر اب ان کا فرض ہے کہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں اور اعتراف کر لیں کہ اسلام کے مسلمات ان کے ہاں غلط ہیں۔

۱۵۷..... ”کنتم خیر امۃ“ میں امت محمدیہ کو اگر بہترین کا لقب دیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ ان کو انعام نبوت بھی دیا جائے۔ ورنہ یہ مخول بن جائے گا۔

جواب: مخول تو یہ ہے کہ تیرہ سو سال تک یہ انعام بند رہا ہے۔ اگر کھلا ہے تو صرف چغتائی خاندان کے لئے! کیا دوسرے لوگ امت محمدیہ نہ تھے۔ اس تجویز کے مطابق تو گھر گھر نبی پیدا ہونا چاہئے تھا۔ ورنہ وہ امت میں داخل نہ رہیں گے۔

۱۵۸..... امت جماعت کا نام ہے۔ ہر ایک کیسے نبی ہو سکتا ہے۔

جواب: تم ہر ایک کا نبی ہونا تسلیم کرو اس کا علاج ”کان ابراہیم امۃ“ سے ہو جائے گا۔

۱۵۹..... ”ما کننا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً“ میں بتایا گیا ہے کہ بعثت رسل کے بعد عذاب آتا ہے تو مرزا قادیانی بھی عذاب لے کر آئے تھے۔

جواب: اگر ”مانحن بمعذبین“ ہوتا تو مرزائیوں کو گنجائش تھی کہ نبوت چغتائیہ کا سلسلہ چلاتے۔ مگر آیت میں گذشتہ انبیاء کا ذکر ہے۔ جس قدر امتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ان کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی امت کے استیصال کی کبھی دعاء نہیں کی۔ کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ احادیث کی رو سے ہلاکت عامہ امت محمدیہ کے لئے بند ہے۔ اس لئے جزوی تکالیف سے کوئی ہرج نہیں ہے۔ اگر آیت مذکورہ کو امت محمدیہ پر بھی منطبق کیا جائے تو عذاب سے مراد بقرینہ اہم سابقہ عذاب عام ہوگا۔ جس سے قوم کا کوئی فرد بھی زندہ نہ رہے اور ایسا عذاب ابھی تک نہیں آیا کہ چغتائی بھی نبوت کے حقدار ثابت ہو سکیں۔

۱۶۰..... ”فمن كان على بينة ويتلوه شاهد منه (هود)“ میں مرزا قادیانی کو شاہد کہا گیا ہے۔

جواب: شیعہ کے نزدیک حضرت علیؑ شاہد ہیں۔ سنیوں کے نزدیک حضرت سلمان فارسی ہیں۔ ایرانیوں کے نزدیک ان کا اپنا مسیح مراد ہے۔ اب مرزا قادیانی کے مرید کیوں چنگیز خانیہ ڈاکہ مار رہے ہیں۔ دراصل آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس اپنی صداقت کے دلائل موجود تھے اور بیرونی شاہد بھی صحیفہ مقدمہ سے شہادت گزار تھے۔ اس میں خواہ مخواہ ایک نبی کی آمد مراد لینا ایک اور ایک دور وٹیوں کی مثال ہے۔ مفسر ابن کثیر نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ جو شخص فطرت پر قائم ہوا اور اس کو حضور ﷺ ”شاهد منه“ خدا کی طرف سے صداقت قرآن کی شہادت بھی دیتے ہوں اور آپ سے پہلے اس کو تورات کا بھی خیال ہو تو وہ قرآن پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ اب دیکھئے شاہد الہی کون ہے؟

۱۶۱..... حضور ﷺ کو مقتے کہا گیا ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی آپ کے بعد آئے۔ جواب: تقیہ کے دو مفعول آتے ہیں۔ پہلا مقدم الزمان ہوتا ہے اور دوسرا مؤخر الزمان۔ اس لئے حضور ﷺ ہی آخر الزمان نبی اور مقتے ہیں اور یہ لفظ مقدم الزمان کے لئے نہیں آتا۔ (دیکھو تہی الارب)

۱۶۲..... (مشکوٰۃ باب الفتن) میں ہے کہ: ”تكون النبوة فيكم ثم يرفعها الله ثم تكون ملكا و جبرية ثم تكون خلافة على منهاج النبوة“ جواب: اس حدیث نے رفع نبوت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ باقی خلافت کا ذکر ہے کہ جس میں نبوت کا ثبوت نہیں ملتا۔

۱۶۳..... حضرت عائشہؓ اور مغیرہؓ کے قول سے اجرائے نبوت ثابت ہوتی ہے۔

جواب: ایسے اقوال کا جواب پہلے گزر چکا ہے اور صوفیاء کا مذہب بھی بیان ہو چکا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قول رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے۔ خواہ صحابی ہو یا صوفی۔

۱۶۴..... ”واشوقا الى اخوانى الذين يأتون من بعدى (الحديث)“ (دیکھو انسان کامل مصنفہ عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی ب ۶۳)

جواب: یہ حدیث موضوعات صوفیہ میں سے ہے اور بغیر اسناد کے مذکور ہوئی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس مقام پر کلام صوفیاء کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ جو صوفی انتہاء تک پہنچ چکے

ہیں وہ بقول مجدد صاحب ذرہ بھر شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور جو مستقیم الحال نہیں ہیں۔ ان کے کلام کا اعتبار نہیں ہے۔ دیکھو باب تکفیر مرزا۔

۱۶۵..... مفتری قرآن شریف کے رو سے ناکام، مغضوب علیہ، ذلیل، معذب، ملعون، تارک اسلام، مغلوب مقطوع الوتین اور ۲۳ سال کے اندر ہلاک ہو جاتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔

جواب: یہ باتیں مرزا قادیانی میں موجود تھیں۔ الہام میں ناکام، تحریف قرآن میں مغضوب علیہ، مقابلہ میں ذلیل اور مغلوب، بیماری سے معذب اپنے منہ سے ملعون، ترمیم اسلام سے تارک اسلام اور اعلان نبوت کر کے مقطوع الوتین ہوئے۔

۱۶۶..... ابتدائی عمر کا بے لوث ہونا، الہی نصرت کا شامل حال ہونا۔ روز افزوں ترقی اور مخالفین کی کمی الہی قانون کے مطابق مرزا قادیانی کی صداقت کا نشان ہے۔

جواب: مرزائیوں کی تعلیم مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ درحقیقت ان کی تین شریعتیں ہیں۔ اول شریعت مسیح جس میں مرزا قادیانی نے ابتدائی تعلیم کچھ دی تھی اور بعد میں کچھ۔ دوم شریعت محمودی جس میں مرزا قادیانی کو افضل المرسلین منوایا جاتا ہے اور چغتائی خاندان کا بچہ بچہ نبی ہے۔ سوم شریعت پیغمبری جس میں مرزا قادیانی کو صرف ایک وقتی مجتہد کا لقب دیا جاتا ہے جو کئی مسائل میں غلطی کر گیا تھا اور اس کے انکار سے اسلام میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ امید ہے کہ آئندہ دوران خلافت قادیانی اور عہد امارت پیغمبری میں اور دو جدید شریعتیں تجویز ہوں گی جو ان تینوں کے منسوخ کرنے پر آمادگی ظاہر کریں گی اور یہ سچ ہے کہ مسیحی تعلیم جو مرزا قادیانی نے تجویز کی تھی۔ منسوخ ہو چکی ہے اور جس قدر مفتریوں کے نشانات تسلیم کئے گئے ہیں۔ سب موجود ہیں اور صادق کا نشان ایک بھی نہیں ہے اور موجودہ پارٹیاں برائے نام مرزائی ہیں۔ ورنہ حقیقت تنفر اور تفریح کے پیرو ہیں۔ اس کی شہادت ہمیں بابی اور بہائی مذہب کے پیروؤں سے ملتے ہیں۔ چونکہ اسلامی نام مقبول ہو چکا ہے۔ اس لئے قرآن شریف کو منسوخ کر کے بھی وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ بھی ترمیم اسلام اور ترمیم تعلیم مرزا کے مرتکب ہو کر بھی اسلامی نام نہیں چھوڑتے۔ ورنہ اصل اسلام سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

۱۶۷..... مرزا قادیانی وعدہ کے سچے، محبوب الخلاق، زمین و آسمان سے نشانات پانے والے، پیشین گوئیوں میں پورا اترنے والے تھے اور یہی معیار صداقت بطور حدیث کے مقرر ہے۔

جواب: مخالفین کے نزدیک کاذب الوعدہ تھے۔ آج تک تو فی بمعنی غیر موت پر ہزار روپیہ انعام کا وعدہ دے کر مکرے ہوئے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بڑے مداح تھے۔ آخر کذب بن گئے۔ لوگوں نے دجال، مفتری اور مراقی کہا۔ پیشین گوئیوں کا حال مرزا قادیانی کے مذہبی مقابلے میں معلوم ہو چکا ہے۔ نشانات آسمانی کی کلی بھی کھل گئی ہے اور یہ امر اب تک مشتبہ ہے کہ پیشین گوئیوں کے صحیح کرنے میں صرف الہام نیچی کام کرتا تھا یا کوئی اندرونی ذرائع بھی تھے۔ بقول شخصہ شملہ کے پہاڑ آپ کی تائید میں تھے۔ جس سے تنبیخ بنگالہ، ظہور زلازل، یا ظہور کواکب کا اعلان ہوتا تھا۔

۱۶۸..... ”ہے کرشن رودر گوپال تیری مہا گیتا میں بھی ہے۔“ اس الہام میں مرزا قادیانی کو ہندوؤں کے لئے کرشن بنایا گیا ہے اور گیتا میں کرشن کا قول ہے کہ: ”یدا ید اہی دہرمیہ گلانر بہوتی بہارت ابھیت دہانم دہرمیہ تدا تمانم سر جاتیم“ جب بے دینی کا زور ہوتا ہے تو میں جنم لیتا ہوں۔ کلکی پوراں مترجمہ ہر دیال میں ہے کہ احمد نے محبت سے کہا کہ اے طوطے اس جگہ ہم اشان کریں گے۔

جواب: اسلام نے یہ نہیں بتایا کہ مسیح موعود کرشن بھی ہوگا اور تاج کو بروز سمجھے گا یا اس کا نام احمد ہوگا۔ اس لئے یہ عہدہ مرزا قادیانی کو ہی مبارک رہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اسلام ایسی آلودگیوں سے پاک ہے۔

۱۶۹..... کلجک میں بھگوان جی کا کلکی اوتار لکھا ہے جو ایک برہمن کے گھر سنبھل میں پیدا ہوگا اور بشن کہلائے گا۔ تجدید اسلام کرے گا اور بغیر ہتھیاروں کے لڑے گا۔ راجے اس کے سامنے مرجائیں گے اور مرزا قادیانی کا الہام ہے کہ: ”یخرج الصدور الی القبور“ (تجدید خبر ۱۹۱۹ء)

جواب: اس تحریر سے غلام احمد قادیانی، غلام مرتضیٰ اور قادیان مراد لینا کمال بددیانتی ہے۔ آریہ تو اسے نہیں مانتے مگر یہ بن بلائے مہمان بنتے ہیں۔ جناب اگر ادھر چلے جاتے تو اسلام کو تو چین آ جاتا۔

۱۷۰..... جنم ساکھی کلاں میں لکھا ہے کہ گرو نانک نے کہ ہے کہ میرے بعد سو سال بیالہ کے قریب جیہ بھگت کبیر جیسا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ: ”الـ بیح المنتظر لہ نسد، فی الحراث والاکارین“



جواب: مرزا قادیانی پہلے کرشن تھے اور جھٹ بھگت بنے اور کبیر کی طرح اسلام سے

بیزار ہوئے۔

۱۷۱..... ناک مسلمان تھا۔ کیونکہ اس کے چولے پر آیۃ الکرسی، سورہ اخلاق، کلمہ توحید اور اسمائے الہی لکھے ہوئے ہیں اور اس نے جنم ساکھی میں اسلام اور حضور ﷺ کی تعریف لکھی ہے۔

جواب: بھگت کبیر رسالہ (تناخ ص ۶۸) میں لکھتے ہیں کہ محمد کی نجات نہیں ہوئی۔ دوسرے جنم میں ست گرو کا آپدیش کرے گا تو نجات پائے گا۔ جنم ساکھی گور مکھی میں ناک کا قول ہے کہ وہ ۱۵۰۰ سال بعد کسی شہید کے گھر پیدا ہوگا تو پدیش سنگورو سے نجات پائے گا۔ اس نے کئی تناخ عبور کر لئے ہیں۔ صرف ایک جنم باقی رہ گیا ہے تو مرشد کامل اس کو مکتی دے گا۔ دھر گرتھ میں لکھا ہے کہ: ”مدا مد اتی رمانا پیتم“ محمد اچھا انسان نہ تھا۔ ثابت ہوا کہ ناک مسلمان نہ تھا۔ گولک کل بن کر اسلام کی تعریف کرتا تھا۔ مگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس طرح کے غیر مسلم ہزاروں ملتے ہیں۔

۱۷۲..... کرشن اور رام چندر نبی تھے۔ (تفسیر وحیدی دست دہرم و چارم ص ۸، محمد قاسم نانوتوی و مباحثہ جہانپور ص ۳۱) اس لئے مرزا قادیانی کرشن ہو کر بھی کافر نہ بنے۔

جواب: قرآن شریف میں صرف یہ ہے کہ: ”ان من امة الاخلا فہا نذیر“ مگر کرشن وغیرہ کا نام نہیں لیا گیا اور جن خوشامدیوں نے نام لے کر کرشن کو نبی بتایا ہے۔ انہوں نے قرآن کے خلاف کہا ہے۔ ورنہ صرف احتمال اور گمان سے کرشن نبی بن سکتا۔ مجدد صاحب بھی صرف اتنا ہی لکھتے ہیں کہ یہاں انبیاء کے انوار نظر آتے ہیں مگر کسی کی تعیین نہیں کرتے اور یہ ظاہر ہے کہ نبی کی لاش اس کے مذہب کے مطابق نہیں جلائی جاتی۔ بلکہ دفن ہوتی ہے۔ اس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں نبی نہ تھے۔

۱۷۳..... اصحاب کہف کی ہڈیاں یورپ پہنچ چکی ہیں۔

جواب: ۱۸۸۵ء میں مشن یار قدوکا شفر کابل اور روس کے درمیان حد بندی کرنے گیا تھا تو ۱۳۰۰ فٹ کی چڑھائی پر دشت پامیر اور بام دنیا میں پہنچا اور وہاں سے بدخشان مینہ وغیرہ عبور کرتے ہوئے چار شنبہ پہنچ گئے تو ڈاکٹر حشمت علی انچارج میڈیکل یار قد معہ چند رفقاء کے موضع سرگان گئے۔ جہاں سادات بخارا تقریباً تیس گھر آباد تھے۔ دیکھا تو شمال و مغرب کو ایک سلسلہ کوہ دو میل تک جاتا تھا۔ جس کا ارتفاع دشت پامیر سے ۸۰۰ فٹ ہوگا۔ ایک چوٹی پر اصحاب

کھف کا غارتھا۔ موم بتی لے کر دس گز تک ہم سیدھے گئے۔ ۲۰ گز دائیں چلے پھر لکڑی کی سیڑھی آئی۔ جس پر بہ مشکل چڑھے۔ آگے چل کر ایک حجرہ ۵ گز مربع دیکھا۔ جہاں سات شخص شمالاً جنوباً سوئے ہوئے پائے گئے۔ جن پر لحاف پڑے تھے۔ جنوب کی طرف پاؤں میں کتا۔ ہرن اور باز بھی دکھائی دیئے۔ ہمارا ارادہ ہوا کہ لحاف اٹھا کر دیکھیں مگر ہمیں روک دیا گیا۔ کیونکہ کسی نے اس طرح دیکھا تھا تو اندھا ہو گیا تھا۔ یہ بیان ان دنوں صادق الاخبار بہاولپور میں چھپا تھا اور رسالہ کی صورت میں مفت بھی تقسیم ہوا تھا۔ بام دنیا کو ٹیبل لینڈ اوف پامیر کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا طول و عرض صرف ۱۰۰۰ فٹ ہے۔ دشت پامیر میں ایک دنبہ پایا جاتا ہے کہ جسے سینگ ۵۰ لغایت ۹۰ فٹ تک لمبے ہو کر سر کے ارد گرد پیچ و پیچ لپٹے ہوئے ہیں اور گائے کے برابر ہوتا ہے۔ اسے کوچکار اور ریرا دیس پولی بھی کہتے ہیں۔ پشاور، کابل، شکر غاں، مزار شریف، میمنہ، المار، قیصار، چار شنبہ، کھف اور ہیگان راجو وہاں جانا چاہے اس راستہ سے جاسکتا ہے۔

## ۲۱..... مرزا قادیانی کا سلسلہ باطنی

مرزا قادیانی ازالہ میں لکھتے ہیں کہ ہم بے مرشد ہیں۔ مگر ہم ثابت کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل ہستیاں ضرور آپ کے لئے فیض رساں تھیں۔

## ۱..... مسیلمۃ الکذاب قبیلہ بنی حنیفہ کا نبی

حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ نبوت میں شریک کر لیں تو آپ نے مسترد کیا تھا۔ اس نے زنا اور شراب حلال کر دی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں ایک لاکھ کی جمعیت میں خالد بن ولیدؓ کی لڑائی میں وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس نے فرقان اول اور فرقان ثانی اپنے مریدوں میں شائع کئے تھے۔

## ۲..... اسود غنسی بن کعب سہسن عوف

حقیق و شفیق اس کے وزیر تھے۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ذوالنحر مار کھلاتا تھا۔ حضور کی مرض موت سے چھ ماہ پہلے دعویٰ کیا تھا۔ آپ نے وفات سے پہلے پانچ روز اس کے قتل کی خبر دی تھی۔ تو فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

## ۳..... صافی بن صیاد

اس کے متعلق دجال ہونے کا شبہ تھا۔ اخبار بالغیب میں دسترس رکھتا تھا۔ مگر آخر میں مسلمان ہو گیا تھا۔

۴..... طلحہ بن خویلد

نماز سے سجدہ موقوف کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے ضرار بن ازور کی قیادت میں مسلمان بھیجے۔ اس کی قوم بنی اسد کو شکست ہوئی۔ دوسری لڑائی میں غطفان بھی شامل ہوئے۔ مگر پھر شکست کھا کر مسلمان ہو گیا۔

۵..... سجاح بنت الحارث بن سوید من بنی تمیم امہا من بنی تغلب

مسیلمہ کے پاس یمامہ میں جا کر اس سے نکاح کر لیا تھا اور اپنی امت کے لئے دو نمازیں فجر اور عشاء مہر میں بخشوالی تھیں اور خود نبوت سے دستبردار ہو گئی تھی۔ خلافت معاویہؓ میں مسلمان ہوئی اور بصرہ میں مقیم رہ کر مری۔ اس پر سمرہ بن جندبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۶..... مختار ثقفی

واقعہ کربلا کے بعد متصل ہی یزید شکار کو گیا تو پانی کی تلاش میں ایک عربی کے پاس چلا گیا۔ اس نے شناخت کر کے قتل کر ڈالا اور مختار ثقفی اہل بیت کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے تمام یزیدیوں کو مار ڈالا۔ خولی قاتل حسینؑ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ ایک کوئی نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا۔ پھر مختار ۶۶ میں مدعی نبوت ہو کر قتل ہوا۔

۷..... احمد بن حسین کوئی ابوالطیب

مدعی نبوت ہوا۔ بنی کلب اس کے تابعدار تھے۔ امیر حمص نے اس کو قید کر لیا اور اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ امیر حلب سیف الدولہ کے حکم سے ۳۷۷ میں مارا گیا۔ کیونکہ اپنے شعر میں اپنے آپ کو حضرت صالح علیہ السلام سے تشبیہ دیتا تھا۔ بقول بعض کہیں جا رہا تھا تو کسی نے موقعہ پا کر راستہ میں ہی مار ڈالا۔

۸..... بہبود زنگی

اس مدعی نبوت نے بصرہ میں مسلمانوں کو قتل کیا۔ خلیفہ معتمد باللہ کے ہاتھ سے ۲۲۶ میں قتل ہوا اور اس کا سر شہروں میں پھرایا گیا۔

۹..... ابوالقاسم یحییٰ المعروف بذرکرویہ بن شیردیہ قرمطی خوزستانی

اس نے عرب کے اکثر حصہ پر تسلط جمالیا تھا اور خلیفہ اسلام کے لشکر کو بار بار شکست دی تھی۔ دمشق کو اپنا کعبہ تجویز کیا تھا۔ نمازیں صرف دو رکھی تھیں اور اس کے عہد میں مجوسیوں نے عید نوروز بغداد میں ۲۷۸ھ کو منائی تھی۔ آخر خلیفہ مکلفی باللہ نے اسے پکڑ کر ۲۸۸ھ میں قتل کیا۔

۱۰..... عیسیٰ بن مہر دیہ قرمطی

ذکر وہ کا چچا زاد بھائی مدثر اور امیر المؤمنین مہدی کہلاتا تھا۔ مگر ملٹھی باللہ خلیفہ نے اسے بھی قتل کر دیا۔

۱۱..... سلیمان قرمطی ابوالطاہر

۳۱۲ھ میں مرض جدری سے مراخدائی دعویٰ کرتا تھا کہ شریف پر حج کے دنوں میں چڑھائی کی اور ستر ہزار حاجی مار ڈالے۔ پھر حجر اسود کو اپنے دار الخلافہ حجر (بحرین) کو لے گیا اور دو سال تک حج بند ہو گیا اور حجر اسود بائیس سال تک قرامطہ کے پاس ہی رہا۔

۱۲..... ابو جعفر محمد بن علی شیعہ

اس کا مذہب تھا کہ حق و باطل میں امتیاز کرنا جنت ہے اور امتیاز نہ کرنا دوزخ ہے۔ نکاح کی ضرورت نہیں۔ نماز، روزہ چھوڑنا ہی عبادت ہے اور جس نے اپنے نفس پر حکومت کی وہی بادشاہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے احکام الہی پہنچائے تو تھے مگر (معاذ اللہ) ایمانداری سے کام نہ لیا تھا۔ خلیفہ راضی باللہ نے ۳۲۲ھ میں اسے قتل کیا۔

۱۳..... بنی الباسنتہ

باسنتہ صفائیاں کے پاس ایک گاؤں تھا۔ وہاں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے۔ ایک حوض تھا اس میں ہاتھ ڈال کر درہم و دینار نکال کر دکھلاتا تھا۔ ابو علی محمد بن جعفر حاکم وقت نے مقابلہ کیا تو پہاڑ میں پناہ گزین ہو گیا اور وہاں کسی لشکر کی نے موقعہ پا کر اس کو مار ڈالا۔

۱۴..... استاذ سیمس بنی خراسان

خلیفہ منصور کے عہد میں (۱۵۰ھ کو) مدعی نبوت ہوا، اور لڑائی میں انختم اور حازم دوسپہ سالاروں نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس کی امت تین لاکھ تھی۔ ستر ہزار مارے گئے۔ باقی چودہ ہزار گرفتار ہوئے۔ صرف ایک سال میں اتنی سرعت سے ترقی کی تھی۔

۱۵..... بنی نہاوند

نبوت کا دعویٰ کیا۔ قبیلہ بنی سواد اس کے تابعدار بن گئے تو چار یار بھی مقرر کئے۔ مگر چند ایام میں ہی خلیفہ وقت المستظهر باللہ نے ۳۹۹ھ میں اسے قتل کر ڈالا۔

۱۶..... بنی کاوہ المعروف عطاء المقنع

کاوہ شہر میں اس نے خدائی دعویٰ کیا۔ پست قامت اور بد صورت تھا۔ اس لئے سنہری

برقعہ پہنے رہتا تھا۔ خلیفہ مہدی نے گرفتار کرنا چاہا تو قلعہ میں پناہ گزین ہو کر جوہر کی رسم ادا کی اور آگ جلا کر خود بمعہ اہل و عیال کو دہڑا اور اپنی امت سے کہا کہ میں آسمان پر جاتا ہوں جو چاہے میرے ہمراہ آ سکتا ہے۔

۱۷..... آدم خراسانی عثمان بن تھبیک

یہ ایک رئیس زادہ تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا بروز ہوں۔ یثثم بن معاویہ کو اپنا جبرائیل مقرر کیا۔ خلیفہ منصور نے مقابلہ کیا تو اس کی امت نے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ آخر معین بن ذاکرہ نے ان کو شکست دی اور عثمان کو بمعہ حواریوں کے قتل کر ڈالا۔

۱۸.....

یہی نے کتاب الحاسن والمساوی میں لکھا ہے کہ خلیفہ رشید کے عہد میں ایک نے بروز نوح علیہ السلام کا دعویٰ کیا۔ کہا کہ میں بعثت اول میں ساڑھے نو سو سال گزار چکا ہوں۔ ابھی پچاس سال باقی گزارنے آیا ہوں خلیفہ نے اسے صلیب دیا تو کسی ظریف نے دیکھ کر کہا کہ نوح کی کشتی تو ٹوٹ گئی مگر مستول ابھی باقی ہے جس پر آپ سوار ہیں۔

۱۹.....

خلیفہ مامون کے عہد میں ایک نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حاجب خلیفہ (باڈی گاڈ) نے پوچھا کہ صداقت کا نشان بتاؤ تو یوں بکواس کی کہ اپنی ماں لاؤ ابھی بچہ جناؤں گا تو اس نے کہا کہ کیا تمہاری اپنی ماں نہیں ہے؟ تو پھر اسے قتل کیا گیا۔

۲۰..... نبیۃ السودان

افریقہ میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مگر لوگوں نے ہی اس کا کچھ مر نکال دیا۔ ایک اور نے دعویٰ کیا کہ: ”لا نبی بعدی“ میں آدمیوں کی نبوت منقطع ہے۔ عورت نبی ہو سکتی ہے۔

۲۱..... لا نبی

کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنا نام لا رکھا۔ ”لا نبی بعدی“ پڑھ کر کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک نبی ہوگا جس کا نام لا ہے۔

۲۲..... عبید اللہ مہدی افریقی

۲۳.....حسن بن صباح

اس نے اپنی جنت بنائی۔ امت کا نام فدائی رکھا کہا، کہ کشتی نوح علیہ السلام غرق نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ۹۱۸ھ میں ۳۵ سال کے بعد مرا۔

۲۴.....عبدالؤمن افریقی

۳۰۰ھ میں ۲۳ سال کی عمر پا کر مرا۔

۲۵.....عبداللہ بن تو مرت

مہدی بن کر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا۔ بیس سال حکومت کی اور ۲۵ سال تبلیغ کی۔

۲۶.....الحاکم بامر اللہ الحمصری

نے خدائی دعویٰ کیا۔ لوگوں سے سجدہ کرایا نئی شریعت گھڑی اور حلال و حرام کی نئی حد بندی کی اور ۲۵ سال تک تبلیغ کرتا رہا۔ (ابن اثیر ۹)

۲۷.....میر محمد حسین دمشقی المعروف بفرمود

عالمگیر کے زمانہ میں لاہور آیا اور الہام کے زور سے طلوع و غروب اور دوپہر کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ امت کا نام فرمودی رکھا۔ فرخ سیر کے عہد میں دہلی چلا گیا۔ محمد شاہ کے زمانہ میں وہیں مرا۔ (دیکھو سیر المتاخرین ج ۲ ص ۴۴۰)

۲۸.....یوزنجی

خليفة معتمد بالله کے زمانہ میں تھا۔ بہت مدت زندہ رہا اور ۲۵۶ھ میں قتل ہوا۔

۲۹.....مسیح مسافر

کہیں سے سندھ میں آیا اور مرزا قادیانی کی طرح مہدی اور مسیح ہونے کا معا دعویٰ کر دیا۔ (دیکھو مجمع البحار ج ۲ ص ۲۸۹)

۳۰.....ہود نبی

ماں کا نام مریم رکھا۔ اس نے مسیح ابن مریم آسانی سے بن گیا۔ حافظ ابن تیمہ کے ساتھ وفات مسیح میں بحثیں کرنا۔

۳۱.....جاودان نبی

مجوسی تھا۔ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا۔ مزہ کی طرح اس نے نیاندھب ایجاد کیا تھا۔

## ۳۲..... یحییٰ بہاری الملقب الہ اللہ

صوبہ بہار میں ایک وکیل اور شیعہ مذہب کا ایک بڑا رئیس زمیندار تھا۔ بیرسٹری پاس کرنے پر اس نے اسلام کو خیر باد کہہ دیا اور ایک کتاب اردو میں ڈیڑھ ہزار صفحہ کی مرتب کی۔ جس کا نام فرمان ناسخ قرآن رکھا۔ جس میں اس نے بیان کیا کہ یحییٰ اصل میں یاحی ہے گویا میں ہمیشہ زندہ رہنے والا خدا ہوں اور روپ بدل کر پہلے آدم بنا۔ پھر شیث۔ یہاں تک کہ عیسیٰ بن گیا اور لوگوں نے مجھے مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر میں ناراض ہو کر اپنی مادر مہربان مریم کے پاس عرش پر چلا گیا۔ چھ سو سال کے بعد میں محمد بن کر آیا تو میں نے اظہار ناراضگی میں پانچ وقت کی اٹھک بیٹھک اور زمین پر ناک رگڑنا مقرر کر دیا۔ مگر دشمنوں نے میری سلطنت لینے کو مجھے کثرت از دواج میں مبتلا کر دیا۔ آخر عائشہ کے حسن نے مجھے ایسا گرویدہ کر دیا کہ اس کا باپ سلطنت پر قابض ہو گیا اور عائشہ نے مجھے زہر دے کر مار ڈالا۔ میرا جسم زہر سے پھٹ گیا۔ میری لاش اندر ہی دبا دی اور لوگوں سے یہ راز مخفی رکھا۔ اب تیرہ سو سال تک مسلمان عذابی احکام میں مبتلا رہے اور ایسے ذلیل ہو گئے کہ کسی کام کے نہ رہے تو میری ماں مریم نے ترس کھا کر مجھے دوبارہ دنیا میں بھیجا ہے کہ یہ عذابی احکام منسوخ کروں۔ اس لئے اب میں کہتا ہوں کہ قرآن چھوڑ دو اور نئی روشنی کے احکام فرض سمجھو۔ اتوار کو گرجا میں میری حمد و ثناء پڑھا کرو۔ اس کے بعد اس نے اپنی تعریف میں مختلف نظمیں لکھی ہیں اور اپنے حالات درج کئے ہیں۔ ہندوؤں کو بھی مخاطب کیا ہے اور ان کے سارے جہنم لکھ کر ان کا آخری اوتار بھی بنا ہے۔ اخیر میں اپنے حواریوں کی فہرست بھی دی ہے۔ جو اس نے یورپ اور ایشیاء میں سفر کر کے مرید بنائے تھے۔ مخالفین کا نام ”کفجلی پلغر ٹکف“ رکھا ہے اور مرید ہونے پر اس لفظ کا معنی بتانے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ کتاب مرزائی کتب خانوں میں بھی ملتی ہے۔ خال خال دوسرے لوگوں کے پاس بھی موجود ہے۔ اکتوبر ۳۰ء کو لاہور آیا تو اخوت عامہ اور افلاس گناہ عظیم ہے پر دو لیکچر دیئے۔ پہلا لیکچر موچی دروازہ کے باہر تھا اور دوسرا آریہ کالج میں دیا۔ جس میں اس نے بتایا کہ موجودہ ترقی ہی اسلام ہے جو دنیا کے ہر کونہ میں پھیل کر رہے گا۔ اس پر اخبار انقلاب نے تردید شائع کی تو اس نے خبر ”ملاپ“ میں ایک مضمون شائع کیا کہ میرا کلمہ ہے کہ: ”لا الہ الا اللہ یحییٰ عین اللہ“ اس کی تصحیح یوں ہے کہ یحییٰ اصل زندہ کو کہتے ہیں اور اس کے تین فرد ہیں۔ موت حیوۃ اور اللہ جب پہلا یحییٰ دوسرے کو کھا کر لمن الملك الیوم کا نعرہ لگائے گا تو یحییٰ نمبر ۳ جو عین اللہ ہے اس کو تباہ کر دے گا۔ ”انا السید البہاری یحییٰ خان عین اللہ علام الدھر لا اوبالی شانہ“ (مرزائیوں کے لئے اس نے تاویل کا دروازہ کھول دیا ہے۔)

## ۳۳.....سید محمد مہدی جو پوری

سکندر لودھی کے زمانے ۹۰۱ھ میں مدعی ہوا اور ۹۱۰ھ میں افغانستان گیا اور قندھار جا کر موضع فراہ میں مر گیا۔ اس کے بعد پانچ شخص اس کا مذہب پھیلانے لگے۔ شیخ خضر ناگوری، شیخ عبداللہ نیازی، بلا مبارک بدایونی، ملا عبدالقادر بدایونی اور اس کا بیٹا سید محمود بن محمد جو پوری ان کے بعد آخری مبلغ شیخ علائی تھا اور سلطان سلیم شاہ بن شیر شاہ نے فتویٰ تکفیر مرتب کروا کر اس کو قتل کرادیا۔ مہدی جو پوری نے بیت اللہ شریف میں حطیم کے پاس ایام حج میں اپنی مہدویت کا اعلان کیا۔ ۹۰۳ھ میں اپنے وطن مالوف میں واپس آ کر تبلیغ میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ راجپوتانہ، گجرات اور سندھ میں مسلمانوں نے بکثرت اس کی بیعت کی۔ ہدیہ مہدویہ، استقصاء، کبر اور شواہد میں لکھا ہے کہ ۹۰۵ھ میں اس نے یہ اعلان کیا کہ ۱۸ سال سے خدا نے مجھے مہدی اور نبی بنایا ہوا ہے۔ مگر میں مناسب نہ سمجھتا تھا کہ اعلان کروں اب خدا نے مجبور کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم نے اعلان نہ کیا تو تم کو "خائن فی التبلیغ" کا خطاب دیا جائے گا۔ اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مہدی اور مسیح ہوں۔ میرا منکر کافر ہے۔ کیونکہ مہدی اور مسیح دو عنوان ہیں جن سے مراد ایک نبی کا ظہور ہے۔ میں افضل الانبیاء ہوں۔ مجھے علم الاولین والآخرین دیا گیا ہے۔ اب جو احادیث میری تعلیم کے خلاف ہوں چھوڑ دو، آزاد خیال لوگوں نے اپنی تصانیف میں مہدی جو پوری کو مصلح قوم ثابت کیا ہے اور مخالفین کو کتے لکھا ہے۔ مگر مذہبی نکتہ خیال سے وہی بات ہے جو ہم نے لکھ دی ہے۔

## ۳۴.....مرزا علی محمد باب ایرانی

۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوا۔ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ میں مدعی مہدویت ہوا اور شعبان ۱۲۶۶ھ میں مارا گیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ: "انما مدینۃ العلم وعلیٰ بابہا" اس لئے باب کہلاتا تھا۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ میں "باب الوصول الی اللہ" ہوں۔ اس کے مریدوں میں ایک مرید "صبح ازل" کہلاتا تھا۔ اس کے حق میں پیشین گوئی کی کہ: "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا مصداق ہوگا۔

## ۳۵.....صبح ازل

اپنے پیر کے بعد صبح ازل نے مہدویت ثانیہ کا دعویٰ کیا اور بغداد کے مضافات میں اپنا مرید خانہ قائم کیا۔ اس کا بھائی مرزا حسین علی مزاحم ہوا۔ جس سے اس کو کامیابی پورے طور پر نہ ہو سکی۔ اس کا مذہب ازلی کہلاتا تھا۔



## ۳۶.....مرزا حسین علی بہاء

اس نے مہدی بن کر صبح ازل سے سخت مقابلہ کیا اور دونوں بھائی تکفیری توپ و تفنگ سے خوب لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ازل کو شکست فاش ہوئی تو سر اٹھانہ سکا۔ بہاء ۲ محرم ۱۲۳۳ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۲۶۹ھ میں مسیح بن ۱۲۷۹ھ میں طہران چھوڑ کر بغداد پہنچا۔ ۱۲۸۵ھ میں شہر عکاء میں اقامت کی تاک کہ بقول شیعہ ظہور مہدی کا مقام بہم پہنچے۔ ۱۲۸۸ھ میں ایڈریانوپل بھیجا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عکاء میں قیام ۱۲۶۲ھ کو ہوا اور اس وقت صرف ۷۲ مرید تھے۔ ۱۲۹۸ھ تک شاہی حکم سے وہیں نظر بند رہا۔ ۴۰ سال قید رہ کر ۷۵ سال کی عمر میں عکاء سے ایک میل کے فاصلے پر بھیجی باغ میں قتل کیا گیا۔

بابی اور بہائی اپنی صداقت یوں پیش کرتے ہیں کہ اولاً تو رات میں ظہور امام کا وقت یوم اللہ اور یوم الرب ظہور ایلیا اور ظہار اللہ مذکور ہے۔ انجیل میں اس کو یوم الرب، ظہور یحییٰ اور ظہور ثانی بتایا گیا ہے۔ قرآن شریف میں یوم القیمۃ، یوم الساعۃ اور یوم الجزاء و یوم الدین کہا گیا ہے۔ احادیث میں ظہور مہدی اور قیام روح اللہ لکھا ہوا ہے اور کلام آئمہ میں ظہور اول (باب) اور ظہور ثانی (بہاء حسین نوری) آیا ہے۔ ثانیاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوم اللہ یعنی ظہور امام کی ۱۵۰۰ سال انجیل سے پہلے خبر دی تھی تو حضرت مسیح ارض مقدس میں پیدا ہوئے اور انہوں نے دعوت دی کہ: ”توبوا الی اللہ قد اقترب ملکوت اللہ“ ۶۲۰ سال گزرے تو حضور خاتم المرسلین ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اتی امر اللہ فلا تستعجلوه“ اقترب للناس حسابہم۔ انا علی نسع الساعۃ“ اور اس کے وعدے کے مطابق ۱۲۶۰ میں حضرت باب شیرازی پیدا ہوئے۔ آپ نے سال سال دعوت دی کہ: ”لبشری لبشری صبح الہدیٰ قد تنفس“ اور الواح مقدسہ سے دنیا کو آگاہ کیا اور چونکہ یہ وارو تھا کہ: ”لا بدلنا من آذر بیجان“ تو حکومت وقت نے قید کے بعد آپ کو تبریز میں قتل کیا۔ آپ کے بعد قصبہ نور سے مرزا حسین علی نوری الملقب بہاء اللہ الاقدس لا بھی مسیح موعود ظاہر ہوئے اور حکومت ایرانی ترکی نے آپ کو شہر عکاء میں ۲۴ سال نظر بند کر دیا تو احادیث کا مفہوم صادق ہوا کہ ظہور امام عکاء ہے۔ آپ نے الواح مقدسہ سے تبلیغی احکام شاہان وقت کے نام بھیجے اور کتاب اقدس نازل ہوئی۔ جس میں موجود علم و عمل کی تلقین کی گئی اور اسلام سے سبکدوش کر دیا تھا اور یہ وعدہ پورا ہوا کہ: ”تری الارض غیر الارض۔ اشرق الارض بنور ربھا۔ لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ“ اخیر عمر میں کتاب عہد اقدس لکھی اور ۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ء میں

شہادت پائی۔ ثالثاً ”الم لا الہ الا اللہ“ میں امام حسن ظاہر ہوئے۔ المص میں سفاح پیدا ہوا۔  
 المر کے شامل ہونے پر ۲۷۲ کو حضرت باب ظاہر ہوئے جو حروف مقطعات بلا تکرار جمع کرنے سے  
 حاصل ہوتا ہے۔ رابعاً ۲۲۶ میں علی امام عسکری پوشیدہ ہو گئے۔ ”فلا اقسام بالکنس“  
 کا اشارہ آپ کی طرف ہی ہے تو آپ کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا۔ حدیث میں ہے کہ لوگ امام کو  
 بوڑھا سمجھیں گے۔ مگر آپ عند الظہور جوان ہوں گے۔ امام جعفر صادق کے نزدیک آپ کی عمر  
 ۴۵ سال ہوگی۔ حضرت علی کا قول ہے کہ مشرقی ستارہ کی تابعداری کرو۔ وہ تمہیں منہاج رسول پر  
 چلائے گا اور تم سے شریعت اسلام کا بوجھ اتار دے گا۔ سرگین چشم در میانہ قد تن اور رخسارہ پر خال  
 سیاہ مشرق سے نمودار ہوگا اور شہر عکاء میں قیام کرے گا۔ ظلمت کو دور کرے گا۔ نئی روشنی پھیلانے کا  
 اور علم و فضل سے لوگوں کو مالا مال کر دے گا اور اپنی کتاب سے اس قدر اصلاح قلوب کرے گا کہ  
 قرآن سے نہیں ہو سکی۔ آپ کے حواری اہل نجم ہوں گے مگر عربی میں کلام کریں گے۔ آپ کا  
 محافظ خاص وزیر ہوگا۔ جو اس قوم سے نہ ہوگا۔ سب قتل ہوں گے۔ آپ کا نزول مرجع عکاء میں  
 ہوگا۔ کتاب الغیبہ میں ہے کہ امام کا ظہور گھنے درختوں میں ہوگا۔ جو بحیرہ طبریہ کے کنارہ پر  
 ہوں گے۔ عکاء بھی بحیرہ طبریہ کے پاس ہی نہر اردن کے پاس واقع ہے جو ہیردوس نے نکالی تھی  
 اور شہر طبریہ ارض مقدس میں ہے۔ یہ ملک کثرت نباتات سے بلاد سور یہ کہلاتا ہے۔ خامساً تورات  
 میں مقام بیعت جبل کرمل بیت المقدس کے پاس مذکور ہوا ہے۔ جس کی طرف ”یوم ینادی  
 المناد من مکان قریب“ میں اشارہ ہے تو روح اللہ عکاء میں تھے اور نداء مہدی حضرت باب  
 میں تھی۔ علامہ مجلسی اپنی کتاب بحار میں لکھتے ہیں کہ اہل اسلام امام سے ان کفار سے بھی بڑھ کر  
 بدسلوکی کریں گے جو انہوں نے حضور ﷺ سے کی تھی۔ کافی میں ہے کہ: ”بہ کمال موسیٰ  
 وبہاء عیسیٰ وصبر ایوب“ امام کے حواری مقتول ہوں گے۔ ذلیل ہوں گے اور ان کے  
 خون سے زمین رنگین ہوگی۔ وہی خدا کے پیارے ہیں اور ”اولئک ہم المہتدون حقاً“ حسن  
 بن علی فرماتے ہیں کہ اس وقت منہ پر تھوکا جائے گا۔ لعنتیں برسائی جائیں گی۔ امام جعفر کا قول ہے  
 کہ: ”کما بدأکم تعودون“ اہل حق ابتدائے اسلام میں مظلوم تھے۔ اخیر میں بھی مظلوم ہی  
 ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ: ”حجة اللہ“ ہمیشہ موجود ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو دنیا غرق ہو جائے۔  
 مگر لوگ اسے نہیں شناخت کرتے اور برادران یوسف کی طرح حجتہ اللہ ان کو شناخت کرتے ہیں۔  
 کافی اور کتاب البحار میں ہے کہ امام دعوت جدیدہ کتاب اقدس دے گا۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے  
 دعوت جدیدہ (قرآن) پیش کی تھی۔ ذیل کی تحریرات بھی اس کی مؤید ہیں۔ ”یخالف فی

احکامہ مذهب العلماء (یواقیت) بنا یختم اللہ الدین کما فتح بناء (ملا علی قاری) یختم به الدین کما فتح بنا (مشارق الانوار) یقوم القائمة بامر جدید علی العرب شدید • یشایع الناس بامر جدید و کتاب جدید و سلطان جدید من السماء (ابو نصیر فی البحار) اول من یتبعه محمد و علی الثانی (مجلسی) ” اب یہ کہنا کہ ختم رسالت اور انقطاع وحی اسلامی عقیدہ ہے غلط ہوگا۔ کیونکہ یہ تحریرات اس کی تردید کر رہی ہیں۔ سادسا کاہنوں سے عہد نمرود میں نجم خلیل کی خبر دی تھی۔ (ابن اثیر) اور عہد فرعون میں نجم موسیٰ کی (مثنوی مولانا روم) یہودیوں اور مجوسیوں نے نجم مسیح کی (انجیل) یہودیوں اور چند آدمیوں نے نجم احمد خاتم المرسلین علیہ السلام کی اور نجومیوں اور دو معتبر عالموں نے نجم القائم کی خبر دی ہے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں۔ شیخ احمد احساوی اور سید کاظم رشی انہوں نے ولادت امام سے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ تیمور خوارزمی کا قول ہے کہ جو ستارے ۱۲۳۰ھ سے ۱۲۵۰ھ تک نمودار ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب عظیم ہوگا۔ مرزا آقا خان نجم منوچہر کا قول ہے کہ ایک آدمی پیدا ہوگا۔ جو شریعت جدیدہ کی دعوت دے گا۔ سابعاً سریانی زبان قدیم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان بھی یہی تھی۔ مذہب صابی حضرت شیث علیہ السلام سے منقول ہے۔ یہی دین اقدام الادیان ہے۔ اس میں کمزوریاں پیدا ہوگئی تھیں تو ان کے رفع کرنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ پھر کمزوریاں پیدا ہوئیں تو حضرت ختم المرسلین تشریف لائے۔ اخیر زمانے میں جب اس دین میں تاثیر نہ رہی تو حضرت بہاء تشریف لائے اور کتاب اقدس کی تعلیم دی۔

حسین علی بہاء نے سلطان ناصر الدین کو اس مضمون کا خط بھیجا تھا کہ مجھے علم ماکان وما یسکون دیا گیا ہے۔ جس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ نبوت اور ساعت بھی بند ہوگئی ہے۔ ورنہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ خدا نے اس سخاوت میں کنجوسی اختیار کر لی ہے۔ میں خود ایک دفعہ سویا ہوا تھا کہ اچانک الطاف الہیہ نے مجھے بیدار کر کے مجبور کیا کہ میں خدا کا نام اطراف عالم میں پھیلاؤں۔ بخدا میری خواہش ہے کہ اس تبلیغ میں میرا سر نیزہ سے پر دیا جائے۔ کیونکہ خدا کی راہ میں مصائب آیا ہی کرتے ہیں۔ وہ دن بہت قریب ہیں کہ لوگ اس دین میں جوق در جوق داخل ہوں گے اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں خدا کے علم سے کہتا ہوں اور مکتب البیان میں داخل تھا۔ جب کہ لوگ ابھی غافل تھے۔ اگر ہم پردہ اٹھائیں تو تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ خبردار یہ یوم نباء عظیم ہے۔ نبی وقت کی حاضری سے کوتاہی نہ کرنا۔ (انتہی مفہوم) یہ بھی مشہور ہے کہ جب باب مقتول ہوا تو بہاء نے محمد علی قاچار پر گولی چلا دی تھی اور گرفتار ہو گیا۔ قرۃ العین بھی گرفتار

ہو چکی تھی۔ عبدالنبہاء کا چونکہ رسوخ بہت تھا۔ اس لئے یہ ثبت کیا گیا کہ بہاء اس سازش میں شریک نہ تھا۔ اس لئے یہ رہا ہو گیا اور باقی قتل ہوئے۔

شریعت بہائیہ کے احکام مشتبہ از خروارے یہ ہیں۔ نور کعتیں نماز فرض ہیں۔ (دو صبح، دو مغرب اور پانچ پچھلی رات کو) نماز جنازہ چھ رکعتیں ہیں۔ صلوٰۃ کسوف و خسوف منسوخ ہیں۔ سوائے جنازہ کے جماعت کی ضرورت نہیں۔ عید نوروز کا روزہ رکھا کرو۔ راگ و رنگ میں کوئی حرج نہیں۔ بردہ فروشی حرام ہے۔ خروج منی سے غسل واجب نہیں۔ کوئی چیز نجس نہیں ہے۔ مشرک بھی نجس نہیں ہے۔ میت کو ریشم کے پانچ کپڑوں میں لپیٹو یا کم از کم ایک میں۔ مہینہ میں کم از کم ایک دفعہ ضیافت احباب فرض ہے۔ اگرچہ پانی سے ہو۔ میت کو اتنی دور نہ لے جاوے کہ راستہ میں ایک گھنٹہ وقت گزر جائے۔ ۱۹ ماہ کے یہ نام رکھو۔ بہاء، جلال، جمال، عظمت، نور، رحمۃ، کلمات، کمال، اسماء، عزت، مشیت، علم، قدرہ، قول، ساکل، شرف، سلطان، ملک، عطاء۔ وضو معاف ہے۔ سجدہ معاف ہے۔ بہاء اور جلال میں عید کیا کرو۔ البیان کے سوا کوئی مذہبی کتاب نہ پڑ ہو۔ نماز جمعہ حرام ہے۔ نکاح میں والدین سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ روزے ۱۹ ہیں۔ قبلہ عکہ ہے۔ کتاب البیان قرآن سے افضل ہے۔ بیت اللہ اگر شیراز میں مکان خریدو۔ مردے کو سونے کی انگوٹھی اور ہیکل پہناؤ۔ بوڑھے اور بیمار کو نماز معاف ہے۔ پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تعداد ازواج حرام ہے۔ کتاب المہین میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ اگر بہاء کا وجود نہ ہوتا تو کوئی صحیفہ آسمانی نہ اترتا۔ کیونکہ بہاء محبوب رب العالمین ہے اور سلطان الرسل۔ جو گالیاں دے۔ اس پر ۵۰ مثقال جرمانہ لگاؤ۔ ہر ایک شہر میں دارالعدالت قائم کرو۔ جس میں چندہ ہو اور اس سے تعلیم مروجہ کی اشاعت کرو۔ تاکہ کوئی جاہل نہ رہے۔

۳۷..... قرۃ العین طاہرہ قزوینیہ

جب ۱۹۰۰ء میں باب نے دعویٰ کیا کہ مشیت اول حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر اس کی ذات تک پہنچ چکی ہے تو زین تاج بھی اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔ جو اپنے اشعار میں طاہرہ تخلص کرتی تھی اور اس مذہب کی نشر و اشاعت میں منہمک ہو گئی اور برہنہ رو ہو کر اپنے داخل طریق ہم مشربوں سے رہے سہے لگی تو کسی نے باب کے پاس شکایت کی کہ اس کا چال چلن مشتبہ ہے تو باب نے جواب دیا کہ: ”ہی طاہرۃ عفیفة لا تظنوها بسوء“ اب وہ طاہرہ مشہور ہو گئی۔ علامہ فقیہ محمد صالح قزوینی کی بیٹی تھی۔ علامہ محمد تقی، مجتہد کی بیٹی تھی اور ملا محمد بن محمد تقی کی زوجہ جب اس نے بابی مذہب قبول کیا تو قزوین سے نکل کر کر بلا میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

وہاں کی حکومت نے اسے بغداد بھیج دیا اور حکومت بغداد نے اسے ہمدان نکال دیا۔ مگر وہاں کوئی مزاحم نہ ہوا اور جب اس کی جماعت ایک کثیر التعداد تیار ہو چکی تو قزوین واپس آ کر اپنے رشتہ داروں کو دعوت دی۔ لیکن اس کے تمام رشتہ دار بانی مذہب کے دشمن تھے۔ اس لئے وہاں سے نکل کر طہران گئی۔ اس خیال سے کہ اگر بادشاہ ایران محمد شاہ قاجار بانی مذہب قبول کرے تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہو جائیں گی۔ مگر باب نے اسے حکماً واپس قزوین منگالیا۔ بڑی جیص بیس کے بعد نکاح فسخ کرا کے بدشت اور مازندران کو چلی گئی اور گاؤں گاؤں تبلیغ میں مصروف ہو کر بانی مذہب کو فروغ دیا۔ لیکن اہل سلام نے حکومت کو متوجہ کیا کہ اس فتنہ کی انسداد میں انتظام کیا جائے تو اس وقت طاہرہ نے اپنی حفاظت خود اختیار کے لئے کافی جمعیت پیدا کر لی تھی۔ حکومت نے گرفتاری کے لئے فوج روانہ کی تو قصبہ نور کے پاس فریقین کی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ مگر طاہرہ کو سلطان ناصر الدین قاجار کے پاس گرفتار کر کے لے گئے۔ طاہرہ نے پہنچتے ہی تبلیغی خطبہ دیا۔ جس سے بادشاہ متاثر ہو کر کہنے لگا کہ اس راکشیدہ کے طلعتے زیبا دارد۔ مگر محمد خاں محتسب کے زیر حراست رکھی گئی اور بایوں کو اجازت دی کہ اس سے ملاقات کریں اور وہ بھی حرم سرا تک دعوت دیتی رہی۔ جب معاملہ طویل پکڑ گیا تو محتسب نے طاہرہ سے کہا کہ اگر تم بانی مذہب چھوڑ دو تو رہائی یقینی ہے۔ ورنہ قتل کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ دوسرے روز دربان میں پیش ہوئی تو بجائے توبہ کے ایک طویل طویل تبلیغی خطبہ دیا کہ جس سے حاضرین باغیرت مسلمانوں کا نازہ غضب سخت شعلہ زن ہو گیا۔ کیونکہ اس میں باب کی تعریف تھی اور حضور ﷺ کی سخت توہین تھی۔ بقول شخصے حکم دیا گیا کہ خچر کی دم سے اس کے بال باندھ کر خچر کو دوڑایا جائے تاکہ اسی حالت میں طاہرہ مر جائے۔ بہر حال اس کی لاش ۱۸۵۲ء میں ایک ویران کنوئیں میں پھینک دی گئی۔ جو بستان ایلخانی کے پاس ہی تھا اور اوپر سے پتھر برساکر کنواں پر کر دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ حسب ذیل قصیدہ دربار میں اس نے خطبہ تبلیغی میں فی البدیہہ کہا تھا۔

قصیدہ طاہرہ

۱..... ”جذبات شوقك الجمعت بسلاسل الغم والبلا“

ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جاں خود بر ملا (باب کو خطاب ہے)

۲..... ”لمعات وجهك اشرفت بشعاع وجهك اعلى“

زچہ روالست بر کم زنی؟ بزنی کہ بلی بلی (عرض ہے کہ باب الست بر کم کیوں نہیں کہتا؟)

۳..... اگر آں صنم ز سرستم بے کشتن من بے گناہ

”لقد استقام بسيفه فلقد رضيت بما رضى“ (حکومت سے خطاب ہے)

.....۴ تو کہ غافل از مئے و شاہدی پئے مرد عابد زاہدی

چہ کنم کہ کافرو جاحدی ز خلوص نیت اصطفاء (حکومت کو کافر کہا ہے)

.....۵ تو ملک جاہ و سکندری من و رسم و راہ قلندری

اگر آں خوش ست و تو در خوری دگر ایں ست بدمرانا (اپنی رہائی کی درخواست کی ہے)

.....۶ بجواب طبع الست تو زد لا چہ کوس بلی زدند

ہمہ خیمہ زد بدر دلم سپہ غم و خشم بلا

.....۷ چہ شود کہ آتش حیرتے زنی ام بقلہ طور دل

”فصککتہ و دککتہ متدکدکا متزلزلا“ (محبت میں مرج جاتی تو بہتر تھا)

.....۸ پئے خوان دعوت عشق او ہمہ شب ز خیل کرد بیاں

رسد ایں صغیر مہمنے کہ گردہ غمزہ الصلا (تقدیر نے بایوں کا غم لکھا ہے)

.....۹ ہلہ اے گروہ اما میاں بکشید و لولہ رامیاں

کہ ظہور دلبر ماعیاں شدہ فاش و ظاہر و بر ملا (شیعہ سے خطاب ہے کہ مہدی ظاہر ہو گیا ہے)

.....۱۰ گر ناں بود طمع بقا و رتاں بود ہوس لقا

ز وجود مطلق مطلقا بر آں صنم بشویدا (شیعہ سے کہتی ہے کہ اگر زندگی و کرب ہے تو باب کو قبول کرو)

.....۱۱ طلعت ز قد سن بشارتے کہ ظہور حق شدہ بر ملا

بزن اے صبا تو بخضرش بگردہ زندہ دلاں صدا (باب کا برو حق ہے)

.....۱۲ ہلہ اے طوائف منتظر ز عنایت شہ مقتدر

مہ مفتخر شدہ مشہر متہیا متحلا (اہل اسلام کو خطاب ہے کہ جو آنا تھا آ چکا)

.....۱۳ دو ہزار احمد مجتبیٰ ز بروق آل شہ اصفیاء

شدہ مخفی شدہ در خفا متدثر امتزلا (اس میں حضور ﷺ کی سخت توہین کی ہے)

.....۱۴ تو کہ فلس ماہے حیرتی چہ زنی ز بحر وجود دم

ہنہیں چو طاہرہ مہدم بشنو خروش ہنگ لا (گوگل کو گمراہ تلیا ہے اپنی سعادت مندی دکھائی ہے)

ہمیں چونکہ کلام مرزا سے مقابلہ کرنا ہے۔ اس لئے طاہرہ کا دوسرا قصیدہ بھی درج کیا

جاتا ہے۔ جو اس نے باب کے بارے میں کہا ہے۔

## قصیدہ دوم طاہرہ

گر بتوافدم نظر چہرہ پچہرہ روبرو  
از پے دیدن رخت ہنجو صبا فتادہ ام  
دور دہاں تنگ تو عارض عنبریں نطت  
میرود از فراق تو خون دل از دودیدہ ام  
مہر ترادل خریں بافتہ بر قماش جان  
دردل خویش طاہرہ گشت دنیا فت جز ترا

شرح دہم غم تراکتہ ہلکتہ موبہو  
خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو  
غنیچہ بغنیچہ گل بگل لالہ بلالہ بو بو  
دجلہ بدجلہ یم یم چشمہ پشیمہ جو بگو  
رشتہ برشتہ نخ نخ تار بتار پوپو  
صفیہ بصفیہ لا بلا پردہ پردہ تو بتو

ممکن ہے کہ اس کے اشعار اور بھی ہوں۔ مگر ہمیں اتنے ہی دستیاب ہوئے ہیں جو فارسی زبان میں کلام مرزا سے اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ کلام مرزا ان کے سامنے پانی بھرتا ہے۔ یہی دیکھئے:

داد آں جام را بہ تمام

۳۸.....

۱۶۶ھ میں فرقہ قرامطہ طاہر ہوا۔ جن کے عقائد یہ تھے کہ مسلمانوں کو قتل کرو۔ نمازوں سے مراد پانچ تن پاک ہیں۔ تیس روزے تیس انسانوں کے نام ہیں۔ جو صرف مریدوں کو بتائے جاتے ہیں۔ اہل بیت کا ذکر نماز وضو اور غسل جنابت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ خالق ارض و سماء حضرت علیؑ ہیں اور وہی اس دنیا کے خدا ہیں۔ خدا تعالیٰ کا بروز اسم اور معنی شناخت کرنا ہر زمانہ میں فرض ہے۔ یعنی برائے نام نبی اور ہوتا ہے جو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ گر در حقیقت اصل نبی اور ہوتا ہے کہ جس کی یہ مدعی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اسم تھے اور حضرت شیث اصلی نبی تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اسم تھے اور حضرت یوسف معنی تھے۔ کیونکہ یوسف ہی اپنے بھائیوں کی مغفرت کے مالک تھے اور ”لا تثریب علیکم الیوم“ کہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسم تھے اور حضرت یوشع معنی تھے۔ کیونکہ ان کے لئے ہی سورج واپس آیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسم تھے اور معنی آصف۔ کیونکہ انہوں نے تخت بلقیس حاضر کیا تھا اور حضرت علیہ السلام اسم تھے اور حضرت علی معنی تھے۔ یعنی حضرت علیؑ کی الوہیت کے لئے حجاب ہوئے تھے اور سلمان فارسی وصولی الی اللہ کا باب تھے۔ ۷۰۰ھ کا ایک شاعر لکھتا ہے کہ:

اشہد ان لا الہ الا حیدرۃ الانذع البطین  
ولا حجاب علیہ الا محمد الصادق الامین  
ولا طریق الیہ الا سلمان ذو القوۃ المتین

اصل انبیاء کی فہرست یوں بیان کی ہے۔ ہانبل شیخ یوسف یوشع، آصف شمعون الصفا حیدر (ابن قیم)

ایک شاعر شان علیؑ میں یوں لکھتا ہے کہ:

علیؑ ست فردیش علیؑ ست مثل بے بدل      علیؑ ست مصدر دوم علیؑ ست صادر اول  
علیؑ ست خالی از خلل علیؑ ست عاری از علل

علیؑ ست شاہد ازل علیؑ ست نورلم یزل      کہ      فردلا یزال      را  
وجود      او      ست      مظہرا

زام ملک خویش را سپردہ حق بدست او      چہ اولیاء چہ انبیاء تمام پائے بست او  
یکے ہموار محو او یکے مدام مست او      بہر صفت کہ خواہش بود مقام پست او  
نظر باماکاں نما نہیں مقام حیدرا

چو ایں جہاں فنا شود علیؑ فناش میکند      قیامت ارپا شود علیؑ پپاش میکند  
کہ دست دست او بود دلی خداش میکند

وما رمیت اذ رمیت برتوقاش میکند      کہ اوست دست کردگار اوست عین داورا

(دیوان وفائی)

مشارق انوار الیقین میں ہے کہ: ”عن علیؑ انا اخذت العبد علی الارواح

فی الازل . انا العنادی الست بربکم انا منشئ الارواح انا صاحب الصور .  
انا مخرج من فی القبور . انا جاوزت بموسیٰ فی البحر . واغرقت فرعون  
وجنوده . انا ارسیت الجبال الشامخات وفجرت العیون الحاریات انا ذلک  
النور الذی اقتبس موسیٰ نار الہدی . انا حی لا یموت “ حضرت غوث اعظم بھی  
یوں ہی لکھتے ہیں۔

۳۹..... عبداللہ بن سبا یہودی

بصرہ میں مسلمان ہو کر ظاہر ہوا اور اصل میں مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؑ سے یہودیوں کی

تباہی کا بدلہ لے اور کوفہ اور مصر میں آ کر اہل بیت کے حالات سے لوگوں کو اشتعال دیا۔ چنانچہ عبد  
عثمانی میں ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت مسیح نزول ثانی کریں گے تو حضرت علیہ  
السلام کا نزول ثانی بھی ضروری ہے۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کی شان کم ہے۔ تابعداروں نے  
اس مسئلہ پر ایمان قبول کیا اور اس عقیدہ کا نام رجحہ رکھا گیا۔ دوسری تقریر میں کہا ہے کہ حضرت



موسیٰ کے وزیر حضرت ہارون تھے تو کیا حضرت علیہ السلام کے وزیر حضرت علیؑ نہ ہوں گے؟ ورنہ کسر شان ہوگی تو تابعداروں نے حضرت عثمانؓ کا خاتمہ کر کے حضرت علیؑ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ ایک دن پھر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عثمانؓ کو تو حضرت علیؑ نے قتل کرایا تھا۔ اس لئے ان سے قصاص لینا فرض ہوگا تو اب تابعداروں نے حضرت علیؑ کا خاتمہ کر دیا۔ پھر ایک دن تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت موسیٰ کے بعد لوگ گوسالہ پرستی سے مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح تمام صحابہ بھی مرتد تھے اور صرف حضرت سلیمانؑ، ابو ذرؓ، مقدادؓ اور حضرت علیؑ ایمان پر قائم تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام قیامت سے پہلے یہود میں نازل ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ حضرت علیؑ بھی قیامت سے پہلے نازل ہوں تاکہ مخالفین سے بدلہ لیں۔ حضرت ہارون کے وارث علمی آپ کے بیٹے شبیر و شبیر تھے۔ اس لئے علوم و معارف علی کے وارث بھی حضرت امام حسن و حسین ہیں اور ان کا نام بھی شبیر و شبیر رکھا۔ (ناخ التواریخ، مقاصد الاسلام) بہر حال شیعہ جعفریہ امامیہ کا یہ مذہب نہیں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بروز تھے اور متصرف فی القضاء والقدیر تھے اور یہ عقائد نصیریہ اور سبائیہ فرقہ کے ہیں جو یہاں پنجاب میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

۴۰..... مرزا غلام احمد قادیانی

براہین احمدیہ کے پہلے چار جزو لکھنے تک تو مسلمان کے ہم عقائد رہے۔ مگر جب سرسید کی تصانیف اور بابیوں کا مذہب مطالعہ کیا تو از الہ الا وہام اور توضیح المرام میں براہین کی عبارتوں کا کچھ اور ہی مطلب گھڑ لیا اور جب ۱۳۰۰ھ کے بعد آپ نے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ کوشش کی کہ اپنے آپ کو مثیل مسیح ثابت کریں۔ اس کے بعد ۱۹۰۱ء کا زمانہ آیا تو بقول مرزا محمود یہ سارے مراتب طے کرتے ہوئے مستقل اعلان نبوت کیا اور منکرین کو صرف اس بناء پر کافر قرار دیا کہ وہ آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوتے یا کم از کم امام وقت کی شناخت میں قاصر ہیں اور جب ۱۹۰۸ء میں آپ رخصت ہوئے تو یہ عقائد چھوڑ گئے کہ:

۱..... مسیح دو ہیں ناصری اور محمدی۔

۲..... مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی آدمی کی صفتیں ہیں۔

۳..... معراج جسمانی نہیں ہوا۔

۴..... بروز کا مسئلہ درست ہے۔

۵..... مسیح رقبہ جائز نہیں ہے۔

۶..... جمع بین الصلوات جائز ہے۔

- .....۷ بقول مرزا محمود مرزا قادیانی افضل المرسلین ہیں۔
- .....۸ مرزا قادیانی کی قوت استعداد یہ حضور ﷺ سے بھی بڑھ کر ہے۔
- .....۹ مسلمان یہودی ہیں۔
- .....۱۰ انگریز دجال ہیں۔
- .....۱۱ ریل خرد دجال ہے۔
- .....۱۲ بقول تحقیق جدید مرزا قادیانی کے خاندان کا بچہ بچہ نبی ہے۔
- .....۱۳ مرزا قادیانی سید ہیں۔ کیونکہ آپ کی شادی سادات کے گھر ہوئی ہے یا آپ کی ایک داوی سادات کے گھر تھی۔
- .....۱۴ اصحاب کہف یا جوج ماجوج بھی انگریز ہیں۔
- .....۱۵ دابة الارض مولوی صاحبان ہیں کہ ان کے فتوے تکفیر نے دلوں کو زخمی کر دیا۔
- .....۱۶ جنت و دوزخ روحانی لذت و الم کا نام ہے۔
- .....۱۷ حضور ﷺ آخری نبی نہیں ہیں۔
- .....۱۸ جہاد قطعاً بند ہے۔
- .....۱۹ مسلمانوں سے ترک موالات فرض ہے۔
- .....۲۰ قرآن شریف کا جو مفہوم مسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے غلط ہے۔
- .....۲۱ مرزا قادیانی کی تعلیم نے جو مفہوم قرار دیا ہے وہ اصلی مفہوم ہے۔
- .....۲۲ لفظی ترمیم و تہنیک گو قرآن میں ناجائز ہے۔ مگر معنوی تہنیک ضروری تھی جو مرزا قادیانی نے کر دی ہے۔
- .....۲۳ حیات مسیح کا اعتقاد رکھنا تقلید شیطانی اور ستون شرک ہے۔
- .....۲۴ خدا روپ بدلتا ہے
- .....۲۵ بروزی رنگ میں مرزا قادیانی کبھی مریم بنے اور کبھی عیسیٰ۔
- .....۲۶ از آدم تا ایندم جس قدر بزرگ ہو گذرے ہیں ان سب کا بروز مرزا قادیانی ہیں۔
- .....۲۷ غیر احمدی تمام گندی ہستیوں کا بروز ہیں۔
- .....۲۸ قادیان بھی تمام مقامات مقدسہ کا بروز ہے۔
- .....۲۹ بڑے دنوں میں مرید بطور حج یہیں حاضر ہوتے ہیں۔
- .....۳۰ مکہ شریف کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس کی بجائے قادیان میں دودھ آ گیا ہے۔

- .....۳۱ جنت البقیع مرزا قادیانی کا مقبرہ ہیں۔ (بقول ظہیر الدین اروپی نماز میں کعبہ شریف بھی قادیان ہی ہونا چاہئے۔ دیکھو براہین حقہ)
- .....۳۲ ہر ایک مجدد ایک غلطی درست کرنے آیا تھا۔
- .....۳۳ مرزا قادیانی آخری مجدد حیات مسیح کی غلطی میں ترمیم کرنے آئے تھے۔ (گویا تمام مجددین وقت اسلام میں ترمیم و تنسیخ ہی کرنے آئے تھے)
- .....۳۴ مرزا قادیانی کا کلام وحی الہی ہے۔ (اس لئے تاریخی حالات کے خلاف بھی قابل تسلیم تھے)
- .....۳۵ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔
- .....۳۶ ۸۷ سال آپ روپوش رہے تھے۔ سو وہ تبلیغی کاموں میں خرچ ہو سکتا ہے۔
- .....۳۷ تمدن یورپ واقعی نئی روشنی ہے۔
- .....۳۸ انبیاء سابقین سے غلطیاں ہوئیں اور مرزا قادیانی سے بھی غلطیاں ہوئیں۔
- .....۳۹ ان کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں بظاہر غلط نکلیں۔
- ورنہ جب اصل مقصد پورا ہو گیا تھا تو پیشین گوئی کے پورے کرنے کی کیا ضرورت رہتی ہے۔
- .....۴۰ چندہ دنیا ضروری ہے۔
- .....۴۱ ورنہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔
- .....۴۲ مرزا قادیانی کے بعد اور نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر
- .....۴۳ مسیح محمدی کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو ازالۃ الادہام ص ۱۹۱ وغیرہ)

## .....۲۲ مرزا قادیانی کے مزید حالات

مرزا قادیانی کی تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ پگڑی پہنے رکھتے تھے۔ مگر نزول مسیح کی احادیث میں مسیح کے سر پر ٹوپی مذکور ہے۔ آپ میں تقدس کا بڑا زور تھا۔ اس لئے مخالف کو کتا، سور، اجتن، جنگلی جانور، بے ایمان، کافر، حرامزادہ، مکھی، مچھر وغیرہ سب کچھ کہہ جاتے تھے۔ حالانکہ یہ مشہور ہے کہ: ”البذی لیس بالنبی“ نبی فحش گوئی سے پاک ہوتا ہے۔ مقابلہ میں آ کر ایسے شرائط پیش کرتے تھے کہ خواہ مخواہ دوسرے کو مجبوراً گریز کی راہ اختیار کرنی پڑے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام دوسرے کی شرائط پر فیصلہ کرنے کو تیار ہوتے تھے۔ مناظرہ میں اصل بحث سے گریز کر کے بددعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ (تنگ آمد بجنگ آمد) جس سے سارا رنگ ہی

بدل جاتا تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ اپنی تقریر میں ایک بات کو کم از کم تین دفعہ عموماً دہراتے تھے اور یہ غالباً مراق کا اثر تھا۔ کیونکہ جس قدر کسی کو مراق ہوتا ہے۔ اسی قدر اپنا سلسلہ کلام لمبا کرتا ہے اور ایک بات کو بار بار دہراتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں یہ کمزوری نہیں پائی جاتی۔ بلکہ قلیل الکلام ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے عقائد میں بارہا تبدیلی کی۔ لیکن انبیاء کے عقائد نہیں بدلتے۔ آپ کو دوران سر اور مراق کا اقرار ہے۔ لیکن انبیاء نہ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں اور نہ ہی کسی کے کہنے سے اقرار ہی کیا ہے۔ پیشین گوئی کا آپ کو بڑا شوق تھا جو مقابلہ میں یا تو جھوٹی نکلتی تھیں اور یا ان کی تاویل در تاویل کرتے جاتے تھے۔ اگر ایک آدھ سچی بھی نکل آئی تو بانس پر چڑھا لیتے تھے۔ جناب کی آنکھیں نیم خواب رہتی تھیں۔ شاید استغراق ہوگا۔ مگر دماغی مواد کا بوجھ مراقی کی آنکھ پر ضرور ہوتا ہے۔ آپ کا کلام اصول و قواعد کے خلاف عموماً ہوتا تھا تو آپ کے مرید آپ کو شیکسپیر مانی سمجھ لیتے تھے اور کبھی فرماتے کہ ہمیں شاعری مطلوب نہیں ہے۔ صرف تفہیم مطلوب ہے اور کبھی اپنے اشعار کو الہامی بتا کر دماغ سوزی بھی کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آپ کی امت آپ کے تحقیقی مسائل پر تنقید کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ مسیح کو بغیر ماں باپ کے مانتے تھے اور لاہوری بغیر باپ کے نہیں مانتے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم تشریحی نبی ہیں۔

(دیکھو اربعین ص ۶، جزائن ج ۷ ص ۲۲۵)

اور لاہوری کہتے ہیں کہ آپ صرف مجتہد تھے جو کبھی غلطی بھی کر جاتے تھے اور آپ کا کلام وحی نہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے قادیان میں ایک اونچا مینار شروع کیا تھا جو ترقی مرزا بیت کا معیار قرار دیا گیا تھا۔ اسے مرزا محمود نے مکمل کیا ہے۔ اب اسے منارۃ المسیح کہتے ہیں جو دور سے نظر آتا ہے۔ شاید کسی زمانہ میں حجاج قادیان کے لئے میقات مقرر ہو کر یہ حکم حاصل کرے کہ جب نظر آنے لگے تو وہ لہیک لہیک کانفرہ کسا کریں۔ درمیانہ قد، کشادہ پیشانی کی وجہ سے مہدی موعود کا حلیہ لئے ہوئے تھے۔ سیدھے بال، گندی رنگ سے مسیح محمدی بنتے تھے۔ گویا دو شخصوں کا حلیہ آپ میں موجود تھا۔ یہ نہیں سوچا کہ زید اس طرح تو ایک ایک عضو کی مشابہت سے ہزاروں کا مدعی بن سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ گرم لقمہ آپ نے چبایا تھا تو بے ساختہ ران پر ہاتھ مار کر یوں کہا تھا کہ بتاتا تو اس وقت وہ پیشین گوئی پوری ہوئی تھی کہ امام مہدی لکنت کی وجہ سے ران پر ہاتھ مار کر کلام کیا کریں گے۔ باقی رہی سہی سلطنت اور حکومت اسلامی تو امام مہدی کے سات سال اور حضرت مسیح کے چالیس سال پچیس سال کی مدت میں یکجا جمع کر کے یوں کہہ دیا کہ اس سے مراد ۴۷ سال کے اندر اندر کام کا ختم مراد تھا۔ کیونکہ ایسے الفاظ سے مراد عرصہ دراز ہوا کرتا ہے۔ سانپ

کے ساتھ کھیلنا شیر اور بکری کامل کر پانی پینا، اپنے دجال (انگریزوں) کے سپرد کر دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے کارڈوں پر شیر بکری کھڑی دکھلائی ہے۔ اسی طرح حکومت کا ملکی انتظام بھی دجال کے ہی سپرد کر دیا تھا۔ آپ صرف قلمی حکومت اور قلمی لڑائیاں کرتے رہتے تھے۔ مگر افسوس یہ ہوا کہ مسیح مر گیا اور دجال ابھی تک زندہ ہے اور جب تک قادیان میں ریل نہیں گئی تھی۔ حوالہ من کل فج عمیق کا الہام کام کرتا رہا۔ عہد محمودی میں جب خرد دجال (ریل) کا داخلہ ہوا۔ تو اس الہام کی مدت ختم ہو گئی اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دجال مدینۃ الرسول میں داخل نہیں ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خرد دجال امت مسیح کی خدمت کے لئے وہاں داخل ہو سکتا ہے۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی تھی تو لاہوری پارٹی کے نزدیک مدینۃ المسیح اور جائے ہجرت لاہور بنا تھا۔ مگر وہاں دجال اور خرد دجال پہلے سے ہی داخل تھے۔ آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے روایات کے خلاف نہیں ہوا۔ کبھی یوں بھی ارشاد ہوتا تھا کہ دراصل دجال پادری ہیں کہ جنہوں نے آپ مسلمانوں سے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور نمک کی طرح مرزائی تعلیم نے ان کو پٹھلا دیا ہے۔ اگرچہ وہ پھیل کر تمام کو عیسائی کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ مردہ ہو چکے ہیں اور مردہ کی بو سے اب عیسائیت پھیل رہی ہے۔ ورنہ ان کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ ان کے حق میں بددعاء درحقیقت بطور مباہلہ تھی۔ چونکہ انہوں نے مباہلہ قبول نہیں کیا۔ اس لئے مرزا قادیانی کی وفات ناکامیابی سے واقعہ نہیں ہوئی۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں اندر سے تصدیق بھی کرتے ہوں اور محمدی بیگم کی پیشین گوئی میں دراصل تخویف مراد تھی۔ وہ لوگ ڈر گئے اس لئے بچ گئے۔ اگرچہ نکاح نہیں ہوا۔ مگر بددعاء تو خالی نہ گئی۔ مماثلۃً بالسخ میں یوں کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یکے بعد دیگرے آئے تھے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل حضور ﷺ پہلے تشریف لائے اور مرزا قادیانی کا ظہور آپ کے بعد ہوا۔ مگر یہ نہیں خیال کیا کہ حضور ﷺ کو مثل موسیٰ اسلام نے تسلیم نہیں کیا۔ ورنہ حضور ﷺ درحقیقت نبی نہ ہوتے۔ ظہور مسیح کے وقت یہودیوں کی سلطنت پر غیر کا قبضہ تھا۔ مرزا قادیانی کے وقت بھی انگریزوں نے یہودیوں (اہل اسلام) کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ اب تک مسلمان حکمران ہیں۔ لیکن اصل میں انگریز حکمران ہیں۔ حضرت مسیح نے بھی جہاد کا حکم بند کر دیا تھا تو مرزا قادیانی نے بھی بند کر دیا تھا۔ مگر باوجود اس کے غیر تشریف نبی کہلاتے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت بھی علمائے سوء تھے آپ کے عہد میں بھی علمائے سوء تھے۔ جنہوں نے آپ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ لیکن یہ علماء سوء تو مدت سے مدعیان نبوت کی

سرکوبی کرتے آئے ہیں اور کئی مسیح قتل کروا چکے تھے۔ زمان مسیح قادیانی کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ مرزا قادیانی کی پیدائش ایسے بادشاہ کے عہد میں ہوئی ہے جو مسلمان نہ تھا۔ جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے تھے جو آپ کے مذہب پر نہ تھا۔ ہاں اتنی کسر رہ گئی کہ مسیح علیہ السلام کو والدہ جان بچانے کی خاطر مصر گئی تھی۔ مگر مرزا قادیانی کو نہیں نکالا گیا تھا۔ کیونکہ ان کے حق میں قادیان ہی مصر بن گیا تھا۔ تبلیغ نصرانیت اور قادیانیت بھی یورپ میں مشترکہ طور پر ہے۔ مگر یہ اشتراک مسیح ایرانی پہلے حاصل کر چکا تھا۔ کیونکہ اس کے مرید یورپ میں اٹھارہ لاکھ بتائے جاتے ہیں اور مصطفیٰ کمال پاشا بھی اسی مذہب کا پیرو خیال کیا جاتا ہے۔ طلوع ستارہ بھی مشترکہ علامت تھی۔ لیکن افسوس کہ مسیح ایرانی یہ اشتراک پہلے حاصل کر چکا تھا۔ پلاطوس نے حضرت مسیح کو بے قصور ثابت کیا۔ اگرچہ نوعیت مقدمہ الگ الگ تھی اور تجویز سزا وہاں صلیب تھی اور یہاں جرمانہ مگر ڈوبتے کو تنکہ کا سہارا ضرور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد طاعون پھیلا مرزا قادیانی کے خود عین حیات میں طاعون پھیلا۔ اس لئے یہ مشابہت بہت تیز ہو کر ثابت ہوئی۔ اگر آپ اس کا شکار ہو جاتے تو اور بھی تیز مشابہت ہو جاتی۔ حضرت مسیح یہودی نہ تھے اور مرزا قادیانی بھی قریشی نہ تھے اور اس مشابہت سے قریشی یہودی بن گئے۔ ورنہ پہلے آپ سید بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہاں گرضورت بود روا باشد۔ بیضرورت چنین خطا باشد۔ مرزا قادیانی کے عہد میں مسیح کی طرح علمی ترقی ہوئی۔ چنانچہ آپ نے وہاں ایک ہائی سکول کھولا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ کسی وقت یہ جامعہ احمدیہ بن جائے گا اور اس سے پہلے سکول اور کالج جو کھل چکے تھے ان کو کالعدم شمار کیا گیا ہے اور اسلامی عہد حکومت میں جو علوم و فنون پیدا ہوئے اور جن پر آج تک مسلمان بغلیں بجاتے ہیں وہ بھی ہائی سکول قادیان کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ الغرض کہ مرزا قادیانی کو مہدی اور مسیح بننے میں جو تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں وہ نہ مسیح ایران کو پیش آئی تھیں اور نہ مسیح جو نہ پوری کو۔ اس لئے تنگ آ کر آخر میں مجبوراً مستقل نبوت کا دعویٰ کرنا پڑا اور اپنے روحانی آباء و اجداد (جو نہ پوری اور ایرانی) کی طرح اعجاز احمدی میں لکھ دیا کہ خدا تو مجھ سے بارہا کہہ چکا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرو۔ مگر میں ہی کہتا تھا کہ ابھی موسم نہیں آیا۔ اس لئے اب سارے مراتب طے ہو چکے ہیں اور اعلان نبوت ضروری سمجھا گیا ہے۔ مخالفین نے مرزا قادیانی کو بروز، تنازع، نبوت، تشریع احکام، تنسیخ اسلام، تحریف دین، مہدویت اور مسیحیت بلکہ ان تمام دعویداروں کی صف میں کھرا کر دیا ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے اور اہل حق کی شمشیر بران کا لقمہ بنتے رہے۔

## ۲۳..... مرزا قادیانی کی ادبی لیاقت

مرزائی آپ کو سلطان القلم کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ لکھنے بیٹھتے تھے تو ایک مضمون کو کم از کم اپنی تحریر میں تین دفعہ دہراتے تھے اور نظم و نثر میں تحدی کرتے تھے تو موٹی موٹی گالیاں دیتے تھے۔ قواعد، عروض اور محاورات کا کچھ خیال نہ تھا۔ کیونکہ مسیح ایرانی کی طرح الفاظ کو قیود و قواعد سے آزادی دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اردو نظمیں آپ نے لکھیں جو درمبین میں موجود ہیں۔ ان میں ہر جگہ پنجابیت کی بو آتی ہے اور بعینہ ان میں وہی رنگ ہے جو پنجابی شاعر اپنی کتابوں میں غزلیات یا مناجات کہہ کر دکھایا کرتے ہیں۔ جس کا نمونہ ہم پہلے دکھا چکے ہیں۔ فارسی نظم بھی اپنی ہی تعلیات سے پر ہوتی تھی۔ ورنہ مذاق شاعرانہ اور آمد سے بالکل خالی تھی۔ اگر آپ کی نظم فارسی قرۃ العین کے سامنے رکھی جائے تو ادبیت کے لحاظ سے بالکل شاخ بے برگ نظر آتی ہے۔ عربی نثر میں تو آپ نے وہ گل کھلائے ہیں کہ قیامت تک بہار دکھلاتے رہیں گے۔ جن کا نمونہ ہدیہ ناظرین ہے۔

اول..... سیف چشتیائی ص ۷۰ پر حضرت پیر صاحب قبلہ نے اعجاز المسیح (تفسیر فاتحہ) پر یوں تنقید کی ہے کہ: ”فی سبعین یوما من شهر الصیام . من شهر النصاری (۲۰ فروری ۱۹۰۱ء) کل امرهم علی التقویٰ . وعندی شہادات من ربی ووجه کوجه الصالحین . واکفروه مع مریدیہ . یریدون ان یسفکوا قائلہ . جعل کلمی وقلمی منبع المعارف . تنکرون باعجازی“ پیر صاحب اسی طرح تنقید کرتے ہوئے دور تک چلے گئے ہیں۔ ایک فاضل شیعہ نے بھی اسی موضوع پر اعجاز المسیح پر تنقید کرتے ہوئے اول مرقات حریری و بدیعی کا ذکر کیا ہے۔ جن میں مرزا قادیانی نے کمال جرأت سے کام لیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حریری اور بدیعی میرے مقابلہ میں بیچ ہیں۔ دوم اغلاط کی فہرست دی ہے جن کا اقتباس درج ذیل ہے۔

”لوی الیہم کزافرة (لوی متعدیہ) کفل امورهم کما ہی عادتہ (ہی بلا مرجع) اتخذ الخفافیش وکر الجنانہم وحنانہم وکرا او اوکارا اکفروه (کفروه) شہداء الکربلا (کربلا بغیرال) یریدون ان یسفکوا قائلہ ویعتالون (ان یسفکوا ادم قائلہ ویغتالوہ) فما تطرق الی عزم العدم خلل (لا ینسب الخلل الی العزم) تنکرون باعجازی (البأ غلط) کاملائی (لیس معناه الکتابہ) رجفت الالسنہ (الرجف للقلوب) الی لاهور وان هو (وان

(هى) رائحة من صدق الطوية (محاورة هندية) فتح الميدان (هندية) لهذا  
 الوغى (هذه) ماء يسيح (يجرى) ارم جدران الاسلام (ارهم) هذه الاضمار  
 (هذا) يسعى (لا يستعمل مجهولا) عنين فى رجال اللسن (قبيح) بازى  
 البصيد (قبيح) زاد اليراع (اليراع لا يستعمل زادا مسقطت صواعن  
 (قبيح) البثر يحب ويوثر زلاله (البثر مونث) يفري كل طريق (قبيح) ازاد  
 اليرع (اليراع لا يستعمل زادا) مسقطت صواعن (قبيح) لا يظهر الا على  
 (على للغلبة وليست مرادة) الى حجره اب (آب) كالسهام او الحسام  
 (قبيح) اسعفت الخصم (الحاجة) قبل هذا الميدان (هندية) الا منطجاع  
 من جنوبهم (عن جنوبهم) هذا المدى الحقير القليل (مدى مونث ولا تكون  
 حقيرة) لا شيوخ ولا شباب (قبيح) الطافه اغلاق خزائنه (قبيح) ضول  
 الكلاب اهون من صول المفترى (قبيح) طهارة البال لا بعدوة الاقوال  
 (العذره لا تقابل الطهارة) يند مل جريحم (قبيح للجريح) مفتوة شفتاه  
 (اسنانه) لطفه قتبى (لا يحس القتب للمسيح القاديانى) ساقطا على  
 صلات (قبيح) وسخ مئين (قبيح) اراد من العجزاينا بهم (هندية) من  
 رمضان (شهر رمضان) ملئ فيها (ملئت) تابطت كصدف (التابط ليس  
 الصدف) كيفية ايلاف (الف) امرامر الامور (امضاء) من ركب عليه  
 (عليها) سورة قوى الصول (قوية والصول قبيح) وانه حق (انها اى  
 السورة) اترك الغرب والايين (ليسا اختيار بين) من عجائب هذه الصورة  
 انها عرف الله (عرفت) الاخفاء والدمور (قبيح) للاضلال والافتنان  
 (قبيح) الرجم بمعنى القتل (غلط) فى اللسان العربية (لا تطابق) كهف  
 الظلام (جديد) فاق العظام (من اين الكسرة) الزام (اسم اضحى) عنت به  
 البلاثا (عنته) الكفار (بمعنى الزارعين جديد) انه مفيض لوجود الانسان  
 باذن الله الكريم (لا ياذن الله نفسه) وما من دابة الا على الله رزقها ولو كان  
 فى السماء (الدابة ليست فى السماء وهى مونث) ذكر تخصيصا وخاصته ام  
 بل (قبيح الاستعمال) يحمده من عرشه (من فوق عرشه) لا يتوب الى احد  
 (لا يتوب على احد) كم من الانعام تذيب (كم من انعام) الحقيقة المحمدية



هو مظهر الرحمانية (هى) ينتفع الناس من لحوم الجمال (ينتفع بلحوم)  
غذا أهلى من منبع الرحمة (جديد) امر هذه الصفات قول (يؤل) سبيل  
الامتنان (سبيل المن على عباده) بعضهم اغترفوا (اغترف) اسم احمد لا  
تجتلى بتجلى تام (لا يتجلى بتجل) طلوع يوم الدين (قبيح) مستغنية من  
نصر (عن نصر) خصهما بالبسملة (خص البسملة بهما) ورثاء (قبيح) ماثم  
شريك (قبيح) تصدو انفسهم (لازم) كانوا مظهر اسم محمد (مظاهر) صارو  
اظل محمد (اظلال) منبئى على المعلوم (للمعلوم) ناطق لشكر النعماء  
(بشكر) ليزب جنود الشيطان (عن جنود) طرق الله ذالجلال (ذى  
الجلال) تلك الجنوديتحاربان (تتحارب) هدم عمارت البدعات (جديد)  
من اراهم (قبيح) امر المعروف (امر بالمعروف) النهى عن الذمائم والتوجه  
الى الرب (اشد قبحا) قطع التعلق من الطريف (عن) القى البحران فى  
(على) انتن عن الميته (من) من العالمين زمان ارسل فيهم (فيه) تحشر  
الناس ليقبلوا (يحشر) النيران المحببة (جديد) تكسر الملة بالانياب  
(جديد) انهدام قوة (وهن) قاموا عليه كالا عداء (اليه) عليك بالمودوع  
(المودوع) بلا قددهم (دهمهم) تسل الاقلام (قبيح) مدينة نقض اسوارها  
(انتقض) ونعى (فنعى) فلا يسعى عليها (لها) وجب علينا ان لشهد انها  
وسائله (شاهده حضرا شهد اعلم) عطلت العشار (فى القرآن للشدة وههنا  
للفراهية) لم يبق فيهم روح المعرفة الاقليل الذى هن كالمعدوم (قليل لا يوم  
صف المعرفة) الذوق والشوق (جديد) استجيب (اجيب) ظهوره  
للاستجابة (للاجابة) لاتوذى اخيك (اخاك) هذه الايات خزينة (خزائن)  
وحجة (وحجج) توسل الائمة (بالائمة) لا يوثرون الا (على الا) يقولون  
على ولدها (لولدها) منهيات الى الصالحات (العزم التقابل) بعد من (عن)  
قطع العشيرة (جديد) انهم نور الله (انواره) سواء (ليس مصدرا) على  
قدم الانبياء (اثر الانبياء) ماقال القرآن (وما قاله القرآن) المجيين (غلط)  
سالت عن ربك (غلط) فقد وانور عينيه (عيونهم) سورة بنى اسرائيل  
يمنع (تمنع) ايام البدر التام (ليأتى البدر) يذبهم (يذب عنهم) دعاء صراط



کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین طبع اول کا قصیدہ سامنے رکھ کر اندازہ لگائیں کہ کہاں تک جلاپوری صاحب حق بجانب ہیں۔ مثلاً مرزا قادیانی آٹھویں شعر میں پڑھتے ہیں کہ: ”من ارضهم“ اور چونکہ وزن شعر غلط تھا۔ اس لئے جلاپوری نے اسے ”من راضهم“ پڑھا ہے۔ اسی طرح ”اوجس خيفة شره (اوجس خيفه) اوحى اليها المعشر (اليها المعشر) كان كاجمة (كاجمة) مدى قد شهروا (قد شهروا) قالوا ليوسف (ليوسف) تجن على ابوالوفا ابن الهوى (عليها بل وفاء بن الهوى) من بقعة كيستنسر (يستنسر) فلما اعتدى احس (وآحس) وعوه ليبتهلن (يستهلن) لم يتحسر (لم يتحسر) الى هذه الصور (الصور) ليظهر آيته (ليظهر آية) واحذر (واحذروا) كيف اغبرت السماء بايها (اغبرت السماء) لا تتخير سبل فى (سبل) فكر (فكروا) احضر (احضروا) من هو مثل بدر (منهم مثل بدر) مغبر (مغبر) اذا ابت محبته (محبته) انى ابلغ (انى ابلغ) او اغبر (او اغبروا) وانحتوا اقلامكم (قلامكم) نخرا مامك (امامك) لوجهك بوجهك يصعر نصبروا (لوجهك لوجهك يصعر نصبروا) ان جمالك (جمالك) انظر (وانظروا) عفر (عفروا) ومن يشرب الصهباء يصبح مسكر (مسكراً) وهذا التصحيح فى موضعه لكن التشيير لا يصلح ففى هذه المأية فى كل ثلاثة منها سقم نضرم فى قلب اضطرأماً (قلب اضطرأماً) كان محل البحث او كان ميسراً (محل البحث ميسر) ليمل حسين او ظفر او اصغر (ظفر او اصغروا) من شان جولراً (جولروا) وامر (واز مروا) وبعد من الدنيا وقلب مطهر (قلب مطهر) فسل قلبه زاد الصفا او تكدر (تكدر) واصل العبارة اذا د صفاء او تكدرأ وان كنت تحمده فاعلن واخبر (تحمده واخبروا) فستنظر (فاسينظروا) فاسمع وذكر (ذكروا) لا تستاخروا (تستاخروا) اليك ارد محامدى (ارد محامدى) من القول قول نبينا (قولن بينا) ومن يكتمن شهادة (يكتمنش هادة) تركت طريق كرام (طريقك رام) لتحقر (لتحقروا) ايها المستكبر (مس تكبروا) من هو مرسل (منهو) يستفسر (يس تفسروا) اذيتنا (اذيت نا) كيف تدا كئوا (كيف داكئوا) كيف ومواسها ما (كيفرموا) كان فى اذبالهم (فديالهم) ولم اتحير (ولم اتحيروا) الى الخنجر (اليل

خنجر) سمون ابتر (ابتروا) واحذر (واحدروا) كناطف ناطفى (ناطف ناطفى) بليل مسرة (بليلم مرة) كيف نصبح (هذا اخر البيت ولم يقدر المصحح على تبديلها الى تسفر وغيره فاضطر الى تصحيح دوران راسه بالشواهد الغير المقبولة) مسيحا يحط من السماء (يحطم يسماء لله درمذكر (درم ذكر) نبادر (كان عليه ان يبدله الى نبدروا) شطائب جاهلين (شطائب) صحف قبله (صحف) ليعزر (ليعزروا) يجوش وليس فيه (يجوشوا ولم يصح تجوش لان القدر مونث) فكل بما هو عنده (ماهو) يستبشر (ليس تبشروا) فى كفه حماء (حمأ) ولست كمثلك (كمثلك) ففى هذه المائة نحواربعين سقما تقسم من الاسقام بيتان ونصف وعند متن ثور (فتن) حدائقنا (حدائقنا) جزاء اهانتهم (اهانتهم) انك مرسل (انك) قضوا مطاعن بينهم (مطاعن) وافيت مجمع لدهم (مجمع) قد جاء قوله الله بالرسل تواما (بالرسل) اخذا لكمى (اخذا الكمى) بذكر قصوره (بذكر قاصور) زمرهم (زمرهم) ان اكابر القوم (انا اكابر القوم) كان سنابرى اظهر (برقى اظهروا) كان الاقارب كالعقارب (كان الاقارب) فاحذر (فاحذروا) صرت اصغر (اصغروا) ان تطلبنى احضر (تطلبنى احضروا) الصالحين يوفقون (الصالحى فى وفقون) وفى هذه الماية نحرسنة عشر سقما ويفتسمها من الاشعار ستة ستة مايبطر (مايبطر) فطر القدير (فطر القدير) افضل الرسل (افضل الرسل) شفيح الانبياء (الانبياء) موثراً (مؤثروا) سبل الهدى (سبل) اويد (اويد) اعصم (اعصم) اخبر (اخبروا) اطائبها (اطائبها) ورثت ولست (ورثتولست) وان رسولنا (وانرسولنا) شائنه (شأنى هى) وابتتر (وابتروا) خلق السماء (خلق) القمر (القمر) لذونسب (نسب) فهو (فهو) سنن الله (سنن الله) لذلك (لذلك) بالمتقدمين (بل مت قدمين) موحوشة (موحوشة) عامة الوري (عامة الوري) اصعر (اصغروا) لم اتعذر (لم اتعذروا) من سنن دينكم (سنن دينكم العمران) العراب (عظيم معزد) اعظم معزروا) احضر (احضروا) المهيمن (المهيمن) نبا (نباء) ففى هذه الماية نحوخمسة

وثلاثین سقماً لكل ثلثه من الاشعار واحد كالزعم (كالزعم) انت تدمرين  
(تدمر) قال الحرف قد حذف ين فضمت الراء كاللذ في الذين ولم يات في  
تدمرين من شاهد اذلا قياس في اسماع الي دجانبوا (اليوجانبوا) وان  
تضربن على الصلاة (نع لقرلاة) سبل خفيه (سبل) من حقائق (يق)  
رأيت امرتسر (رأى تمرتسروا) والقلم (القلم) كيف الفراغة (الفراغة)  
اضل به النصاري (اضل به النصاري) والجاهلين تشيعوا (الجاهليين  
شيعوا) فاحضر (فاحضروا) باخ الحسين وولده اذ احصروا (باخ  
الحسين وولده اذ احصروا) شفيع النبي محمد (شفيع النبي محمد) رسل الله  
(رسل الله) حدرنا سقائكم (سفانكم) فاجروا طريقكم (طريقكم) قفضل  
الرسال (الرسال) عند النوائب (النوائب) ورسل الله (الرسال) فصار  
من القتل براز معصراً (معصراً) على ان الفعل تام لكنه بمعنى الوجود  
والبراذلم يخرج من العدم الى الوجود ايضاً صار اليه بمعنى رجع) لبيوت  
مبنيه (مبنلة وهو من التبنيه وهو كما ترى) ببدر واحد (احد) وكان  
الصحابه (الصحابه) قاموا البذل نفوسهم (لبذل نفوسهم) من السيوف  
المغفر (مس يوف المغفروا) ارد قوا عليهم نسيوف لمغفروا) من الرسل اخر  
(من الرسل اخر) وان تظهر (تظهروا) فرايتها (فارايتها) سنايك طرفنا  
(بكطرفنا) عظمة ايتي (عظمت ايتي) يا ابن تصلم (يبنا تصلف) فيها  
فضيحتكم (فضيحتكم) لتوقر (ليتوقروا) ومن هو ينصر (من هو  
ينصروا) لا يتاخر (لا يتاخرو) ففي هذه الماية نحو اربعين سقماً لكل من  
الشعرين ونصف سقم واحد بالتحائف (بالتحائف) من عندكم (من  
عندكم) اين التصلف خالصه (خالصه) بجهدك (بجهدك) انت تنسج  
(تنسج) هو تستر (هو) ذلتنا (ذلتنا) فسيامر (فس يامروا) جدره  
(جدره) يتبصروا (يتبصروا) ليظهر (ليظهروا) لم نتغير (لم نتغيروا)  
كاللواقح (كاللواقح) انصر (انصروا) ان قصيدتي (انق صيدتي) فهذه  
المايه بلغت الى شعرا وفيها ستة عشر سقماً لكل شعرين سقم واحد تقريباً  
تقريباً اذ يره شعر اس قصيده في اصول جلاله کے مطابق سقیم ہے۔ جس کی اصلاح

ایسی بھونڈی صورت میں کی گئی ہے کہ کراہت فی السمع، تعقید لفظی، خلاف لغت نحویہ اور دخول فی اللغۃ الروسیہ سے مرزا قادیانی کی روح بھی ممکن ہے کہ ناراض ہو گئی ہوگی۔ کیونکہ اس اصلاح میں تشدید متحرک کو زیادہ دخل ہے۔ جو قصیدہ میں صرف ایک آدھ جگہ لانے سے ناظم کا عجز ظاہر کرتی ہے اور اگر اسے اپنا اصول ہی بنالیا جائے تو قصیدہ اس قابل نہیں رہ جاتا کہ قابل التفات بھی ہو۔ نچانہ جاوید جلد اول میں اس اصول کی خوب دھجیاں اڑادی گئی ہیں۔ جب کہ ایک نیم شاعر نے لفظ ید کو مشدود باندھا تھا اور جناب مذکور صحت تشدید پر اڑ رہے تھے۔

لظم تشدید

چہ خوش گفت شائق فائق غرا  
یکے شعر نادر کہ در چند وزن  
شود خواندہ و شک بمعنی نباشد  
نوشت ست وایں غلط اصلاً نباشد  
شنید این سخن را چو گرد سخن  
بگفتا کہ من شاعر خوش فکرم  
چومن چچ مغل مگویا نباشد  
ترا چچ شعورو ذکا نباشد  
سند باد از استاد ست مارا  
چوں تشدید در شعر ضرورت افتد  
کہ چوں ذہن او ذہن رستانہ باشد  
دراں لفظ یدرا ابدال مشدود  
زانشا کہ ہمسر اصلاً نباشد  
تو گلستان راندانی درست  
بکلام ماچ خطا نباشد  
تشدید صحیح چرا نباشد

قصیدہ اعجازیہ میں مرزا قادیانی نے تصحیح جلالی سے پہلے ۱۵۸ شعروں میں وزن عروضی سے ناواقفیت ظاہر کی ہے۔ ۳۲ جگہ اقواء ہے۔ ۱۴ شعروں میں اصراف ہے۔ دو شعروں میں تائیس ہے اور ایک شعر میں اجازہ سرقات کا الزام بھی تقریباً تیس شعروں میں نبھایا ہے۔ خلاف محاورہ

الفاظ کا استعمال متعدد جگہ اختیار کر رکھا ہے۔ گندے مضامین اور تعلیقات سے لبریز ہے۔ اب کوئی مقابلہ کرے تو کیا کرے۔ بہر حال اگر قدیم شاعری کے معیار پر اس قصیدہ کو رکھا جائے تو نوآموز شاعری کا کلام معلوم ہوتا ہے اور اگر جدید شاعری کے اصول سے تنقید کی جائے تو پھر بھی اس قصیدہ میں نہ کوئی لطف ہے نہ مزیدار استعارہ نہ معنی خیز عبارت۔ نہ تلمیحات شاعرانہ، نہ عذوبت الفاظ اور نہ شاقہ معانی، اس لئے اگر اس کو شعر خمینی سمجھا جائے جس میں اعراب کا چنداں خیال نہیں ہوتا اور آج کل مولدین کا مایہ ناز بنا ہوا ہے تو پھر بھی شعر کی سخت ہتک ہوگی۔ قرۃ العین کے عربی الفاظ اپنے اشعار میں شعر خمینی ہیں۔ مگر ایسے دلولہ انگیز اور پر لطف ہیں کہ ایک دفعہ پڑھنے سے لطف آ جاتا ہے اور یہاں انقباض اور بے لطفی سے انسان اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ جس میاں کے یہ اشعار ہیں، معلوم نہیں کہ اس کے دوسرے دعاوی کہاں تک درست ہوں گے؟

۲۴..... اہل قرآن اور چودھویں صدی

اس صدی کے آغاز میں فرقہ بندی کا بڑا زور ہوا اور جس قدر فرقے پیدا ہوئے سب کا یہ دعویٰ تھا کہ فرقہ بندی چھوڑ دو اٹھو خدا کا نام لو اور یہ قاعدہ ہے کہ جس قدر اتحاد کی مختلف آوازیں اٹھائی جائیں اتنے ہی فرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب و ملت نے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بے شمار پیدا کر دی ہیں۔ ہندوستان کا میوہ پھوٹ صحیح طور پر ہمارے سامنے ہے۔ اگر ان کو اتحاد مطلوب ہوتا تو سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ نئے عقائد، نئے اصول، جدید امتیازات اور انوکھے اجتہادات پیدا نہ کرتے۔ مگر تحریفات جدیدہ نے مسلمانوں کی مذہبی شیرازہ بندی کو ایک ایک جزو میں منتشر کر دیا ہے اور ان کا اب ایک مرکز پر قائم کرنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ مسلک قدیم یا مرکز قدیم کو لوگوں نے ٹھکرادیا ہے اور اسے جمود و انحطاط کا الزام دے کر ترقی اور نئی روشنی کی راہ پکڑ لی ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے انشقاق و افتراق کے کچھ اثر نہیں ہوا اور کھلم کھلا اسلامی تعلیم میں دست اندازی اور اس سے دستبرداری کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ گو بظاہر، اللہ اکبر کا نعرہ عنوان مذہب بنایا ہوا ہے۔ مگر جب غور سے دیکھا جائے تو تمام مذاہب جدیدہ کا مطمح نظر سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اسلامی قیود سے کسی بہانہ سے رہائی ہو اور تصرف و تفریح میں جذب ہو کر ”الناس علی دین ملوکھم سالکون علی طریق سسلوکھم“ کا ثبوت دیں۔ غالباً جن بزرگوں نے اس صدی کے متعلق کچھ پیشین گوئیوں میں اشارہ کیا تھا اس کا مطلب یوں ہے کہ اس صدی میں انقلاب مذہبی پیدا ہو کر سیاسی رنگ پکڑ کر ہندوستانیوں کو توحش اور تہرد کی طرف لے جائے گا۔ ورنہ اسلامی ترقی آغاز صدی سے

بند ہو چکی ہے اور اس وقت جو کچھ زعمائے قوم ہمیں امیدیں دلارہے ہیں ان میں مذہب کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ بلکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی تحریک یہاں بھی مذہبی تحریکات کا خاتمہ کر دے گی۔ کیونکہ جس قدر آج تک اس صدی کے مذہب پیدا ہوئے ان سب کا اصلی مقصد اسلام سے روکشی تھی اور یہی تلخ بیج آج تلخ نیل بوٹے پیدا کر رہا ہے اور تلخ پھل بہت جلد ہماری خوراک بن کر اسلامی حلاوت اور مذہبی عذوبت کو دور کرنے کو ہے۔ جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے۔

پہلا مذہب جو یہاں پیدا ہوا وہ دتے شاہیہ تھا۔ جس میں مساوات، محبت، دلداری، نفس کشی کے اصول پیش کئے گئے تھے اور ان کو غلط طور پر یوں چلایا گیا کہ ہر ایک کی بیوی اور دیگر محرات مشترکہ جائیداد ہیں۔ محبت باہمی کا تقاضا ہے کہ اپنے پیر بھائی کا احترام کیا جائے اور غیر سے اس کی حمایت میں دشمنی ہو۔ دلداری کا مقصد ہے کہ اگر کوئی دوسرے سے بیوی بھی مستعار مانگے تو انکار نہ ہو اور نفس کشی کا یہ مطلب ہے کہ عبادات اسلامیہ سے دستبرداری کی جائے۔ کیونکہ اسلام پر عمل پیرا ہونے سے جمود تکبر، نخوت اور تحقیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ گالیاں سننے پر خوش ہوتے ہیں۔ بھنگ نوشی نعم الغداء ہے۔ بدن پر زن و مرد کے بال نہیں ہوتے۔ دونوں کا ایک ہی لباس ہوتا ہے۔ ڈنڈہ ہاتھ میں۔ سرنگا اور ایک فراخ کوٹ قدم تک لٹکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ باہمی ملاقات کے وقت اللہ ہادی کا نعرہ کسا جاتا ہے۔ یہ فرقہ گجرات پنجاب میں موجود ہے اور اندر ہی اندر ناخواندہ مکیہ نشینوں میں اپنی مقناطیسی تاثیر سے روس اور جرمنی تک بھی پہنچ چکا ہے۔ انہوں نے گولبی اصول سے سن باتھ شروع کیا ہے۔ مگر اصول یہی ہیں جو ان میں تسلیم کئے گئے ہیں۔

## دوم..... چیت رانی فرقہ

اس کے اصول بھی تقریباً یہی تھے۔ مگر ان میں یہ کمال تھا کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اسی کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ مگر یہ فرقہ بہت جلد ختم ہو گیا۔

## سوم..... نیچری مذہب

سر سید نے تحریک جدید کو کامیاب بنانے کی خاطر فلسفہ جدید کے دائیں سے اسلام کے کئی ایک اصول کھوکھلے کر دیئے۔ مہدی کا لقب پایا، انا جیل و قرآن کا نظابق پیدا کیا۔ وفات مسیح اور انکار مہدی کا عقیدہ پھیلا یا۔ معجزات کو بھونڈی صورت میں پیش کیا۔ نبوت کو دیوانگی کی قسم قرار دیا اور امور غیبیہ میں وہ تاویلیں کیں جو آئندہ کے لئے اصول مسلمہ بن کر تمدن جدید میں جذب



ہونے کے لئے شمع ہدایت کا کام دینے لگے اور مسلمانوں نے اس مذہب کو کئی ایک طریق سے ظاہر کیا۔ جیسا کہ ذیل کے مذاہب سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

### چہار..... ایران میں بہائی مذہب

ایران میں بہائی مذہب نے اسلام سے نکل کر ایک جدید دستور العمل تیار کیا۔ جس میں صاف طور پر تمدن یورپ کی دعوت تھی۔ مگر صفائی یہ کہ اسلام کا نام نہیں چھوڑا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ اور ایشیاء میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ بہائی مذہب قبول کئے ہوئے ہیں اور دوسرے مذاہب میں داخل ہو کر اندر ہی اندر مسلمانوں کو اسلام جدید کی طرف راغب کر رہے ہیں۔ ابھی ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ قادیان میں یہ لوگ محفوظ الحق علمی وغیرہ کی قیادت سے مرزائیوں میں یہ مذہب پھیلا۔ مدت تک سلسلہ تعلیم اور سلسلہ نشر و اشاعت میں یہ لوگ داخل ہو کر اپنا کام کرتے رہے۔ آخر جب پردہ فاش ہوا تو خلیفہ محمود نے یکدم ان کو نکال دیا۔ مگر انہوں نے فوراً قادیانی مذہب کے خلاف کوکب ہند اخبار دہلی میں شائع کر دیا جو آج اپنے اصول کی اشاعت میں بڑی جدوجہد سے کام کر رہا ہے۔ اس کے معاوضہ میں مرزائیوں نے بھی یہ ٹھان لی ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز میں داخل ہو کر خواہ کتنی ہی مصیبت برداشت کرنی پڑے۔ مگر اپنی جماعت بندی اور تفرقہ اندازی میں سر توڑ کوشش کریں گے اور یہ مسلمان ہیں کہ رواداری کے اصول کو بے جا طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنی باقی ماندہ جمعیت کو بھی غیر کے ہاتھ سے ضائع کر رہے ہیں۔

### پنجم..... مرزائی مذہب

اس مذہب نے شروع میں مسلمانوں سے مل کر کام کیا۔ مگر اخیر میں کئی ایک پلٹے کھا کر مسلمانوں سے علیحدگی کا اعلان کر دیا اور اپنی مذہبی امامت قائم کر کے مسلمانوں سے ترک موالات کا قانون پاس کرایا اور ایسے الگ ہو گئے کہ ہندوؤں کی طرح بوقت ضرورت اشتراک فی العمل کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ مگر خصوصیات میں غیر کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہوا ہے اور اس مذہب نے تفریق بین المسلمین کو یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ جس طرح ہندو مسلمانوں کو ملیکھش اور نا پاک ہستی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ بھی ان کو یہودی، خنزیر، لومبر، سانپ، بچھو، احمق، کتے اور حرا مزادے تصور کرتے ہیں۔ لیکن بھولے بھالے مسلمان پھر بھی ان کے طرز عمل کو اسلامی جذبات کا نمونہ سمجھتے ہوئے ہیں اور ان کی اصلی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے قادیان کو مایہ ناز سمجھتے ہیں۔ مرزائی جماعت ایسی ہوشیار واقع ہوئی ہے کہ مرزا قادیانی کی ابتدائی تعلیم کہ جس سے ان کی موجودہ تعلیم

مسترد ہو سکتی تھی۔ بالکل بند کردی ہے اور اس کی نشر و اشاعت کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ درمیان تعلیم جو ۱۳۰۰ھ سے شروع ہے۔ البتہ اس کا اظہار جزوی طور پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں مرزا قادیانی مترد نظر آتے ہیں کہ میں نبی ہوں یا کچھ اور؟ آخری تعلیم جو ۱۹۰۱ء سے شروع ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اسی کی بدولت اس مذہب میں بھی پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ لیکن موجودہ تعلیم جو خیالات محمودیہ پر شامل ہے۔ اس نے آخری رنگ بدلا ہوا ہے اور مرزا ائیت کا وہ مفہوم پیدا کیا ہے جو نہ خلیفہ اول حکیم نور الدین صاحب کو سوجھا تھا اور نہ خود مرزا قادیانی ہی اس پر زور دیتے تھے اور خوبی یہ ہے کہ تعلیم محمودیہ بھی دو قسم ہے۔ اول خاص تعلیم جو دائرہ بیعت تک ہی محدود رہتی ہے۔ دوسری تعلیم کہ جس میں رواداری کا پہلو ظاہر کیا ہوا ہے اور مسلمانوں کو شکار کرنے کے لئے دام تزویر کا کام دیتی ہے۔

### ششم..... اہل قرآن

اس مذہب کا بانی مولوی غلام نبی المعروف عبداللہ چکڑالوی تھا۔ موضع چکڑالہ ضلع کیمپور میں جب حدیث کی تکمیل دہلی سے کر آیا تو وعظ و نصیحت میں عوام الناس کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ دو دفعہ مخالفین نے اسے زہر بھی دیا۔ مگر حسن قسمت سے بچ گیا۔ لاہور مسجد چیدیاں میں جب مولوی رحیم بخش وفات پا گئے تو اسے امام مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ تک تدریسی حدیث اور وعظ سے اہل حدیث کو خوش کیا۔ مگر اخیر میں صرف صحیحین مسلم و بخاری کی تعلیم پر تدریس کو محدود کر دیا۔ دوسرے سال اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری سنا کر صحیح مسلم کا درس بھی بند کر دیا۔ چند ایام کے بعد قرآن شریف کے ساتھ صحیح بخاری کا توازن شروع کر دیا کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ قائل تسلیم نہیں ہے اور اپنے خیال کے مطابق بہت سا حصہ ناقابل عمل قرار دیا۔ اس کے بعد اعلان کر دیا کہ جب قرآن شریف میں ہر ایک چیز کی تفصیل موجود ہے تو حدیث کی مطلقاً ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب قرآن شریف سے احکام کا استنباط شروع کر دیا اور ایک تفسیر لکھی۔ جس میں قرآنی شواہد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور لوگوں کو صرف اپنے خیالات کی دعوت دی۔ اب مقتدی و فریق ہو گئے۔ فریق مخالف نے دوسرا امام منتخب کر لیا۔ اب روزانہ جنگ و جدل شروع ہو گیا اور ایک وقت میں دو دو جماعتیں ہونے لگیں۔ مگر اہل قرآن کا نمبر اہل حدیث کے بعد تھا۔ جمعہ بھی اسی طرح ادا کرتے رہے۔ جب حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا اصلی مطلب تو عمل بالقرآن ہی تھا۔ مدت تک کتوں کو ہڈی ڈالتا رہا ہوں۔ اب خدا نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ اس پر اہل حدیث بہت برہم ہوئے اور زبردستی سے وہاں سے

نکال دیا گیا۔ محمد بخش عرف میاں چٹوٹولی کے مکان میں پناہ لی۔ وہ مکان طہ یلہ کی شکل (بازار سریانوالہ) میں تھا۔ اس کو اپنی مسجد بنالیا۔ کچھ عرصہ بعد میاں چٹو بھی مخالف ہو گئے اور اعلان کیا کہ مولوی صاحب بھی تقلید قدیم سے پورے طورے پر نکل کر استنباط احکام نہیں کر سکتے۔ اس لئے مولوی صاحب ایک نواب صاحب کے پاس ملتان چلے گئے۔ وہاں جا کر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو مشتبہ حالت میں دیکھا گیا تو سنگباری سے نیم مردہ ہو کر واپس چکڑا لے آئے اور کچھ عرصہ بیمار ہو کر وہیں وفات پائی۔ بہر حال اس مذہب نے مختلف عنوانات سے شیوع پکڑا۔ گوجرانوالہ میں اہل قرآن کی جمعیت تیار ہو گئی۔ جنہوں نے آپ سے بڑھ کر احکام میں تبدیلی پیدا کی۔ گجرات پنجاب میں بھی ایک جماعت کھڑی ہو گئی۔ جنہوں نے صرف تین نمازیں تجویز کیں۔ رفتہ رفتہ لاہور، امرتسر میں اس مذہب نے قدم جمائے۔ چنانچہ اب تک بازار سریانوالہ میں امام مسجد ملا قرآنی کا خاندان ہی چلا آتا ہے اور امرتسر میں میاں احمد دین صاحب نے اپنی جماعت کا نام امتہ مسلمہ رکھا اور ایک بسیط تفسیر لکھی کہ جس میں موجودہ خیالات کو داخل کیا اور قرآن شریف کا وہ مفہوم تراش کر پیش کیا جو اسلامی تعلیم سے کوسوں دور تھا۔ مگر چونکہ آپ متوسط الحال ہیں۔ اس لئے آپ کو اپنی تفسیر بیان للناس کی اشاعت رسالہ بلاغ کے ذریعہ سے بہتر معلوم ہوئی اور اس رسالہ میں دوسرے ہم خیال بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے تو ابتدائی اشاعتوں میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اطاعت الرسول کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص خدا کے ساتھ حضور ﷺ کو حاکم یا شارع تصور کرتا ہے۔ وہ شرک فی التوحید کا مرتکب ہے اور ایک تمثیل میں اطاعت رسول کو زنا کے برابر بھی ظاہر کیا۔ جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تحریری مباحثہ کیا۔ جس میں ہر دو فریق نے اپنی اپنی جیت سمجھی۔ بہر حال اس رسالہ کی اشاعت سے جو عقائد شائع کئے گئے ہیں۔ سب کا بنیادی اصول صرف یہی ہے کہ اطاعت رسول شرک فی التوحید ہے۔ نماز اس قدر فرض نہیں ہے۔ جیسا کہ اسے سمجھا گیا ہے۔ وضو، غسل جنابت، زکوٰۃ اور جماعت بھی چنداں ضروری نہیں ہیں۔ مردہ کو جلادینا بھی جائز ہے۔ تعدد ازواج ممنوع ہے۔ ولی کے اہل قرآن صرف تین روزے بتلاتے ہیں۔ بلاغ میں ایک دفعہ یہ بھی شائع ہوا تھا کہ سورج کو قبلہ بتایا جائے۔ تردید احادیث میں ہر ایک اشاعت میں خاص اہتمام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو صرف معمولی انسان سمجھ لیا گیا ہے اور بڑے زور سے ان کو گنہگار غلط کار اور جوابدہ تصور کیا گیا ہے۔ جس سے آریہ مذہب کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے اور یہ لوگ مقابلہ میں آ کر آریہ کی تائید میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ ان کے بیرونی خیالات بہت دلربا ہیں۔ مگر جوں جوں اندرونی خیالات کا انکشاف ہوتا ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی

ہے کہ یہ جماعت اسلامی احکام اور اسلامی تفصیلات سے جی چا کر کھڑی ہوئی ہے اور چونکہ قرآن شریف میں طریق تفصیل احکام مذکور نہیں ہے۔ اس لئے اس کی آڑ میں تمام تفصیلات سے روکش ہو بیٹھے ہیں۔ آیات قرآنی کے مفہیم میں قطع و برید کر کے موجودہ تمدن یورپ کی اصلاحات کو قرآن شریف سے استخراج کر لیا ہے۔ بابی مذہب کی طرح انہوں نے بھی گویا اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے اور وہی احکام جاری کر دیئے ہیں جو بابیوں اور بہائیوں نے جاری کئے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ انہوں نے صاف لفظوں میں قرآن کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ لوگ تحریف کے ذریعہ سے اسلام کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔

ہفتم..... مذہب مصطفائی

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے ہم خیال سلطان عبدالحمید کے عہد سے کوشش کر رہے تھے کہ اسلامی قیود سے کسی طرح رہائی حاصل کی جائے۔ اس وقت اس جماعت کا اصول حریت، عدالت اور مساوات تھا۔ رفتہ رفتہ خلافت اسلامیہ کے نام منالے میں انہوں نے بڑی جدوجہد کے ساتھ یہاں تک نوبت پہنچادی کہ مصطفیٰ کمال پاشا کو جو ایک سکول ماسٹر تھا۔ اپنا بادشاہ مقرر کر دیا اور چونکہ عرصہ دراز سے اسلامی خون کی بجائے ترکوں میں آباؤ اجداد سے یورپین خون دورہ کر رہا تھا اور وہی لوگ ان کے نکلے میال اور نینال بن چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اقتدار کے وقت اسلام کو چھوڑ دیا اور صاف کہہ دیا کہ ہم یورپ کے صرف اس لئے دشمن ہیں کہ ہم نے اسلامی قوانین کی پابندی کو رواج دیا ہوا ہے۔ فوراً روس اور اطالیہ سے سیاسی اور مذہبی اصول منکوا کر اپنا دستور العمل تیار کیا۔ اسلامی تعلیم اور قرآنی احکام کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ مذہب اسلام چند روایات کا نام ہے جو خاص برقرار زمانہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے آج قرآن کے اصول اس قابل نہیں رہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ترقی حاصل کی جائے۔ بہر حال جمہوریت کی آڑ میں تجبر و استبداد کے ذریعہ بہائی مذہب کے اصول اور یورپ کا تمدن واجب العمل قرار دیا گیا۔ غریب مسلمانوں کو قتل بیدریغ سے تباہ کیا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیواؤں کو اس بیدردی سے بے خانماں کر دیا کہ عیسائیوں نے بھی اندلس میں مسلمانوں سے ایسا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ بزور شمشیر تعداد از دواج کو بند کیا گیا۔ ہیٹ اور پینٹ (پٹلون) لازمی قرار دے کر نماز و روزہ سے روک دیا گیا۔ مذہبی تعلیم بند کر دی گئی۔ مسجدیں گرا دی گئیں۔ فریضہ حج کے ادا کرنے سے حکومت نے دستبرداری کی۔ مردے جلائے گئے۔ ایوان خلافت میں ناچ گھر تیار کئے گئے۔ تھیٹر اور سینما کو فروغ دیا گیا۔ اسلامی پردہ کو جو داور دشمن صحت تصور کر کے علائقہ مستورات کو نچایا گیا۔ اب یہ

حالت ہے کہ صبح کے وقت جہاں اللہ اکبر کی آواز سے اسلام کی شان نظر آتی تھی وہاں پیانو اور گراموفون یا گرجہ کی ٹن ٹن سنائی دیتی ہے اور جو لوگ ابھی تک نماز روزہ کے پابند ہیں۔ ان کو اس تحقیر سے دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی بھی مسلمانوں کو اس نظر سے نہیں دیکھتے۔ یہ لوگ جب مر جائیں گے تو حکومت کی طرح رعایا بھی عیسائی نماذعویدار اسلام باقی رہ جائے گی۔ خدا کی شان ہے کہ فتنہ ارتداد ہندوستان سے اٹھا تھا۔ مگر اس کا نشوونما ترکی میں جا ہوا۔ غازی امان اللہ نے بھی یہی بہائی مذہب افغانستان میں پھیلاتا چاہا تھا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا اور لوگوں کے دل میں یہ حسرت چھوڑ کر رخصت ہو گیا کہ ہائے اگر آہستہ آہستہ اسلام سے روکشی کرنا تو ضرور کامیاب ہو جاتا۔ مگر عجلت سے اس کو اپنا تخت ہی چھوڑنا پڑا۔ حکومت ایران نے آہستہ آہستہ ترک اسلام کی تعلیم شروع کر دی ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے کہ ترکی اور ایران پورے طور پر دونوں بہائی مذہب کے پیرو بن جائیں گے۔

ہشتم..... آزاد مذہب

اس دور انقلاب میں جدت پسند لوگوں نے اپنا شعار مذہبی لفظ آزاد بنا لیا ہے۔ جس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ کچھ تقلید سے آزاد ہیں۔ کچھ پابندی اسلام سے آزاد ہیں۔ کچھ افراد نسبت مذہبی سے آزاد ہیں۔ جو صرف مسلمان کہلانے کے مشتاق ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب تفرقہ کا نام ہے۔ کچھ اسلام سے آزاد ہیں۔ ان کے نزدیک ہر ایک مذہب و ملت قابل تحسین ہے اور دستور العمل بننے کے لئے سوائے تمدن جدیدہ کے کوئی حقدار نہیں ہے۔ سب بانیان مذہب ان کے ہاں لفظوں میں قابل احترام ہیں۔ لیکن واجب الاطاعت اس وقت صرف اپنی رائے ہے۔ بہر حال آزادی کے شیدائی بہائی مذہب کے بہت مشابہ ہیں۔

۲۵..... ترویج مذہب جدیدہ

..... کیا قرآن شریف مفصل نہیں ہے؟

جواب: جس معنی میں اسے مفصل سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں احکام کی بجا آوری اور ان کے صحت و سقم کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ہاں اجمال کے مقابلہ میں اسے مفصل کہنا بیشک صحیح ہے۔ کیونکہ جس مسئلہ کو قرآن نے لیا ہے۔ اس میں اجمال نہیں رکھا۔ یہی صفت ثورات میں بھی تھی۔ اسے بھی مفصل کہا گیا ہے۔ ورنہ تمام تشریحات کی متکفل نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔

۲..... قرآن شریف کو بیان لکل شئی کہا گیا ہے۔

جواب: تبیان سے مراد یہ ہے کہ اس میں امر مشتبہ یا کوئی حکم ایسا مجمل نہیں چھوڑا گیا کہ جس کے سمجھنے میں ہمیں وقت ہو۔ ورنہ خود قرآن میں دو قسم کے آیات مذکور ہیں۔ محکم اور تشابہات، مقطعات قرآنیہ ابھی تک لایفل پڑے ہوئے ہیں۔ حقیقت اور مجاز کے الفاظ بھی بکثرت موجود ہیں۔ اب ان اقسام کے ہوتے ہوئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ساری کی ساری شرح ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ کو ”لتبینه للناس“ کا عہدہ سپرد ہوا۔ ورنہ ہر ایک کو خود احکام اخذ کرنے کا حکم ہوتا۔

۳..... فہم اور عقل انسانی قرآن سے احکام اخذ کرنے میں کافی ہیں؟

جواب: سب سے پہلے خود حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ: ”لتبینه للناس“ پھر حضور ﷺ کی شان بتائی ہے کہ: ”ويعلمهم الكتاب والحكمة“ پھر حکم ہوتا ہے کہ: ”فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون“ اب تعلیم نبوی، بیان نبوی، حکمت نبوی اور استنباط احکام و ارشادات اہل علم کا ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اسے نظر انداز کر کے ہم نئے سرے سے اگر فہم قرآن کی کوشش کریں گے تو خود قرآن کے خلاف ہوگا۔

۴..... ”ولقد يسرنا القرآن للذكر“ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف

آسان ہے۔

جواب: اس میں کیا شک ہے۔ مگر اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام تشریحات بھی اس میں مذکور ہیں اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ قرآن شریف حکمت و معرفت کا خزانہ ہے۔ ”الذكر“ اسی واسطے کہا ہے۔ ورنہ للقرآن کا لفظ ہوتا۔

۵..... ”تبیاننا لكل شئ“ یہ بھی قرآن شریف ہی ہے تو پھر اور بیان کی کیا

ضرورت ہوگی؟

جواب: اگر یہی مراد ہے تو اہل قرآن نے کیوں تفسیریں لکھی ہیں اور ان کی تفسیر بیان للناس اس قدر ضخیم ہے کہ ہزاروں صفحات تک چلی گئی ہے۔ اہل بصیرت کا قول ہے کہ واقعی قرآن شریف اپنے بیان میں ظاہر تھا۔ مگر انہوں نے اسے خواہ مخواہ ظاہر سے پھیر کر ایک چیتان بنا دیا ہے۔ کوئی آیت نہیں چھوڑی کہ جس کو تحریف کر کے موجودہ اصول فلسفہ کی طرف متوجہ نہ کیا گیا ہو اور ایسے معانی مراد لئے گئے ہیں کہ جن کا تعلق بظاہر اسلام سے کچھ بھی نہیں ہے اور ایسے پیچیدہ ہیں کہ بڑے غور کے بعد معما کی طرح سمجھ میں آتے ہیں اور ان کے مراد لینے سے قرآن

سب کا سب مشکل اور پہیلی بن گیا ہے۔ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن شریف اپنے معانی میں ظاہر الدلالة ہے۔ مگر مذہب جدیدہ نے اسے پھیر کر مخفی الدلالة بنا دیا ہے۔

۶..... عہد نبوی میں یہی قرآن سب کچھ بتایا کرتا تھا۔

جواب: ہاں بتایا کرتا تھا اور آپ کے بعد آپ کا فہم قرآن جو امت محمدیہ نے ہمارے تک پہنچایا ہے وہ بیان کرتا چلا آیا ہے۔ کیونکہ کتاب آسمانی کا بیان ”لتبینہ للناس“ کے حکم سے نبی کے سپرد ہے۔ اب جو لوگ اس کا مفہوم بدلنے بیٹھے ہیں یا تو خود نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ جیسا کہ مسیح ایرانی اور مسیح قادیانی ہو گئے ہیں اور یا اہل قرآن ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فہم قرآن ان کو ہی خدا نے عطا کیا ہے۔ بقول فضیلتی عہد اللہ چکر الوی اپنے خاص مریدوں میں یا نبی اللہ سے مخاطب ہوتا تھا اور مولوی احمد دین صاحب بھی تفہیم الہیہ کے دعویدار ہیں۔ بلاغ میں لکھتے ہیں کہ: ”جب ہمیں خدا نے فہم قرآن بخشا ہے تو ہم کیوں نہ دوسروں کے اغلاط کی تصحیح کریں۔“ اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ جو شخص آج تحریف کرنے بیٹھتا ہے وہ ضرور مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہوتا ہے۔ خواہ اس کا اظہار کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ اس نے منصب نبوت پر چھاپہ مارا ہے اور اپنی امت الگ تجویز کی ہے۔

۷..... احادیث میں اختلاف ہے۔ اس لئے قابل ترک ہیں۔

جواب: کیا اہل قرآن کے فہم قرآن میں اختلاف نہیں ہے؟ کسی نے قبلہ سورج تجویز کیا ہے۔ کسی نے شطر کعبہ، کسی نے ایک نماز تجویز کی ہے۔ کسی نے دو یا تین اور کوئی پانچ نمازوں کا قائل ہے۔ کوئی باجماعت پڑھتا ہے اور کوئی راستہ میں چلتے چلتے پڑھنے کا قائل ہے۔ کسی کے ہاں نماز جنازہ جائز ہے اور کوئی اسے انسان پرستی سمجھتا ہے اور کوئی احادیث نبویہ کو تحریف کتاب اللہ سمجھتا ہے اور کوئی اپنے خیال میں بعض احادیث کو قرآن کی تشریح سمجھ کر مان بھی لیتا ہے۔ آپس میں ان مدعیان نبوت نے ایسا اودھم مچا رکھا ہے کہ غیر جانبدار کی نظر میں کتاب اللہ کی دھجیاں اڑانے والے ثابت ہو رہے ہیں اور غیر اقوام کی نظروں میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کا کوئی صحیح مفہوم ابھی تک فیصلہ نہیں پا چکا۔ اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسلام کا فیصلہ ہے کہ ایسے محرفین کی جماعت کا قلع قمع جب تک نہ ہوگا۔ اسلام چین کی زندگی بسر نہیں کر سکے گا۔

۸..... ایسا اختلاف تو پہلے سے ہی چلا آتا ہے۔

جواب: مگر ساتھ ہی ایسے محرفین کا بھی علاج ہوتا رہا ہے۔ اب اسلامی طاقت اور اسلامی خلافت مفقود ہو چکی ہے تو اسلامی اعمال سے دل چرانے والوں نے اپنے آزادی اور بد عملی کو چھپانے کی خاطر قرآن کو ہی اپنے طرز عمل کے مطابق گھڑنا شروع کیا ہے۔ تاکہ ان کی غیر شرعی حالت پر کوئی معترض نہ ہو سکے۔ اس کی بنیاد تمدن یورپ کی محبت ہے کہ جس نے مسلمانوں کو اس طرح متوجہ کیا ہے کہ قرآن کو توڑ موڑ کر اس کے مطابق کیا جائے اور یہ جرأت نہیں دکھائی کہ اس تمدن میں ہی اصلاح کریں۔ ہمارے اسلاف کرام نے خیالات کا خوب مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں اور یہ لوگ جو نئی روشنی میں جذب ہو چکے ہیں۔ خود قرآن پر ہاتھ صاف کرنے بیٹھ گئے ہیں اور ثابت کر رہے ہیں کہ ان کو اسلام سے محبت ذرہ بھر نہیں ہے۔ ورنہ یہ جانتا ہی نہ دکھاتے۔

۹..... ہم احادیث مانتے ہیں مگر جو قرآن کے مطابق ہو۔

جواب: کسی حد تک اسلام نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تمدن یورپ میں جذب ہو کر یہ مطابقت برقی جائے۔ بلکہ اس کا یہ مطلب تھا کہ محبت اسلام میں اور عشق رسول میں اور اتباع سلف میں مستغرق ہو کر احادیث کا موازنہ کیا جائے کہ آیا وہ اسوہ حسنہ، اسوہ نبویہ اور سبیل المؤمنین کے مطابق ہیں یا نہیں؟ تاکہ صحیح اور موضوع احادیث میں فرق ظاہر ہو جائے اور یہ آپ کو معلوم رہنا چاہئے کہ جب تدوین احادیث کا امر مہم پیش آیا تھا تو غیر اقوام نے بھی بدل کر موضوع احادیث بھی کئی شروع کر دی تھیں۔ لیکن اس وقت نقادان حدیث نے موضوعات کو ایک کر دیا تھا اور غیر موضوع احادیث کے ضعف قوت پر اصول مقرر بھی کر دیئے تھے۔ جس کے طفیل اصول حدیث کا علم ایجاد ہو کر ہمارے سامنے آج موجود ہے اور جس قدر احادیث کے متعلق بحث و تحقیق کی ضرورت تھی ائمہ اسلام نے اس کو اخیر تک پہنچا دیا تھا۔ اب کوئی حدیث ہمیں نہیں ملتی کہ ان کے زیر تنقید نہ آ چکی ہو۔ یا جس کی تنقید وہ نہ کر چکے ہوں۔ جو شخص آج تنقید کا کام اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے وہ خادم اسلام نہیں ہے۔ بلکہ وہ خادم تشدد اور تابع احکام یورپ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسلامی قیود سے نکل کر ہریت آباد میں اس طرح پہنچ جاؤں کہ میرے بجائے اسلام مطمئن ہو جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ میری متانت اور اظہار خلوص میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ مگر تاڑنے والے بھی غضب کی نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ جھٹ تاڑ جاتے ہیں کہ میاں صاحب کو کون سا سانپ ڈس گیا ہے؟

۱۰..... اسلام میں مردہ دبانے کی رسم قرآن سے نہیں لی گئی۔



جواب: قرآن شریف میں صاف آیا ہے کہ: ”فما قبرہ“ خدا نے حکم دیا ہے کہ انسان کو قبر میں دفن کیا جائے۔ لغت عرب میں اقبار کا معنی بھی کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا جائے۔ جیسا کہ: ”قال ابن قتیبہ: واقبرت الرجل موت جان یقبر قال اللہ تعالیٰ عزوجل ثم اماتہ فاقبرہ وقبرتہ دفنتہ (ادب الکاتب ص ۲۶۰)“ آج اگر ترکی نے یا اہل قرآن نے اسے غیر ضروری سمجھا ہے تو صاف قرآن سے انکار ہے۔ جس کا اعتراف صاف لفظوں میں حکومت ترکی نے بارہا کر دیا ہوا ہے اور اہل قرآن اندر سے معترف ہو رہے ہیں۔

..... ”ان الحکم الا اللہ“ جب حکم صرف خدا ہی کا ہے تو حکم رسول کا کیا معنی؟

جواب: یہ اعتراض تو ”لا تقربوا الصلوٰۃ“ کی طرح ہے۔ ورنہ صاف ہے کہ حضور ﷺ اپنی طرف سے احکام شرعیہ کے رائج کرنے والے نہ تھے۔ حضور ﷺ جس طرح وحی کے پہنچانے والے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں کے ولی برحق بھی تھے۔ ”السنبسی اولسی بالمؤمنین من انفسہم“ اور ایسے ولی برحق تھے کہ جس کا قبضہ مسلمانوں کی جان پر خود ان سے زیادہ تھا۔ اس لئے جس طرح چاہتے تھے اپنی ذاتی حیثیت سے بھی ہماری اصلاح میں قوانین وضع کرتے۔ اسی طرح آپ ہم پر سلطنت کرنے کے بھی حقدار تھے۔ ”اولی الامر منکم“ بحیثیت سلطان وقت اور حاکم وقت ہونے کے ہم آپ کی رعایا ہیں۔ آپ جیسے چاہیں اصلاح ملک اور اصلاح تمدن کے احکام جاری فرما سکتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمارے امام، پیشوا اور رہبر بھی ہیں۔ ”ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ ہمارا فرض ہے کہ جس طریق سے اور جس طرز عمل سے حضور ﷺ نے وحی الہی کا خیر مقدم کیا ہے۔ اسی طرح ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور جو ہدایات احادیث نبویہ نے یا جو طرز عبادت آپ سے منقول ہے۔ اسے ہم شیعہ ہدایت سمجھ کر مدارج عبودیت کے راستے طے کرتے چلے جائیں۔ اسی طرح آپ کا طرز عمل اور آپ کے ارشادات مبارکہ کی تابعداری ہماری عقیدت مندی اور ہمارے صحیح اسلام کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ ”ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“ پس اگر آپ ہم حضور ﷺ سے نقل شدہ فہم قرآن یا طریق معاشرت میں تعمیل کرتے ہوئے سرسوی بھی ادھر ادھر ہوں تو یہ سمجھ لو کہ خدا کے ہاں ہمیں قبولیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ لعنت کا طوق ہمارے گلے میں پڑ جانے کا خطرہ ہے۔ اسی

طرح حضور ﷺ کے تقدس اور ذاتی کمالات نبوت کا احترام بھی ہم پر فرض ہے۔ ”تعوذوہ وتوقروہ“ اور اگر ہم حضور ﷺ کے ذاتی ارشاد کے خلاف بھی کرتے ہیں تو حیط اعمال کا خوف دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ”ان تحبط اعمالکم“ اور یہ درجہ صرف تقدس محض کا ہے۔ جو درجہ حکومت اور سلطنت کے اوپر ہوتا ہے۔ کیونکہ حاکم وقت کے خلاف میں حیط اعمال کی تحویف نہیں دلائی گئی۔ اسی طرح ہمیں حکم ہے کہ حضور ﷺ کی بلائیں لیتے رہیں۔ ”صلوا علیہ وسلموا تسلیما“ جس سے کمال محبت اور استغراق فی اتباع الرسول کا موازنہ ہو سکتا ہے۔ انسان جس قدر حضور ﷺ کی محبت دل میں رکھتا ہے۔ اسی قدر حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے پر اپنا وقت صرف کرتا ہے اور جس قدر آپ کی محبت سے دور ہوتا ہے اسی قدر اس کو درود و سلام سے نفرت ہوتی ہے۔ کیا اہل قرآن یا مرزا کے تابعداروں میں یہ صفت موجود ہے؟

جواب صاف ظاہر ہے کہ ان کو تو رات دن پیغمبران یورپ کی بلائیں لینے کا خطبہ سنا یا ہوا ہے۔ وہ کیا جانیں کہ شان رسول کیا ہے؟ حضور ﷺ صرف وحی رسان ہی نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی شان کہیں بڑھ کر ہے۔ ”لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی القریہ“ پڑھو دیکھو کہ حضور ﷺ کی ذات باریکات اور حضور ﷺ کے خویش واقارب کے ساتھ کس طرح مودت اور اتحاد کا حکم ہے۔ قریش آپ سے بغض رکھتے تھے۔ ان کو حکم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کے اہل بیت تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان سے مودت اور محبت پیدا کرو۔ کیا امت محمدیہ اس حکم سے سرتابی کرنے کی مجاز ہے؟ اگر حضور ﷺ کی محبت ہمارے دل میں نہیں ہے تو ہمارا ایمان قرآن پر مطلقاً نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شان رسالت ہمارے لئے بہت کچھ ساتھ لئے ہوئے ہے۔ امامت مطلقہ، سلطنت مطلقہ، ولایت عامہ، رحمت عامہ، رأفت تعلیم، کتاب تعلیم، حکمت، تقدس ذاتی، استحقاق، مودت، اتباع میں ترقی درجات، خلاف ورزی میں حیط اعمال، روحانیت، ابوت، وجوب عزت و توقیر، استحقاق سلام و تحیات امت اور ہر کام میں ہمارے لئے سراج منیر صاحب اسوہ حسنہ، نمونہ اطاعت وحی اور باب الوصول الی اللہ ہیں۔ اگر آیت معراج میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضور ﷺ کی وہ شان ہے کہ شب معراج میں حضور ﷺ کو آیات کبریٰ دکھائی گئیں۔ قاب قوسین کا درجہ عطاء ہوا۔ مازناں المہر کا رجبہ پایا۔ ماکذب الملواد مارائی کا اعزاز حاصل کیا اور عہدہ کی شان حاصل کی۔ یہ چند خصوصیات ہیں جو اس وقت سپرد قلم کی گئی ہیں۔ ورنہ ہزاروں ایسے فضائل ہیں جو ہمارے اسلاف کرام نے مستقل کتابوں میں

بیان کئے ہیں۔ (دیکھو شقائے قاضی عیاض، مدارج النبوة، جذب القلوب، خصائص کبریٰ وغیرہ) جن کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی شان درجہ رسالت کے علاوہ بھی ایسی ہے کہ ہم آپ کے افعال اقوال کی پیروی میں ہی نجات جلیل کر سکتے ہیں۔ ورنہ ہمیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا۔

۱۲..... ”وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ“ ”وارد ہوا ہے کہ اطاعت رسول مشروط باذن اللہ ہے۔

جواب: یہاں اذن بمعنی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ معنی علم کے ہے۔ جیسے ”ما اصاب من مصیبة الا باذن اللہ“ اور ”یغلبوا ما یتین باذن اللہ“ کیا مصیبت کے وقت خدا کا حکم نازل ہوتا ہے یا کہ کفار پر غلبہ پانے کے وقت وحی آیا کرتی ہے۔ یہ کلمہ تشریفی ہے۔ جیسا کہ: ”ما انت بنعمة ربك بمجنون“ خدا کے فضل سے اب مجنون نہیں ہیں۔

۱۳..... رسول کی ہستی بھی مسئول عنہ ہے۔ جیسے کہ امت مسئول عنہ ہے۔

جواب: بیشک مسئول عنہ ہے۔ مگر جو اختیارات آپ کو دیئے گئے ہیں۔ ان میں حضور ﷺ مسئول عنہ نہیں ہیں۔ نبی اور غیر نبی میں یہی فرق ہے۔

۱۴..... ”لئن اشرکت لیحبطن عملک . لا تکن من المشرکین“ وغیرہ آیات میں حضور ﷺ کو امت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

جواب: ”اول المؤمنین“ ہونا نبی کا فرض ہے اور جو شریعت نازل ہوتی ہے۔ چونکہ اس کا نمونہ بن کر دکھلانا ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کا اس پر کاربند ہونا سخت ضروری ہے۔ مگر تاہم نبی کے تعلقات مختلف ہوتے ہیں۔ اول وہ تعلق جو نبی اور امت کے درمیان ہیں۔ ان میں نبی مطاع واجب الاطاعة ہوتا ہے۔ امت کو نبی کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور مسئول ہوتی ہے۔ اس لئے نبی بھی حاکم ہوا اور خدا بھی، اس کے علاوہ جن کو خدا تعالیٰ نے مطاع بنایا ہے وہ سب ہی اپنے اپنے مدارج میں غیر مسئول ہیں۔ چنانچہ والدین اپنے درجہ میں غیر مسئول ہیں حکام اپنے درجہ میں غیر مسئول اور مطاع ہیں اور ہر ایک افسر اپنے ماتحت کی نسبت غیر مسئول ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت میں گورنر آتے ہیں۔ شاہی احکام جاری کرنے کے علاوہ ذاتی اختیارات سے اصلاحی احکام اور آرڈیننس جاری کرتے ہیں اور غیر مسئول واجب الاطاعة بھی ہوتے ہیں۔ کیا خدائی احکام کا بچانے والے یہ اختیار نہیں رکھتے۔

۱۵..... ”لست علیہم بمصیطر“ میں ذاتی اختیارات کی نفی ہے۔

جواب: یوں تو ”لا اکراہ فی الدین“ میں بھی اسلام میں تبلیغ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اصل مطلب یہ ہے کہ کفار پر بزور شمشیر آپ مسلط نہ تھے کہ جبراً ان کو اسلام میں لاتے اور زبردستی کا اسلام خالص نہیں ہوتا۔ اس لئے حکم ہوتا ہے کہ آپ اکراہ و جبار سے کام نہ لیں۔ مگر یہ مطلب نہیں کہ جو اسلام میں داخل ہو جائے اس پر حقوق العبودۃ کا عائد کرنا بھی ممنوع ہے یا وہ اب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی آزاد ہے۔ بلکہ داخلہ اسلام کے بعد جس طرح مسلمان پر اطاعت الہی فرض ہے۔ اسی طرح اطاعت رسول ہی فرض ہوگی اور قبل داخلہ اسلام کی حالت میں یہ احکام مطلوب نہیں ہوتے۔ اب ایک حالت کا دوسری حالت پر قیاس کرنا جہالت ہوگا۔

۱۶..... ”القی الشیطان فی امنیۃ“ شیطان کا تسلط انبیاء پر ہوتا ہے وہ معصوم کیسے ٹھہرے؟

جواب: اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ تعلیم نبوی میں شیطان صفت آدمی یا خود شیطان اپنے اغواء کے ساتھ فساد برپا کرتا ہے۔ مگر ”فینسخ اللہ“ خدا تعالیٰ حق و باطل کا امتیاز کر دیتا ہے۔ بہر حال اس واقعہ کا کچھ بھی اطاعت رسول سے تعلق نہیں ہے۔

۱۷..... حکومت تشریحی اور غیر تشریحی خدا ہی کی ہے۔ دوسرا حکم نہیں ہو سکتا۔

جواب: ہاں اس کی ماتحتی میں سب کچھ جائز ہے۔ ”فابعثوا حکما من اہلہ“ میں معمولی تنازعت زوجین میں ثالث مقرر کرنے کا حکم ہے جو اپنے فیصلہ میں مطاع واجب الاطاعت اور غیر مسئول ہے تو کیا نبی جو اپنی امت کے لئے معلم کتاب ہو کر آتا ہے۔ وہ ثالث سے بھی کم ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ ایسے معترض احکام اسلام سے جی چراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام میں داخل رہیں اور کرنا بھی کچھ نہ پڑے۔

۱۸..... جنگ بدر میں آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے فدیہ قبول کیا۔

جواب: اصلاحات میں غلطی ہونا عصمت یا اطاعت نبی میں نقص پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ تعلق قسم اول کا مسئلہ ہے جو خدا اور رسول کے درمیان قائم ہے۔ تعلق قسم دوم کا مسئلہ نہیں ہے جو رسول اور امت کے درمیان میں ہے۔ بالفرض اگر مان بھی لیں تو وحی کے ذریعہ سے غلطی رفع ہو کر نقص اٹھا چکا تھا اور آپ کا حکم جو رفع غلطی سے پہلے صادر ہوا تھا اس کو جرم نہیں قرار دیا گیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا حکم ہر وقت واجب الاطاعت ہے خواہ اس کی ترمیم بعد میں کیوں نہ ہو جائے۔

۱۹..... مسئلہ ظہار میں حضور نے غلط حکم دیا تھا۔

جواب: دیکھنا یہ ہے کہ جس کو حرام ابدی کا حکم دیا گیا تھا آیا اس نے اس کو واجب التعمیل جانا تھا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس نے اس کو واجب التعمیل سمجھا تھا اور یہ بات الگ ہے کہ وہ منسوخ ہو گیا۔ مگر جب تک تھا اس کی تعمیل فرضی رہی۔ اس اعتراض سے سائل کا یہ مطلب ہے کہ احادیث نبویہ اب بھی غلط ہو سکتی ہیں۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ ان احکام کی منسوخی یا ان کی تغلیط کیسے ممکن ہے؟ وحی نہیں آتی کہ احکام تبدیل کرے۔ کوئی رسول نہیں آیا کہ تفہیم الہیہ سے احکام بدل دے۔ اب صرف اپنی رائے سے احکام تبدیل کرنا چہ معنی دارد؟ ہاں اگر مدعیان مذاہب جدیدہ نبوت کے مدعی ہیں تو ایسی اصلاحات کے رو سے خود بخود اسلام کے مقابلہ میں دوسرا مذہب اختراع کرتے ہیں۔ مگر اس وقت مذہب کا نام اسلام رکھنا دھوکہ بازی ہوگا۔

۲۰..... احادیث میں مذکور ہے کہ یہودیوں نے حضور ﷺ پر جادو کیا تھا تو اب حضور ﷺ کی عصمت کیسی رہی؟

جواب: قرآن شریف میں مسحور کی نفی بمعنی مجنون کے ہے۔ کیونکہ اس کا اشتقاق سحر سے ہے اور جس کا پھپھرا بیمار ہوتا ہے تو انجرات سے دماغ متزلزل ہو جاتا ہے۔ اسے مرض جنہ کہتے ہیں۔ جس کی نفی ام بہ جزیہ میں موجود ہے۔ لیکن جادو وغیرہ سے بیمار ہونا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام میں جادو کی باقی اسباب مرض کی طرح تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے حضور ﷺ کو جنون پیدا نہیں ہوا تھا۔ بالفرض اگر مان بھی لیں تو مدت قلیل کا عذر ساری زندگی پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتا۔ خصوصاً جب کہ اس حالت خاص میں اجرائے احکام کا ثبوت نہیں ملتا تو تصریحات قرآنیہ کے خلاف نہ ہوگا۔

۲۱..... ”ما تقدم من ذنبك وما تأخر“ میں حضور ﷺ کو مذنب کہا گیا ہے

تو واجب الاطاعت کسے رہے؟

جواب: نبی اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں اگر ذرہ بھی کوتاہی کرتا ہے تو خدا کے ہاں معتبوب ہوتا ہے۔ سورۃ فتح میں یہی بتایا گیا ہے کہ فتح مبین کے بعد سب کوتاہیوں کا تدارک ہو جائے گا اور آپ کو کافی موقع مل جائے گا کہ پورے طور پر اگلی کھچلی کسر نکال لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فتح مکہ کے بعد ”یدخلون فی دین اللہ افواجا“ کا ظہور ہوا اور یہ پیشین گوئی پورے طور پر صادق نکلی۔ اس آیت میں ذنب سے یہ سمجھنا کہ نبی اپنی امت کی طرح مجرم تھا اور فتح کے بعد یہ جرم معاف ہو جائیں گے۔ سخت توہین رسالت ہے اور کیسی بے جوڑ بات ہے۔ کیا

کبھی یہ بھی سنا ہے کہ حضور ﷺ سے کوئی ناقابل گفتنی امر سرزد ہوا تھا؟ اگر نہیں تو حضور ﷺ کو عوام کی طرح مذنب قرار دینا سخت گناہ کبیرہ ہوگا۔

۲۲..... ”ووجدك ضالاً“ میں حضور ﷺ کو ضال کہا گیا ہے۔

جواب: چالیس سال سے اول آپ دین حق کی تلاش میں رہے۔ بعد میں آپ کو نبوت عطاء ہوئی ہے۔ اس لئے پہلی حالت کو جو نسبتاً حالت نبوت سے کمزور تھی۔ ضلالت کہا گیا ہے اور اس میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منصب رسالت کے بعد بھی یہ کمزوری رفع نہیں ہوئی تھی۔ لغت میں ضال گناہ کو بھی کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کو شروع عمر میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ اعطائے نبوت کے بعد آپ کا شہرہ ہوا اور موجودہ تراجم سادگی سے کئے گئے ہیں۔ مترجمین کے وقت مذاہب جدیدہ نہ تھے۔ ورنہ وہ بھی سنبھل کر ترجمہ کرتے۔

۲۳..... نکاحِ زینبؓ میں آپؐ سے غلطی ہوئی؟

جواب: مگر اس کا تذکرہ بھی ہو گیا۔ حضرت زیدؓ نے آپ کے فیصلہ کو واجب التعمیل سمجھا اور حضرت زینبؓ بھی ”اذا قضی اللہ ورسولہ“ کا حکم سن کر ”ماکان لہم الخیرۃ“ کی تعمیل میں خاموش رہیں۔ گویا یہاں احکام میں تبدیلی ہوئی اور تبدیلی کو بے ایمان غلطی سمجھتے ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ فریقین نے کس طرح حکم رسول کو واجب الاطاعت سمجھا تھا۔ اب واقعہ میں تاریک پہلو لینا بے ایمانی ہوگی۔

۲۴..... قصہ مار یہ ضیل آپؐ سے کوتاہی ہوئی؟

جواب: دیکھنا یہ ہے کہ جس نے حکم رسول سے سرتابی کی تھی اس کو سرزنش ہوئی یا نہ ہوئی؟ اگر ہوئی ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہے کہ حقوق مصطفیٰ کی تعمیل واجب ہے۔ باقی واقعہ پر نکتہ چینی کرنا ہمارا حق نہیں ہے۔ کیونکہ قسم اول سے تعلق رکھتا ہے اور اگر اس واقعہ کو ہم اپنے درمیان تصور کر لیں تو ذرہ بھر بھی عیب کی بات نہیں ہے۔ مگر یہ شان نبوت ہی ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر بھی اصلاح جاری ہوتی ہے۔

۲۵..... وحی متلو اور غیر متلو کہاں پیدا ہو گئے؟

جواب: قرآن شریف نے مکالمہ الہیہ کے اقسام بیان کئے ہیں۔ جن میں سے قسم اول..... فرشتہ کے واسطے سے نبی پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اسے وحی متلو کہتے ہیں جو قرآن شریف ہے۔

دوم..... من و راء حجاب جو تفہیم الہی انبیاء کو الہی احکام القاء ہوتے ہیں۔ اسے وحی غیر منقول کہتے ہیں۔ تعلیم کتاب اللہ اور بیان حکمت اور اصلاح عالم کے متعلق جو حضور ﷺ کے اقوال یا افعال منقول ہیں۔ وہ سب اسی قسم کے ہیں۔

سوم..... انبیاء کے ذریعہ عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ کام کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا تو امت پر اور راست خدا سے احکام حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اس لئے جو شخص امتی بن کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا تشریحی احکام نافذ کرتا ہے یا حضور ﷺ کے تشریحی احکام جاری کردہ پرکتہ چینی کرتا ہے۔ وہ کم از کم قرآن کے خلاف ضرور کرتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ اعلان کر دے کہ اب ہمیں قرآن قدیم کی ضرورت نہیں۔ تاکہ لوگ اس کی اندرونی چال سے واقف ہو جائیں۔

۲۶..... اگر یہ مانا جائے کہ نبی بھی واجب الطاعت ہے تو مخالفین کا یہ قول ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ نے اپنی تن پروری کے لئے (معاذ اللہ) یہ تعلیم پھیلائی تھی۔

جواب: بے شک۔

ہنر چشمت عداوت بزرگ تر ہے است

اگر مخالفین اپنے بائیان مذہب پر نظر دوڑائیں تو وہ بھی اس تنقید سے رہائی نہیں پاسکتے اور جن لوگوں نے ان کے جواب میں یوں کہنا شروع کیا ہے کہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ کسی حد تک گودورست ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امت پر نبی کے حقوق بھی نہیں ہوتے۔ جب والدین کے حقوق اور حکام وقت کے حقوق یا مالک فیصلہ کے حقوق ذاتی طور پر تسلیم کئے گئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ امت پر نبی کے حقوق تسلیم نہ کئے جائیں؟

۲۷..... نبی اپنی شخصیت کی رو سے مطاع اور واجب الطاعت نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قبل از بعثت بھی واجب الطاعت ہوتا۔

جواب: ”من حیث ہو“ ذاتی حیثیت سے بشر اور انسان ہے۔ گو اس حیثیت سے کوئی انسان بھی دوسرے کے لئے واجب الطاعت نہیں۔ نہ والدین کی اطاعت اس درجہ میں فرض ہے اور نہ حاکم وقت اس درجہ میں واجب الطاعت ہو سکتا ہے۔ مگر خدا کی طرف سے جب حقوق حاصل ہوتے ہیں تو اس وقت بھی پہلی حیثیت کے خیال سے سربا پی کرنا سرکشی ہوگی۔

۲۸..... خدا غیور ہے۔ جب ایک خاوند اپنی بیوی کے لئے دوسرا خاوند تجویز نہیں کر سکتا تو خدا دوسرا حاکم کیسے تجویز کر سکتا ہے۔

جواب: اس سوال میں اگر حاکم سے مراد دوسرا خدا لیا جائے تو جب خداوند کی تمثیل بھی درست بن جائے گی اور مطلب بھی صاف ہو جائے گا کہ خدا اپنی بادشاہت میں کوئی دوسرا خدا حاکم نہیں بنا سکتا۔ ورنہ یہ معنی ہوگا کہ خدا احکم الحاکمین بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہی حاکم ہے تو حاکمین کا وجود کہاں ہو سکتا ہے۔ اب معترض بتائے کہ: ”الیس اللہ باحکم الحاکمین“ میں خدا نے دوسرے حاکموں پر اپنی حکومت تسلیم کرانے کے لئے کیوں زور دیا ہے؟

۲۹..... نبی اگر مطاع ہو تو اس کی بندگی کرنی پڑے گی۔

جواب: ہاں اگر نبی خدائی درجہ میں مطاع سمجھا جاتا ہے تو معترض کے نزدیک اس کی عبادت بھی فرض ہوگی۔ مگر ہمارے نزدیک تو نبی اپنے درجہ نبوت میں مطاع غیر مسئول فی حقوقہ ہے۔ ہم کیسے غیر خدا کی عبادت کر سکتے ہیں۔

۳۰..... جب اذن الہی سے نبی کی اطاعت فرض ہے تو ہم حق رکھتے ہیں کہ کلام رسول کو قرآن کے مطابق پائیں تو اطاعت کریں۔

جواب: کلام نبوت پر حق تنقید کسی امتی کو حاصل نہیں ہے اور اذن الہی کا مفہوم قرآن شریف میں توفیق الہی سے کئی جگہ مراد لیا ہے۔ (دیکھو مفردات راغب) اور جو تطابق کرنے کے لائق تھا۔ امت محمدیہ کر چکی ہے۔ اب نئے تطابق کی اسلام کو ضرورت نہیں رہی۔ ہاں اگر اسلامی قیود سے رہائی پانے کی خاطر تطبیق جدید کا سلسلہ شروع کرنا ہے تو بسم اللہ آپ کو ہی مبارک رہے۔

۳۱..... کلام رسول اگر وحی الہی ہے تو نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی سفارش سے کیوں رد کیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط علیہ السلام کی سفارش پر کیوں سرزنش ہوئی تھی۔ جنگ بدر میں حضور ﷺ کو کیوں فہمائش کی گئی؟ اور تاہیر النخل کا قصہ کیوں غلط ہوا۔ کیا وحی بھی غلط ہوتی ہے؟

جواب: غلطی کا لفظ یہاں پر عائد کرنا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ ایک وحی دوسری وحی کی ناسخ ہو سکتی ہے اور نبی پہلی وحی غیر متلو کی بنیاد پر کوئی حکم دیتا ہے تو وحی متلو اگر اسے تبدیل کر دیتی ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ پہلا حکم غلط تھا۔ یوں کہا جائے گا کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ ہاں ناقص جو نسخ احکام کے قابل نہیں ہیں۔ وہ بیشک اس دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں کہ انبیاء غلط کار ہوتے ہیں۔ ذرہ نوح علیہ السلام کا قصہ دیکھ لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کس طرح سے عذر کرتے ہیں کہ:



”ان وعدك الحق“ اس موقعہ پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ نبی بحیثیت نبی ہونے کے جو کچھ فرماتا ہے وحی مملو یا غیر مملو ہوتی ہے اور جو کچھ بشریت کے درجہ میں آ کر فرماتا ہے وہ وحی نہیں ہے۔ مثلاً نبی کسی سے یہ کہے پانی کا لونا بھرا لاؤ تو گو یہ فقرہ بحیثیت آقائے امت ہونے کے واجب التعمیل ہوگا۔ مگر اس کو وحی غیر مملو نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس حکم کو منصب رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مکالمہ الہیہ اور تنظیم الہیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ معترضین نے درجہ رسالت اور درجہ بشریت میں فرق نہیں کیا۔ اس لئے سب کے سب احکام نبویہ کو غیر وحی قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہر وحی عقل کو اس بدل امتیاز ذکر لینا فرض تھا۔

مگر فرق مراتب فکری زندگی

۳۲..... آدم علیہ السلام کو خطا کا راد اور غلط کار کہا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام قتل عمد کے مرتکب ہوئے تھے کیا یہ بھی وحی تھی؟

جواب: یہ فعل بشریت کے درجہ میں سرزد ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی ہم اسے گناہ یا جرم قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ قتل کا فرج قتل مسلم پر آدمی ظاہر کرنا ہوا اصولی طور پر گناہ نہیں ہے۔ قتل قبلی کا واقعہ بھی اسی اصول کے ماتحت تھا۔ ہاں حکومت فرعون کا قانون یہ تھا کہ قبلی کی بے ادبی بھی نہ کی جائے تو بیشک اس قانون کی خلاف ورزی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ضرور گناہ کا اقرار کیا ہے۔ مگر خود ہی سوچ لیں کہ کیا یہ گناہ سیاسی ہے یا مذہبی؟ آدم علیہ السلام کا گندم کھانا اپنے اختیار سے نہ تھا۔ بلکہ آپ کو مغالطہ دیا گیا تھا۔ قرآن شریف نے بھی آپ کو معذور سمجھ کر معصوم قرار دیا ہے۔ یہ بے ایمانی ہے کہ ہم خواہ مخواہ انبیاء کی تحقیر میں لگے رہیں اور واقعات کا روشن پہلو چھوڑ دیں ورنہ اس سے بڑھ کر عصمت انبیاء کی کیا دلیل ہو سکتی کہ جو افعال یا اقوال ہمارے خیال میں صحیح اور درست ہیں۔ درجہ نبوت میں وہ گناہ عظیم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور تقرب میں استغفار کے سبب بنتے ہیں۔ مگر یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ایسے واقعات سے کسی نبی کے وہ حقوق بھی سلب کر لئے گئے ہوں جو جناب الہی سے آپ کو عطاء ہوئے تھے۔ امت کے لئے تو نبی ہر حالت میں واجب الطاعت رہتا ہے۔ خواہ اس سے ایسے واقعات سرزد ہوں یا نہ ہوں۔

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نیڑ تو

۳۳..... ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں کیا وہ بھی وحی تھے؟

جواب: یہ تینوں واقعات منصب رسالت سے وابستہ نہ تھے۔ انکا تعلق صرف بشریت سے تھا۔ اس لئے ان کے متعلق وحی غیر مملو کا خیال کرنا ہی غلط ہوگا۔ باقی رہی یہ بات

کہ آپ کی حالت بخیر ہو گئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کے وقت اپنا بچاؤ کرنے کی اضطراری حالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسان سب کچھ کر گزرتا ہے۔ ”من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما“ قاعدہ ہے کہ جب انسان دو مصیبتوں میں گرفتار ہوتا ہے تو ہلکی مصیبت اسے اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے حالت اضطراری کو حالت اختیار پر قیاس کرنا سخت بے ایمانی ہوگی۔

۳۳..... قرآن شریف جب مصدق تورات اور مصدق انجیل ہے تو وہ کیوں قابل

عمل نہیں ہیں۔

جواب: اول..... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام تھے۔ آپ کے بعد منسی نبی کاؤب نے بت پرستی شروع کرادی تھی اور انجیل ضائع ہو گئی یا بقول بعض ہیکل قدس میں دفن کر دی گئی تھی۔ ورنہ اس سے پیشتر ہیکل میں انجیل محفوظ رہتی تھی۔ ہر سات سال کے بعد یہودیوں کو حکم تھا کہ اسے آ کر دہرائیں ۶۲۳ قبل میلاد میں یوسیا کے عہد میں ہیکل از سر نو تعمیر ہوئی تو کسی کنارہ میں تورات کا نسخہ دستیاب ہوا۔ (۲ سلاطین ص ۲۲) منسی اور یوسیا کا زمانہ ۶ سال تھا۔ بقول بعض یہ نسخہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دستخطی نسخہ نہ تھا۔ بلکہ اس کی نقل تھی۔ کیونکہ وہ پہلے ہی ضائع ہو چکی تھی اور یہ بھی تعین نہیں کہ کس نے نقل کر کے دفن کیا تھا۔ کسی دشمن نے یا کسی دولت مند نے کسی بادشاہ نے یا کسی راہب یا کاہن نے؟ بہر حال نسخہ مدونہ نہایت مشکوک تھا۔

دوم..... ۶۰۶ قبل میلاد عیسیٰ بخت نصر نے تمام یہودی اور شلم سے نکال کر بابل

میں ستر سال قید کر دیئے تھے اور اپنی زبان بھول کر کلدانی زبان بولا کرتے تھے۔ (۲ تواریخ ص ۲۷) اس وقت بخت نصر نے ہیکل کو آگ لگا دی اور تورات منقولہ بھی جل گئی۔ ۵۳۵ یا ۵۳۶ قبل میلاد میں حضرت عزیر علیہ السلام نے پھر تورات لکھی۔ (مفاح الکتاب ص ۲۵) اس کی دوسری زندگی ڈیڑھ سو سال کے بعد شروع ہوئی اور یہودی اس کے تسلیم کرنے میں مختلف ہو گئے اور ۸ جماعتیں بن گئیں۔ چنانچہ سامری اور صدوتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صرف پانچ کتابوں کو مانتے تھے جو بذریعہ الواح آپ نے مرتب کی تھیں۔ خاسدیم بعد کی الحاقی روایت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ فریسیں اقوال علماء کو بھی مانتے ہیں۔ سیدیہ فرقہ ایمان بیوم القیامہ رکھتے ہیں۔ مگر حشر اجداد کے قائل نہیں ہیں۔ فقہاء معلم تورات تسلیم کئے گئے ہیں۔ ہیرودیہ فرقہ ہیرودس بادشاہ کی تابعداری میں بت پرستی بھی کرتا تھا۔ جلعوئیہ سیاسی جماعت تھی جو ہیرودس کو چلن نہیں لینے دیتی تھی۔ لہرینی منتظمہ جماعت تھی کہ جنہوں نے اپنے شیوخ کے حکم اور شلم میں دوسری جگہ ایک ہیکل تیار کیا تھا۔

سوم ..... ۷۰ قبل میلاد میں تلک سوریا "ایسنتو کس اپی فینس" نے ہیکل کو  
 گرا دیا اور بت پرستی پر یہودیوں کو مجبور کیا۔ چنانچہ اسنیوس وہاں معلم بن کر آیا اور اس نے منکرین  
 بت پرستی کو لاکھوں کی تعداد میں مار ڈالا اور کچھ یہودی غلام بنائے اور ہیکل کا خزانہ  
 ۲۵۹۶۰۰۰۰ روپے مالیت کا لوٹ لیا۔ یہودی پھر ایک روز عبادت کے لئے جمع ہوئے تو جرنیل  
 ایلوینوس نے ان پر چھاپا مارا۔ بہت سے یہودی مارے گئے اور جو بچے پہاڑوں میں پناہ گزین  
 ہوئے۔ پھر اس نے ہیکل کا ملبہ سے مدح کی جگہ اپنے بت جو برکی ہیکل تیار کرائی۔ (مفتاح  
 ص ۱۳۴) تعلیم الایمان مطبوعہ ۱۸۶۹ء میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اڑھائی سال تک یہودیوں کو نئی  
 ہیکل تعمیر کرنے سے روک دیا تھا اور تورات کو جلا کر حکم دیا تھا کہ جس کے پاس تورات کا کچھ حصہ بھی  
 ملے اسے مار ڈالو۔

چہارم ..... ۱۶۵ قبل میلاد میں یہود امقارلس نے روایات کے ذریعہ سے تورات جمع  
 کر کے ہیکل میں رکھی مگر لیطس رومی نے ۷۰ بعد میلاد میں اوری شلم کو گرا دیا اور تمام اشیاء کو جلا کر  
 راکھ کر دیا۔ جن میں تورات بھی جل گئی۔ یہودی کچھ مارے گئے کچھ آگ میں جل گئے اور کچھ  
 گرفتار ہوئے۔ (مفتاح ج ۳ ص ۳۲) وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے بغاوت کی تھی تو ملیطس کو بھیج کر اوری  
 شلم کو فتح کیا تھا۔ یہودی ہیکل میں پناہ گزین ہوئے تو کسی سپاہی نے آگ لگا دی جس میں وہ  
 سب جل گئے۔ بقول بعض تورات بچا کر روم کو لے گیا تھا۔ قیصر روم ادرین نے حکم دیا کہ کوئی  
 یہودی اوری شلم میں داخل ہونے نہ پائے۔ وہاں رومیوں کو بسا دیا اور ہیکل کی جگہ ہل چلوادیئے  
 اور اپنے بت جو پرکی ہیکل تعمیر کرائی اور کوہ کلوری پر ایک مجسمہ حجر یہ کھڑا کیا۔ جس کا نام وینس  
 (حسین) رکھا۔ بستی کا نام پہلے اوری شلم تھا اب ایلیا کے نام سے تبدیل کر دیا۔

(تفسیر اسکاٹ ص ۱۸۵)

پنجم ..... ۴۰۰ عیسوی میں روم اپر اقوام شمالی نے دھاوا بول دیا اور جو کچھ مذہبی یا تعلیمی  
 سامان یا کتب خانے تھے سب کو آگ لگا دی۔ جس میں تورات اور انجیل بھی جل گئی۔

(آفتاب صداقت ص ۳۷)

ششم ..... شاہ ایران نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور گرجے گرا دیئے۔ دس دفعہ یہی  
 حالت ہوتی رہی۔ حملہ آوروں کے نام یہ ہیں۔ نیرو، دولیشان، تارجن، واورین، لوی، ہیر، سبت،  
 می سہر، مکسمیان، دیکی، بلوریاں، اریلیان، لاماشرد، کلہیمان۔

ہفتم ..... واقعہ القہبان مطبوعہ الہ آباد ۱۸۳۵ء میں ہے کہ جب یہودیوں نے ہیکل تعمیر کی تو سارمیر فرقہ نے کہا کہ ہمیں دوسری جگہ ہیکل بنانے کا حکم ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوا کہ ان دونوں میں کون سی ہیکل اپنی جگہ پر واقع ہے تو آپ نے سکوت اختیار کیا۔ بہر حال تورات پانچ دفعہ مری اور پانچ دفعہ زندہ ہوئی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصلی تورات جو پانچ الواح میں تھی آج نہیں ملتی۔

۳۵ ..... انجیل مقدس تو صحیح طور پر ملتی ہے۔ اسے کیوں واجب العمل نہیں بتایا جاتا؟

جواب: انجیل کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دس دفعہ مر چکی تھی۔

۳۶ ..... کیا بائبل خدا کا کلام نہیں ہے؟

جواب: کتاب ہارن جلد چہارم میں ہے کہ صحیفہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم عبرانی

میں تھا۔ متی نے وہاں سے بہت نقل کیا اور لوقا و مرقس نے کم نقل کیا ہے۔ لورن اپنی کتاب علم الاسناد ۱۸۳۷ء میں لکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ ان کے لئے ایک مختصر سیرت مسیح لکھی گئی تھی۔ جس میں سے متی، لوقا اور مرقس نے اپنی اپنی انجیل میں مضامین نقل کئے ہیں اور یہ انجیلیں مقبول ہوئیں۔ باقی انجیل غیر معتبر ٹھہریں۔ کیونکہ ان کا ماخذ وہ صحیفہ نہ تھا۔ ان میں بھی جو نقص باقی رہ گئے تھے۔ مصنفین نے ان کو اپنی طرف سے دو تین دفعہ پورا کر دیا۔ تاریخ موثیم جلد اول ۱۸۳۸ء میں ہے کہ نامصریہ اور ایبونیہ کے پاس ایک اور انجیل ہے جو ان انجیل کے خلاف ثابت کرتی ہے کہ مسیح انسان تھے۔ اس کو انجیل حواریین کہتے ہیں اور یہ انجیل پہلی صدی عیسوی میں مرتب ہوئی تھی۔ (رومن تواریخ کلیسا ج ۲، ص ۳۶۷-۳۷۷)

۳۷ ..... انجیل اربو بطریق نقل تو صحیح ہیں۔

جواب: یہ امر بھی مشکوک ہے۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد اٹھویں سال ۳۱ء میں

(یا چار سال بعد ۳۷ء میں) متی نے انجیل اول عبرانی زبان میں یہودیہ میں آ کر عبرانی عیسائیوں کے لئے لکھی تھی اور اس کا یونانی ترجمہ ۶۱ء میں ہوا۔ یہ معلوم نہیں کہ خود متی نے یہ ترجمہ کیا یا کسی اور نے؟ (رومن تفسیر ص ۷، صفحہ ۲۲) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ج ۱۹ میں ہے کہ انجیل متی کے سوا اور دوسری انجیل یونانی میں لکھی گئی تھیں۔ متی نے رسالہ عبرانی بھی عبرانی میں لکھا تھا۔ بہر حال اب عبرانی انجیل بالکل نہیں ملتی۔ مرقس تاہم یہی ہے۔ بطرس اور پولس کا شاگرد تھا۔ انہوں نے ہی اسے عیسائی

بنایا تھا۔ اس نے ان کے مرنے کے بعد روما میں آکر لاطینی زبان میں انجیل دوم مرتب کی۔ جس کے متعلق یہ امر ابھی تک مشتبہ ہے کہ اس نے اپنے خیالات کو اپنے شیوخ کے سامنے پیش بھی کیا تھا یا نہیں؟ (طلوع آفتاب صداقت ص ۲۶۹)

(مذبح ص ۲۳۸) میں لکھا ہے کہ لاطینی انجیل کے کچھ ورق کتب خانہ وینس میں موجود ہیں اور اس کا ترجمہ یونانی ملتا ہے۔ اصل کتاب نہیں ملتی۔ اسکاٹ دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس کا سن تالیف معین نہیں مگر غالباً ۵۶ء اور ۶۳ء کے درمیان لکھی گئی ہے۔ انجیل سوم لوقا تابعی کی ہے۔ پولس حواری جب تر داس میں آیا تو لوقا طبیب جو اناطولیہ کا رہنے والا تھا۔ ساحل بحیرہ روم میں اسے آ ملا اور اس کے ہاتھ پر عیسائی ہوا اور اس کے ساتھ ہی سفر کرتا رہا۔ تھیوفلس مصری کی فرمائش سے لوقا نے اپنی انجیل ۶۳ء میں مرتب کی۔ جب کہ وہ دیار اخیزیہ میں مقیم تھا اور ایک سال بعد کتاب اعمال الرسل لکھی۔ (مذبح ص ۱۴۱) تو اربع کلیسیا) نوید جاوید میں لکھا ہے کہ پطرس اور پولس دونوں اس کے استاد تھے۔ اس لئے اپنی کتاب میں جمع متکلم کی ضمیریں لکھتا ہے۔ مگر یہ حیرت ہے کہ حواری انجیل نہیں لکھ سکے۔ انجیل لکھی تو ان کے شاگرد نے لکھی۔ دوسرا تعجب یہ ہے کہ پطرس شیخ مرقس مخلص حواری نہ تھا اور پولس عہد مسیح علیہ السلام میں آپ کا دشمن رہا۔ مگر واقعہ صلیب کے بعد یہ دونوں مخلص ثابت ہوتے ہیں اور ان کے شاگردوں سے سن کر انجیلیں لکھتے ہیں۔ انجیل چہارم یوحنا یہودی کی تالیف ہے جو واقعہ صلیب کے ستر سال بعد ۱۰۰ء میں لکھی گئی وہ اپنی کتاب مکاشفات ۹۵ء میں تالیف کر چکا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ کسی اور نے لکھی ہے۔ کیونکہ اس میں عبرانی الفاظ کی تشریح غیر زبان میں موجود ہے۔ ورنہ یہودی کو اس تشریح کی کیا ضرورت تھی؟ برہنہ ز معترف ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں کسی عیسائی نے یہ کتاب لکھی تھی۔ اسٹاڈلن کا خیال ہے کہ اسکندر یہ میں کسی طالب علم نے لکھی تھی۔ ارینوس تلمذ بولی کارب اور بولی تلمذ یوحنا ہے۔ ارینوس سے پوچھا گیا کہ کیا یہ کتاب یوحنا کی ہے تو خاموش رہا۔ (نوید جاوید کائنات ہر لفظ ۱۸۳۳ء ج ۵ ص ۷۵)

۳۸..... بائبل تو مسلمہ کتاب ہے۔ جس میں سب کی تصدیق موجود ہے۔

جواب: نوید جاوید میں لکھا ہے کہ تورات کا ذکر تاریخ قدیم میں ہیرودس نے نہیں کیا۔ جو ۴۰۰ قبل میلاد میں ملا کی نبی کا معاصر تھا اور نہ ہی گلیومرس، معاصر یسعیاہ نبی نے کیا ہے۔ جو ۷۵۰ قبل میلاد مسیح ہو گزرا ہے۔ و ہستید معاصر الیاس علیہ السلام بھی اس کا ذکر نہیں کرتا۔ جو

۹۰۰ قبل میلاد میں تھا۔ مہربوس اور وھسٹید مذہبی مباحثات میں معبودان باطلہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر تورات کے متعلق کچھ نہیں لکھتے۔ اس لئے یہ بھی وید کی طرح بلا ثبوت روایت ثابت ہوتی ہے۔ مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ رستم سی ۳۳۳ ق، اسکندر کے زمانہ میں تھی۔ یہ قول نصاریٰ کا ہے کہ تورات ۱۵۰۰ سال قبل مسیح لکھی گئی تھی۔ جو صرف ایک جلد میں تھی۔ ۲۸۴ ق، م میں ۲ اشخاص کی معیت میں اس کو یونانی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور پانچ کتابیں بنائی گئیں۔ (مفتاح ص ۳۳) ہدایۃ المسلمین مطبوعہ ۱۸۶۸ء لاہور میں ہے کہ ۲ عالموں نے ۲۰۰ ق، م میں اس کا ترجمہ کیا تھا تو اب یہ تاریخ بھی مشکوک ٹھہری۔ (ہارن ج ۱ ص ۱۵۶) میں ہے کہ اسحاق یہودی نے ۱۵۰۰ء میں اس پر علامات آیات مقرر کیں۔ (مفتاح ص ۶۱) میں ہے کہ کارڈئل ہوگو نے ۱۲۴۰ء میں اس کے باب مقرر کئے اور رابرٹ اسٹیفٹس ناظم مطبوعہ سلطانیہ فرانس نے انجیل پر ۱۵۳۵ء میں علامات آیات لکھنے اور باب مقرر کئے۔

۳۹..... الرسول کا لفظ معنی کتاب اللہ ہے۔

جواب: جب اطاعت کے ساتھ آتا ہے تو اس کا معنی نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ اطاعت کتاب کوئی محاورہ نہیں ہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ ایمان کا لفظ آتا ہے۔ ”یؤمنون بالکتاب“ اور یوں نہیں آیا کہ ”یطیعون الکتاب والقرآن“ اس لئے یہ خیال غلط ہے کہ اطاعت نبی کا حکم نہیں ہے۔

۴۰..... نبی صرف حکم رساں ہوتا ہے۔

جواب: بشرطیکہ نبی کے حقوق امت پر نازل نہ ہوں۔ ورنہ وہ سارے حقوق بھی پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ بالخصوص ہمارے نبی علیہ السلام تو شارع بن کر بھی آئے ہیں۔ ”یحل لہم الطیبات“ اور ”یضع عنہم اصرہم“ ۱ ۰ یخرجہم من الظلمت الی النور“ میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۴۱..... قرآن شریف میں ہے کہ عیسائی انجیل پر عمل کریں اور یہودی تورات پر تو

پھر تبلیغ کیسی؟

جواب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اصلی تورات اور انجیل ضائع ہو چکی تھیں اور جس قدر بھی ان کے پاس قلمی نسخے موجود تھے۔ ان میں لوگوں نے سنی سنائی باتیں جمع کی ہوئی تھیں اور

ان روایات کا اسناد انبیاء تک مرفوع نہ تھا۔ بلکہ تمام احادیث مرسلہ یا منقطعہ اور موضوعہ کی طرح تھیں۔ اس لئے حدیث متواتر کی طرح واجب التعمیل نہ رہی تھیں۔ عیسائی بھی مانتے ہیں کہ موجودہ ہائیکل تو تاریخ انبیاء ہے۔ ورنہ یہ کلام الہی نہیں ہے۔ گو کسی کسی جگہ بطریق روایت احکام بھی آئے ہیں۔ مگر وہ بلفظ وحی محفوظ نہیں ہیں۔ ان میں راویوں نے اپنی طرف سے کافی الحاقی عبارتیں درج کر دی ہیں۔ قرآن شریف بھی بار بار ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے تحریف سے کام لیا تھا اور اپنی طرف سے حواشی لکھ دیئے تھے۔ جن کو قرآن شریف نے اھواء کا لقب دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ: ”لا تتبع اھوائھم“ تم ان کے خود ساختہ مسائل کی پیروی مت کرو۔ ان کو بھی دعوت دی گئی تھی کہ نبی امی کی پیروی کرو اور حضور ﷺ کو بھی حکم تھا کہ اعلان کر دیں کہ: ”علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی“ میں اور میرے تابعین ارہدایت پر ہیں اور یوں بھی حکم ہوا ہے کہ: ”انسی رسول اللہ الیکم جمعياً“ میں سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے گو شروع اسلام میں دعوت عامہ نہ تھی۔ مگر بعد میں سب کو دعوت دی گئی اور تورات و انجیل پر عمل درآمد کرنا منسوخ ہوا اور حضور ﷺ جب مدینہ میں بادشاہ تسلیم کئے گئے تھے تو غیر مذاہب سے معاہدہ کیا گیا تھا کہ اپنے اپنے اصول مذہبی کے پابند رہیں۔ ورنہ اسلام مجبور نہیں کرتا کہ ایک یہودی یا عیسائی کو اصول اسلامی کے مطابق عمل پیرا ہونے کو کہا جائے۔ عادل بادشاہ کی یہ صفت ہوتی ہے کہ غیر مذاہب سے بھی رواداری کا سلوک رکھے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام بھی عیسائیت اور یہودیت کو تسلیم کرتا ہے اور اپنی تبلیغ نہیں کرتا؟

۴۲..... قرآن شریف میں حضور ﷺ کا کوئی معجزہ نہیں ہے؟

جواب: انجیل اور تورات میں بھی کوئی معجزہ نہ تھا اور جو معجزے پیش کئے جاتے ہیں وہ تواریخی روایات میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے معجزے بھی تواریخ محمدی، احادیث نبویہ اور کتب سیر میں موجود ہیں۔ انکار کی وجہ نہیں ہو سکتی اور تائیدی نشان ہر ایک نبی کو ضرور ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصائے موسوی دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتی اور ابراہم مرضی عطاء ہوا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ناقہ دی گئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو غرق، حضرت شعیب کو حرق، ابراہیم علیہ السلام کو نجات من النار بخشی گئی اور حضرت لوط علیہ السلام کو اہلاک قرئی عطاء ہوا۔ اسی طرح سے حضور ﷺ کو تائیدی نشان کلام الہی کی نظم بندی

عطاء ہوئی۔ جس کے مقابلہ میں فصحاء عرب عاجز آ گئے اور آج تک اس کے مقابلہ میں ایک آیت بھی نہ لکھ سکے۔ گو سیلہ کذاب نے فرقان اول اور فرقان ثانی لکھا۔ جس میں یوں لکھا کہ:

”الذین یفسلون الثیاب بایدیہم اولئک وہم المفسلون، الفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب قصیر وخرطوم طویل، والنساء ذات الفروج“ ابوالعلاء مصری نے بھی قلم اٹھایا اور کہا: ”اقسم یخالق الخیل، والریح الہابة بلیل، بین الشرط ومطالع سہیل ان الکافر بطویل الویل، وان العمر لمکفوت الذیل، اتق مدارج السیل، وطالعہ توبۃ من قبیل، تنج وما اخالك بناج“ مگر وہ بات جو قرآن میں ہے پیدائہ کر سکے۔ آخر مت کر رہ گئے۔ زمانہ حال میں گوبہائی اور بابائی مذہب نے الہامی کتب لکھ کر قرآن شریف کو منسوخ قرار دیا ہے۔ مگر مقابلہ پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ مرزائی الہامات اور اعجاز یہ قصائد بھی قرآن کے مقابلہ میں یچ ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ دوسرے انبیاء کے لئے معجزے تھے اور حضور ﷺ کا معجزہ کوئی نہ تھا۔ غلط ہے بلکہ سخت بے انصافی ہے۔

۴۳..... معجزہ شق القمر مذکور ہے۔ مگر اس کی تائید نہیں ملتی۔

جواب: ید بیضاء، احياء اموات، وغیرہ کی تائید کب تواریخ میں ملتی ہے؟ شق القمر کا واقعہ اس وقت ہوا جب کہ وہ افق کے قریب تھا۔ کفار مکہ نے انفرجی معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ان میں کوئی منکر نہ رہا۔ بلکہ یوں کہنے لگے کہ: ”هذا سحر مستمر“ یہ زبردست جادو ہے۔ دوسرے ملکوں میں اس وقت وہ منظر موجود نہ تھا۔ کیونکہ اختلاف مطالع سے کسی جگہ چاند غروب ہو چکا تھا۔ کسی جگہ طلوع ہی نہیں ہوا تھا اور کسی جگہ ابھی رات ہی نہیں پڑی تھی۔ لوگ بے خبر تھے اور وہ معجزہ آنی فانی تھا۔ اس لئے تواریخ میں مذکور نہیں ہوا تو اسلام اس کا ذمہ دار نہیں ہے اور جو لوگ اس معجزہ کو تحریف کر کے قیامت سے وابستہ کرتے ہیں یا ان کو ادیان سابقہ کی منسوخی بتاتے ہیں وہ قرآن کے خلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں صاف مذکور ہے کہ کفار نے اس واقعہ کو زبردست جادو تصور کیا تھا۔

۴۴..... قرآن شریف بھی تو بعد میں مرتب ہوا تھا۔

جواب: قرآن شریف کے بعد دینی الفاظ وحی حضور ﷺ کے وقت سے موجود تھے۔ جن کو بعد میں جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا گیا تھا اور تورات انجیل کے الفاظ وحی



ضائع ہو چکے تھے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف بعینہ وہی ہے۔ جو حضور ﷺ پر نازل ہوا اور وہ نہیں کہہ سکتے کہ بائبل وہی ہے جو انبیاء پر نازل ہوئی تھی۔

۳۵..... جمع حدیث سے منع کیا گیا تھا۔ پھر احادیث کیوں جمع کی گئیں؟

جواب: جمع قرآن سے پہلے خطرہ تھا کہ وحی منکولہ اور وحی غیر منکولہ آپس میں غلط ملط ہو جائے۔ اس لئے جب قرآن سے فراغت حاصل کرنے سے یہ اندیشہ جاتا رہا تو جمع احادیث کی طرف توجہ کی گئی۔ کیونکہ وحی غیر منکولہ کا جمع کرنا بھی تو ضروری تھا۔ بائبل یوں جمع نہیں ہوئی۔ کیونکہ وحی منکولہ ضائع ہو جانے کے بعد ایک ایک کمپنی نے تاریخی طور پر اپنے الفاظ میں اس کو جمع کیا تھا اور جن انبیاء کی طرف اس کے حصے منسوب ہیں وہ بھی انبیاء کی تصنیف نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر جگہ صیغہ غائب کے لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ نبی کی اپنی کتاب میں اپنی موت کا ذکر ہے اور ایسے مقامات اور واقعات کا ذکر ہے۔ جو نبی کی اپنی زندگی کے بعد موجود ہوئے تھے اور طرز تحریر ایسا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص حالات ساتھ بیان کر رہا ہے اور قرآن شریف ایسے نقائص سے بالکل منزہ ہے۔

۳۶..... معصوم نبی حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا نہیں نظر آتا۔

جواب: انا جیل کی رو سے آپ کی زندگی بھی مخدوش ہے اور قرآن شریف میں بھی فہرست انبیاء آپ کو ”یبتغون الی ربهم الوسيلة“ میں درج کیا گیا ہے کہ جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تمام تقرب الہی کا وسیلہ ڈھونڈتے تھے اور خوف الہی سے لرزان تھے تو اب جس خیال سے آپ کو معصوم کہا جاتا ہے وہ بات جاتی رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ اس لئے وہ حالات نظر انداز کر دیئے ہیں کہ جن میں کمزوری کو دخل تھا تو کیا جس کی بابت قرآن شریف افراط و تفریط میں اعتدال بیان کرتا ہے۔ اس کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ تمام انبیاء پر اس کو افضل تسلیم کرتا ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ تفریط کے لحاظ سے آپ کو صف انبیاء میں کھڑا کر دیا ہے۔ جو ایک بڑا احسان ہے۔ جس کا معاوضہ عیسائی تعلیم قیامت تک نہیں دے سکتی۔

۳۷..... اسلام مانع ترقی ہے جو جمود پیدا کرتا ہے اور اس کی پابندی آج ہمیں ہر

کام سے رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔

جواب: یہ صرف اسلام سے روکشی کا سبب ہے۔ ورنہ اس کے عبادات ہر جگہ ادا ہو سکتے ہیں اور اگر انسان یہ ارادہ کر لے تو موجودہ خوراک و پوشاک میں اس کی خاطر اصلاح سے کام لے سکتا ہے یا اس کو ترک بھی کر سکتا ہے۔ بنگالیوں نے اپنے لباس کو تبدیل نہیں کیا۔ کیا وہ برسرِ ترقی نہیں ہیں؟ معاملات میں بھی اگر حکومت سے اصلاح طلب کی جائے تو کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہو سکتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ خود بخود لوگ تمدنِ یورپ میں جذب ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اب اس کا علاج ہو تو کیسے ہو؟

۴۸..... تعداد ازدواجِ مکروہ فعل ہے۔

جواب: انسان کو اعتدال پر چلانے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک عورت اگر حاملہ ہو تو اڑھائی سال تک زچہ کے قابل نہیں رہتی اور اس اثناء میں مرد کو ضرور ہے کہ یا تو صبر کرے اور بیماریوں میں مبتلا ہو اور یا محرمات کا مرتکب ہو یا دوسری عورت سے تعلق پیدا کرے۔ وہ بھی اگر حاملہ ہو جائے تو تیسری سے صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح چار تک طاقتور آدمی اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی جبر نہیں کیا گیا کہ ضرور چار ہی شادیاں ہوں۔ بلکہ چار تک حسب طاقت اجازت ہے تاکہ صحت قائم رہ سکے۔ ورنہ یا تو خود بیمار اور بدچلن ہو جائے گا اور یا اولاد اور بیوی دق اور سل میں مبتلا ہو کر بیکار ہو جائے گی۔

۴۹..... حضور ﷺ نے چار سے بڑھ کر کیوں نکاح کئے تھے؟

جواب: حضور ﷺ کے لئے قرآن شریف میں حد بندی نہیں کی گئی۔ شباب میں حضور ﷺ نے ایک ہی نکاح کیا تھا۔ بعد میں قبل از ممانعت شادیاں کی تھیں۔ مگر چونکہ آپ کی مطلقہ عورت کسی کے گھر جانے کے لائق نہ تھی۔ اس لئے آپ کو نو تک بیویاں رکھنی پڑیں اور نو کے بعد آپ کو بھی ممانعت ہو چکی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو بھی ایک دفعہ اختیار دے دیا تھا کہ چلی جائیں۔ لیکن انہوں نے آپ ہی کو پسند کیا۔

۵۰..... نکاحِ صغیر معیوب ہے۔

جواب: حضور ﷺ نے خود صغیرہ سے نکاح کیا اور ام سلمہؓ کے بیٹے کا نکاح بنتِ مخزومؓ سے کیا۔ اس لئے اسلام میں یہ نکاح جائز رکھا گیا تاکہ اولاد خود سر ہو کر غلطی کا ارتکاب نہ کرے اور جائیداد اور موروثی ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

۵۱..... وراثت کا قانون مضر ہے۔

جواب: پوتے کو بیٹے کے ہوتے ہوئے حصہ نہیں ملتا۔ ہاں اگر اس کا باپ حصہ حاصل کر چکا ہے تو اس کا مستحق ہوگا۔ مسلمانوں کی یہ اپنی غلطی ہے کہ پشت در پشت تک مال متروکہ تقسیم نہیں کرتے۔ ورنہ اسلام ایسی غلطی کا ذمہ دار نہیں ہے۔

۵۲..... بیٹی کو اگر وراثت بنایا جائے تو غیر کے گھر جائیداد چلی جاتی ہے۔

جواب: مگر غیر کی لڑکی لینے سے آ بھی تو جاتی ہے۔ اس تبادلہ سے کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں رہ جاتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا اپنا ہی شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ اسلام سے یوں ہی روٹھ رہے ہیں۔

۵۳..... شفاعت انبیاء قرآن سے ثابت نہیں؟

جواب: شفاعت کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی عین حیات میں اپنی اپنی گنہگار امت کے لئے رحم کی درخواست بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے ان کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر ان کی تباہی کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کے بچاؤ کے لئے لفظوں کی آڑ لے کر رحم کی درخواست کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام قوم لوط پر رحم کھا کر عذاب سے بچاؤ کی کوئی صورت ڈھونڈتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام مشرکین نصاریٰ کی سفارش کرتے ہیں کہ: ”ان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم“ خود قرآن شریف میں مذکور ہے کہ: ”من یشفع عنده الا باذنہ“ ”الہی اجازت کے بغیر کوئی مجاز نہ ہوگا کہ سفارش کرے یوں بھی آیا ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کے پاس معافی کی درخواست کے لئے آتے تو ضرور اپنے خدا کو غفور رحیم پاتے۔ بہر حال اس قسم کے متعدد واقعات ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مجاز ہیں کہ رحم کی درخواست یا تباہی کی تحریک کریں۔ ورنہ شفاعت سے یہ مراد نہیں کہ کوئی شخص خدا پر اپنے تقدس یا قوت بازو کی وجہ سے مرعوب کر کے دباؤ ڈال سکتا ہے۔

۵۴..... انبیاء علیہم السلام پر القاء شیطانی بھی ہوتا ہے تو ان کی تبلیغ صاف کیسے رہی؟

جواب: سورۃ حج میں مذکور ہے کہ جو بھی رسول ہو گذرے ہیں۔ جب وہ خدا کا کلام پڑھنے لگتے تھے تو بعض دفعہ شریر الطبع مخالفین اپنی آواز سے چند فقرے کہہ کر سامعین کو دھم

دلاتے تھے کہ یہ بھی خدا کا کلام ہے۔ مگر بعد میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا تھا۔ خود حضور ﷺ ایک دفعہ سورہ غم سنا کر تبلیغ فرما رہے تھے تو کسی مخالف نے وقفہ کے موقع پر اسی وزن پر چند فقرے یوں کس دیئے تھے کہ: ”تلك الغرائبق العلی ان شفاعتھن لدرتجی“ یہ بت بھی سفارش کریں گے جس سے سامعین نے تمسخر کے طور پر یوں اڑا دیا کہ لوجی آج تو حضور ﷺ بھی ہمارے بتوں کو سراہتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر تبلیغی مجلس کا رنگ بدل دیا تھا۔ مگر جن لوگوں نے وہ تمام سورت سنی تھی۔ انہوں نے خود بخود ہی اس آمیزش کلام کا فیصلہ کر لیا تھا کہ ماقبل مابعد سے یہ فقرے تطابق نہیں کھاتے۔ کیونکہ اس سورت میں پہلے خود حضور ﷺ کے اوصاف مذکور ہیں اور تھوڑی دور جا کر خدا کی وحدانیت مذکور ہوتی ہے اور پھر یہ مسئلہ حل کیا جاتا ہے کہ بت پرست فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بناتے تھے اور بتوں کو خدا کی بیٹیاں اور تردید کی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنی طرف سے اپنے خداؤں اور فرشتوں کے نام خود عورتوں کے عنوانات سے تجویز کرتے ہیں۔ ورنہ اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام کا پروردگار ہے۔ خواہ تم ہو یا تمہارے معبود، فرشتے ہوں یا بت۔ اس مقام پر قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ القاء شیطانی سے مراد اس جگہ انسانی غفلت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام چونکہ انسان ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی وقت ذکر الہی اور تلاوت کلام اللہ میں لسیان بھی ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی شان یہ ہے کہ ان کا خدا فوراً اس غفلت بشری کو رفع کر کے اپنے نبی کو اپنی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ خود حضور ﷺ نے ایک دفعہ نماز میں چار کی بجائے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا تو بعد میں فوراً آپ ﷺ نے حضور قلب کو قائم کر کے اس نماز کی تکمیل کر لی تھی اور یہ ضروری نہیں کہ دوسرے لوگ بھی فوری تدارک کر سکیں یا خود خدا ان کے لئے تدارک فوری کا ذمہ دار بنتا ہو اور یہ عام تجربہ ہے کہ جب ذکر الہی کرنے والے کو حالات ماحول یا فوری خوشی یا غمی آدباتے ہیں تو اسے وہ لطف نہیں رہتا اور نہ ہی جمعیت قلب قائم رہ سکتی ہے اور یہی اشارہ اس آیت میں بھی ہے۔ ورنہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بھی رسول آتے رہے ہیں۔ ان کو القاء شیطانی بھی ہوتا تھا کہ جس میں شیطان ان کی زبان سے جو کچھ چاہتا تھا کہلاتا تھا۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ: ”تلك الغرائبق“ کا فقرہ خود حضور ﷺ کی زبان سے سنا گیا تھا۔ کیونکہ محققین اسلام نے اس طرز پر وجود واقعہ کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کیا اور صاف لکھ دیا ہے کہ مخالفین نے حضور ﷺ کو بدنام کرنے کے لئے یہ تہمت باندھی ہوئی

ہے۔ گوا اسلامی پہلا مؤرخ ابن اسحاق اس کی تائید یا تردید میں بھی کچھ لکھتا ہے۔ مگر امام رازی اور بیضاوی اور دوسرے محققین اس طرز واقعہ کی سخت تردید کرتے ہیں۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ انبیاء کی تعلیم اور تبلیغ ہمیشہ سے بے لوث رہی ہے۔

۵۵..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں۔

جواب: مشہور مقولہ ہے کہ: ”دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز“ اور یہ تسلیم شدہ اصول ہے کہ: ”الضرورات تبیح المحظورات“ انسان کی آزادانہ حالت میں جو باتیں نامناسب معلوم ہوتی ہیں۔ خطرہ جان کے وقت وہی حکمت اور مصلحت بن جاتی ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم کو عذر کے وقت گرفتار کرنے والوں نے مسجد میں آپ سے ہی پوچھا تھا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں تو آپ فوراً مسجد سے باہر ہو کر کہنے لگے۔ وہ ابھی مسجد میں تھے۔ یہ کہہ کر چل دیئے۔ مگر وہ مسجد میں جا کر دیکھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں پاتے اور آپ اتنے میں کہیں نکل گئے تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظریفانہ طور پر اپنی بت پرست قوم سے نجومی مسلمات کے طور پر ان کے شامل نہ ہونے کی وجہ سے محض ٹالنے کی خاطر پہلے تو طالع پر نظر ڈالی تھی تو پھر کہہ دیا تھا کہ لو آج میری بیماری کا دن ہے۔ میں نہیں جاسکتا۔ اس لئے وہ لا جواب ہو کر چلے گئے تو آپ نے موقعہ پا کر نمود کے بت خانہ میں جا کر تمام پوجاریوں سے بت خانہ خالی پاتے ہوئے بت توڑنے شروع کر دیئے اور اخیر میں بڑے بت کے کندھے پر کھٹاڑا رکھ دیا اور آپ چل دیئے۔ میلے سے واپس آ کر قوم کے لوگ اپنے بت تباہ دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہ بتا ہی کس نے پھر دی ہے۔ آخر قرار پایا کہ یہ ابراہیم کا ہی کام ہے۔ پوچھنے پر آپ نے ظریفانہ انداز سے یوں اقرار کیا کہ یہ آپس میں لڑ پڑے تھے تو بڑے نے سب کو تباہ کر دیا تھا۔ اب وہ دم بخود ہو کر آپ کے جانی دشمن بن گئے اور تجویز کیا کہ ایک بھاری آتشکدہ بنا کر اس میں آپ کو ڈال دیا جائے تاکہ ایک عبرتناک سزا آپ کو ملے۔ مگر خدا نے آپ کو وہاں سے بچالیا تو آپ وہاں سے ہجرت پر آمادہ ہو گئے تو آپ کی بیوی بھی ساتھ ہوئی۔ راستہ میں ایک مقام پر آپ ٹھہرے تو وہاں کے بادشاہ نے زنا بالجبر کرنے کے لئے پوچھا کہ تمہارا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے موجودہ رشتہ کو نظر انداز کر کے اضطراری حالت کو ملحوظ رکھ کر اپنی پہلی رشتہ داری کا اظہار کیا کہ ہم چچا زاد بہن بھائی ہیں اور یہ فقرہ زبان پر نہ لائے کہ اب ہم آپس میں میاں بیوی بھی ہیں تاکہ جان بچ

جائے۔ کیونکہ وہ بادشاہ نووارد کو قتل کر کے اس کی بیوی کو زبردستی زنا سے ملوث کر دیا کرتا تھا۔ بہر حال جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ان تین مقامات پر آزادانہ طور پر ایسا طرز کلام کیوں اختیار کیا تھا کہ جس میں طبیعت کی شوخی پائی جائے اور خلاف واقعہ امر کا پتہ دے کر مخاطب سے قطع کلامی کا راستہ ڈھونڈا جائے۔ وہ ہمیں بتائیں کہ اگر ایسے موقعہ پر خود (اعتراض کنندہ) مبتلا ہوتے تو کیا ایسے کلام سے اپنی جان نہ بچاتے؟ بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ذومعنی لفظ تو کجا صاف جھوٹ بولنے پر بھی صبر نہ کرتے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ کہا تھا ذومعنی کلام تھا۔ جو ایک پہلو سے سچ ہوتا ہے اور دوسرے پہلو سے اس کا کچھ اور مطلب ہوتا ہے۔ جس کو نہایت محتاط آدمی لفظ کذب سے تعبیر کر سکتا ہے۔ مگر کذب کی تعریف میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اس میں شرط ہے کہ کلام کا کوئی پہلو بھی صحیح نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ تمام واقعات آغاز شباب میں گذرے ہیں۔ جس میں تمام کمزوریاں غنغوان شباب پر نچھاور ہوا کرتی ہیں۔ تاہم پیغمبر کا شباب پھر بھی اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا۔ بلکہ جس مطلب کو پیش نظر رکھتا ہے اس کے وسائل اختیار کرنے میں اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا۔

۵۶..... نکاح زینبؓ میں کمزوری پائی جاتی ہے۔

جواب: آج شریف و ضیح اور کفو و غیر کفو کی حیثیت کو تمدن یورپ پر ثار کر دیا گیا ہے اور تمام امتیازی مآثر و مفاخر کو خیر باد کہہ کر صرف دھرتی ماتا کی اولاد ہونے کو مساوی طور پر قومیت اور کفو تصور کیا گیا ہے اور صرف دو ہی قومیں رہ گئی ہیں۔ مغربی قومیت اور مشرقی قومیت، اور وہ بھی تو الد و تاسل میں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اب اس حالت میں جب کہ ہم اپنی قومیت اور امتیازات خصوصی کو بالکل کھو بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں معذور سمجھا گیا ہے کہ ہم غیرت اور عصیت یا کفو اور قومیت کے امتیازی مفاخر و مآثر کو بنظر تحقیر دیکھیں اس لئے نکاح زینبؓ میں موجودہ طرز معاشرت کو نظر انداز کر کے اگر خود مشرقی غیرت اور تعصب قومی کو جو آج سے دس سال قبل ہم میں خود موجود تھی۔ مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ اگر غیر قوم میں شادی ہو جائے۔ تو بیوی کی ناراضگی سے وہ معاہدہ نکاح فسخ کرانا ہی اخلاقی فرض ہو جاتا ہے۔ حضرت زینبؓ قریشی اور ہاشمی النسل حضور ﷺ کی بہترین رشتہ داروں کی ایک پاکیزہ باغیرت پاکدامن عورت تھی۔ وہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ زیدؓ سے جو صرف عربی النسل ہی تھا اور غلامی کی کمزوری اس کے مآثر و مفاخر کو کھا چکی

تھی۔ دیر تک نکاح قائم رکھتی۔ گو شروع میں اس نے اپنی طبیعت پر دباؤ ڈال کر بحکم اطاعت رسول ﷺ سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ مگر فطرتی جذبات سے مجبور ہو کر اس امر کی متقاضی ہو رہی تھی کہ اپنی کفو کے اندر ہی دوسرے ہمعصر عورتوں کی طرح باعزت و توقیر زندگی بسر کرے اور اس قسم کا خدشہ خود حضور ﷺ کے دل میں بھی پیدا ہو گیا تھا۔ مگر ظاہری معاہدہ نکاح کی پاس خاطر کو ملحوظ رکھ کر حضور ﷺ بھی فسخ نکاح پر زور نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب دیکھا گیا کہ زینبؓ اس تحقیر آمیز نکاح کو پسند نہیں کرتی تو اس کے حسب منشاء حضور ﷺ نے اس کو اپنے نکاح میں لے لیا تاکہ جو کمزوری وہ دیکھ چکی تھی۔ اس کا تدارک اور جبر نقصان مکمل طور پر ہو جائے اور اخلاقی طور پر یہ معاملہ سدھر جائے۔ اب اگر اخلاقی کمزوری کا سوال پیش کیا جاتا ہے اور یا حضور ﷺ کے متعلق شیفتگی کا الزام پیدا کیا جائے تو اس کی ذمہ دار وہ چند بے اصل روایات ہیں جو اسلام کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہیں اور بیماری اپنی اخلاقی کمزوری ذمہ دار ہے۔ جب کہ ہم مسئلہ کفو کو چھوڑ کر سیدمرا سی، راجپوت اور جولاہہ کو ایک درجہ سمجھ کر رشتہ داری کر لیتے ہیں اور یا اہل ہنود کی پرانی رسوم کا اثر ذمہ دار ہے کہ جس کو ہم اپنا بیٹا کہہ بیٹھیں۔ وہ حقیقی طور پر بیٹا اور جائز وارث بن جاتا ہے۔ لیکن اسلامی اخلاقی ایسی لفظی کارروائی کو بے اصل سمجھ کر سخت مخالفت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر صرف لفظی استعمال سے وراثت کے حقوق پیدا ہو سکتے ہیں تو ”ج“ کو اختیار ہو گا کہ ”د“ کی بیوی یا ماں کو اپنی بیوی یا ماں تصور کر کے وراثت کا استحقاق پیدا کر لے۔ ورنہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب دوسری رشتہ داریاں لفظوں سے پیدا نہیں ہو سکتیں تو باپ بیٹے کا تعلق لفظوں سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا غلام زیدؓ درحقیقت آپ کا بیٹا نہ تھا۔ تاکہ یہ الزام پیدا ہوتا کہ حضور ﷺ نے اپنے بیٹے کی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ زیدؓ آپ کا اخلاقی بیٹا بن چکا تھا اور حقیقی بیٹے کی حیثیت اس میں پیدا ہو چکی تھی تو پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابھی تک زینبؓ کی رضا مندی پورے طور پر متحقق نہ تھی۔ اس لئے یہ نکاح ابھی صحیح طور پر منعقد ہی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ زیر بحث ہو کر امکانی صورت اختیار کر چکا تھا۔ جس کو زینبؓ نے مکمل نہ ہونے دیا تھا اور اپنی اجازت حضور ﷺ سے وابستہ کر دی تھی۔ اس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کیا۔ بلکہ متنازع فیہ نکاح کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوا ہے۔ جو کسی طرح آج بھی باپ بیٹے کے درمیان ایسے متنازع فیہ نکاح کے میں اخلاقی کمزوری ظاہر نہیں کرتا۔

۵۷..... حضور ﷺ نے بیویوں کے کہنے سے شہد چھوڑ دیا۔

جواب: نبی چونکہ پاکباز ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کے ہتھمہ میں آسکتے ہیں۔ آدم علیہ السلام شیطان کے ہتھمہ میں آگئے تو گندم کا دانہ کھالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلی کے کہنے پر قبلی پر حملہ آور ہوئے اور آخر کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اسی طرح بیسیوں کی باہمی کاوش سے ماریہ قبطیہ کے متعلق آپ کو ہتھمہ دیا گیا۔ جس سے آپ کو بہت رنج ہوا۔ اب یہ کہنا کہ آپ نے عائشہ اور حفصہ کی دلجوئی کیوں کی اور کیوں ان کے کہنے سے ماریہ قبطیہ سے قطع تعلق پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی نیک نیتی پر حملہ کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔

۵۸..... قرآن شریف میں آپ کو عام لوگوں اور بندوں کی طرح خطاب کیا گیا ہے تو کیا اس شان نبوت میں فرق نہیں آتا؟

جواب: حضور ﷺ کا تعلق اپنے خدا سے عابد و معبود کا بھی ہے اور اعزاز و تکریم کا بھی اور حضور ﷺ کا تعلق ہم سے مالک و ملوک کا ہے۔ جس میں ہمیں پہلے تعلق کے متعلق لب کشائی کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اس کو پیش نظر رکھ کر گستاخی کرنا اسلام کے سراسر خلاف ہوگا۔

۲۶..... مرزائی تعلیم پر چند سوالات

۱..... مرزائی تعلیم میں دوسرے تصور کئے گئے ہیں۔

اول..... مسیح ناصری جو حضور ﷺ نے شب معراج میں دیکھے تھے۔

دوم..... مسیح محمدی جو کسی خواب میں حضور ﷺ نے دجال کے ساتھ طواف بیت اللہ کرتے خاموش دیکھا تھا۔ جس سے مراد مرزا قادیانی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کب مسیح محمدی نے حضور ﷺ سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان سے اتروں گا۔ لیکن مسیح ناصری کا بیان ہے کہ میں نازل ہو کر اشاعت اسلام کروں گا۔ اب مرزا قادیانی کا یوں کہنا کہاں تک درست ہے کہ میرے ظہور کی خبر قرآن وحدیث میں بھی موجود ہے۔

۲..... قبر کشمیر کے متعلق آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ یوز آصف کی قبر ہے۔ ج۔

یسوع سے بگڑا ہوا ہے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یسوع کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے۔ (انجام آتھم) تو اب کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یسوع کی قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔



۳..... مرزا قادیانی نے اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں بیان کیا ہے کہ:

الف..... خنزیر مرکب ہے۔ خنز اور آر سے یعنی میں اس کو برا جانتا ہوں۔

ب..... سور سوء اور آر سے مرکب ہے۔ اس کا معنی بھی برا جانتا ہوں ہی ہے۔

ج..... کافور کفر سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس سے شہوات کا مادہ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

د..... فاران فار کا تشبیہ ہے۔ دو بھاگنے والے وہاں حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو بھاگ کر لائی تھی۔

ہ..... زنجیل، زنا اور جبل سے مرکب ہے۔ یعنی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کے استعمال سے

قوائے شہوانیہ بلند ہوتی ہیں۔

و..... برزخ براور زخ سے مرکب ہے۔ یعنی اس کی کمائی اخیر تک پہنچ گئی۔

ذ..... زقوم مختصر ہے۔ ”ذق انک انت العزیز الکریم“ کا ذق کے بعد، ام لگایا تو زقوم

بنکیا۔ کثرت استعمال سے زقوم مشدود بن گیا۔ ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ اس تحقیق کی بنیاد

عربی زبان ہے۔ یا کوئی الہامی لغت ہے۔

۴..... عبداللہ آتھم کے متعلق جب بددعا کی گئی تھی تو مرزا قادیانی نے اس سے

منظوری نہیں لی تھی اور دوسروں سے منظوری لینے کے خواہاں رہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

۵..... محمدی بیگم کی پیشین گوئی کے پورے نہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ بیان کی

جاتی ہے کہ قیامت کے دن مرزا قادیانی کا نکاح اس سے ہوگا۔ لیکن حدیث شریف میں تو یوں

وارد ہے کہ مسیح عند النزول من السماء نکاح کرے گا۔ نہ یہ کہ قیامت کو نکاح کرے گا۔ اب یہ

جواب کیسے صحیح ہوگا۔

۶..... حضور ﷺ کا آسیہ، مریم، کلثوم اخت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح قیامت

کے دن بیان کیا جاتا ہے۔ مگر اس روایت کی تصحیح نہیں کی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

۷..... حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب اسی وقت ٹل گیا تھا کہ انہوں

نے آپ کو نبی حق تسلیم کیا تھا۔ مگر نکاح کے معاملہ میں جن سے عذاب ٹل گیا تھا۔ انہوں نے نہ تو

مرزا قادیانی کو نبی مانا اور نہ ہی بنا عذاب کو ترک کیا۔

۸..... ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان

کے قریب دارالوحی کے مقام پر دوسری دفعہ قرآن شریف اتر ا تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ سارا اتر ا تھا یا

اس کا کچھ حصہ؟ اس کا فیصلہ نہیں دیا گیا۔

۹..... مرزا قادیانی چونکہ حضور ﷺ کا بروز ثانی تھے۔ اس لئے آپ کے الہامات قرآن شریف کے ضمیمہ ہوں گے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآن شریف کا کچھ حصہ ابھی تک نہیں اتر اٹھا؟ اگر یہ صحیح ہے تو قرآن شریف مکمل وحی نہ تھی۔ اگر الہام کو قرآنی درجہ نہیں دیا جاسکتا تو نزول ثانی نزول اول سے بہتر کیسے ہوا؟

۱۰..... مرزائی اپنی نماز میں الہامی عبارت کو کیوں نہیں پڑھتے۔ حالانکہ وہ قرآن کے مساوی تصور کی گئی ہیں۔

۱۱..... ختم نبوت کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ تمام نبوتیں منقطع ہو گئیں۔ مگر نبوت محمد یہ قیامت تک جاری رہے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کو خاتم النبوت کا لقب ملنا مناسب تھا نہ یہ کہ خاتم النبیین کا لقب پاتے؟

۱۲..... قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت سلسلہ ابراہیمی سے مخصوص ہو گئی تھی تو پھر حضور ﷺ کے بعد سلسلہ تیموریہ سے کس طرح وابستہ ہو گئی۔

۱۳..... بتاؤ کہ نبوت کا دروازہ چودھویں صدی میں صرف مرزا قادیانی پر کیوں کھل کر بند ہو گیا؟

۱۴..... مرزا قادیانی سے پہلے نہ کسی سچے مدعی نبوت کا پتہ چلتا ہے اور نہ ان کے بعد خود ان کے سلسلہ میں کوئی نبی صادق تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا کوئی اسلامی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

۱۵..... وفات مسیح کا مسئلہ قرآن شریف سے پیدا کرنا کیسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب کہ خود حضور ﷺ کی تصریحات اس کے سراسر خلاف ہوں۔ کیا یہ تفسیر بالرائے نہ ہوگی؟

۱۶..... بدر جولائی ۱۹۰۶ء میں ہے کہ کسر صلیب کا معنی ہے۔ ”عیسائی مذہب کی تردید اور مسئلہ تثلیث کا صحیح انکشاف“ اگر یہی معنی مراد لیا جائے تو یہ تو مرزا قادیانی سے پہلے ہی

حافظ ابن قیم، ابن تیمیہ، مولوی رحمت اللہ اور دیگر مناظران اسلام کے وقت ظاہر ہو چکا تھا کہ جن کی تصانیف سے مرزائی تعلیم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ اب اس کی صداقت کیسی؟

۱۷..... (ضمیمہ نزول المسح ص ۲۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۲) میں مولوی ثناء اللہ صاحب پر مرزا قادیانی نے لعنت بھیجی ہے اور قصیدہ اعجازیہ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسح ص ۳۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۹) کے شروع میں دس لعنتیں بھیجی ہیں۔ مگر ان کا کچھ نہ بگڑا۔ ”انسی مہین من اهانک“ کا

الہام کیا ہوا؟

۱۸..... ڈاکٹر عبدالکیم اور مولوی ثناء اللہ کے بارے میں غیر شروط اور مشروط

بدوعائیں دونوں قسم کی موجود ہیں تو پھر غیر مشروط بدوعاؤں کو بھی زیر بحث کیوں نہیں لایا جاتا؟

۱۹..... (تہمیدات ص ۶۲۸) میں ہے کہ مولوی ثناء اللہ ابو جہل ہے۔ جو مرزا قادیانی

کے بعد زندہ رہا۔ مگر ابو جہل تو جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ پھر اب یہ تشبیہ کیسی؟

۲۰..... مرزا قادیانی نے ترمیم مسائل شرعیہ میں اعجاز کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے

الہامی اشعار میں عربی شاعری کا وہ ستیاناس کیا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جیسے زبان دانی میں غلط گو تھے۔ ویسے ہی اسلامی عقائد میں بھی غلط گفتار تھے۔ دیکھئے اعجازی کلام کے اشعار کس طرح اپنی ردیف اور کافیہ کو چھوڑتے ہوئے علم عروض کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا رہے ہیں۔

بفضلك انا قد عصمنا من العداء

وان جمالك قاتلى فأت فنانظر

دعوا حب دنياكم وحب تعصب

ومن يشرب الصهباء يصبح مسكرا

وان كان شان الامر ارفع عندكم

واين بهذا الوقت من شان جولرا

ومواكل صخر كان فى اذياهم

بغیظ فلم اقلق ولم اتحیر

سئمنا تكاليف التناول من عدى

تمادت ليالى الجور ياربى انصر

ولا تحسب الدنيا كناف ناطفى

اقدرى بليل مسرة كيف تصبح

وان شفء الناس كان بيانه

فهل بعده نحو الظنون نبادر

وقدمزق الاخبار كل ممزق

فكل بما هو عنده يستنسر

ففكر يهديك خمس عشرة ليلة  
 فناد حسيناً وظفراً واصغرا  
 رميتلا غتالن وماكنت رامياً ولكن  
 رمماه الله ربى ليظهرا  
 ويوم فعلتم بغذركم  
 باخ الحسين وولده اذ احصروا  
 ووالله ان قصيدتى من مؤيدى  
 فنثنى على رب كريم ونشكر  
 وان كان هذا الشرك فى الدين جائزا  
 فباللغو رسل الله بالدين بعثوا  
 ويارب ان ارسلتنى بعناية  
 فايده وكمل كلما قلت وانصر  
 وهذا العهد قد تقرر بيننا  
 بمد فلم ننكت ولم نتغير  
 ايا محسنى بالحمد والجهل والوفا  
 رويدك لا بتطل ضيعك واحذب  
 وان حيوت الغافلين لذلة  
 فسل قلبه زاد الصفا وتكدرا  
 تركت طريق كرام قوم وخلقهم  
 هجوت بمدعاً مد التحقرا  
 وللدن اطلال اراها كلاهف  
 رد معى بذكر قصوره بتحدرا  
 اتانى كتاب من كذوب يزور  
 كتاب خبيث كالعقارب يأبر

فقلت لك الويلات يا ارض جولى  
لعنت بمعلون فانت تدلر

فقال ثناء الله لى انت كاذب

فقلت لك الويلات انت ستحسر

آئینہ حق اور تنویر الابصار میں ان نقائص کے رفع کرنے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر چشم  
بینا کے سامنے سب ہیچ ہے۔ کیونکہ جس قسم کے عیوب اور قافیہ یاروی کی تبدیلیاں جس کثرت سے  
اس قصیدہ کے مذکورہ بالا اقتباس میں موجود ہیں۔ آج تک کسی مستند شاعر کے کلام میں موجود نہیں  
ہیں اور نہ ہی کسی آئندہ شاعر کے کلام میں موجود ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ عذر کیا جاتا ہے کہ کلام  
اللہ کے اغلاط بھی تو مخالفین نے لکھے ہیں تو اگر اسی قصیدہ کے اغلاط کسی نے لکھ دیئے تو کون سی بڑی  
بات ہو گئی۔ مگر گزارش یہ ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کی تائید میں قلم اٹھاتے ہیں۔ جب وہ خود ہی شعر  
و شاعری سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں تو ان کا یہ عذر اس بارے میں کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔  
چنانچہ:

۱..... احسن امر وہی شمس بازغہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

واولدا العلم كلهم شهدوا

انـه لا اله الا هو

ثم قال الرسول قولوا معى

انـه لا اله الا هو

۲..... مولوی غلام رسول راجیکی جواب مباہلہ نمبر ۲ میں لکھتے ہیں کہ:

ایرمون ابرار لغير ثبوتهم

اظفر الوشاة بتهمة ومكائد

و حال التقى الباريد ببركة

كمال يبارك فيه ليس بكاسد

لنذم المعقدس والمطهر خيبة

اشاعوا عيوب نفوسهم فى الجرائد

وان البغاة بفسقهم وفجورهم  
 يحبون سبيل الغی طرق المفسد  
 ودعوى التقاة بغير تقوى سفاهة  
 ویبلى تقاة المؤمن الشدائد  
 وانا لانصار الخلافة بالهدی  
 لاعلاء کلماتها بحق کراشد  
 وان الخلیفة صالح بش نه  
 فلا تعزین الیه عزى المفسد  
 وسیدنا المحمود ابن مسیحنا  
 بشیر وفخر الرسل لیس بطارد

البشر رب الکائنات مسیحه  
 خلافا لوحى بشارة ومواعد  
 ۳..... مولوی اللہ دتہ صاحب اپنی کتاب تہمبات ص ۶۲۹ میں مولوی ثناء اللہ

صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔

کاذب کو لمبی عمر ملتی ہے کہا  
 کذب میں پکا تھا اپنے اس لئے زندہ رہا  
 مستقل مستقل مستقل  
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

۴..... قاضی محمد یار صاحب پلیڈر استحقاق خلافت کے لئے ٹریکٹ نمبر ۸۰ میں

لکھتے ہیں کہ:

چراغ شام آخر را غیر مانے بیند  
 طلوع صبح صادق را کبر مانے بیند  
 تجبست تجبست مصیبت است مصیبت است  
 کہ چشم زرد بینا را ایسا نابینا نے بیند

شب تاریک و درد دل وبا میں کج تنہائی  
 میں حال میں امیر دستہ رفقا نے بید  
 بیا قاضی مرغیاں دل و تکیہ بردارے کن  
 کہ دست تو گرفتہ چوں میں مشکبہا نے بید  
 میں اشکیہ معلق شد نہ ریزد نہ شدہ واپس  
 بیاد سخت طوفان حیف میں دنیا نے بید  
 ابن مریم وہ مراد ی تھا بنا  
 ہے نزول اس کا مرادی تمام  
 اس کے بیٹے کیوں ہیں لفظوں پر اڑے  
 کیوں نہیں یہ سوچتے وقت خرام  
 ہیں تو باتیں بہت پر کافی یہ ایک  
 تیرا کچھ جائے نہ میرا بنتا کام  
 میری غلطی کو مٹائے معاف کر  
 تو ہے دینے والا میں انسان نام  
 نازک مزاج بھی ہوں طبیعت کا سخت بھی ہوں  
 دیکھ جو عورے تو یہی صفت اولیاء ہے  
 جس دل میں ہو چنگاری الفت کی جلنا اس کا  
 کیا جینا اس کا لہر دنیا ہی جو جیا ہے  
 اب رحم پر اسی کے ہے سارا تانا بانا  
 نہ رات میں ہے ظلمت نہ روز میں ضیاء ہے  
 آئینہ حق نما میں ایک شاعر کی ہجو میں خود مرزا قادیانی کے اشعار یوں

.....۵

منقول ہیں کہ:

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہائی آپ کی  
 خوب ہوگی مہتروں میں قدردانی آپ کی  
 بیت سازی آپ کی بیت الخلاء سے کم نہیں  
 ہے پسند خاکروباں شعر خوانی آپ کی

اب ناظرین خود انصاف کر لیں کہ ایسے شاعروں کے سامنے اغلاط قرآنیہ اور اغلاط قصیدہ اعجازیہ کو ایک درجہ پر سمجھنا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ ہاں جو شعر و سخن سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ اس بات پر کبھی متفق نہیں ہو سکتے کہ مرزا قادیانی کے کلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ویسے ہی تھے جو کلام الہی پر کئے گئے تھے۔ کیا مرزا قادیانی شریعت محمدیہ میں مجدد ہو کر آئے تھے۔ تو شریعت شاعری میں بھی آپ مجدد تھے؟ نہیں ہرگز نہیں! ورنہ اسلام میں کئی ایک قصائد مضیہ اور بڑی بڑی لمبی نظمیں موجود ہیں۔ کسی ایک میں سے ایسا اقتباس ہمارے سامنے پیش کریں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی عیوب آمیز رنگ شاعری چند اشعار کو پیش کیا گیا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ مرزا قادیانی کے طرفدار ثابت کریں کہ وہ خود بھی شعر و سخن سے آشنایا سخن فہم ہیں۔ ورنہ جو کچھ آئینہ حق نماء میں یا تنویر الابصار میں جو بابا لکھا گیا ہے وہ اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ لوگ خود بھی شعر فہم نہیں ہیں۔ کسی کی طرفداری میں کیا لکھیں گے۔

۲۱..... بالآخرۃ منون میں آخری وحی مراد لینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ کسی نے مرزا قادیانی سے پہلے کبھی قادیانی وحی پر ایمان کا اظہار نہیں کیا۔ کیا وہ سارے ہی فرتے کافر تھے یا یہ معنی مراد لینا غلط ہے؟

۲۲..... علماء سوا احمدی ہیں یا غیر احمدی۔ جو رات دن تحریف کلام الہی اور تبدیل نصوص اسلام کرتے رہتے ہیں۔

۲۳..... آریہ مذہب کے پیرو لکھتے ہیں کہ موجودہ چار وید چار رشیوں پر نازل ہوئے تھے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرح پیدا ہوتے ہی شاعر اور جوان تھے۔ تبت کے پہاڑوں پر خدا کا کلام ان پر نازل ہوا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دنیا میں وید کی تعلیم ست پڑ جاتی ہے تو وہی چار رشی خدا کا کلام حاصل کر کے از سر نو وید کی تعلیم دینے آ جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے کسی جنم میں نیک کام کئے تھے۔ جن کا معاوضہ ان کو یہ خدمت ملی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جب انسان کا باطن صاف ہو جاتا ہے تو براہ راست بھی خدا سے وید بانی حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں دیانند سرسوتی (معلم وید) نے وید حاصل کئے تھے اور ان کو سنسکرت کے علاوہ دیسی زبانوں میں بیان کیا تھا تو گویا اس اصول کا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وید کئی دفعہ اترے اور حسب ضرورت وہ کئی زبانوں میں پڑھے گئے اور حسب ضرورت زمانہ ان کے احکام میں تبدیلی



بھی ہوتی رہی اور مرزائی تعلیم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی دنیا میں ظلمت چھا جاتی ہے تو نبوت کا نور چمکتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے دنیا میں کئی نبوتیں جاری تھیں۔ اب خاتم الانبیاء کے بعد صرف نبوت محمدی کا ہی راج ہے۔ یہی نبوت روپ بدلتی رہی ہے اور آئندہ بھی بدلتی رہے گی اور یہی قرآن شریف حضور ﷺ پر پہلے نازل ہوا تھا۔ اب دوسری دفعہ مرزا قادیانی پر بمعہ اضافات کے نازل ہوا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی حضور ﷺ کے بروز ثانی میں اس لئے ضرورت زمانہ کے مطابق قرآن شریف کا مفہوم کچھ اور ہے اور اس کی زبان میں بھی اردو، فارسی اور انگریزی کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اب ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ بروز کا مسئلہ آریہ مذہب سے تو نہیں لیا اور کیا دیانند کے مقابلہ میں آنے کی خاطر مرزا قادیانی نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ تاکہ یہ دیکھایا جائے کہ اگر وید دیانند پر اردو میں اتر سکتے ہیں تو قرآن بھی اردو چھوڑ کئی زبانوں میں اتر سکتا ہے۔

۲۴..... ”انسی متوفیک“ میں چار وعدے ہیں۔ جو اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہیں۔ تونی، رفع، تطہیر اور غلبہ تابعین۔ مرزائی تعلیم کے رو سے ۸۷ سال کی روپوشی جو کشمیر میں ہوئی ہے واقعہ صلیب کا جزو اعظم ہے۔ اس کا ذکر بھی ضروری تھا۔ یہاں کیوں نہیں ذکر ہوا۔ حالانکہ یہ جزو اس واقعہ کی جان تھی۔ اگر کہو کہ ”واوینہما“ میں مذکور ہے تو دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ اس آیت میں بطور وعدہ کے سفر کشمیر مذکور نہیں ہے۔ دوم یہ کہ کشمیر میں تونی بالموت اور رفع روحانی ہونا جہاں مخالف نہ تھے محض بے فائدہ ہوگا۔

۲۵..... تطہیر عیسیٰ سے مراد گر نجات از واقعہ صلیب ہے تو مواعد اربعہ میں اس کا نمبر پہلا ہونا ضروری تھا اور اگر اس سے مراد تصدیق محمدی ہے تو غلبہ تابعین کے بعد ہونا چاہئے تھا۔ بہر حال اگر ہم پر ترتیب توڑنے کا الزام قائم ہے تو تم بھی بچ نہیں سکتے۔

۲۶..... یہ کیا بخول ہے کہ یہودیوں سے نجات دینے کے لئے خدا نے مسیح سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں تجھے موت دوں گا۔ یعنی قتل یا صلیب پر نہیں مرنے دوں گا۔ کیا شہادت فی سبیل اللہ جو آپ سے پہلے کئی ایک انبیاء کو نصیب ہو چکی تھی۔ حضرت مسیح کو محروم رکھنا تھا؟ اور کیا موت فی الفراش شہادت سے افضل تھی؟

۲۷..... اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ۸۷ سال حضرت مسیح کشمیر میں روپوش رہ کر مر گئے تو

کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ تین سال کی تبلیغ میں تو یہ اثر تھا کہ آج عیسائی مذہب سب سے بڑا ہے جو شام سے نکل کر یورپ میں جا گھسا تھا۔ مگر کشمیر میں ۸۷ سال کی تبلیغ سے ایک عیسائی بھی نظر نہیں آتا۔ دوم یہ کہ اگر آپ روپوش رہے تھے اور دشمن کا خوف بھی نہ تھا تو آپ نے تبلیغ کیوں نہ کی۔ سوم یہ کہ قیامت کو خدا کے سامنے کیسے کہیں گے کہ جب تک میں یہود میں رہا ان کا نگران حال رہا۔ کیا روپوش بھی نگران حال رہا کرتا ہے۔ چہارم یہ کہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی عین حیات میں اور روپوشی کے لمبے عرصہ میں تثلیث پیدا ہو چکی تھی۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد اسی سال کے اوّل اوّل ہی اناجیل مرتب ہو چکی تھیں۔ جن میں آپ کو ابن اللہ کہا گیا تھا۔ حالانکہ تمہارے نزدیک تثلیث بعد الموت مانی گئی ہے۔ اس لئے ہجرت کشمیر کا نظریہ صرف خیالی مسئلہ ہے۔ جس پر نہ کوئی تاریخی ثبوت ہے اور نہ آسمانی شہادت موجود ہے۔

۲۸..... ”اولئك مع النبيين“ میں ثابت کیا جاتا ہے کہ: ”مع بمعنى من“

ہے اور ”انت منى وانا منك“ میں تاویل کی جاتی ہے کہ: ”انت من اتباعى“ تو پھر ”اولئك مع النبيين“ میں ”من اتباعهم“ کی تاویل کیوں کی جاتی ہے؟

۲۹..... اسلام میں حقوق والدین کو مانع وراثت تسلیم نہیں کیا گیا تو مرزا قادیانی

نے کہاں سے اس کا جواز حاصل کیا تھا؟ کیا اپنے الہام اور وحی سے تو پھر ناخ شریعت ٹھہرے۔ ورنہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جانا ضروری ہے۔ (دیکھو مہمات ص ۵۴۹)

۳۰..... جب براہین احمدیہ میں تین سودا لائل حقانیت اسلام پر دینے کا وعدہ دیا گیا

تھا تو یہ بہانہ کرنا مناسب نہ تھا کہ اب ہم کچھ سے کچھ بن گئے ہیں۔ اس لئے ایفاء وعدہ واجب نہیں رہا۔ کیونکہ اس وعدہ خلافی کا خواہ کوئی سبب ہو۔ بہر حال اس سے مخالفین اسلام تو کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کہہ کر مکر گئے۔ اگر یہ مبلغ علم تھا تو تین سودا لائل حقہ کی ڈینگ کیوں ماری تھی؟

۳۱..... (دیکھا براہین حصہ پنجم ص ۵، خزائن ج ۲۱ ص ۶۱) میں مذکور ہے کہ ہمارے

خود معجزات تین سو سے زیادہ ہیں۔ اس لئے اب تین سودا لائل حقانیت اسلام کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ تاویل مریدوں میں تو خوب چل گئی ہے۔ مگر اہل اسلام کو تو یہ وہم دلایا گیا تھا کہ خانہ زاد دلائل کے سواء خارجی دلائل ذکر کئے جائیں گے اور اگر اپنی تعلیم کو ہی دلائل اسلام بنالینا تھا تو پہلے ہی کہہ دیتے۔ تاکہ لوگ بے چین ہو کر کتاب کی پیشگی قیمت تو واپس نہ لیتے۔

۳۲..... (حقیقت الوحی ص ۲۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۳) میں لکھا ہے کہ میں نے لوگوں کو گالیاں دینے میں ابتداء نہیں کی اور جب میں نے سعد اللہ لدھیانوی کو گالیاں دیں تو واقعات کا ترجمہ کر دیا۔ گالی وہ ہوتی ہے جو جھوٹ ہو۔ اگر یہی بات ہے تو شروع میں جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مرزا قادیانی کو مدعی نبوت ہونے کی بناء پر فتویٰ تکفیری تیار کرایا تھا تو وہ بھی واقعات پر مبنی تھا۔ جھوٹ نہ تھا تو پھر بتاؤ گالیوں کی ابتداء کس کی طرف سے ہوئی؟ اور نہ ماننے والوں کو ذریعہ البغایا (حرامزادے) کس نے لکھا؟ گواپنے اپنے خیال میں دعویٰ نبوت اور فتویٰ تکفیر جھوٹ نہ تھے۔ مگر بعد میں مرزا قادیانی نے لوگوں کو لومڑی، خنزیر، سانپ، کتے اور ملعون و حرامزادے وغیرہ کہنا شروع کر دیا تھا تو کیا ان گالیوں کا کوئی ثبوت شرعی ان کے پاس موجود تھا؟ اگر نہیں تھا تو پھر گالیاں کیوں نہ ہوئیں؟ اور فتویٰ کے بعد آغاز کس سے ہوا؟ بلکہ فتویٰ سے پہلے ہی مرزا قادیانی نے عملی طور پر روپیہ واپس نہ دینے سے جب لوگوں کو پاگل سمجھ لیا تھا تو یہ منحوس مضمون اسی دن سے شروع ہو گیا تھا۔

۳۳..... (ست بجن ص ۱۶۸، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۲) میں ہے کہ راحت، تمر، سبع، مسیح کی تین دادیاں بقول نصاریٰ زنا کار تھیں۔ (الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء) میں ہے کہ بقول یہود، مسیح ایک عورت پر عاشق بھی ہو گیا تھا۔ مگر ہم اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اہل اسلام کے نزدیک تو ہین مسیح میں یہ باریک اشارہ ہے۔ جس میں مرزا قادیانی نے سب کچھ کہہ دیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم ایک معزز کی بظاہر عزت کریں اور اس کے آباؤ اجداد کی برائیاں لکھ کر شائع کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بہتر بھی سمجھیں اور اخیر میں کچھ مدت کے بعد کسی پوشیدہ تحریر میں یہ بھی کہہ دیں کہ یہ روایت صحیح نہ تھی۔ پھر دیکھیں ہتک عزت کا دعویٰ دائر ہوتا ہے کہ نہیں؟

۳۴..... فتح المسیح وغیرہ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں نے ہمیں گالیاں دیں۔ اس لئے ہم نے بھی ان کے فرضی مسیح کو گالیاں دیں۔ ورنہ میں جب مسیح کا مثل ہوں اور اس کی جان سے ایک بجلی اٹھ کر میرے دل میں جاگزین ہو گئی ہے تو میں اس کو برا کیسے کہہ سکتا ہوں؟ ہاں جناب خٹے فداویوں ہی کہا ہے۔ عیسیٰ کجاست کہ بنہد پابمصرم؟ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یوں بھی لکھا ہے کہ جب عیسائیوں نے مسیح کو بڑھایا تو غیرت خداوندی نے چاہا کہ مجھے اس سے بہتر ثابت کرے۔ (انجام آقلم) یہ تو وہی مثل ہوئی کہ پیر ماہمہ صفت موصوف است لیکن قدرے کافر است۔

۳۵..... اشتہار اعلان نبوت میں لکھا ہے کہ میں وجود مسیح کا ٹکڑہ ہوں۔ پھر (کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷) میں لکھا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے احترام تھا مگر جب مرزا قادیانی مستقل نبی بنے تو وہ احترام جاتا رہا۔

۳۶..... (ازالہ اوہام ص ۱۳، خزائن ج ۳ ص ۱۰۹) میں مرزا قادیانی نے گالیوں کا عذر یوں بیان کیا ہے کہ قرآن شریف میں بھی مخالفین کو سخت لفظ کہے گئے ہیں۔ ہم نے اگر کہہ دیئے تو کون سی بڑی بات ہو گئی ہے۔ (انوار الاسلام ص ۳۴، خزائن ج ۹ ص ۳۵) میں ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم نے کسی نبی کی توہین کی ہے تو اس کا جواب ہے۔ ”لعنة الله على الكاذبين“ مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ نصاریٰ کے مقابلہ میں حالات مسیح کو اس بری طرح پر بیان کیا ہے کہ آخر مرزا قادیانی کو مسیح سے خود بہتر بننا پڑا اور قرآن میں کسی نبی کی چٹک موجود نہیں ہے۔ ہاں کفار مکہ کو بیشک برا کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسلام کے دشمن تھے۔ مگر یہاں یہ معاملہ ہے کہ حامیان اسلام کو مشرک، دجال، علمائے سوء، مقلدین، شیطان کہا جاتا ہے۔ جو صحیح روایات اسلام کی بنیاد پر مرزا قادیانی کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس لئے یہ قیاس غلط ہوگا۔

۳۷..... چونکہ نبی کا خواب بھی وحی الہی کا حکم رکھتا ہے اور مرزا قادیانی کو بھی محاکاة کا شوق تھا۔ اس لئے مرزائیوں کو یہ دکھانا پڑے گا کہ: ”انما انزلناہ قریباً من القادیان“ بھی قرآن میں موجود ہے؟ یا یہ تسلیم کرو کہ قرآن کا کچھ حصہ ابھی نزول اول سے باقی رہ گیا تھا جو نزول ثانی میں حاصل ہوا ہے۔

۳۸..... (کشتی نوح ص ۲۴، خزائن ج ۱۹ ص ۲۷) میں الہام ہے کہ: ”الخیبر کلہ فی القرآن“ پھر لکھا ہے کہ قرآن کو سب پر مقدم رکھو۔ کیونکہ ”لا شفیع ولا نبی الا محمد ولا کتاب الا القرآن“ اور بھی لکھا ہے کہ تائیدی حدیث کو نہ چھوڑو۔ مگر اخیر پر (ازالہ ص ۷۰۸، خزائن ج ۳ ص ۲۸۲) میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بقول گلاب شاہ مجذوب مرزا قادیانی قرآن کی وہ غلطیاں دور کر دیں گے جو تفسیروں میں اس کی طرف منسوب ہیں۔ گویا مرزا قادیانی پہلی تفاسیر کو جواہل زبان صحابہ اور خاص عربوں سے منقول ہیں۔ غلط قرار دے کر قرآن میں تحریف جدید کریں گے۔ کیا یہ فعل یہود نہیں؟ کیا اس میں تمام مسلمانوں کی توہین نہیں؟ اور کیا اس میں ضمنی تشریع کا ادعاء موجود نہیں ہے؟ یا کیا اس میں دیانند کے مقابلہ میں وید کی طرح نئی شریعت کا دعویٰ نہیں ہے؟

۳۹..... (ازالہ ص ۲۶۸، خزائن ج ۳ ص ۲۳۵) میں ہے کہ آج شائستہ دنیا میں رفع جسمانی کا عقیدہ رکھ کر اسلامی فتح ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قرآن سے ثابت نہیں اور جن

روایات پر اس کی بنیاد ہے وہ بھی غلط ہیں۔ بہت خوب! مگر یہ کون ذی عقل تسلیم کرتا ہے کہ تیموری خاندان کا ایک فرد سید آل رسول بن کر باتوں باتوں میں ہی افضل الرسل بن جائے اور باوجود مذہبی زبان پورے طور پر نہ جاننے کے مفسر قرآن بھی اعجازی طور پر بن بیٹھے۔

۴۰..... (توضیح المرام ص ۲۱، خزائن ج ۳ ص ۶۲) میں ہے کہ خدا سے انسان کی محبت مادہ ہے اور انسان سے خدا کی محبت ”نر“ اور دونوں کے ملنے سے محبت کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر (توضیح المرام ص ۸۰ تا ۸۸، خزائن ج ۳ ص ۹۱، ۹۲) میں لکھا ہے کہ جبرائیل اپنی جگہ پر قائم ہے اور انسان کے دل میں جو محبت کا بچہ پیدا ہوتا ہے اس میں جبرائیل کی تصویر اترتی ہے۔ اس لئے محبت کا بچہ روح القدس بھی کہلاتا ہے اور انسان کے لئے خدا سے کلام سننے اور عجائبات عالم کو دیکھنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور چونکہ جبرائیل خود خدا کے اعضاء کی بجائے ہے۔ اس لئے اس کا فوٹو (محبت کا بچہ) بھی وہی جبرائیل ہوتا ہے اور چونکہ محبت کا بچہ خود روح انسانی ہے۔ اس لئے ایسا انسان خدا کا بچہ بننے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ تثلیث قرآن کی کس آیت سے حاصل کی گئی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ: ”ان الله خلق ادم على صورته“ سے یہ مضمون تراش لیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ اس کو غلط طور پر استعمال کرنے میں خیانت کی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ خدا نے انسان میں سمع، بصر، علم وغیرہ پیدا کر دیئے ہیں۔ جو اس میں بھی موجود ہیں۔ ورنہ اس میں محبت کا بچہ پیدا کرنے کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ بھی ایسی تک بندیوں پر ایمان لے آتے ہیں۔ ممکن ہے کہ (فتوحات مکیہ ص ۵۵) میں ایسی تک بندیوں کی طرف ہی اشارہ ہو کہ انسان کے قلب پر جب شیطان اپنا تسلط جما لیتا ہے اور دعویٰ آفرینی کے اصل اس کے ذہن نشین کر لیتا ہے تو خود اس میں ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ آفرینی اور موشگافی میں اس کی اس طرح دھنگیری کرتی ہے کہ ملہم اول حضرت شیطان بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور اس طاقت کا نام شیطان معنوی ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ محبت کا بچہ بھی کچھ ایسا ہی ہو۔ بہر حال ناظرین کا فرض ہے کہ تحقیق مرزا سیہ کو اس کے مقابل رکھ کر ذرہ غور سے بتائیں کہ کیا یہی نتیجہ نکلتا ہے یا کچھ اور؟

۴۱..... (براہین احمدیہ ص ۵۵۴، خزائن ج ۱ ص ۶۲۲) میں ہے کہ: ”اغفر ربنا وارحم من السماء ربنا عاج“ اس فقرہ کی ترکیب کر کے سمجھاؤ کہ اس کا مفہوم کیا ہے اور یوں کہہ کر نہ ٹالو کہ یہ تشابہات میں سے ہے۔ کیونکہ یہ جواب صرف احمدیوں کی تشفی کر سکتا ہے۔ ورنہ ہم تو عاج کی تشریح پر بھی پوچھیں گے کہ (تمہیات ص ۴۵۶) میں اگر اس کا معنی یتیم مرزائیوں کا

شیردہندہ یا آسمان وزمین میں ان کی تشہیر کرنے والا صحیح بھی ہو تو یہ سارا فقرہ پھر بھی بے جوڑ مرکب اشراجی کی طرح رہ جاتا ہے۔ کیا ایسے فقرے قرآن کے مقابلے میں وحی کہلانے کے حقدار ہیں؟ ارے کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

۴۲..... (توضیح المرام ص ۷۵، خزائن ج ۳ ص ۹۰) میں ہے کہ خدا کو یوں سمجھو کہ ایک بڑا تیندوا ہے۔ جس کی بیشمار تاریں تمام عالم کو محیط ہیں۔ (تمہیات ص ۲۵۰) میں ہے کہ چونکہ قرآن میں ہے کہ: ”مثل نور کمشکوۃ“ اس لئے یہ تقہیمی تشکیل جائز ہوگی۔ لیکن تاہم فرق ہے۔ کیونکہ قرآن میں نور کی تمثیل ہے اور یہاں ذات باری کی تمثیل ہے اور قرآن کلام الہی ہے۔ خدا مجاز ہے کہ اپنی تمثیل کسی طرح ذکر کرے اور یہ کلام بشر کسی طرح بھی وحی نہیں ہے اور اگر اس کو بھی وحی مان لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ غلام اپنے آقا سے بڑھ کر وحی پاتا تھا۔ ذرہ سوچ کر جواب دیں۔

۴۳..... (تمہیات ص ۵۵۶) میں ہے کہ بہشتی مقبرہ صرف شرک و بدعت سے بچنے والے متقی پرہیزگاروں کے لئے مخصوص ہے۔ مبلغ غریبوں کا داخلہ مفت ہے اور غیر مبلغ تصدیقی فارم داخل کرنے کے بعد جو دفتر سے ملتا ہے جائیداد کا دسواں حصہ صیغہ تبلیغ میں دے کر داخل ہو سکتا ہے۔ ورنہ صرف عشر مال کافی نہ ہوگا۔ صیغہ تبلیغ کے لئے کو اسی طریق سے خوب مدد پہنچتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ”محاکاة بالنبی“ کے سواء کوئی اور بھی اس کے جواز کی صحیح دلیل ہے یا صرف ”ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم بان لهم الجنة“ کہہ کر نال دیا جاتا ہے۔ کیا مرزا قادیانی خدا تھے؟ جو یہ تجارت کرنے بیٹھ گئے تھے؟ یا اپنے آقا سے بڑھ کر زیادہ تکمیل دین کے لئے یوں کہا تھا؟ تشریح سے بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ وفات مسیح محمدی، پاک تثلیث حیات مسیح پر فتویٰ شرک، نزول مسیح سے مراد ظہور مرزا، قرآن کی جدید معنی طرازی، ختم نبوت سے انکار، اسلام قدیم پر مضحکہ اڑانا وغیرہ یہ سب کچھ مان کر انسان بدعتی بنتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح ابجیہ اللہ عنیہ اللہ۔ بروز تناسخ کو ماننے والا مشرک ہے یا نہیں؟ کیا وہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے جو یوں کہے کہ مسیح کو اب تک زندہ ماننے سے شرک لازم آتا ہے۔ جس سے تمام مسلمان مشرک بن گئے ہیں۔

۴۴..... ملکہ معظمہ کے حق میں مرزا قادیانی نے دعا کی تھی کہ اس کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو۔ (تحدہ قصیریہ ص ۷، خزائن ج ۱۲ ص ۲۹۰) تبلیغی خط کو گواس نے نہیں پھاڑا تھا۔ مگر اس نے عملدرآمد نہیں کیا تھا۔ اس لئے الہام ہوا کہ۔

## مدت برطانیہ تاہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال

(تفہیمات ص ۴۳۶) مگر سب کو معلوم ہے کہ نہ تو ملکہ مسلمان ہوئی اور نہ اس کے بعد سلطنت برطانیہ کو زوال آیا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ملکہ کے بعد تو سبع ممالک زیادہ ہوئی اور اقتدار بڑھا۔ اسی سے باقی الہامات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ریا کا نگرس کمیٹی کا خسر خشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رعیت و راعی میں شکر رنجی پیدا ہونا زوال سلطنت یا اختلال کا نشان نہیں ہوتا۔ ہاں سلطنت کو زوال یا اختلال اور ضعف کا خطرہ اس وقت ہوتا ہے کہ غنیم برسر پیکار ہو۔ اس لئے ایسی تاویل کرنا کمال خوش فہمی ہوگی۔ اس لئے ہم پوچھیں گے کہ الہام اور دعا کو کیا ہوا۔

۴۵..... پیغامی پارٹی کا سوال جب پیش ہوتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو افضل المرسلین نہیں مانتے تو یوں کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ:

آخر کنند دعوے حب پیغمبرم

(تفہیمات ص ۴۲۷)

مگر غیر احمدیوں کا سوال پیش ہوتا ہے تو صاف کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔ حالانکہ آگے چل کر مرزا قادیانی کا اعلان ہے کہ: ”لا نبی الا محمد ولا کتاب الا قرآن“ کیا ایمان الرسول اور حب محمد ﷺ ان کو تکفیر سے بچا نہیں سکتی؟ اور کیا حب مسیح حب نبی سے زیادہ مؤثر ہے؟

۴۶..... (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۰، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۴، ۳۲۵) میں ہے کہ: ”علی بن حمزہ طوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں لکھتے ہیں کہ مہدی کا ظہور کدہ سے ہوگا اور اپنے صحابہ کے نام ۳۱۳ بمعہ ولدیت و سکونت کے صحیفہ مختمہ میں لکھیں گے۔ ہم نے ان کے نام آئینہ کمالات میں درج کئے تھے اور اب انجام میں بھی داخل کر لئے ہیں۔“ ہمیں تعجب اس سے تو چنداں نہیں آتا کہ روایت میں تو یوں ہے کہ: ”یجمع اصحابہ من اقصی البلاد“ اور جناب نام لکھنے بیٹھ گئے۔ جن میں اس وقت کچھ مر بھی چکے تھے اور چند برگشتہ بھی ہو گئے تھے۔ مگر ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ اوپر تو مرزا قادیانی سرے سے وجود مہدی کا ہی انکار کرتے ہیں اور لا مہدی الا عیسیٰ پر اڑ جاتے ہیں اور ہر ان روایات کو اپنے اوپر چسپاں کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ جن میں مستقل طور پر الگ وجود سے امام مہدی کا ظہور مراد ہے؟ علاوہ بریں کتاب مختم مرزا قادیانی کی کوئی تصنیف نہیں ہے اور جن کتابوں میں نام درج کئے ہیں وہ جناب کا آئینہ ہے یا انجام ہے۔

۴۷..... (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۹، خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۳) میں ہے کہ ہمیں تین چیزیں ملی ہیں۔ قبولیت دعاء، عموماً اطلاع علی الغیب اور کشف معانی قرآن۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر ایک دعاء کے منظور ہونے کا ٹھیکہ نہیں تھا تو جن کے بارے میں مشروط و غیر مشروط دعائیں منظور نہیں ہوئی تھیں تو کیوں پیچھے پڑھ کر تاویلات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ صاف کہہ دینا تھا کہ لو صاحب یہ بد دعائیں منظور نہیں ہوئیں اور یہ بھی خیال رہے کہ پہلے زمانہ میں فرقہ باطنیہ ہو گذرا ہے۔ جس کی کچھ تشریح فرقہ قرامطہ میں مذکور ہو چکی ہے اور مرزا قادیانی بھی باطن قرآن پر ہی زیادہ زور دیتے تھے۔ پس اب کیا یہ دونوں ایک فرقے ثابت ہیں یا الگ الگ؟ اطلاع علی الغیب بھی ایسے طور پر تھی کہ بغیر حواشی اور تشریح در تشریح مع اضافات ملحقہ کے وجود میں نہ آتی تھی اور اگر واقعی اطلاع علی الغیب تھی تو جا بجا ترمیم و تنسیخ کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے تو نجوم و رمل کے قواعد ہی اچھے ہیں۔

۴۸..... (ضرورت الامام ص ۱۳، خزائن ج ۱۳ ص ۲۸۲) میں ہے کہ الہام شیطانی کی دلیل یہ ہے کہ: ”تنزل علی کل افاک اثیم“ مگر انبیاء سے وہ فوراً دور کر دیا جاتا ہے۔ ”لقولہ تعالیٰ وما ارسلنا من رسول“ اس مقام پر نزول شیطانی اور اللقاء شیطانی میں فرق نہیں کیا اور آپ کو دعویٰ ہے کہ معارف قرآنی پر ہم منکشف ہو گئے ہیں۔ لیکن جناب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا۔ محققین اسلام نے کیا لکھا ہے اور جھٹ لکھ دیا کہ انبیاء کو شیطانی الہام ہوتا ہے۔ کیا معاذ اللہ وہ بھی افاک اثیم کا مصداق تھے؟

۴۹..... مرزا قادیانی کی پیشین گوئی جب پوری نہیں ہوتی تو ایک یہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی صحیح نہیں نکلی تھی۔ مگر اس محاکاۃ (قیاس بحالت نبی) میں دو نقص ہیں۔ اول کہ ایسے جواب صرف مریدوں کے لئے ہی مفید ہیں۔ ورنہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی نبی ہی نہیں ہیں تو محاکاۃ کیسی؟ دوم یہ کہ قوم یونس علیہ السلام پر آثار عذاب پیدا ہو رہے تھے تو عالم اصول کے مطابق کہ استغفار اور ایمان بالرسول سے عذاب ٹل جاتا ہے۔ انہوں نے آپ کی تصدیق بھی کی اور استغفار بھی کی تو بیچ نکلے۔ لیکن مرزا قادیانی کے مقابلہ میں لوگ بد دعائیں ہضم کر جاتے ہیں اور مطلقاً تصدیق کے روادار بھی نہیں ہوتے۔ یہ کیا تماشا ہے۔

۵۰..... (حقیقت الوحی ص ۲۹، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱ حاشیہ) میں ہے کہ نزول مسیح کا مسئلہ عیسائیوں کی اختراع ہے اور مطلب یہ ہے کہ مسیح کو نزول اول میں تو عزت حاصل نہیں ہوئی تھی۔



اب دوبارہ تمام کسر نکال لے گا۔ ہاں ینایع الاسلام میں عیسائیوں نے بھی لکھا ہے کہ معراج جسمانی کا مسئلہ آتش پرستوں سے لیا گیا ہے۔ خوجہ کمال الدین ینایع المسیحیت میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے بغیر باپ پیدا ہونے کا مسئلہ عیسائیوں نے پرانے بت پرستوں سے لیا تھا۔ جو مسلمانوں نے بھی اور مرزا قادیانی نے بھی قبول کر لیا تھا۔ اب بتائیے کہ مغربی اور مشرقی عیسائیوں کا قول کہاں تک صحیح ہوگا؟ اور عیسائیوں کی تائید کس نے کی ہے؟ اور اپنے پیر پر حملہ کس نے کیا ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ کس کس کے کہنے سے ہم کیا کیا چھوڑتے جائیں گے؟

۵۱..... (حقیقت الوحی ص ۲۹، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱) میں لکھا ہے کہ: ”یہ خوب ہے کہ مسیح اترے گا۔ ہم مسجد کو جائیں گے تو وہ گرے گا۔ ہم رو بہ قبلہ ہوں گے۔ وہ بیت المقدس کو منہ کرے گا۔ خنزیر کھائے گا، شراب پئے گا۔ اسلامی حلال و حرام کی اسے کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ وہ امتی نہ ہوگا۔ اگر اسے نو مسلم بنایا جائے گا تو اسے مسیح موعود ماننے میں اور بھی ذلت ہوگی۔ کیا اس سے بڑھ کر اسلام کے لئے کوئی مصیبت باقی ہے اور جب یوں وارد ہے کہ یہی امت یہودی بن جائے گی تو ضرور ہے کہ اسی امت سے مسیح بھی پیدا ہو۔ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ مسیح کو لا کر نبوت سے محروم کیا جائے۔“ (تمہیات ص ۳۳۵) میں ہے کہ: ”اس تقریر کا روئے سخن اندر سے عیسائیوں کی طرف ہے۔“ مگر یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ گو کتنی تاویلیں کی جائیں لیکن یہ بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی نے جس طرح اپنے رسالہ انجام میں یسوع کی آڑ لے کر حضرت مسیح کی توہین کی تھی اسی طرح یہاں نزول مسیح کی آڑ میں نہ صرف مسیح کی توہین کی ہے۔ بلکہ خود حضور ﷺ کی بھی ایسی توہین کی ہے کہ کسی مخالف اسلام سے بھی ایسی توقع نہیں ہو سکتی۔ اب بتاؤ کہ کیا اسلام نزول کے بعد کے حالات اس طرح بیان کرتا ہے۔ جس طرح کہ مرزا قادیانی نے بیان کئے ہیں؟ یا یوں کہیں کہ مرزا قادیانی کو اسلامی واقفیت نہ تھی اور یا یوں کہیں کہ دیدہ دانستہ حضور ﷺ کی پیشین گوئیوں کی تکذیب کی ہے؟

۵۲..... (حقیقت الوحی ص ۳۳۰، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳۳) میں ہے کہ: ”مولوی اسماعیل علی گڑھی اور غلام دستگیر صاحب قصوری نے مرزا قادیانی کی ہلاکت کی دعائیں کی تھیں۔ مگر وہ ان پر الٹی پڑیں اور خود ہلاک ہو گئے۔“ مگر افسوس کہ صوفی جماعت علیشاہ مدظلہ کی بدعاء سے مرزا قادیانی خود رخصت ہو گئے اور ڈاکٹر عبدالکیم کی پیشین گوئی نے بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ مرزائی بتائیں کہ کیا موت و حیات کی جنگ اپنے اندر کچھ صداقت رکھتی ہے؟

۵۳..... (نزول المسح ص ۲۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۰۷) میں ہے کہ: ”چودھویں صدی کا ربیع بھی گزر گیا۔ مگر مسیح نہ اتر ا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک چھ ہزار سال بھی پورے ہو گئے۔ حج بند ہو گیا۔ فتنہ ارتداد قائم ہوا۔ طاعون آ گیا ہے۔ مگر مسیح کا کوئی نشان نہیں ہے۔ میرے نشانات کو دیکھنے والے ۲۹ لاکھ ہیں۔ اگر ان کو ایک صف میں کھڑا کیا جائے تو کسی بڑی سلطنت کے لشکر کے برابر ہوں گے۔“ جناب یہ سب کچھ درست! مگر سوال یہ ہے کہ کیا اب دور جدید شروع ہو گیا ہے؟ تو دور اوّل کی جزا و سزا کا معاملہ کیا ہوا؟ وہ سب کچھ اکارت ہی گیا؟ کہ آدم ثانی قادیان میں آجرا۔ یہ بھی بتاؤ کہ ۲۹ لاکھ میں سے تقدیق کرنے والے کتنے تھے او تکذیب کرنے والے کتنے تھے؟ کیا اس طرح کی عبارت آرائی۔ مدعی صداقت کے لئے باعث شرم نہیں ہے؟

۵۴..... (شہادۃ القرآن ص ۴۱، خزائن ج ۶ ص ۳۳۷) میں ہے کہ: ”هذا خليفة الله المهدی رواه البخاری“ اور (ازالہ اوہام ص ۵۱۸، خزائن ج ۳ ص ۳۷۸) میں ”مہدی کی روایات قابل اعتبار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخین نے امام مہدی کا ذکر نہیں کیا۔ مستدرک اور ابن ماجہ کی روایات کے مطابق ممکن ہے کہ مسیح موعود کے بعد امام مہدی کا ظہور ہو جائے۔“ لیکن دیکھئے ادھر تو یہ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے امام مہدی کا ذکر نہیں کیا اور ادھر اس کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آسمانی شہادت کی روایت بخاری میں موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ جب یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ بخاری سے یہ روایت دکھائیے تو تین طرح کا جواب ملتا ہے۔ اول تقدس کے ضمن میں کہ ممکن ہے کہ عام کشف میں یا کسی اور جگہ آپ نے ایسی صحیح بخاری بھی دیکھی ہو جس میں یہ روایت موجود ہو۔ ورنہ دنیا میں کوئی صحیح بخاری ایسی نہیں ہے کہ جس میں یہ روایت موجود ہو۔ دوم تنقیدی پردہ میں کہ مرزا قادیانی سے سہو ہو گیا تھا۔ ورنہ روایت حج الکرامہ ص ۳۶۶ اور مستدرک وغیرہ میں موجود ہے۔ سوم بطرز محاکات کہ: ”یکثر بکم الاحادیث بعدی ذکرہ البخاری (تلویح ص ۲۶۱) قال الملا علی القاری خیر السوان ثلثة لقمان بلال ومہجع مولی رسول اللہ ﷺ رواہ البخاری فی صحیحہ کذا ذکرہ ابن الربیع ولكنه ليس بموجود فيه بل هو فی المسند (موضوعات کبیر ص ۴۴)“ مگر ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ مرزا قادیانی نے صحیح البخاری کا مستحضر رکھ کر اگر یوں کیا ہے تو کذب ہے۔ ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو اس پر عبور نہ تھا اور یہ لکھنا بے سود ہے کہ یہ سہو ہے۔ کیونکہ ایک مدعی رسالت سے ایسا سہو

منسوب کرنا نسبت جہالت کے مساوی ہے۔ کیا کسی نبی نے ایسی روایت پیش کی ہے جو اصل کتاب کے صحیح نسخہ میں موجود نہ ہو؟ محاکات بالمحدّثین سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی تعاطی اور علمی غلطی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی تو غیروں سے پناہ لی تھی۔

۵۵..... قصیدہ اعجازیہ میں تائید الہی کا دعویٰ ہے اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ تاریخ اشاعت کے بعد بیس روز تک ”منع مانع من السماء“ کے الہام نے تمام کے ذہن مقابلہ میں آنے سے روک دیئے تھے اور جن لوگوں نے بعد میں سر اٹھایا بھی تھا وہ مر گئے تھے۔ یہ سب کچھ مانا مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ یہ قصیدہ قابل جواب بھی تھا۔ ہاں اگر مرزا قادیانی یہ بھی شائع کر دیتے کہ جوابی قصیدہ لکھنے والے تنگ شاعری کا خیال نہ کریں تو غالباً تمام نیم شاعر بھی مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے۔

۵۶..... یہ فقرہ کہاں تک درست ہے کہ قادیان لاہور سے جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح) شاید قادیانی جغرافیہ بھی تجدید کا مدعی ہوگا۔

۵۷..... مرزا قادیانی بقول محمود محمد ثانی تھے اور محمد اؤل سے افضل تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ ”لم یکن فحاشاً“ فحش گوئی سے محترز تھے۔ گویا نفین حد اعتدال سے آپ کی مذمت بھی کرتے تھے۔ مگر حضور ﷺ نے تنگ اختیار نہیں کیا تھا۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ مرزا قادیانی مزے لے لے کر فحش گالیاں دیتے ہیں اور گالیاں بھی ایسی کہ خدا پناہ۔ بطور نمونہ غور کیجئے۔ فرماتے ہیں کہ:

”میری کتابوں سے ہر ایک محبت رکھتا ہے اور میری تصدیق کرتا ہے۔ ہاں حرام زادے میری تصدیق نہیں کرتے۔“

(آئینہ کمالات ص ۵۴، خزائن ج ۵ ص ۵۴۷)

”اے بد ذات فرقہ مولویاں۔“

(انجام آتھم ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱)

”نکاح محمدی بیگم کے خوارق بہت جلد ظاہر ہوں گے۔ اس دن ان احمقوں کے لئے جینا کیسا؟ بندروں اور خزیروں کی طرح ان کے منہ کالے ہوں گے اور ناک کٹ جائے گی۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۵۳)

”جب لوگوں نے کہا کہ آتھم کے متعلق الہام غلط نکلا تو جواب میں کہا کہ وہ (کہنے والے) حرام زادے ہیں۔“

(الوارا لاسلام ص ۳۰، خزائن ج ۹ ص ۳۱)

”ہمارے دشمن جنگلوں کے سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کیتوں سے بدتر ہیں۔“

(نجم الہدیٰ ص ۱۰، خزائن ج ۱۳ ص ۵۳)

”رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی و سائر اتباعہ علیہم لعن اللہ الف الف مرۃ“

(انجام آتھم ص ۴۶، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۰)

”امیر المحدث محمد نذیر حسین دہلوی ابولہب نالائق ہے اور اس کا کجخت شاگرد محمد حسین

(مواہب الرحمن ص ۱۲۷، خزائن ج ۱۹ ص ۳۳۸)

بٹالوی مفتری ہے۔“

”مولوی سعد اللہ لدھیانوی فاسق شیطان، خبیث، منحوس، نطفہ سفہاء رنڈی کا بیٹا، ولد

(انجام آتھم ص ۲۸۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۱)

الحرام ہے۔“

پچھلے وقتوں میں حضرت مسیح کے متعلق سب دشتم اور توہین میں بھی مرزا قادیانی نے

ید طولیٰ حاصل کیا ہے اور جب آپ کا طرز کلام، طنز آمیز و ذمہ معنی لفظ اور کنایات آگین ہی اس

فہرست میں شامل کر لیا جائے تو کون ثابت کر سکتا ہے کہ ایسا شخص بروز محمدی تو کجا معمولی اعتدال کا

بھی مالک ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کیا ثبوت تھا کہ یہ لوگ حرامزادے ہیں۔

۵۸..... دجال کے متعلق ازالہ میں لکھا ہے۔ دجال معبود اقوام یورپین کا

مورث اعلیٰ تھا اور علمائے سویا اقوام مغربی جو برسر اقبال ہیں اور یا پادری سب دجال لغوی طور

پر ہیں۔ اگر یہی اصول درست ہے تو پھر کوئی شکایت نہیں کہ مرزائی یا مرزا قادیانی بھی اس کا

مصدق بن جائیں۔

۵۹..... عبد اللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں مدت مقررہ کے بعد اس لئے مراک

اس نے خوف کے مارے فحش گوئی چھوڑ دی تھی۔ (تہمات ص ۵۷۹) مرزا قادیانی نے (الوصیہ

ص ۲، خزائن ج ۲۰ ص ۳۰۱) میں لکھا تھا کہ میری موت قریب ہے۔ ڈاکٹر عبد الحکیم نے یہ دیکھ کر پہلے

لکھا تھا۔ تین سال تک مرزا قادیانی میں گئے۔ پھر لکھا جولائی ۱۹۰۷ء سے لے کر چودہ ماہ کے

اندر میں گئے۔ پھر کہا کہ ۱۲ اگست ۱۹۰۸ء تک یہ بھی لکھا کہ تاریخ موت ۲۱ سادون ۱۹۶۵ سر ہے۔

(پیر اخبار ۵ مئی ۱۹۰۸ء)

بہر حال آتھم اور مرزا قادیانی کی موت میں بالکل پوری مشابہت ہے اور جو عذر آتھم

کے متعلق ہیں وہی عذر مرزا قادیانی کے متعلق بھی ہو سکتے ہیں۔

۶۰..... تفہیمات میں لکھا ہے کہ قطع و تین کی آیت میں یہ شرط ہے کہ مفتری مدعی

مکالمہ الہیہ ہو یہ جانتا ہو کہ اس کا مکالمہ خدا سے نہیں ہوتا۔ خدا کے وجود کا اقرار ہی ہو اور اپنے دعویٰ کا اعلان بھی کرے۔ تب خدا کا عذاب اسے جھٹ دبا لیتا ہے۔ ورنہ جن کا دماغ خراب ہو اور دماغی کمزوری سے یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ خدا ان سے باتیں کرتا ہے یا وہ خدا کے ہی منکر ہوں اور یا وہ اپنے دعویٰ کا اعلان نہ کریں تو ان تمام صورتوں میں ان پر ہلاکت کا آنا ضروری نہیں ہے۔ مگر ہماری طرف سے ایک اور بھی شرط ایزا د ہو سکتی ہے کہ وہ تمام اقوال کو خدا پر افتراء نہ کرتا ہو۔ بلکہ بعض اقوال کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہو۔ کیونکہ بعض الاقاویل کا لفظ بھی آیت میں مذکور ہے۔ اب ان شرائط کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایک غلطی کا ازالہ لکھ کر اعلان نبوت کیا۔ ورنہ پہلے اپنے بیان کو مشتبہ ہی رکھتے تھے۔ اس لئے اس آیت کی زد میں چند سال کے اندر ہی آگئے اور اگر کہا جائے کہ آپ نے براہین کے زمانہ سے اعلان نبوت کیا تھا تو دماغی کمزوری کا سوال پیش ہو جاتا ہے اور پیغامی پارٹی افضل المرسلین مستقل نبی ماننے کو تیار نہیں ہے۔ بہر حال یہ آیت مرزا قادیانی کی تائید نہیں کرتی۔

۶۱..... ان عربی عبارتوں کی تفہیم میں جو تشریح کی گئی ہے اس کو تحریف کہیں یا غلط؟

۱..... ”انت منی بمنزلہ اولادی کقوله علیہ السلام الخلق عیال

اللہ کقوله تعالیٰ فاذکرو اللہ کذکرکم اباءکم“ یعنی خدا کو باپ کہہ کر پکار سکتے ہو۔

(تفہیمات ص ۶۲)

۲..... ”اسمع ولدی (بشری ج ۱ ص ۴۹) اللہ امہ مجازاً (حقیقت

الوحی ص ۱۴۴) او الاصل اسمع واری (الفضل ج ۹ ص ۹۶)“ ایسے لفظ اس لئے استعمال کئے گئے ہیں تاکہ عیسائیوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک امتی حضرت مسیح علیہ السلام سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹ حاشیہ)

۳..... ”یریدون ان یرو اطمئک لکن الطمئ لیس فیک (تتمہ

حقیقت الوحی ص ۱۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱) والمراد الجنة (اربعین ج ۴ ص ۴۳) اوحیض الباطن (روح البیان ج ۲ ص ۲۳۶) او انه مریم اذ ذاک (تفہیمات ص ۶۵)“

۴..... ”انت من ماء نا وهم من فשל“ یعنی تم اسلام پر قائم ہو اور وہ لوگ فاسق و فاجر اور بد معاش ہیں۔  
(انجام آتھم ص ۵۶، خزائن ج ۱۱ ص ۵۶)

۵..... بروایت قاضی محمد یاریہ الہام ”صار المرزا امرءة فتغشاها اللہ“ موضوع روایت ہے۔ یا یوں مراد ہے کہ مریم کی طرح خدا نے نفخ روح عیسیٰ مجھی میں کیا اور استعارہ کے طور پر مجھے حمل ہو گیا۔  
(کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

۶..... ”فجاءه المخاض الى جذع النخلة ای جاءه بی صعوبة التبلیغ الى اولاد المسلمین الذی لیس فیهم طراوة الایمان (براهین ج ۵ ص ۵۳، خزائن ج ۲۱ ص ۶۸)“ جذع سے مراد نادان اور احمق مراد ہیں۔ یا بیوقوف مولوی مراد ہیں۔ جن میں ایمان نہیں ہے۔  
(کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۱)

۷..... حدیث میں ہے کہ امت محمدیہ میں بعض لوگ مریم کے مشابہ ہیں اور سورہ تحریم میں یہ اشارہ ہے کہ ایک شخص مریم بنے گا تو اس میں عیسیٰ کی روح نفخ ہوگی تو عیسیٰ مریم سے پیدا ہوگا۔ یعنی وہ خود ہی مریم ہونے کے بعد عیسیٰ بن جائے گا اور ابن مریم کہلائے گا۔ (خوب سوچھی)  
(کشتی نوح ص ۴۵، خزائن ج ۱۹ ص ۴۸)

۸..... ”رایتنی عین اللہ وتیقنت اننی هو (آئینہ ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ۵۶۴)“ قیل هو رویۃ المنام کقوله رایت ربی فی صورۃ شاب امرء ققط (موضوعات کبیر ص ۴۶) لیس المراد ههنا الحلول بل ما اشیر الیه فی قرب النوافل (آئینہ ص ۵۶۶) قال الاسی لیس المراد منه دعوی الربوبیۃ هل العابد یصیرا معبود البعبادته؟ وقیل المراد بعین اللہ رجوع الظل الی اصله (آئینہ ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ۵۶۴)“ جب طور کی آگ سے آنا اللہ کی آواز آ سکتی ہے تو انسان سے کیوں نہیں آ سکتی۔ (مراط مستقیم ص ۱۳) خدا صفت تکوین اپنے انبیاء اولیاء کو دیتا ہے۔

(نوح الغیب مقالہ ج ۱۶ ص ۱۰۰)

۹..... ”انی خلقت السماء والارض“ بیوقوف مولوی کہتے ہیں کہ میں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین سے مراد ریدوں کے دل ہیں اور آسمان سے مراد ہمارے نشانات ہیں اور انسان سے مراد حقیقی انسان ہیں۔ یعنی غیر احمدی انسان نہیں ہیں۔

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی

کوئی ہے روپاہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

افسوس کہ لوگ اس تجلی الہی سے انکار کرتے ہیں۔ (کشتی نوح ص ۷، خزائن ج ۱۹ ص ۷)

۱۰..... لوگ بدمعاش ہو جاتے ہیں اور معرفت الہی نہیں رہتی تو خدا اپنے پیارے

کوانا منک وانت منی کہہ کر پکارتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچے دل سے میرا مرید ہو جائے گا

میں اسے خدا دکھا دوں گا۔ (الحکم ج ۷ ص ۳۶) ”وقیل معناه انت مامور منی وانا ظاہر

بتبلیغک (الحکم ج ۱ ص ۴۰) وقیل من اتباعی اذ من انصالية ای ہم متصلون

بی“ (بخاری ج ۲ ص ۶۲۹ حاشیہ)

۱۱..... ”کان اللہ نزل من السماء ای یظهر به الحق“

(حقیقت الوحی ص ۹۵، خزائن ج ۲۲ ص ۹۹)

۱۲..... ”نموت فی مکة او المدينة ای یحصل لی فتح کفتح مکة

والمدينة“ (میگزین ۱۹۰۶ء)

۱۳..... ”نرد عليك انوار الشباب ای یحصل لك قوه بها تخدم

الدين“ (فہمات)

۱۴..... ”اوحی الی اسقط من اللہ واصیبه“ یعنی مبارک احمد بچپن میں

ہی مر جائے گا۔ (تزیین القلوب ص ۴۰، خزائن ج ۱۵ ص ۲۱۳)

۱۵..... ”الارض والسماء معک کما هو معی ای یظهر قبولک فی

الارض تصدیقک فی السماء“ (براہین احمدیہ ج ۵ ص ۶۱، خزائن ج ۲۱ ص ۷۸)

۱۶..... ”انما انت بمنزلة توحیدی وتفیدی ای ارید شہرتک

کشہرتی (اربعین نمبر ۳، ص ۲۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۰) فیہ اشارۃ الی ان من لم

یؤمن بالمرزا لم یؤمن بتوحید اللہ“ (فہمات ص ۱۹۰) جب خدا پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اپنا

بروز بھیجتا ہے۔ (فہمات ص ۱۹۲)

۱۷..... ”الزلزلة لها دكة ظهرت“ ۱۳ اپریل ۱۹۰۵ء۔ (حقیقت الوحی ص ۲۴۱)

”لا ترینی زلزلة الساعة (ریویو ۱۹۰۶ء) اشارۃ الی حرب اوروبالان

الزلزلة قد تجئی بمعنی الشدائد والاهوال وللالهام وجوه وبطون فیمكن ان

یصدق بوجه اخر“ (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۰۶)

۱۸..... ”سرك سرى ظهورك ظهورى • لولاك لما خلقت الا فلاك

ای الافلاك الروحانية“ (حقیقت الوحی ص ۹۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۲) چونکہ آپ بروز محمدی تھے۔ اس لئے یہ حدیث آپ کے حق میں صادق ہوئی۔ (تہمات ص ۱۹۵) ”من رضیت عنه فاننا راض عنه ومن غضب علیه غضبت علیه كقوله من عادى لى وليا فقد عاديتہ“ (تہمات ص ۱۹۷)

۱۹..... ”رب سلطنى على النار اى على الطاعون • ان الذين

يبايعونك • خاتم النبیین • مارمیت“ (تہمات ص ۲۰۰)

۲۰..... میں نے اپنی جماعت کے کاغذات پر خدا سے مہر تصدیق لگوائی۔ خدا نے

سرخی سے اس پر منظوری اور قلم چھڑکی تو کرتے پر چھٹیں پڑیں۔

(حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷)

”كقوله رایت الله فى ثوب اخضر“ (كتاب الاسماء والصفات ص ۳۱۳) عبد اللہ

بن جلاء کہتے ہیں کہ میں نے مسجد نبوی میں خواب کے اندر حضور ﷺ سے روٹی مانگی تو آپ نے دی۔ جاگا تو کچھ حصہ ابھی میرے ہاتھ میں تھا۔ (مختب الکلام فی تعبیر الکلام ابن سیرین)

ناظرین! یہ چند الہامات ہیں کہ جن کا جواب مرزائیوں کی طرف سے تشبہ بالمحاکات کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جو صرف مریدوں کے لئے ہی مفید پڑ سکتا ہے۔ ورنہ غیر احمدیوں کے نزدیک جب مرزا قادیانی کی شخصیت ہی مخدوش تھی تو ایسے جوابات کیا حقیقت رکھیں گے؟ چھوٹا منہ بڑی بات اور جوتا ویلات پیش کی گئی ہیں وہ شیطیات میں داخل ہیں یا مردود روایات ہیں۔ اس لئے جس مدعی نبوت کی بنیاد ایسی کمزور اور غلط عبارات پر ہوگی وہ راہنہاں فی العلم کے نزدیک کب قابل توجہ ہو سکتا ہے۔

۶۲..... تردید کلمہ فضل رحمانی میں ہے کہ مجسٹریٹ درجہ اول لدھیانہ نے ایک

مقدمہ میں یوں فیصلہ دیا تھا کہ فضل احمد لدھیانوی ناقص التعليم ہے۔ جیسا کہ اس کی غلط عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں لکھی تھی اور اس پر اعراب صحیح نہیں لگاسکا۔ اس میں بیٹا راغلاط ہیں۔ تحریر بتاریخ ۲۱ جنوری ۱۹۰۸ء کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہی مجسٹریٹ اگر عجز مرزا پر مطلع ہو جاتا تو بعینہ یہی فیصلہ مرزا قادیانی کے حق میں بھی دیتا جو مولوی فضل احمد کے حق میں دیا تھا؟ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اسی لیاقت کا ایک آدمی تو اس لئے نالائق سمجھا جائے کہ اس



نے موجودہ قواعد کے اعراب کے رو سے غلطیاں کی تھیں اور دوسرا اس سے بڑھ کر غلطیاں کرتا ہے تو اس کو محض تقدس کی وجہ سے عربی کے شیکسپیر کا لقب دیا جاتا ہے۔

۶۳..... مرزا قادیانی اپنی ایک تحریر مضمون (اشہار ایک عظیم الشان نشان کا پورا ہونا) میں کہتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے ۲۴ فروری ۱۸۹۴ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے یہ اقرار نامہ لیا تھا کہ وہ کادیان (کاف) نہ لکھے گا کہ مرزا دجال اور کذاب ہے۔ اس پر مرزائی تعلیم میں مولوی صاحب کی ذلت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ مگر یہ خیال نہیں کیا کہ جس طرح مولوی صاحب سے دستخط لئے گئے تھے۔ اسی اقرار نامہ پر اسی طرح مرزا قادیانی سے بھی تو دستخط لئے گئے تھے کہ وہ بھی آئندہ ایسے الہام بند کر دیں گے کہ فلاں مرجائے گا یا فلاں شخص کافر ہے۔ مگر افسوس کہ مرید ابھی تک یہ نہیں سمجھے کہ اگر ایسے الہام خدا کی طرف سے ہوتے تو مجسٹریٹ کو پہلے آدبوچتے۔ کیونکہ اس نے خدا کے خلاف جنگ کی تھی۔ باوجود اس کے پھر جواب دیا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی پہلے ہی بند کر چکے تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ پھر مجسٹریٹ کے سامنے عذر کیوں نہیں کیا کہ ہم چونکہ الہام پہلے ہی بند کر چکے ہیں۔ اس لئے ہم دستخط نہیں کر سکتے۔ بہر حال مولوی محمد حسین صاحب کی فرضی ذلتوں کے مقابلہ میں یہ ایک ہی ایسی ذلت ہے کہ سونیار کے مقابلہ پر ایک ہی لوہار کی کافی ہو جاتی ہے۔

۶۴..... (توضیح المرام ص ۳۷، خزائن ج ۳ ص ۷۰) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”یہی تحقیق قریب قیاس ہے۔“ بھلا یہ کون سا محاورہ ہے۔ اگر دنیا میں آج مذہبی زبان سے پوری آشنائی رکھنے والے ہوتے تو جھٹ تاڑ جاتے کہ جس شخص کی ذاتی قابلیت یہ ہے وہ باریک مسائل میں کب حق بجانب ہو سکتا ہے۔ مگر نئی روشنی کے دلدادہ یا نیم ملاصم، بکرمی ہو کر ایسے سطحی خیالات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ جن کی اصلیت کریدنے کے بعد کچھ نہیں رہتی۔

۶۵..... پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن العزیز، سالم، قاسم اور مکول تھے۔ دوسری میں امام محمد بن ادریس شافعی اور احمد بن حنبل شیبانی، یحییٰ بن عون غطفانی، اہلب بن عبد العزیز، ابو عمر مالکی، خلیفہ مامون، قاضی حسن بن زیاد حنفی، جنید بن محمد صوفی، ہبل بن ابی ہبل شافعی، حارث بن سعد بغدادی، احمد بن خالد خلا۔

تیسری میں قاضی احمد بن شریح شافعی بغدادی، ابوالحسن اشعری شکلم شافعی، ابو جعفر طحاوی حنفی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمن نسائی، خلیفہ مقتدر باللہ عباسی، شبلی صوفی، عبید اللہ بن حسن، ابوالحسن کرخی حنفی، امام جہن بن مخلد القرطبی، ابوالعباس احمد بن عمر بن شریح شافعی۔

چوتھی صدی میں امام ابو بکر باقلانی، خلیفہ قادر باللہ عباسی، ابو حامد اسفرائینی، حافظ ابوالغیم، ابو بکر خوارزمی حنفی، محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، امام بیہقی، ابوطالب ولی اللہ صوفی صاحب قوۃ القلوب، حافظ احمد بن خطیب بغدادی، ابوالحسن شیرازی، ابراہیم بن علی فقیہ محدث۔

پانچویں صدی میں محمد بن محمد ابو حامد غزالی، راعونی حنفی، خلیفہ مستظہر باللہ عباسی، عبداللہ بن محمد انصاری ہروی، ابوطاہر سلفی، محمد بن احمد شمس الدین حنفی۔

چھٹی صدی میں محمد بن عمر فخر الدین رازی۔ علی بن محمد خرا الدین بن کثیر، رافعی شافعی، یحییٰ بن حبش بن مبرک شہاب الدین سہروردی امام الطریقہ، یحییٰ بن اشرف محی الدین نووی، حافظ عبدالرحمن جوزی، شیخ عبدالقادر جیلانی۔

ساتویں صدی میں احمد بن حلیم تقی الدین بن تیمیہ حنبلی تقی الدین بن دقیق السعید، شاہ مخدوم فخر الدین سندھی، خواجہ معین الدین چشتی، محمد بن ابی بکر، ابن رقیم جوزی حنبلی اسعد عبدالبن الیافی شافعی، حافظ زین الدین عراقی شافعی، قاضی صالح بن عمر بلقینی، علامہ ناصر الدین شاذلی۔

نویں صدی میں عبدالرحمن بن کمال الدین المعروف جلال الدین سیوطی، محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی، سید محمد جونپوری، امیر تیمور گورگانی۔

دسویں صدی ملا علی قاری، ابوطاہر گجراتی، علی بن ہسام ہندی مکی۔

گیارہویں صدی میں سلطان عالمگیر آدم بنوری، صوفی شیخ احمد بن عبداللہ بن زین العابدین فاروقی سرہندی، مجدد الف ثانی۔

بارہویں صدی میں سید احمد بریلوی، شاہ عبدالغنی محدث دہلوی۔

تیرہویں صدی میں مولوی اسماعیل شہید، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر (دیکھو غسل مصطفیٰ و مجالس الابرار) یہ فہرست مرزائیوں کے نزدیک مسلمہ ہے۔ جسے پیش کر کے وہ پوچھا کرتے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی ہی اس صدی کے مجدد ہیں اور کون ہو سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مجدد کے لئے دعویٰ تجدید بھی ضروری ہے؟ کسی مجدد نے کیا اپنے منکر کو کافر قرار دیا ہے؟ جس فہرست میں تیمور جیسے مجدد موجود ہوں اس میں اگر اس سے بہتر علمائے اسلام کا نام درج کیا جائے تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ نواب صدیق الحسن خان، احمد رضا خان بریلوی، مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر کی، میاں نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہم کا نام اپنے اپنے مریدوں کے نزدیک داخل ہو سکتا ہے اور اس وقت بھی حکیم الامتہ و مسیح الملتہ بننے کے کئی ایک حقدار موجود ہیں۔ ان کے علاوہ یہ فہرست ظاہر کرتی ہے کہ ہر ایک صدی میں ایک

سے زائد مجدد ہو گزرے ہیں۔ جو اپنے اپنے دائرہ تاثیر میں تسلیم کئے گئے تھے۔ اس لئے اس صدی میں بھی اگر اپنے اپنے حلقہ تاثیر کے متعدد مجدد تسلیم کر لئے جائیں تو کوئی نقص پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیا مرزا قادیانی کا اخیر دم تک اس دعویٰ پر قائم رہے؟ حالات بتا رہے ہیں کہ آپ چند سال ہی چودھویں کے شروع ہونے سے پہلے مجدد بنے تھے۔ فوراً اس عہدہ سے ترقی پا کر مہدی مسیح اور افضل المرسلین کا درجہ حاصل کیا تھا۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کے نزدیک بھی موجودہ صدی مجدد سے خالی گزری ہے۔ ہاں اگر تجدید کا معنی ترمیم اسلام ہو تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی ہی اس صدی کے مجدد اعظم تھے۔ بشرطیکہ بہائی مذہب کے پیرو معترض نہ ہوں کہ حضرت بہاء اللہ نے سب سے پہلے اسلام ترمیم کیا تھا۔

۶۶..... یہ کس کے عقائد ہو سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس لئے مسیح موعود ہو کر آئے تھے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتاریں۔ ”عرفان الہی“ تقدیر الہی“ قادیان کا جلسہ حج کی طرح ہے۔ (برکات خلافت) قادیان ام القرے (مکہ معظمہ) ہے۔ اب اس کی چھاتیوں میں دودھ ہے اور مکہ مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو گیا ہے۔ (حقیقت الروایا ص ۲۹) دنیا میں نماز، روزہ، قرآن اور محمد ﷺ موجود تو تھے مگر ان میں روح موجود نہ تھی۔ (خطبہ الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء) مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء حضور ﷺ سے زیادہ تھا۔ (ریویو ۱۹۲۹ء) جو شخص میری گردن پر تلوار رکھ کر یہ اقرار کرے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا تو میں کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔ (انوار خلافت) جو شخص بیعت مرزائیہ میں داخل نہیں وہ کافر ہے۔ (آئینہ صداقت ص ۳۵)

۶۷..... منصب رسالت کو ایسا گرا دیا ہے کہ عبداللطیف گناچوری اور احمد نور افغانی بھی مدعی ہیں کہ ہم بھی نبوت کی کھڑکی سے گزر آئے ہیں اور مولوی غلام رسول نے جواب مباہلہ نمبر ۲ میں مرزا محمود قادیانی کو فخر المرسلین کا لقب دیا ہے اور پاکٹ بک قادیانیہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اب قادیان میں ہی ثبوت جلوہ گر ہوا کرے گی۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس وقت مسلمان صرف ایک لاکھ ہیں یا اس سے بھی کم ہیں اور کسی سیاسی استحقاق میں اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتے۔

۶۸..... مرہم عیسیٰ سے وفات مسیح ثابت کی جاتی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ شراب الصالحین کے مرکب سے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ سلف صالحین بھی شراب پیا کرتے تھے۔ ایارجات پر نظر ڈال کر یہ بھی ثابت نہیں کیا گیا کہ خدا بھی کسی وقت بیمار تھا اور اتنا بھی نہیں لکھا کہ دہلی میں بھی ایک مسیح ہو گزرا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے تمام الفاظ مبالغہ اور عزت افزائی کے طور پر تجویز کئے گئے ہیں۔ ورنہ ان کے تحت میں کوئی مذہبی نکتہ مضمر نہیں ہے۔

۶۹..... (تفہیمات ص ۴۷۱) میں ہے کہ چالیس دجال مرزا قادیانی سے پہلے ختم ہو چکے تھے۔ مگر شروح بخاری میں یوں تصریح موجود ہے کہ ستر یا چالیس دجال وہ ہیں کہ جن کو ملکی اقتدار حاصل ہونا مراد ہے۔ ورنہ رعیت اور تقدس کے شکار غیر محدود ہیں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو بحث حیات المسیح و ختم نبوت۔

۷۰..... یہ کہاں تک قرین قیاس ہے کہ غیر احمدی اگر حیات مسیح پیش کرتے ہیں تو قانون قدرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور محول اڑایا جاتا ہے۔ مگر جب خود قانون قدرت کو وسیع کرتے ہیں تو یوں لکھتے ہیں کہ باپ کی چھاتیوں سے دودھ جاری ہوا اور اس کے بچے نے چوس کر (نشوونما پائی) ایک بکراروزانہ ڈیڑھ سیر دودھ دیا کرتا تھا اور ایک بیمار کو اپنی ایڑی سے پاخانہ آتا تھا۔ (سرمہ چشم آریہ ص ۵۱، خزائن ج ۲ ص ۹۹ غرض)

”ایک کا پھوڑہ چیرا گیا تو اس سے دو بچے نکلے اور ایک آدمی کے پیٹ کا آپریشن کیا گیا تو ایک بچہ نکلا۔“ (الفضل ج ۱۰ ص ۲۹، ج ۴ نمبر ۳۰) ایک مرغی کے ۳۲ دانت تھے (بدر) اور ایک درخت پر روٹیاں لگتی ہیں۔ (فاروق) الزامی طور پر اگر یوں لکھا گیا ہے تو صداقت کے خلاف ہے۔ لیکن اس قول میں کوئی تاویل نہیں چلتی کہ مسیح ناصری نے اگر گہوارے میں ایک دفعہ کلام کیا تھا تو مسیح محمدی یعنی مرزا قادیانی کے بیٹے نے شکم مادر میں ہی دو دفعہ کلام کیا تھا۔ دیکھو (تریاق ص ۴۱، خزائن ج ۱۵ ص ۲۱۷) کیا اس میں خلیفہ محمود صاحب کو بھی حضرت مسیح سے برتر نہیں بتایا گیا۔ کیا اسلام میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور مصیبت آنے والی ہے کہ ایک ادنیٰ ہستی اعلیٰ ہستی سے بڑھ کر قدم مارتی ہے۔

۷۱..... اگر خاتم النبیین کا یہ معنی ہے کہ صرف نبوت محمدی جاری رہے گی تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خاندان مغلیہ میں سے صرف مرزا قادیانی غلام مرتضیٰ کے گھر ہی اولاد تھی۔ باقی سب بے اولاد تھے۔ یا کم از کم یوں کہنا پڑے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اولاد چلی گئی۔ دوسرے بہائیوں کا سلسلہ اولاد بند ہو جائے گا۔ کیونکہ (تریاق القلوب ص ۱۵۷، خزائن ج ۱۵ ص ۴۷۹) میں ہے کہ مرزا قادیانی خاتم الاولاد ہیں۔ یعنی والدین کے گھر آپ کے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ خاتم کا لفظ بمعنی آخر ہے۔

ثم الكتاب بفضلہ تعالیٰ وهو حسبی ونعم الوکیل

بسم الله الرحمن الرحيم!

## فہرست ”الکاویۃ علی الغاویۃ“ حصہ اول

۷	مرزا قادیانی کی تاریخ
۱۰	مرزا قادیانی کی وفات میں غلطی
۱۳	مرزا قادیانی کا مراق اور ذیابیطس
۴۲	بروز، نخل، انعکاس اور تناخ
۵۹	<b>مقابلہ ہائے مذہبیہ</b> مرزا قادیانی کے مذہبی مقابلے
۵۹	پہلا مقابلہ: جنگ تناخ
۵۹	دوسرا مقابلہ: الہامی جنگ
۶۰	تیسرا مقابلہ: جنگ بشیر
۶۳	چوتھا مقابلہ: دہلی
۶۵	پانچواں مقابلہ: جنگ مقدس
۶۵	چھٹا مقابلہ: غزنویہ
۶۷	ساتواں مقابلہ: نکاح محمدی بیگم
۷۲	آٹھواں مقابلہ: سہ سالہ جنگ
۷۳	نواں مقابلہ: تفسیر نویسی و جنگ رازہ
۷۵	دسواں مقابلہ: اعلان نبوت و جنگ تبار
۷۶	گیارہواں مقابلہ: لیکھ رام جنگ پشاو

- ۸۰ بارہواں مقابلہ: غیب دانی کی جنگ
- ۸۲ تیرہواں مقابلہ: جنگ ثنائی
- ۸۴ چودھواں مقابلہ: جنگ دعوتِ ثنائیہ
- ۸۶ پندرہواں مقابلہ: ڈاکٹر عبدالحکیم جنگِ پٹیا لہ
- ۸۸ باہمی تفرقہ: نبوت مرزا پر مرزائیوں کی خانہ جنگی
- ۹۹ لاہوری پارٹی کا فرقہ محمودیہ پر فتویٰ تکفیر
- ۱۰۶ لاہوری گروپ
- ۱۱۰ مرزا قادیانی کے متعلق ایک شرعی نکتہ خیال

### تصریحات اسلام اور ختم نبوت

- ۱۲۶ مغالطہ نمبر: ۱..... اَمَّا يَاتِيْنَكُمْ رَسُلٌ
- ۱۲۶ مغالطہ نمبر: ۲..... لَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُوْلًا
- ۱۲۷ مغالطہ نمبر: ۳..... اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ
- ۱۲۸ مغالطہ نمبر: ۴..... اللّٰهُ يَجْتَبِيْ مِنْ رَّسُلِهِ
- ۱۲۸ مغالطہ نمبر: ۵..... مَا كُنَّا مَعْذِيْنٍ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا
- ۱۲۹ مغالطہ نمبر: ۶..... هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهَدٰى
- ۱۳۱ مغالطہ نمبر: ۷..... مَبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاتِيْ مِنْ بَعْدِيْ اِسْمُهُ اَحْمَدُ
- ۱۳۲ مغالطہ نمبر: ۸..... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
- ۱۳۴ مغالطہ نمبر: ۹..... مَنْ بَعْدِيْ اِسْمُهُ اَحْمَدُ

۱۳۹	مغالطہ نمبر: ۱۰.....	قول حضرت عائشہؓ، قولوا خاتم النبیین
۱۳۹	مغالطہ نمبر: ۱۱.....	قول حضرت مغیرہؓ
۱۴۰	مغالطہ نمبر: ۱۲.....	لوعاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیا
۱۴۰	مغالطہ نمبر: ۱۳.....	لانبی بعدی..... مستقل نبی کی نفی
۱۴۱	مغالطہ نمبر: ۱۴.....	اس زمانہ کا مجدد کون؟
۱۴۱	مغالطہ نمبر: ۱۵.....	مسجدی آخر المساجد
۱۴۲	مغالطہ نمبر: ۱۶.....	ماکان محمد اباحدمن رجالکم
۱۴۲	مغالطہ نمبر: ۱۷.....	نزول مسیح منافی ختم نبوت
۱۴۳	مغالطہ نمبر: ۱۸.....	خاتم انگوٹھی
۱۴۴	مغالطہ نمبر: ۱۹.....	وما ارسلنا من رسول الا اذا تمنی
۱۴۴	مغالطہ نمبر: ۲۰.....	حضرت عباسؓ، خاتم المہاجرین
۱۴۵	مغالطہ نمبر: ۲۱.....	فیکم النبوة والمملکة
۱۴۵	مغالطہ نمبر: ۲۲.....	ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی
۱۴۵	مغالطہ نمبر: ۲۳.....	انا مقفی
۱۴۶	مغالطہ نمبر: ۲۴.....	خاتم بمعنی مہر
۱۴۸	مغالطہ نمبر: ۲۵.....	لانبی بعدی..... میں نفی کمال ہے
۱۴۹	مغالطہ نمبر: ۲۶.....	ومن الارض مثلہن
۱۴۹	مغالطہ نمبر: ۲۷.....	خاتم النبیین کے بعد کلمہ نہیں

۱۵۰

ختم نبوت فی الحدیث

۱۵۶

دعاوی مرزا

۱۵۶

دلیل صداقت نمبر: ۱..... قادیان اصل میں کدہ

۱۵۹

دلیل صداقت نمبر: ۲..... لما يلحقوا بهم ثم لا يكونوا امثالکم

۱۶۱

دلیل صداقت نمبر: ۳..... کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا

۱۶۲

دلیل صداقت نمبر: ۴..... ۱۳۰۰ھ دنیا کی عمر کا ساتواں ہزار سال

۱۶۵

دلیل صداقت نمبر: ۵..... انا علیٰ ذهاب به لقادرون

۱۶۶

دلیل صداقت نمبر: ۶..... خسوف وکسوف رمضان

۱۶۸

دلیل صداقت نمبر: ۷..... دمدار ستارہ

۱۶۸

دلیل صداقت نمبر: ۸..... قصیدہ نعمت اللہ

۱۷۶

دلیل صداقت نمبر: ۹..... قادیان سے ایک نور نکلے گا

۱۷۷

مسیح و مہدی دو ہیں یا ایک؟

۱۸۱

حیات مسیح، برنباس کی زبانی

۱۸۳

اقتباس برنباس

۱۹۱

حیات مسیح

۱۹۸

دلائل حیات مسیح

۲۱۰

تحریفات مرزائیہ

۲۱۱

تحریف نمبر: ۱..... تونی



۲۲۰	تحریف نمبر: ۲.....	رفع
۲۲۶	تحریف نمبر: ۳.....	خلود
۲۲۸	تحریف نمبر: ۴.....	رقی
۲۳۲	تحریف نمبر: ۵.....	ختم نبوت
۲۳۶	تحریف نمبر: ۶.....	ربوہ
۲۴۰	تحریف نمبر: ۷.....	بہائی
۲۴۲	تحریف نمبر: ۸.....	دجال ویا جوج وما جوج
۲۴۴	تحریف نمبر: ۹.....	نزول مسیح
۲۴۶	تحریف نمبر: ۱۰.....	معراج النبی ﷺ

### اتهامات مرزائیہ

۲۴۷	اتهام نمبر: ۱.....	خطبہ صدیقیؒ
۲۴۹	اتهام نمبر: ۲.....	ابن عباسؓ
۲۵۲	اتهام نمبر: ۳.....	عائشہؓ و عمرؓ
۲۵۴	اتهام نمبر: ۴.....	امام بخاریؒ
۲۵۸	اتهام نمبر: ۵ (الف)	امام مالکؒ و ابن حزمؒ
۲۵۹	اتهام نمبر: ۵ (ب)	امام شعرائیؒ و ابن عربیؒ
۲۶۱	اتهام نمبر: ۶.....	ابن قیمؒ
۲۶۲	اتهام نمبر: ۷.....	قبر کشمیر

۲۶۶	اتہام نمبر: ۸..... اکمال الدین
۲۶۹	اتہام نمبر: ۹..... ایلیا
۲۷۳	اتہام نمبر: ۱۰..... ابن جریر وطبری
۲۷۴	اتہام نمبر: ۱۱..... ابن کثیر و کشاف
۲۷۵	اتہام نمبر: ۱۲، ۱۳..... امام حسنؑ و حاطبؑ
۲۷۷	اتہام نمبر: ۱۴..... محدثین
۲۸۱	اتہام نمبر: ۱۵..... مفسرین
۲۸۲	اتہام نمبر: ۱۶..... اقوال الرجال
۲۸۹	<b>مباحثات مرزاسیہ</b> لفظ توفی
۳۰۷	مباحثات مرزاسیہ، لفظ خلوا
۳۰۹	مباحثات مرزاسیہ، لفظ دجال
۳۲۸	پاکٹ بک
۳۵۲	سلسلہ باطنی
۳۶۷	مزید حالات مرزا قادیانی
۳۷۳	مرزا قادیانی کی ادبی لیاقت
۳۸۱	اہل قرآن اور چودھویں صدی
۴۱۴ تا ۴۸۱	مذہب جدیدہ
۴۴۴ تا ۴۴۴	مرزائیت پر اکہتر سوالات

ردِ قادیانیت

رسائل

حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری

احسب قادیانیت

۲۵

عالمی مجلس تحفظِ احقر